بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وسط ایشیا میں

فقہ حنفی کا ارتقاء

(چوتھی / پانچویں صدی ہجری)

www.toobaaelibrary.com

ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی

ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ
میرپور آزاد کشمیر

بسم الله الرحمن الرحيم

www.toobaaelibrary.com

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۬

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ

اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ

وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ

وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ

وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝۲۵۵

www.toobaaelibrary.com

وسط ایشیا میں

داخلہ نمبر 13292
تاریخ 15-03-13

فقہ حنفی کا ارتقاء

(چوتھی/پانچویں صدی ہجری)

ACC. 434

ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی

Al Nadwa Library
الندوۃ
Chattar Islamabad 46001
0333-83 83 336-7
Al Nadwa Educational Trust

ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ
ایف ون میر پور آزاد کشمیر

www.toobaaelibrary.com

(جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں)

نام کتاب : وسط ایشیا میں فقہ حنفی کا ارتقاء (چوتھی / پانچویں صدی ہجری)

مصنف : ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی

ناشر : ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ۔588 ایف ون محلّہ رحمانیہ میرپور (آزاد کشمیر)

پرنٹرز : تایا سنز، لاہور

سن اشاعت : ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۷ء

قیمت : ۳۰۰/- روپے

ملنے کا پتہ : ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ (پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی) 588 محلّہ رحمانیہ ایف ون میرپور آزاد کشمیر، فون: 0333-5344980, 058610-51933

Email:drrafiajk@yahoo.com
drrafiajk@hotmail.com
drrafiajk@gmail.com

www.toobaaelibrary.com

انتساب

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.
(القرآن)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

اس کتاب کو رسول اکرم خاتم النبیین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ رؤف رحیم کے اسم مقدس ومطہر (فداہ ابی وامی) سے منسوب کرتے ہوئے امیدوار شفاعت۔

خاکپائے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی

www.toobaaelibrary.com

فہرست

شذرات ڈاکٹر محمود الحسن عارف ۱۱

سخنے چند پروفیسر غازی علم الدین ۱۴

تقریظ حافظ محمد ادریس ۱۵

حدیثِ دل ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی ۱۹

باب اول

پس منظر (وسط ایشیاء کی طبعی جغرافیائی صورتِ حال اور معاشرہ) ۲۹

i۔ طبعی جغرافیائی محل وقوع ۲۹

ii۔ تاریخ وسیاست ۳۲

iii۔ تمدن ومعاشرت ۳۸

iv۔ مذہبی رجحانات ۴۱

v۔ اسلامی فتوحات ۴۵

vi۔ دینی علوم کا فروغ ۴۸

☆ حواشی باب اول ۵۴

باب دوم

امام ابوحنیفہ.................................حیات وعہد ۶۹

i۔ نام ونسب، ولادت، خاندان ۶۹

ii۔ ابتدائی حالات ۷۰

iii۔ مشاغل ومصروفیات ۷۱

www.toobaaelibrary.com

iv۔	علمی، تعلیمی سرگرمیاں	۷۳
v۔	فقہ و اجتہاد کی راہ کا انتخاب	۷۴
vi۔	امام حماد کی درسگاہ میں	۷۷
vii۔	فقہ و اجتہاد کی صورتِ حال	۸۱
viii۔	مجلس تدوین فقہ	۹۱
ix۔	فقہ حنفی ـــــ اصول	۹۷
x۔	فقہ حنفی ـــــ خصوصیات وا متیازات	۹۹
☆	حواشی باب دوم	۱۰۹

باب سوم

	فقہ حنفی کا فروغ وشیوع/اشاعتِ عام	۱۲۵
i۔	امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت	۱۲۵
ii۔	مجلس تدوین فقہ	۱۲۹
iii۔	تلامذہ	۱۳۸
iv۔	مشاہیر تلامذہ	۱۴۲
ا۔	امام ابو یوسف القاضی	۱۴۳
ب۔	امام محمد بن الحسن الفرقد الشیبانی	۱۵۱
ج۔	امام زفر بن الھذیل	۱۶۰
د۔	امام حسن بن زیاد اللؤلؤی	۱۶۳
v۔	دیگر تلامذہ	۱۶۴
vi۔	وسط ایشیاء کے علاوہ دیگر علاقوں کے تلامذہ	۱۶۴
vii۔	وسط ایشیاء کے نامور تلامذہ	۱۶۷

www.toobaaelibrary.com

viii۔ فقہ حنفی کا قبولِ عام ۱۷۴

☆ حواشی باب سوم ۱۷۶

باب چہارم

وسط ایشیاء میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت ۱۹۳

نامور فقہائے احناف.......... تعارف، خدمات ۱۹۴

☆ حواشی باب چہارم ۲۱۱

باب پنجم

وسط ایشیاء میں فقہ حنفی کا ارتقاء (چوتھی صدی ہجری) ۲۱۹

i۔ نمائندہ فقہاء ۲۲۷

ا۔ اسحاق بن ابراہیم الشاشی م ۳۲۵ھ ۲۲۷

ب۔ ابومنصور الماتریدی م ۳۳۳ھ ۲۲۷

ج۔ الحاکم الشہید ابوالفضل البلخی شہادت ۳۳۴ھ ۲۳۰

د۔ عبداللہ بن محمد ابومحمد الحارثی السبذمونی م ۳۴۰ھ ۲۳۳

ھ۔ الامام الفقیہ ابوجعفر الھندوانی البلخی م ۳۶۲ھ ۲۳۸

و۔ الامام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی م ۳۷۰ھ ۲۴۱

ز۔ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی امام الھدیٰ م ۳۸۳ھ ۲۴۴

ii۔ دیگر نامور فقہاء................تعارف، خدمات ۲۴۷

☆ حواشی باب پنجم ۲۵۸

باب ششم

وسط ایشیاء میں فقہ حنفی کا ارتقاء (پانچویں صدی ہجری) ۲۷۳

i۔ رجحانات، سرگرمیاں، ادارے ۲۷۳

www.toobaaelibrary.com

ii۔ نمائندہ فقہاء ۲۷۸

ا۔ قاضی ابوزید الدبوسی م ۴۳۲ھ ۲۷۸

ب۔ شمس الائمہ حلوانی م ۴۴۸ھ ۲۷۹

ج۔ فخر الاسلام بزدوی م ۴۸۲ ھ ۲۸۰

د۔ الامام ابی بکر خواہرزادہ م ۴۸۳ ھ ۲۸۴

ر۔ شمس الائمہ سرخسی م ۴۸۳ ھ ۲۸۵

iii۔ دیگر نامور فقہاء ۲۹۶

☆ حواشی باب ششم ۳۱۷

خلاصۂ مباحث ۳۳۷

ضمیمہ جات

ضمیمہ ''الف'' باب اول (فہرست اہم مقامات ما وراء النہر) و حواشی ۳۴۳

ضمیمہ ''ب'' باب چہارم (فقہ حنفی کی روایت کے سلسلے) و حواشی ۳۵۰

ضمیمہ ''ج'' باب پنجم (چوتھی صدی ہجری کے فقہاء احناف) و حواشی ۳۵۹

ضمیمہ ''د'' باب پنجم (چوتھی صدی ہجری کے وسط ایشیائی حنفی فقہاء کی فہرست) ۳۹۴

ضمیمہ ''ھ'' باب ششم (پانچویں صدی ہجری کے حنفی فقہاء) وحواشی ۳۹۹

ضمیمہ ''و'' باب ششم (پانچویں صدی ہجری کے وسط ایشیائی حنفی فقہاء کی فہرست) ۴۴۶

ضمیمہ ''ز'' (مجلس تدوین فقہ کے ارکان کے اسمائے گرامی) ۴۵۲

کتابیات ۴۵۴

www.toobaaelibrary.com

شذرات

تمام حمد وثناء کی سزاوار وہ ذات ہے جس نے اپنے قدسی کلمات سے ساری دنیا کو خلعت وجود بخشا اور جس کی مدح سرائی میں کائنات کا ایک ایک ذرہ مصروف ہے۔ لاکھوں درود اور سلام اس ہستی پر جن سے اس دنیا کی تاریکیاں دور ہوئیں اور جن کے پاکیزہ وجود نے دنیا میں ہدایت وبصیرت کی نورانیت پھیلائی اور جن سے علوم وفنون کے کئی دریاؤں نے جنم لیا۔

''فقہ اسلامی'' کا موضوع بھی، انہی علوم وفنون میں سے ایک ہے، جن علوم وفنون کی نشو ونما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کے تحت ہوئی۔

لفظ فقہ کا مادہ ف۔ق۔ھ (فقہہ فقہا) بمعنی سمجھنا ہے کہا جاتا ہے کہ "فقہ الکلام" اس نے بات کو سمجھ لیا......

معروف ماہر لغت امام ابن منظور الافریقی لکھتے ہیں:

العلم بالشیء والفهم له — کسی شے کا علم اور اس کی سمجھ فقہ ہے۔

(لسان العرب بذیل مادہ)

نامور مفسر قرآن علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

اشتقاقة من الشق والفتح — اس کا اشتقاق شق (کسی کو پھاڑنے) اور فتح (کھولنے) سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کسی علم کو پھاڑنے اور اسے کھول دینے کی قدرت رکھنے کا نام ''فقہ'' ہے۔

امام راغب الاصفہانیؒ نے اس کے معنی ومفہوم پر یوں بحث کی ہے:

الفقه هو التوسل الى علم غائب بعلم شاهد فهو اخص من العلم...... والفقه العلم باحكام الشريعة. (مفردات القرآن) — کسی موجود علم کے ذریعے کسی غیر موجود علم تک رسائی حاصل کرنے کا نام ''فقہ'' ہے۔ اس اعتبار سے یہ لفظ علم کے مقابلے میں خاص ہے اور فقہ سے مراد ''احکام شریعت'' کا علم ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ صدر اول (عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ) میں ''فقہ'' کا مفہوم وہ نہ تھا جو مرور ایام

www.toobaaelibrary.com

سے پیدا ہوا...... چنانچہ قرآن حکیم میں ہر جگہ اس کا استعمال لغوی معنی و مفہوم ہی میں کیا گیا ہے، جہاں یہ لفظ تقریباً بیس مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ (معجم المفہرس الالفاظ القرآن الکریم بذیل مادہ)۔

مثلاً ایک جگہ ارشاد مبارک ہے:

وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ. (التوبہ) اور ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے، پس وہ نہیں سمجھتے۔

نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں بھی یہ لفظ اسی مفہوم میں مستعمل رہا...... تاہم بعض احادیث میں اس لفظ کا استعمال علوم اسلامیہ میں گہری مہارت و بصیرت کے مفہوم میں بھی کیا گیا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دعا دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

اللهم فقهه في الدين. اے اللہ اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما۔

عہد تابعینؒ میں یہ تبدیلی آئی کہ فقہ کا استعمال عقائد اور علم الکلام کے مباحث پر کیا جانے لگا۔ اسی لیے امام ابوحنیفہؒ کی علم الکلام پر کتاب کا عنوان ''الفقہ الاکبر'' ہے جبکہ صاحب کشافؒ نے فقہ کا مفہوم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک:

معرفة النفس مالها وما عليها انسانی نفس اور اس سے متعلقہ باتوں کا جاننا۔

قرار دیا ہے جو یقیناً بڑی وسعت رکھتا ہے۔

دوسری صدی ہجری کے اواخر اور تیسری صدی کے اوائل میں...... احکام شریعت کیلئے لفظ فقہ کا ابتدائی استعمال نظر آتا ہے۔ جو آہستہ آہستہ مقبول اور متداول ہو گیا اور بالآخر اس نے ایک معروف علم کی شکل اختیار کر لی۔

دوسری صدی ہجری میں ''فقہ اسلامی'' کی تدوین وتالیف کا جو کام شروع ہوا، اس میں، اگرچہ بعد ازاں امام مالکؒ (م ۱۷۰ھ)، امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) اور دوسرے کئی ائمہ کرامؒ کی کاوشیں بھی اس کا حصہ بنیں، تاہم اس میں اولیت اور قدامت کا شرف امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) اور ان کے جلیل القدر شاگردوں قاضی ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) اور امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) وغیرہ کو حاصل ہے...... امام صاحبؒ نے اس علم کی بنیادیں کچھ اس انداز سے اٹھائیں کہ وہی انداز تمام دنیائے اسلام میں مقبول و متداول ہو گیا اور بہت جلد ساری دنیائے اسلام نے اسے کامل بصیرت اور عقیدت و محبت کے ساتھ قبول کر لیا۔

حنفی فقہ اور اس کی اسلامی دنیا میں بے حد تیز رفتاری سے ہونے والی مقبولیت کے بے شمار عوامل ہیں، جن میں اس فقہ میں ''قرآنی فکر کے غلبے، عوام کیلئے آسانی اور سہولت کے اختیار کرنے اور اسے جدید حالات کی مطابق ڈھالنے اور بنانے...... وغیرہ کے عوامل سرفہرست ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

اس فقہ کی پذیرائی کا ایک اور اہم عامل......اس کی وسط ایشیا (Central Asia) میں غیر معمولی مقبولیت بھی ہے۔ یہ علاقہ ابھی نیا نیا فتح ہوا تھا اور یہاں ابھی فاتحین کے قدم پہنچے ہی تھے کہ اس کے ساتھ ہی ''فقہ حنفی'' پہنچ گئی اور یوں دیکھتے ہی دیکھتے......یہ فقہ اس پورے خطے میں پھیل گئی۔

اس خطے میں فقہ اسلامی کی ترویج واشاعت کا موضوع ہمارے لیے، اس بنا پر بھی خصوصی توجہ اور تکریم کا مستحق ہے کہ برعظیم پاک وہند میں فقہ اسلامی بلکہ علوم اسلامیہ کی آمد، اسی راستے اور اسی ذریعے سے ہوئی، اسی بنا پر ہمارے ہاں وہی علماء اور وہی ائمہ کرام زیادہ مشہور ہوئے جنہوں نے اس خطے میں خدمات انجام دی تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایشیا کے اس خطے میں علوم وفنون کی ترویج واشاعت اور اس کی تحقیق وتفتیش کے وہ مراکز واقع ہیں جنہوں نے صدیوں تک علوم وفنون میں امت مسلمہ کی قیادت کی۔ ان میں سمرقند، بخارا، مرغینان، ترمذ، نیشاپور، اصفہان، رے اور دوسرے کئی شہر وغیرہ خصوصاً قابل ذکر ہیں جنہوں نے اس دور میں امت مسلمہ کو نئے افکار وخیالات اور علماء کی صورت میں تازہ اور جوان ہمت لوگ عطا کیے۔

لیکن...... یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ وہ علاقہ جس نے صدیوں تک اسلامی دنیا ہی نہیں بلکہ سارے عالم کو علوم وفنون کے خزانے عطا کیے جہاں سے ہونے والی تحقیقات نے دنیا پر، ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ اس خطے کے علمائے کرام کے اپنے حالات......اب تک پردہ اخفاء میں ہیں۔

جامعہ کراچی کا شعبہ اسلامی تاریخ مبارکباد کا مستحق ہے کہ اس شعبے کے تحت ایک فاضل ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی نے...... معروف محقق اور دانشور پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد (ڈین) کی نگرانی میں فقہ اسلامی کی یہ چوٹی عبور کی اور ''وسط ایشیا'' میں فقہ اسلامی کی ترویج واشاعت میں اہم کردار ادا کرنے والے علمائے کرام کے کارناموں پر داد تحقیق دی...... ڈاکٹر صاحب کا یہ مطالعہ ان کی برسوں کی تحقیقی کاوشوں کا نتیجہ ہے اور انہوں نے اس مطالعے کے ذریعے اس خطے سے تعلق رکھنے والے علماء اور ماہرین فقہ اسلامی کے کارہائے نمایاں کو حیات نو بخش دی ہے۔

میں نے اس کتاب کا جو حصہ بھی دیکھا ہے، اس میں فاضل مقالہ نگار کے مطالعے کی گہرائی، اسلوب بیان کی پختگی اور انداز بیان کی خوش نگاری نظر آئی۔

یقیناً اس کتاب کی اشاعت سے فقہ حنفی اور اردو زبان کے علمی ذخیروں میں گراں قدر اضافہ ہوگا۔

(ڈاکٹر محمود الحسن عارف)

چیئرمین اردو دائرہ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی لاہور

www.toobaaelibrary.com

سخنے چند

دور حاضر میں مغربی تحقیقی روش اور تصورات نے فقہ اسلامی کے مباحث اور انداز گفتگو پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید تحقیقی تقاضوں اور اسالیب کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہ کے موضوعات پر ایسی تحقیقی کتب منظر عالم پر لائی جائیں جن کے مطالعہ سے زیادہ بہتر اور موثر انداز میں فقہ اسلامی کے موقف کو سمجھا جاسکے۔زیر نظر کتاب جو دراصل پی ایچ ڈی کا وقیع مقالہ ہے،اسی مقصد کو حاصل کرنے کی ایک قابل قدر کاوش ہے۔

مصنف ومحقق زیر نظر کتاب ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی علمی وادبی اور تحقیق وتدریس کی دنیا میں دو عشروں سے زائد عرصہ سے اپنے زبان وبیان،علم وفن اور قلم کے تخلیقی جوہر دکھارہے ہیں فاضل موصوف کے قلم سے کئی ایک علمی وتحقیقی مقالے رقم ہو کر معاصر علمی وتحقیقی جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔خدا لگتی بات ہے کہ پروفیسر موصوف اپنے حرکی مزاج کی بدولت ہر سہ جہات پر نہایت اخلاص کے ساتھ اپنے مشن کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔علمی وادبی حلقوں میں آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔علوم اسلامیہ کے علاوہ لسانیات اور شعروادب کا بھی تحقیقی اور تنقیدی درک رکھتے ہیں۔اقبالیات پر ان کی نظر وسیع بھی ہے اور غائر بھی۔

کسی کتاب کے معیاری اور مستند ہونے کی دلیل وہ مآخذ اور مصادر ہوتے ہیں جہاں سے مصنف اکتساب کرتا ہے۔زیر نظر کتاب اس نقطہ نظر سے یقیناً اس معیار کی ہے کہ اسے فقہ اسلامی کے اس ذخیرے میں رکھا جاسکے جو اہل علم و فضل کی نظر میں وقیع اور مستند ہے۔اسلوب اور انداز بیان کے اعلیٰ معیار پر بھی یہ کتاب پورا اترتی ہے۔مصنف چونکہ تحقیق کے میدان کے ماہر ہیں لہٰذا انہوں نے حواشی وحوالہ جات کا متداول منہج اختیار کرکے اعلیٰ تحقیقی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔

بلاخوف تردید مصنف ومحقق محترم نے فقہ اسلامی کے طلباء اور خوشہ چینوں کے لیے نہایت اہم مواد اور نتائج تحقیق جمع کر دیے ہیں۔یہ کتاب فقہ اسلامی کے طلباء،وکلاء،قانون دان حضرات،محققین اور عام تعلیم یافتہ افراد کے استفادہ کے لیے نادر تحفہ ہے۔

پروفیسر غازی علم الدین

www.toobaaelibrary.com

تقریظ

کسی دور میں ہمارے دینی مدارس محض تعلیم و تعلم کا مرکز ہی نہیں تھے، تحقیق و تدوین اور تالیف و تصنیف کے اہم شعبوں میں بھی ان کا نمایاں اور قابل قدر کردار تھا۔ ہمارا علمی ورثہ بلاشبہ دنیا کی ہر قوم اور تہذیب کے مقابلے میں وقیع تر، جامع اور ہمہ پہلو ہے۔ دورِ انحطاط میں مدارس اور دینی درس گاہیں کسمپرسی کے عالم میں ٹمٹماتے چراغ کی طرح حسب استطاعت علم کی روشنی پھیلاتی رہیں مگر امت کی بے حسی، غلامی میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے کور ذوقی اور تہذیب مخالف کے تسلط نے ہم سے ہمارا وہ مقام چھین لیا، جس کی بدولت ہم دنیا کے امام اور رہنما بنے تھے۔

اس حقیقت کا ادراک اور اعتراف کرنے میں جہاں ہمیں بخل نہیں کرنا چاہیے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں انحطاط کے ساتھ ساتھ ہمارے علمی استعداد اور کارکردگی میں بھی نمایاں تنزل وقوع پذیر ہوا، وہیں اس بات کا اعتراف کرنا بھی دیانت و امانت اور حقیقت شناسی کا متقاضی ہے کہ بے سروسامانی کے عالم میں اس چراغ کو روشن رکھنا اور طوفانوں کے منہ زور تھپیڑوں میں خونِ جگر سے اس کی لو کو تیز کرنا علما اور دینی مدارس کی ایک بہت بڑی خدمت ہے۔ امت بڑی احسان فراموش ہوگی اگر ان کی اس مثبت کاوش سے صرف نظر کرے۔

دورِ جدید میں تعلیم و تحقیق کے مراکز جدید علوم کے ادارے اور جامعات بن گئے۔ ان میں ہر موضوع پر تحقیق کا کام شروع کیا گیا۔ چونکہ ان اداروں کی بنیادی اٹھان مغرب کے طرزِ فکر کے مطابق تھی، اس لیے زیادہ تر انھی علوم کو فروغ ملا، جن سے غالب مغربی تہذیب کو دلچسپی بھی تھی اور سکہ رائج الوقت کے طور پر جن کی قدر افزائی بھی مارکیٹ میں مقابلۃً زیادہ تھی۔ اس حقیقت کے باوجود یہ بھی ایک مسلمہ امر ہے کہ ان جدید تعلیمی اداروں میں بھی دینی علوم اور اپنے آبائی ورثے کے ساتھ وابستگی ہر دور میں قائم رہی اور وقت کے گزرنے کے ساتھ اس کی قبولیت کے تناسب میں اضافہ ہوتا رہا۔ جدید جامعات سے فارغ ہونے والے اہل علم نے کم و بیش ہر موضوع پر اپنی ذہانت، علمی استعداد اور انہماک کے مطابق قابلِ

www.toobaaelibrary.com

قدر دستاویزات تیار کیں۔

تحقیقی کام ایک مشکل، وقت طلب اور یکسوئی کا متقاضی کام ہے۔ کسی بھی تحقیقی موضوع پر کام کرنے والا طالب علم جب تک پوری طرح اس میں ڈوب نہیں جاتا، اس کا حق ادا نہیں کر پاتا۔ ہمارے پیشِ نظر اس وقت ایک ایسا مقالہ ہے جو ہمارے عزیز دوست جناب پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے تیار کیا ہے۔ اس پر انھیں جامعہ کراچی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی ہے۔ انھوں نے اپنی تحقیق کے لیے جو موضوع منتخب کیا۔ اس کے تین حصے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ فقہ حنفی کے ارتقاء کا جائزہ لیتا ہے لیکن اس کو انھوں نے زمانی و مکانی لحاظ سے چوتھی اور پانچویں صدی ہجری اور وسط ایشیائی خطے تک محدود کیا ہے۔ یوں فقہ حنفی، وسط ایشیا اور چوتھی و پانچویں صدی اس کے بنیادی عنوانات بن گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ فقہِ حنفی بذاتِ خود بہت وسیع موضوع، بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ علم و تحقیق کی دنیا کا بحرِ ذخار ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ فاضل محقق نے اسے موضوع کی تحدید کے بعد جس انداز میں پیش کیا ہے وہ قابل قدر اور تحقیقی معیار پر پورا اترتا ہے۔

صدیقی صاحب نے اپنی اس کاوش کو چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے، جن میں سے ہر باب کے آخر میں انھوں نے حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ آخر میں انھوں نے ضمیمہ جات بھی دیے ہیں اور کتابیات پر بھی پوری تفصیل درج کی ہے۔ یوں یہ کتاب چار سو ساٹھ صفحات کو محیط ہے۔ ہر باب کے آخر میں جو حوالہ جات لیے گئے ہیں، ان کی تعداد کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ محقق نے اس کام میں کتنی محنت کی ہے اور ان کے علمی راہ نما جناب ڈاکٹر نثار احمد صاحب نے کتنے اچھے انداز میں ان کی رہنمائی کا فرض ادا کیا ہے۔ حوالے تمام کے تمام مستند ہیں اور جس موضوع پر کوئی حوالہ پیش کیا گیا ہے، وہ اس کی وضاحت بھی کرتا ہے اور ثقاہت پر بھی قولِ فیصل کا درجہ رکھتا ہے۔ آپ اندازہ کیجیے کہ پہلے باب کے نفسِ مضمون کو جو کم و بیش پچیس صفحات پر مشتمل ہے، دو سو انتالیس حوالوں سے مزین کیا گیا ہے اور حوالہ محض کتاب اور صفحے کا نہیں، بعض جگہوں پر وضاحتی نوٹ کے ساتھ اسے منقح کیا گیا ہے۔ دوسرے باب کے حوالہ جات کی تعداد دو سو چوبیس ہے۔ تیسرے کی تین سو نوے، چوتھے کی ایک سو بہتر، پانچویں کی تین سو اکیس اور چھٹے کی پانچ سو اکتیس ہے۔ واضح رہے کہ حوالہ کی بیش تر کتب وہ ہیں جو متعلقہ موضوع پر کسی ایک ملک میں نہیں، عالمی سطح پر بنیادی ماخذ اور مرجع کا درجہ رکھتی ہیں۔ تین سو چالیس صفحات پر یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو ضمیمہ جات مع حواشی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور ضمیمہ جات بھی بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

فقہ حنفی اپنے آغاز سے لے کر آج کے دن تک امتِ مسلمہ میں سب سے زیادہ تعداد کا فقہی مسلک رہی ہے۔ آئمہ اربعہ کی علمی کاوش اور پرخلوص جدوجہد کو اللہ نے شرفِ قبولیت بخشا اور ان چاروں نے قرآن و سنت کی روشنی میں امت کی راہنمائی کے لیے فقہ (یعنی اسلامی قوانین) مرتب و منضبط کیے۔ ان کے ہم عصر دیگر بہت سے آئمہ نے بھی کم و بیش انھی

www.toobaaelibrary.com

جیسے علمی کارنامے سرانجام دیے مگر اہمیت وشہرت انھی چار بزرگ ہستیوں کو ملی۔ اس کی دیگر وجوہات میں سے ایک بنیادی سبب یہ بھی تھا کہ ان چاروں آئمہ کو ایسے شاگرد میسر آ گئے جو انھی جیسا جذبہ اور ذوق رکھتے تھے اور انھوں نے ان کے بعد اپنے اپنے ادوار میں خود اور پھر اپنے شاگردوں میں ویسا ہی ذوق پیدا کر کے اگلی نسلوں تک اس صدقہ جاریہ کو منتقل کرنے کا اہتمام کیا اور یہ سلسلۃ الذہب نسلاً بعد نسل آگے منتقل ہوتا رہا۔

ایک حقیقت، جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے، یہ بھی ہے کہ آئمہ اربعہ محض تبحر علمی اور فقاہت ہی کے مقام پر فائز نہیں تھے وہ عملاً جہاد، جدوجہد، نظامِ زندگی اور نظام حکومت کی اصلاح کے لیے بھی مسلسل کوشاں رہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ تو اس کی پاداش میں شدید ابتلا وامتحان سے بھی دوچار ہوئے۔ البتہ امام شافعیؒ کسی بڑے امتحان سے نہیں گزرے تاہم انھوں نے بھی حکومتی سرپرستی میں کسی کام کو کرنے کے بجائے خود آزادانہ انداز اور ماحول میں اپنا علمی ورثہ اگلی نسلوں تک منتقل کیا۔ امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم کا مقام ملا، وہ بہت مالدار تاجر اور صنعت کار تھے۔ عموماً انسانی نفسیات ہے کہ جس کے پاس وسائل کی بہتات ہو، وہ مصلحت کیش اور عافیت جو ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اس کے برعکس بنیادی اصولوں پر سمجھوتہ اور مداہنت کرنے کے ہرگز قائل نہ تھے۔ ان کی زندگی کے آخری سال جیل میں گزرے، یہاں تک کہ ان کا جنازہ بھی جیل ہی سے اٹھا۔ امام مالکؒ کو وقت کے حکمرانوں نے بہت شدید سزائیں دیں۔ ایذائیں پہنچائیں، ان کے بازو تک توڑ دیے گئے مگر وہ مشکل ترین حالات میں بھی علی الاعلان کلمۂ حق بلند کرتے رہے۔ امام احمد بن حنبلؒ عباسی دور میں جس ابتلا سے دوچار ہوئے، اس کی تفصیلات تو رونگٹے کھڑے کر دیتی ہیں مگر مجال ہے جو ان کے پائے استقلال میں ذرا لغزش آئی ہو۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن ہمارا مطمح نظر یہاں اس کی طرف اشارہ کرنے سے صرف یہ ہے کہ اللہ نے ان آئمہ عظام کو اپنی خصوصی نصرت سے نوازا تھا۔ کسی حکومتی سرپرستی کے نتیجے میں نہ ایسی قبولیت عامہ حاصل ہو سکتی ہے اور اگر وقتی طور پر کسی کا شہرہ ہو بھی جائے تو ایسی دیرپا بلکہ دائمی مقبولیت کسی حکومتی گماشتے کا مقدر نہیں بن سکتی جو اللہ نے ان آئمہ کے حق میں لکھ دی تھی۔

فقہی مسالک کوئی الگ الگ دین نہیں، یہ اپنی اپنی سمجھ اور اجتہاد کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی میں حاصل کردہ علمی نتائج کا نام ہے۔ اسی وجہ سے آئمہ نے کبھی اصرار نہیں کیا کہ ان کی فقہ کو اس انداز میں کوئی حکومت اپنا لے کہ دیگر آئمہ کے علمی ذخیرے کو نظرانداز کر دیا جائے۔ ان آئمہ اربعہ میں سے بعض کے سامنے جب ایسی حکومتی تجاویز آئیں تو انھوں نے سختی سے انھیں مسترد کر دیا۔ اس سے جہاں ان کی عظمت کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ حقیقت بھی واشگاف ہوتی ہے کہ امت کے درمیان علمی اختلاف رائے، عصبیت، فرقہ واریت اور نفرت کا پیش خیمہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ساری بیماریاں تو انحطاط، جہالت اور تنگ نظری کی

www.toobaaelibrary.com

وجہ سے امت میں پیدا ہو گئیں۔ بحیثیت مجموعی امت نے تمام آئمہ کو پورے احترام و توقیر کا مستحق گردانا ہے اور دورِ جدید میں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ نئے پیش آمدہ امور و معاملات میں جہاں اجتہاد ضروری ہے وہاں آئمہ اسلاف کی کاوشوں سے استفادہ بھی بلا تفریق نہایت ناگزیر ہے۔ مختلف مسائل میں مختلف آئمہ کے اجتہادی فیصلے ایک دوسرے سے زیادہ قابلِ عمل اور امت اور انسانیت کے لیے قرینِ مصلحت ہیں۔ ہمارا یہ مضمون اس کا متحمل نہیں کہ ان مثالوں کی تفصیل میں جایا جائے، جن کی طرف ہم اشارہ کر رہے ہیں لیکن اہلِ علم ان سے بخوبی واقف ہیں۔

علومِ اسلامیہ کی خدمات اور ترویج کا جتنا شاندار ریکارڈ حجاز، مصر، کوفہ و بصرہ اور بغداد کے علمی مدارس سے وابستہ ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں جس علاقے یعنی وسط ایشیا کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے، اس کا حصہ بھی اس میدان میں اس سے کسی صورت کم نہیں۔ ہمارے دینی و علمی ورثے کے ارتقا اور حفاظت کے لیے اس خطے کا حصہ بہت نمایاں اور ناقابلِ فراموش ہے۔ محدثین، مفسرین اور فقہا کی ایک بڑی تعداد انھی علاقوں سے اٹھی اور پھر عربوں کے اضمحلال اور پسپائی کے بعد اسلام اور امتِ مسلمہ کو پاسبان اور مردانِ شمشیر زن بھی اسی علاقے سے فراہم ہوئے۔ اس لحاظ سے زیرِ نظر مقالہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ اس خطے کی چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے دوران پیش کردہ علمی خدمات کا احاطہ کرتا ہے۔

فاضل محقق نے اپنے علمی شوق سے ملک کی تمام اہم لائبریریوں سے استفادہ کرنے کی کوشش کی اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب رہے۔ وہ اور ان کے تحقیقی راہنما ڈاکٹر نثار احمد مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ایک بہت اچھی دستاویز تیار ہو گئی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ فاضل محقق کو اللہ رب العالمین اس کاوش کا اجر عطا فرمائے اور اردو زبان پڑھنے والے قارئین کو ذوقِ مطالعہ سے نوازے۔

حافظ محمد ادریس

ڈائریکٹر

ادارہ معارف اسلامی

منصورہ، لاہور

www.toobaaelibrary.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیثِ دل

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین وآلہ وصحبہ اجمعین وعباداللہ الصالحین. آمین

سرزمین وسط ایشیا سے جو دلچسپی حالیہ چند برسوں میں عموماً اور سقوط روس کے بعد خصوصاً پاکستان میں پیدا ہوئی ہے، اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور مختلف ذرائع ابلاغ سے وسطی ایشیائی ریاستوں میں تہذیب و ثقافت، تمدن و معاشرت، علوم وفنون کی ترویج و اشاعت کا حال اور مسلمانوں کے حوالے سے مختلف النوع کارناموں کا جو تعارف سامنے آرہا ہے۔ وہ عوام وخواص کے ساتھ ساتھ ارباب فکر و دانش کو بھی متاثر کر رہا ہے۔ یہ صورت حال متقاضی ہے کہ:

(الف) محض سرسری معلومات، دلچسپ اعداد و شمار اور صحافتی قسم کے عمومی جائزوں سے آگے بڑھ کر خالص علم و تحقیق کی بنیاد پر مطالعات کا اہتمام کیا جائے۔

(ب) پاکستان اور مسلمانوں کا تشخص اسلام کے بغیر ممکن نہیں جب کہ اسلامی تاریخ کا اصل حوالہ بھی اسلام ہے۔ داخلی طور پر قومی تعمیر نو کے لیے یہ ازبس ضروری ہے کہ مسلمانوں کے شاندار ماضی اور اسلاف کے کارہائے نمایاں سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ نیز مستقبل کی پیش رفت کے لیے نشاط کار کی فراہمی مطالعہ تاریخ کے بغیر ممکن نہیں جب کہ خارجی طور پر وسطی ایشیائی ریاستوں کی آزادی اور پاکستان سے ان کے روابط استوار ہونے کے بعد یہ اور ضروری ہو گیا ہے کہ وسط ایشیا کے اسلامی تہذیبی، تاریخی دور کا مطالعہ کیا جائے تا کہ اس سرزمین کے مسلمانوں کی اجتماعی عملی زندگی سے واقفیت اور ملی ہم آہنگی میں اضافہ ہو۔

(ج) سرزمین وسط ایشیا کی تاریخ اگرچہ بہت پرانی اور طویل ہے، تاہم اس کا اہم ترین حصہ اور اسلامی تاریخ کا روشن باب، ہمارے نزدیک وہ اسلامی دور ہے جس کا آغاز مشہور مسلمان سپہ سالار امیر و فاتح قتیبہ بن مسلم کے

www.toobaaelibrary.com

ہاتھوں بنو امیہ دمشق کے عہد خلافت میں ترکستان کی فتوحات (۷۱۰-۷۱۴ء) سے ہوا اور پھر عہد خلافت عباسیہ میں سامانی (۸۷۴-۹۹۹ء)، قراخانی (۹۳۲-۱۳۱۲ء) غزنوی (۸۶۳-۱۰۴۰ء) سلجوقی (۱۰۳۸-۱۱۵۷ء)، اور خوارزم شاہی (۱۱۷۲-۱۲۱۲ء) اقتدار سے ممتد ہو کر وہاں صدیوں سایہ فگن رہا۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ عہد جدید میں مطالعات و کتب کی کثرت دراصل ۱۸ ویں صدی عیسوی اور اس کے بعد کے ادوار یعنی روسی چینی یا مشرقی، مغربی ترکستان اور اس کے متعلقات سے ہی بحث کرتی ہے جب کہ وسط ایشیا کے اسلامی دور کی تاریخ پر سنجیدہ علمی تحقیقی مطالعہ بہت کم کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اسلامی تاریخ کے انتہائی اہم دور کی علمی ثقافتی تاریخ کو جو وسط ایشیا میں ظہور پذیر ہوئی، علمی جستجو کے لیے منتخب کرنا بجائے خود اہمیت رکھتا ہے۔

چنانچہ ہم نے اس ضرورت کے پیش نظر وسط ایشیا میں علوم و فنونِ اسلامی کے حوالہ سے چوتھی پانچویں صدی ہجری میں فقہ حنفی کے ارتقاء کو اپنی علمی جستجو کے لیے منتخب کیا ہے۔ اس موضوع پر تحقیقی کام مسلمانوں کے شاندار علمی کارناموں کی دریافت ہی نہیں بلکہ قومی اور ملی خدمت بھی ہے۔ کیونکہ آزاد وسط ایشیائی ریاستوں سے مسلمانان جنوبی ایشیا کی عموماً اور پاکستان سے خصوصاً جغرافیائی قربت اور سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی روابط کے پیش نظر وسط ایشیا کے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے آگہی اور ان سے ملی ہم آہنگی وقت کا تقاضا ہے۔

تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ سرزمینِ وسط ایشیا سے متعلق کوئی مطالعہ اس وقت تک معنی خیز نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود سرزمین وسط ایشیا کا مکمل تعارف حاصل نہ کر لیا جائے۔ لہٰذا وسط ایشیا میں فقہ حنفی کے ارتقاء کی اصل بحث سے پہلے عالمی تناظر میں اس کا محل وقوع، طبعی جغرافیائی حالات، سیاسی ماحول، تمدن و معاشرت، سیاسیات و مذہبیات اور مختلف النوع رجحانات کا جان لینا از بسکہ ضروری ہے چنانچہ اس تحقیقی کاوش کے باب اول کو اس کلی پس منظر کے لیے مختص کیا گیا ہے اور اسلامی دور سے اس کی مطابقت بالتفصیل بیان کر دی گئی ہے۔

جہاں تک فقہ حنفی کا تعلق ہے تو یہ بالکل واضح ہے کہ فقہ حنفی کو اصل نسبت حضرت امام ابوحنیفہؒ م ۱۵۰ھ سے ہے۔ چنانچہ اگر ایک طرف امام صاحبؒ موصوف کے عہد وحیات کا تعارف ضروری تھا تو دوسری طرف ان کے فقہی کارنامہ کا اندازہ کرنے کے لیے اس وقت تک کی مذہبی، اجتماعی اور فقہی صورت حال کا جائزہ لینا بھی لازمی تھا اور یہ بھی کہ انہوں نے اپنی فقہی اور اجتہادی سرگرمیوں میں کن اصولوں کو پیش نظر رکھا اور ان کے مسلک و مذہب کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں۔ باب دوم میں ان مباحث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

فقہ حنفی کا تاریخی تدریجی ارتقاء، اس کے اسباب و محرکات اور عوامل نیز ترویج و اشاعت کے لیے کی جانے والی

www.toobaaelibrary.com

کوششیں اور ان کے نتائج کا مطالعہ باب سوم کے موضوعات ہیں۔ یہ عین حقیقت ہے کہ فقہ حنفی کا چرچا تو امام ابوحنیفہؒ کی اپنی زندگی میں ہوگیا تھا اور دوسرے تمام اسباب وعوامل اور محرکات کے علی الرغم، فقہ حنفی کے فروغ و شیوع میں سب سے اہم کردار حضرت امام صاحبؒ کی دلآویز قدآور شخصیت کا تھا اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ عالم اسلام کے گوشہ گوشہ سے طالبان فقہ وشریعت اور تشنگان علم وآگہی صرف ان ہی کی طلب میں کوفہ آئے اور ان ہی سے استفادہ کرنا باعث فخر وافتخار سمجھا۔ امام صاحب سے ہمہ وقت وابستہ رہنے والے اجل تلامذہ کی تعداد بھی یوں تو کم نہیں لیکن مختلف دیار وامصار سے آنے والے اور صحبت امامؒ سے مستفید ہوکر اپنے اپنے علاقوں میں جاکر فقہ حنفی کے علمبردار بننے والے بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ یہی تلامذہ سلسلہ در سلسلہ فروغ فقہ حنفی کا باعث ہوئے۔ امام صاحبؒ کی فعال وسرگرم مجلس تدوین فقہ کے ارکان کی سنجیدہ کوششیں بھی اشاعت فقہ حنفی میں بہت زیادہ ممد ومعاون ثابت ہوئیں چنانچہ اس حوالہ سے جو تحقیقات کی گئی ہیں امید ہے انہیں خاص اہمیت حاصل ہوگی۔

وسط ایشیا میں حنفی فقہی مسلک و مذہب نے اس وقت جڑ پکڑی جب کہ اس خطہ کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و دانش اور طالبان فقہ وشرع نے امام صاحب اور ان کے اجل تلامذہ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور پھر اپنی فیض رسانی سے دوسروں کو مستفید کیا۔ یہی تلامذہ دراصل قافلۂ امام اعظمؒ کا ہراول دستہ ثابت ہوئے۔ ان میں بڑی نامور شخصیات شامل تھیں مثلاً ابراہیم بن طہمانؒ م ۱۶۳ھ، الجارود بن ضحاکؒ، الجامع نوح بن ابی مریمؒ م ۱۷۳ھ، عبداللہ بن مبارکؒ م ۱۸۱ھ، عمرو بن میمون بلخیؒ م ۱۷۱ھ، فضیل بن عیاضؒ م ۱۸۷ھ، معروف بن حسانؒ اور نصر السمرقندیؒ وغیرہ۔

بہرحال یہ بات بطے ہے کہ فقہ حنفی کے فروغ وشیوع کا پہلا دور دوسری صدی ہجری ہے جس میں خود امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اجل تلامذہ نے سب سے زیادہ حصہ لیا جب کہ دور دوم میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کا تسلسل وسط ایشیا میں تلامذہ کی بھرپور علمی اور عملی کوششوں سے مربوط ہے اور جس میں ایسے ایسے اجل فقہائے احناف شامل ہیں جن کے فقہی علمی کارناموں کا احاطہ کرنا آسان نہیں۔ مثلاً ابراہیم بن رستم ابوبکر المروزیؒ م ۲۱۱ھ، ابراہیم بن یوسف بن میمون البلخیؒ م ۲۳۹ھ، ابوحفص الکبیر البخاریؒ م ۲۱۵ھ، ابوبکر خصافؒ م ۲۶۱ھ، خلف بن ایوبؒ العامری م ۲۱۵ھ، عصام بن یوسف ابوعصمہ بلخیؒ م ۲۱۰ھ، ابوحفص الصغیر البخاریؒ م ۲۶۴ھ، محمد بن شجاع الثلجیؒ م ۲۶۶ھ، معلی بن منصور ابویحییٰؒ الرازی م ۲۱۱ھ، اور موسیٰ بن سلیمان الجوزجانیؒ م ۲۱۰ھ، وغیرہ۔ باب چہارم میں

www.toobaaelibrary.com

مندرجہ بالا اجمال کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

باب پنجم کے تحت فقہ حنفی کی توسیع واشاعت میں چوتھی صدی ہجری کا اگلا دور کئی اعتبارات سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً اس عہد میں اگر ایک طرف مختلف مساجد ومدارس کی مسندوں پر ممتاز علماء، فقہاء، مجتہدین ومدرسین مرجع عوام بنے ہوئے تھے اور اپنے فتاویٰ، فیصلوں اور اجتہادات سے معاشرہ کو متمتع کر رہے تھے تو دوسری طرف فقہ حنفی کا سلسلۂ روایت واملاء مختلف علمی خانوادوں کی سنجیدہ کوششوں سے مسلسل نمو پذیر تھا۔ اجتہادی سرگرمیاں شباب پر تھیں۔ قضاۃ کے فیصلے، مقتدر احناف اساتذہ کے اقوال کی وقعت اور اس مسلک کی جانب عام محدثین، مجتہدین، زہاد وعباد کی رغبت اور قدر ومنزلت نے معاشرے کے ہر طبقہ کو متاثر کیا۔ چنانچہ عالم اسلام میں یہ مسلک اس وقت تک عوام وخواص میں ایک وقیع امتیازی مکتبۂ فکر کی حیثیت سے بلند مقام حاصل کر [illegible] میں مجتہدین نے اپنے علم وفن کے بہترین استعمال کے ذریعے نہ صرف یہ کہ اصلی اور ضمنی مصادر شریعت سے رہنمائی حاصل کی اور آئمہ ومجتہدین ماسلف کے اجتہادات کو بھی پیش نظر رکھا بلکہ گنجائش کے مطابق نئے راستے بھی تلاش کیے۔ اس عہد میں فقہاء مجتہدین کی ایسی قدآور شخصیات نظر آتی ہیں جنہوں نے اپنی تالیفات وتصنیفات سے فقہ حنفی کا دامن مالا مال کر دیا، اور فقہ واصول فقہ کے ضمن میں بے نظیر کتابیں قید تحریر میں لائے مثلاً اسحاق بن ابراہیم الشاشیؒ م ۳۲۵ھ اور ان کی کتاب ''اصول الشاشی''، ابو منصور الماتریدیؒ م ۳۳۳ھ اور ان کی کتاب ''عقیدۃ الماتریدیہ''، الحاکم الشہید ابوالفضل البلخیؒ م ۳۳۴ھ اور ان کی کتاب ''الکافی فی الفروع''، ابو محمد الحارثی السبذمونیؒ م ۳۴۰ھ، اور ان کی ''مسند امام ابوحنیفہ''، امام ابوجعفر الہندوانیؒ م ۳۶۲ھ، امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ ۳۷۰ھ اور ان کی کتاب ''احکام القرآن'' اور امام الہدیٰ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی م ۳۸۳ھ اور ان کی کتاب (عیون المسائل) وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا ان کاوشوں کے سبب نہ صرف فقہ حنفی کو فروغ واستحکام حاصل ہوا بلکہ مسلمانوں کے ذہنی فقہی ادب میں گرانقدر اضافہ بھی ہوا۔

پانچویں صدی ہجری فقہ حنفی کی ترویج واشاعت اور ارتقائے مسلک کا عہد عروج ہے جسے باب ششم میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس دور میں فقہ حنفی کے تمام ادارے اپنے نشو وارتقاء کی منزل کمال تک پہنچ گئے اور ان کی کارکردگی دوچند ہوگئی۔

علامہ ابن عابدین نے فقہ حنفی کے مجتہدین اور اہل تخریج کو جن سات طبقات میں تقسیم کیا ہے ان کے پیش نظر تیسری اور چوتھی صدی ہجری سے لے کر زیر بحث پانچویں صدی ہجری تک طبقہ سوم کے مجتہدین فی المسائل کی بڑی

www.toobaaelibrary.com

تعداد اور زمرۂ اصحاب تخریج و اصحاب ترجیح کے ایسے علماء منصۂ شہود پر آئے جنھوں نے فقہ حنفی کی صورت گری میں نمایاں حصہ لیا اور تخریج مسائل اور فقہی اقوال کے مطابق استنباط کے قواعد وضع کیے، اساساتِ ترجیح و توازن تلاش کیے، تقابلِ آراء و تصحیح و تضعیفِ اقوال کے پیانے مقرر کیے اور یوں فقہ حنفی کو بے مثال توسیع و ترقی سے ہمکنار کیا۔

مختصر یہ کہ اس صدی میں حنفی مکتبۂ فکر کی نمائندہ شخصیات اور ادارات، علماء و فضلاء، قضاۃ و مجتہدین اور صاحبانِ تخریج و ترجیح کے کمالات منظر عام پر آئے اور ان کی تصنیفات، تالیفات، شروحات، تعلیقات، اقوال و فتاویٰ نے انہیں عالمگیر شہرت عطا کی، اور یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مالکی، شافعی، حنبلی، سلفی اور امامی و جعفری مکتبۂ ہائے فقہ کی موجودگی اور دائرہ ہائے اثر کے پہلو بہ پہلو احناف کا اپنی تاب مقاومت دکھانا تیز رفتار ترقی اور قبولیتِ عوام و خواص کی دلیل تھا۔ ہماری بات نامکمل رہے گی اگر ہم یہاں مشاہیر عظام میں سے کم از کم قاضی ابوزید الدبوسیؒ م ۴۳۲ھ اور ان کی تقویم الادلۃ، شمس الائمہ حلوانیؒ م ۴۴۸ھ اور ان کی شروح الجامع الکبیر و السیر الصغیر، فخر الاسلام بزدویؒ م ۴۸۲ھ اور ان کی اصول بزدوی اور اس صدی کے سب سے بڑے مؤلف و فقیہ شمس الائمہ سرخسیؒ م ۴۸۳ھ اور ان کی المبسوط کا ذکر نہ کریں جن کی شاندار خدمات نے مسلک و مذہب حنفی کو شہرت عام اور بقائے دوام سے ہمکنار کیا۔

موضوع تحقیق کا یہ اجمالی بیان ایک مختصر تعارف ہے جس کی تفصیلات زیر نظر تحقیقی کاوش سے عیاں ہیں۔ اس پورے مطالعۂ تحقیق میں قرآن و حدیث کے علاوہ اسلامی تاریخ کے بنیادی اور ثانوی ماخذ کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور مباحث کی رعایت سے مدریجاً قدیم ترین دستیاب ماخذ سے استفادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم مطالعہ کو تحقیقی تنقیدی روح سے ہم آہنگ کرنے کے لیے بعد کے ماخذ اور عصری تحقیقات سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے جس کا اندازہ مراجع اور فہرست کتابیات سے لگایا جا سکتا ہے۔

مواد کی تلاش، مطالعاتی ضرورت اور تحقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے حتی الوسع ملک کے بہترین کتب خانوں تک رسائی حاصل کی گئی چنانچہ کراچی میں جامعہ کراچی کی مرکزی لائبریری، مجلس علمی لائبریری جمشید روڈ، لائبریری رباط العلوم الاسلامیہ اور لیاقت نیشنل لائبریری قابل ذکر ہیں۔ جناب خالد ایم اسحاق مرحوم کی نجی لائبریری اور استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد صاحب ڈین (ر) جامعہ کراچی کے ذاتی کتب خانہ سے بڑی رہنمائی اور نہایت قیمتی مواد حاصل ہوا۔ کتب خانہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے بھی حسب ضرورت استفادہ کیا گیا۔ مختلف کتب خانوں کے استعمال سے تھوڑی سی الجھن یہ ہوئی کہ ماخذ و

www.toobaaelibrary.com

مراجع کے مختلف ایڈیشن، سالہائے مطبوعات اور ناشروں کے فرق سے حوالہ جات میں بعض اوقات فرق آ گیا تھا تاہم حوالوں کی بار بار تنقیح کر کے یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

موضوع کی وسعت، مقالہ کی طوالت کے پیش نظر اور قارئین کی سہولت کی غرض سے ہر باب کے آخر میں متعلقہ اسناد وحواشی دے دیئے گئے ہیں اور ایسی تفصیلات جن کا مباحث سے براہ راست تعلق نہ تھا لیکن ضروری حقائق کی آگہی اور نفس مضمون کو اجاگر کرنے کیلئے اجمالی تذکرے کے طور پر، متعدد ضمیمہ جات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ان سے موضوع بحث کی نئی جہات کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ یہ ضمیمہ جات اہل جستجو کیلئے دلچسپی اور اطمینان خاطر کا باعث ہوں گے۔

میں اللہ رب العزت کے حضور سجدۂ شکر بجالاتا ہوں جس کی توفیق وعنایت کے بغیر تحقیق وجستجو کا یہ کوہ گراں سر نہ کیا جاسکتا تھا اور جس کی قدر وقیمت کا اندازہ اہل نظر کر سکیں گے۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس تحقیقی کاوش کی ہر ہر خوبی اللہ رب العزت کا فضل واحسان ہے اور ہر ہر خامی اور کمی کو مجھ سے نسبت ہے۔

نبی اکرم ﷺ (اعداد کی حد سے بھی زیادہ صلوٰۃ وسلام ہوں آپ ﷺ کی ذات گرامی پر) سے محبت ہر مومن کے ایمان کا لازمہ ہے۔ اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ کی بعثت مبارک کو اہل ایمان پر اپنا احسان قرار دیا ہے اور بلاشبہ ایسا ہی ہے، تمام مسلمان اس عظیم انعام اور بے پایاں احسان پر اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ پی ایچ ڈی کے دوران اکثر ایسے مراحل آئے جہاں جسم وجاں کی قوتیں جواب دی گئیں۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات والا معاملہ ہے' ایسے تمام مواقع پر جب میں اپنے رب العزت کے حضور آنسوؤں کے نذرانے پیش کرتا رہا ہوں میرے محبوب آقا ﷺ کے آب زر سے لکھنے والے کلمات مبارکہ "من تفقه في دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لايحتسب" مجھے روشنی، نور اور حوصلہ بخشتے رہے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اس تحقیقی کاوش کے آغاز میں مجھے اپنے والدین کریمین کی محبت وشفقت کا سایہ حاصل تھا لیکن تکمیل کا خواب یوں شرمندۂ تعبیر ہوا کہ میرے والدین کریمین اپنے ہاتھوں کے لگائے ہوئے پودے کو ثمر بار ہوتا اس عالم

www.toobaaelibrary.com

فانی میں نہ دیکھ سکے البتہ مجھے اپنے رب رحیم کی رحمت سے یقین واثق ہے کہ میرے والدین کریمین جنت الفردوس میں اپنے رب کی عنایات سے ضرور شاد کام ہو رہے ہوں گے۔ سچ یہ ہے کہ میری اس تحقیقی کاوش میں میرے والدین کا خون پسینہ، ان کی اپنے رب ذوالجلال کے حضور عاجزانہ دعائیں، ان کے قیام وسجود اور اپنے رب کے حضور ان کی شبوں کا گداز اور صبحوں کا نیاز سب شامل ہے۔ اللہ رب العزت میرے والدین کریمین کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

آسماں ان کی☆ لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

سخت ناسپاسی ہوگی اگر میں یہاں اپنے استاد ومربی، مکرم ومحترم جناب پروفیسر ڈاکٹر نثار احمد صاحب ڈین (ر) جامعہ کراچی کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا نہ کروں۔ وہ خود جس اعلیٰ پایہ کے محقق، عالم فاضل ہیں اور علم وتحقیق کی جن نزاکتوں کے پیش نظر ایمانداری، محنت ومحبت سے میری شب وروز رہنمائی کرتے رہے اس کے سبب مجھے قدم قدم پر حوصلہ ملا اور مقام مسرت ہے کہ اس وسیع، پیچیدہ، فنی واصطلاحی مضمون اور مشکلات سے بھرپور موضوع تحقیق کے خارزار میں ان کی کرم گستری نے مجھے آبلہ پائی سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

"من لایشکر الناس لایشکر اللہ" جو بندوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ رب العزت کا بھی شکر ادا نہیں کرتا اور شکر یہ ہے کہ انسان دل سے اپنے محسن کے احسان کو مانے، زبان سے اس کا اقرار کرے اور اپنے محسن کی ہر خدمت اور حکم کی بجا آوری میں ہمہ تن تیار رہے۔

میں از حد شکر گزار ہوں محترم پروفیسر سردار سرفراز احمد خان صاحب کا جنہوں نے راقم کی حوصلہ افزائی کی اور شفقت فرمائی۔ راقم موصوف کی محبتوں اور شفقتوں پر شکر گزار ہے۔

جناب سردار محمد نعیم خان صاحب وزیر مال آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر ایک علم دوست اور علم پرور شخصیت ہیں۔ موصوف نے ذاتی دلچسپی لے کر راقم کو دفاتر کے چکروں سے نجات دلائی اور ان کی توجہ فرمائی اور

☆ اصل شعر میں "ان کی" کے بجائے لفظ "تیری" ہے ﷺ یہ تصرف لفظی والدین کریمین کیلئے مشار الیہ ہے۔

www.toobaaelibrary.com

خصوصی شفقت وسرپرستی کے نتیجے میں پی ایچ ڈی کا کام کرنے کیلئے راقم کو یکسوئی حاصل ہوئی اور اسی بدولت منزل مراد حاصل ہوئی۔ یقیناً یہ مدد وتعاون اس عظیم خانوادے کی علمی سرپرستی اور اپنے عظیم اسلاف کے نقش قدم پر کاربند رہنے کے عزم وعملِ حسنہ کا مظہر ہے۔

میں خصوصی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں جناب ڈاکٹر سردار نصر اللہ خان انستھیز یا سپیشلسٹ کوٹلی جنہوں نے کڑے وقت میں میری ہمت بندھائی اور نیک خواہشات کا اظہار فرمایا۔ کوٹ ادو (پنجاب) سے میرے احباب جناب سردار غلام مرتضٰی خان لنگاہ' جناب سعید احمد' جناب واجد علی خان لودھی' جناب ڈاکٹر عتیق الرحمٰن چشتی' جناب ڈاکٹر اعجاز گرمانی' جناب نیاز احمد نیازی' جناب ڈاکٹر عبدالغفور' جناب ڈاکٹر محمد منیر سمرا' جناب اختر سعید خاں' سردار غلام مصطفٰی خاں لنگاہ' جناب شوکت حسین ملک سنانواں' جناب طارق سعید قریشی اور ڈاکٹر محمد ندیم قمر، میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں جنہوں نے ہر مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا اور بے ریا دوستی نبھائی۔ کراچی سے پروفیسر کشور سلطانہ صاحبہ' سردار احسان الرحمٰن خان (ماموں) اور ماجد بھائی سے ایسی یادیں وابستہ ہیں جن سے قریۂ جاں ہمیشہ مہکتا رہے گا۔ گڑھی دوپٹہ آزاد کشمیر سے جناب پروفیسر نذیر احمد اور میرپور سے پروفیسر غازی علم الدین صاحب اور سردار محمد جاوید کا تعاون بھی مجھے حاصل رہا جس کیلئے میں ان سب کا شکرگزار ہوں۔

جناب سردار ممتاز احمد خان (مرحوم) ایڈیشنل انسپکٹر جنرل پولیس (لیگل)، سردار عبدالعزیز صاحب سیکشن آفیسر' جناب پروفیسر سید ضیاء اللہ شاہ (مرحوم) ایڈیشنل سیکرٹری تعلیم مظفر آباد ایسی ہستیاں ہیں جن کی سرپرستی' تلطف وتعاون مجھے ہر دم حاصل رہا۔ یہ اصحاب مظفر آباد میں واقعی انسانی خدمت کے ایسے کام سرانجام دے رہے ہیں جن کی آج کے مادی دور میں تقلید کی جانی ضروری ہے۔ میں ان حضرات کے ساتھ ساتھ اپنے ان تمام شاگردوں کا انتہائی شکرگزار ہوں جنہوں نے میرے ساتھ انتہائی فراخدلانہ تعاون کیا۔ میں جناب سردار محمد اکبر خان ناظم اعلیٰ تعلیمات کالجز (ر)' سردار محمد بشیر پہلوان صاحب سابق مشیر حکومت آزاد کشمیر اور صاحبزادہ اسحاق ظفر صاحب سابق سینئر وزیر ووزیر تعلیم (مرحوم) کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بغیر کسی جان پہچان کے سرکاری امور میں میری مدد فرمائی۔

www.toobaaelibrary.com

جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف، چیئرمین اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ایک اعلیٰ پائے کے محقق اور عالم و فاضل ہستی ہیں۔ میری خوش قسمتی ہے کہ موصوف نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے میری تحقیقی کاوش پر عالمانہ نظر ڈالی اور اسے تبصرے کے قابل سمجھا۔ میں موصوف کا بے حد شکر گزار ہوں اور تہہ دل سے ممنون ہوں۔ محترم المقام جناب حافظ محمد ادریس صاحب ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور نے بھی میری کاوش پر محققانہ نظر ڈالی اور تقریظ تحریر فرما کر میری سرپرستی فرمائی جس کیلئے میں ان کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔ علاوہ ازیں محترم پروفیسر نصیر الدین ہمایوں لاہور، محترم رفیق العصری صاحب دائم اقبال لائبریری اسلام گڑھ، پروفیسر راجہ محمد ایاز، پروفیسر زبیر احمد ساجد مظفر آباد، محمد طالب نقشبندی، پروفیسر محمد اکرم اور پروفیسر محمد بشیر چوہدری ایڈیشنل ڈائریکٹر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی محبتوں کا بھی شکر گزار ہوں۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے خسر محترم حاجی غلام محی الدین صدیقی (مرحوم)، اور برادر گرامی جناب صلاح الدین احمد صدیقی، برادر خورد پروفیسر زبیر احمد صدیقی اور تمام بہنوں، محترمہ بھابھی جان اپنے بھانجوں، بھانجیوں، بھتیجوں اور بھتیجیوں اور برادرم ممتاز، خالہ امی جان اور تمام اعزہ و اقرباء کا شکریہ ادا نہ کروں۔ میرے اعزہ و اقرباء میں سے چچا محترم جناب شمیم الدین احمد صدیقی، نور الدین احمد صدیقی، رشید الدین احمد صدیقی (مرحوم) عین الدین احمد صدیقی، سلیم اللہ صدیقی، اکرام اللہ صدیقی، ابصار احمد صدیقی، ارشد نسیم صدیقی، محمد آصف صدیقی، معیز احمد صدیقی، محمد عارف صدیقی، ماموں جان اختر احمد صدیقی (مرحوم) اور ماموں جان اظہر احمد صدیقی، محمد عدیل صدیقی اور محمد جاوید صدیقی، ماما شبیر احمد، انجینئر محمد عدنان صدیقی، محمد فیصل صدیقی اور محمد طلحہ صدیقی کا بھی میں بے حد شکر گزار ہوں جو ہر ہر موقع پر میرے کام آئے اور مجھے حوصلہ دیتے رہے۔

یقیناً ایسے بہت سے میرے محسنین ہیں جنہوں نے میری مدد کی اور میرے لیے نیک جذبات رکھے علاوہ ازیں ایسے بہت سے حضرات ہیں جن کے اسم گرامی اس تذکرے میں لکھے جانے سے رہ گئے ہیں۔ میں ایسے تمام احباب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دوران پی ایچ ڈی مجھے اور میرے اہلخانہ کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا یہ ایک

www.toobaaelibrary.com

طویل داستان ہے۔ میرے ساتھ ساتھ میری صابر و شاکر اہلیہ تحسین جہان صدیقی اور میرے بچوں محمد حذیفہ صدیقی، شہیرہ غزل صدیقی (بیٹی) محمد طٰہ صدیقی، محمد ہمام شجیع صدیقی اور محمد عبدہ صدیقی نے بھی بن باس کاٹا ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی ممکن ہو سکا ہے۔ میں ان سب کا از حد شکر گزار ہوں جو اس مشکل وقت میں حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ بلکہ ہر ہر طریقے سے میری دل جوئی کرتے رہے اور میری ہمت بندھاتے رہے۔ مجھے اور میرے اہل خانہ کو اس کڑے وقت میں صبر کا اجر اللہ رب العزت ہی عنایت فرما سکتے ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ سے ہی اجر جزیل کے طلبگار ہیں۔

وَمَا تَوْفِيقِى اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی

پیٹرن

ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ

میرپور آزاد کشمیر

www.toobaaelibrary.com

باب اول

پس منظر

وسط ایشیا کی طبعی جغرافیائی صورت حال اور معاشرہ

سرزمین وسط ایشیا میں فقہ حنفی کا ارتقاء ہمارا موضوع تحقیق ہے۔ یہ موضوع اگرچہ اصلاً فقہ حنفی کے فروغ و شیوع پر محیط ہے تاہم یہ امر ارباب فکر و تحقیق سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ یہ (موضوع) بہ اعتبار ظرف ہمارے دائرہ علم و تفتیش کو وسط ایشیا تک محدود رکھنے کا متقاضی ہے۔ اس لحاظ سے یہ ناگزیر ہے کہ فقہ حنفی کے فروغ و شیوع اور اس کے متعلقات پر گفتگو سے پہلے اس علاقہ کا ضروری تعارف حاصل کر لیا جائے تاکہ مطالعہ و تحقیق کو اپنے صحیح تناظر میں پیش کر کے موضوع زیر بحث سے قرار واقعی انصاف کیا جا سکے۔

ا۔ طبعی جغرافیائی محل وقوع

وسط ایشیا (Central Asia) جیسا کہ خود نام سے ظاہر ہے، براعظم ایشیا کا گویا وسط، بیچ، درمیانی حصہ ہے۔ یہ خطہ نہ صرف یہ کہ اپنے جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے بلکہ اپنے حدود کی وسعت، موسموں کی شدت، متعدد اقوام و ملل کے اختلاط، آبادی کی کثرت نیز مختلف النوع مذاہب اور مختلف علاقوں کی الگ الگ تہذیبی و تمدنی کیفیت کے لحاظ سے تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنی نمایاں حیثیت برابر ظاہر کرتا رہا ہے۔

وسط ایشیا کی عمومی حد بندی کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ خطہ ہے جس کے مشرق میں صحرائے گوبی، چین و منگولیا ہے، تو مغرب میں کوہ یورال اور بحیرہ خزر، جبکہ شمال میں سائبیریا کے برف زار اور جنوب میں تبت (ہمالیہ، قراقرم، پامیر، ہندوکش)، افغانستان و ایران واقع ہیں ﴿۱﴾۔ اس کا مجموعی رقبہ بہت وسیع ہے (یعنی تقریباً اکیس لاکھ اٹھتر ہزار دوسو مربع میل (۲۱،۷۸،۲۰۰) کے لگ بھگ) ﴿۲﴾ جو اپنے دامن میں پہاڑی سلسلے، جنگلات، سبزہ زار، میدان، دشت و صحرا، جھیلیں، دریا، جزیرے اور نخلستان سمیٹے ہوئے ہے۔

اگر ہم وسط ایشیا کے وسیع و عریض خطے اور اس کے تمام علاقوں پر ایک مجموعی نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہوگا کہ طبعی اور ماحولیاتی (Ecological) اعتبار سے فرق کے سبب خطہ کے مختلف حصوں میں زندگی کی نشو و نما، تہذیب

www.toobaaelibrary.com

وتمدن کا اظہار اور معاشرتی وسیاسی حالات مختلف رہے ہیں ﴿۳﴾۔ چنانچہ مختلف شہروں، قصبوں اور علاقوں میں سے کچھ نے تمدنی ترقی بہت زیادہ کی، مثلاً سمرقند، بخارا، خیوہ، شاش، ایلاق، فرغانہ وغیرہ۔ جبکہ کچھ اپنے ابتدائی حال یعنی گلہ بانی، بدویانہ اور خانہ بدوشانہ خصوصیات میں نمایاں رہے ہے، مثلاً اش (Osh)، جدغل، کروان، مرکی، طراز، یسی اور کاشغر وغیرہ ﴿۴﴾۔

ایک مصنف کے بقول اگر ایک خط مغرب میں بحیرۂ ارال (Aral) سے بجانب مشرق سیر دریا کی شمالی وادی سے گزارتے ہوئے تیان شان (Tien-Shan) تک کھینچا جائے تو پورا خطہ شمالی جنوبی دو ایسے حصوں میں منقسم ہوسکتا ہے جو ایک دوسرے سے جغرافیائی، موسمی، تہذیبی وتمدنی اور سیاسی ومعاشرتی اعتبار سے ممتاز ومیتز کئے جاسکتے ہیں ﴿۵﴾۔ مثلاً شمالی حصہ میں (استثنائی صورتوں کے باوجود) زندگی زیادہ تر نیم وحشیانہ، بدویانہ، خانہ بدوشانہ (Nomadic) تھی جبکہ جنوبی حصہ میں (استثنائی صورتوں کے باوجود) زندگی زیادہ متمدن و مہذب، ترقی یافتہ (Sedentary) پائی جاتی تھی۔ یہ دونوں بالائی وزیریں حصے سیاسی اعتبار سے بھی تفاوت باہمی رکھتے تھے ﴿۶﴾۔

وسط ایشیا کے پورے علاقے کو ایک اور طرح سے دیکھیں تو پامیر اور تیان شان نامی سلسلہ ہائے کوہ واضح طور پر اسے دو حصوں میں تقسیم کردیتے ہیں۔ انہیں عرف عام میں مشرقی اور مغربی ترکستان (یا چینی اور روسی ترکستان) سے موسوم کیا جاتا ہے ﴿۷﴾۔ مغربی ترکستان ماضی قریب (۱۹۹۱ء) میں (مسلم سوویت ریاستوں کی آزادی، ۱۹۹۱ء، سے پہلے تک) روسی وسط ایشیا بھی کہلاتا تھا۔ اب اس میں ترکمانستان، ازبکستان، تاجکستان، قرغیزستان اور قزاقستان کی نو آزاد مسلم ریاستیں شامل ہیں ﴿۸﴾۔ جبکہ مشرقی ترکستان (یا چینی ترکستان) سنکیانگ پر مشتمل ہے ﴿۹﴾۔ وسط ایشیا کے اس محل وقوع کا اندازہ ذیل کے نقشے سے بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے جسے ہم نے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا سے اخذ کیا ہے ﴿۱۰﴾۔

وسط ایشیا کے اس طویل وعریض خطہ میں اگرچہ مختلف علاقے اپنے اوصاف وخصائص کی بناء پر ممتاز ترین شمار ہوسکتے ہیں تاہم اس کا ایک خاص حصہ ایسا بھی ہے جو بقول ایک مصنف بجا طور پر وسط ایشیا کا دل کہلائے جانے کا مستحق ہے ﴿۱۱﴾۔ یہ آمو دریا/جیحوں (Oxus) اور سیر دریا/سیحون (Jaxartes) کے درمیان کا علاقہ تھا جو عرب جغرافیہ دانوں کی مشہور ترین اصطلاح میں ''ماوراء النہر'' (Transoxania) کہلاتا تھا ﴿۱۲﴾۔ نیز وہ دریائے آمو کو ''دریائے جیحوں'' اور سیر دریا کو ''دریائے سیحوں'' کے نام سے موسوم کرتے تھے ﴿۱۳﴾۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ساتویں آٹھویں صدی عیسوی کی اسلامی دنیا میں ایران کی آخری سرحد اور دنیا کے باقی دوسرے حصوں میں بشمول وسط ایشیا (توران) کے درمیان حد فاصل یہی دریائے جیحوں تھا ﴿۱۴﴾ اور ہمارے

www.toobaaelibrary.com

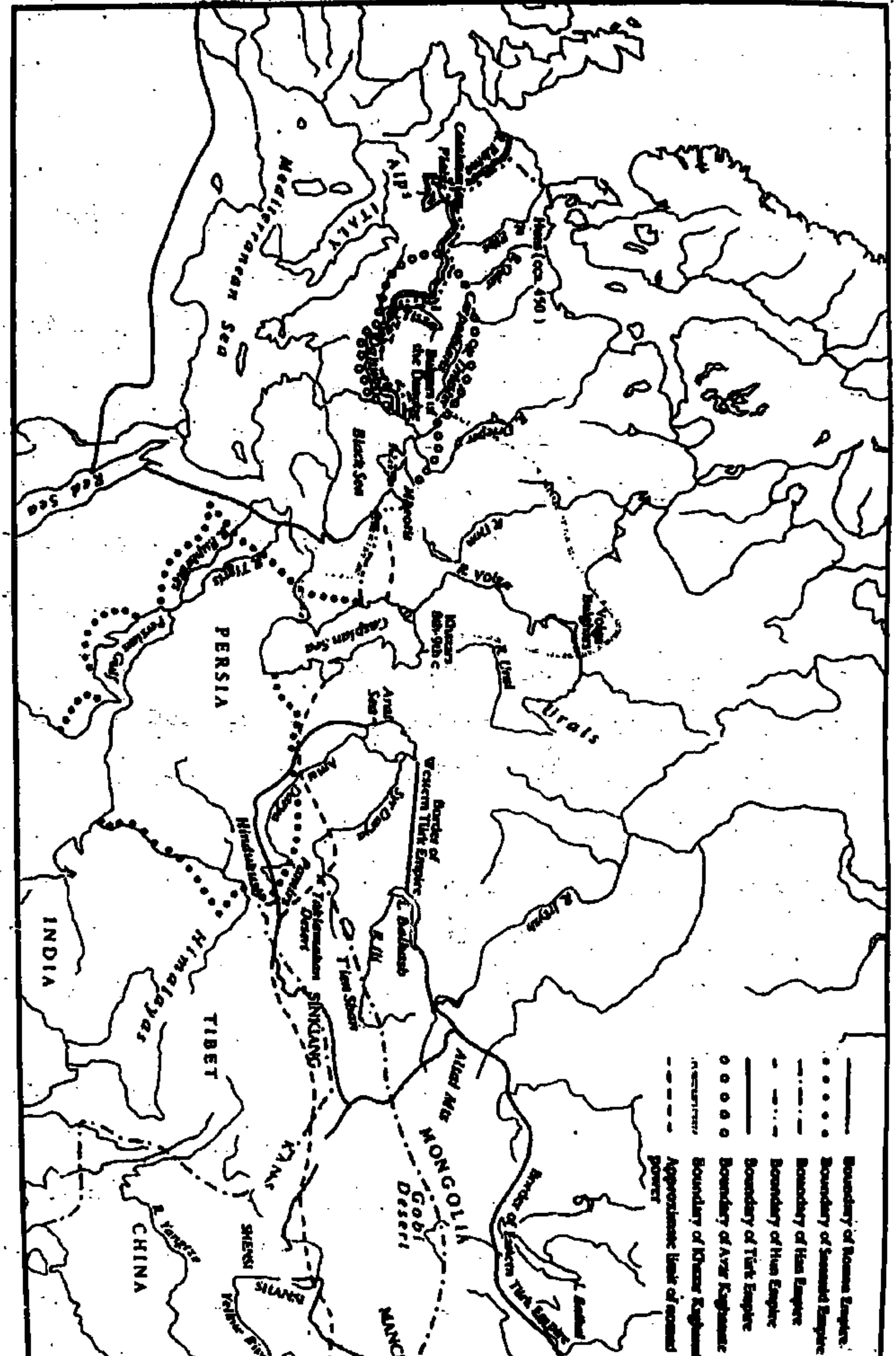

www.toobaaelibrary.com

اپنے موضوعِ تحقیق کے حوالے سے دراصل یہی علاقہ (ماوراء النہر) جغرافیائی لحاظ سے براہ راست مربوط و متعلق ہے اور گویا ''وسط ایشیا'' کا عنوان جلی ہے ﴿۱۵﴾۔ اوپر دی گئی تفصیلات کے مطابق ماوراء النہر کا خطہ وسط ایشیا کے ان زرخیز حصہ میں داخل ہے جو بحیثیت مجموعی تہذیبی، تمدنی، معاشرتی، سیاسی اور ماحولیاتی اعتبار سے مہذب ترین، متمدن ترین اور حسین ترین قرار دیا جاسکتا ہے ﴿۱۶﴾۔

جغرافیہ خلافت مشرقی کے مصنف کی تشریح کے مطابق ہم ماوراء النہر کو بغرض سہولت پانچ صوبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ﴿۱۷﴾۔ ان میں سب سے اہم صوبہ (۱) سُغد تھا ﴿۱۸﴾۔ دوسرا صوبہ (۲) خوارزم تھا، (خوارزم میں جیحون کا ڈیلٹا بھی شامل تھا، تیسرا صوبہ (۳) صغانیان تھا ﴿۱۹﴾۔ اس صوبہ میں ختل ﴿۲۰﴾ اور دریائے جیحوں کے ابتدائی رہ گزر سے ملے ہوئے بہت سے اضلاع نیز بدخشاں کا علاقہ بھی شمار کیا جاتا تھا۔ ان تین صوبوں کے علاوہ دریائے سیحوں کے بھی دو صوبے ماوراء النہر میں شامل سمجھے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک صوبہ (۴) فرغانہ اور دوسرا (۵) شاش تھا۔ صوبہ شاش میں ماوراء النہر کے شمال مغربی اضلاع بھی شامل تھے۔ (ماوراء النہر میں شامل صوبوں، علاقہ جات اور قابل ذکر مقامات کا تذکرہ ضمیمہ ''الف'' میں دیا گیا ہے)۔

۲- تاریخ وسیاست

یہ امر مسلّمہ ہے کہ وسط ایشیا کی تاریخ بہت قدیم ہے اور ہزاروں سال پر پھیلی ہوئی ہے۔ آثار قدیمہ، تاریخی حالات اور جدید تحقیقات کے باوجود اس خطہ کے بارے میں بہت سی معلومات ابھی تک نزاعی، اختلافی اور غیر یقینی ہیں ﴿۲۱﴾۔ تاہم ایک سرسری جائزہ کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عہد ماقبل مسیح میں بھی وہاں زندگی کی سرگرمیاں پائی جاتی تھیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں وسط ایشیا کے شمالی حصوں میں سائبیریا اور روس کے جنگلی باشندوں کی عملداری اور خانہ بدوش صحرانورد، اسپ سوار آریاؤں ﴿۲۲﴾ کی بود و باش قرین قیاس سمجھی جاسکتی ہے۔ البتہ بعد میں وسط ایشیا کے دشت و صحرا میں ایرانی / فارسی بولنے والے گھڑ سوار پھیل گئے اور کچھ ہی عرصہ میں ایرانی / فارسی اثر و اقتدار اور تہذیب و ثقافت نے رسوخ حاصل کر لیا یہاں تک کہ ان کا سیاسی اقتدار بھی قائم ہو گیا ﴿۲۳﴾۔

تاریخی لحاظ سے ایرانی / فارسی سیاسی اقتدار کا زمانہ چھٹی صدی قبل مسیح میں ھخامنشی سلطنت (Achae Menian Empire) سے شروع ہوا ﴿۲۴﴾۔ ھخامنشی سلطنت ان تین بڑی قدیم ریاستوں میں سے ایک ہے جو عہد ماقبل اسلام میں وہاں قائم ہوئیں ﴿۲۵﴾۔ ھخامنشی عہد حکومت دو سو سال سے زیادہ سائرس اعظم/خرش ۵۵۹ تا ۵۳۰ ق م سے دارا سوم (Darius) تک) جاری و ساری رہا۔ ھخامنشی اقتدار کی مرکزیت اگرچہ ایران میں تھی لیکن اس کے دائرہ حکومت میں وسط ایشیا سمیت اناطولیہ، یونان، مصر، لیبیا، موجودہ عراق، افغانستان اور ہندوستان کے مختلف علاقے (دریائے سندھ تک) شامل تھے۔ ھخامنشی سلطنت کو سکندر اعظم

www.toobaaelibrary.com

نے ۳۳۱ ق م میں تہہ و بالا کیا ﴿۲۶﴾۔ سکندر اعظم کی موت (۳۲۴ ق م) کے بعد وہاں یونانی/باختری (Bactria, Bakhtrish / Bactra) سلطنت قائم ہوئی ﴿۲۷﴾۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ھخامنشی اور باختری سلطنتوں کا اثر و اقتدار زیادہ تر وسط ایشیا کے وسطی، جنوبی اور مغربی اضلاع میں رہا جبکہ دوسری طرف تقریباً اسی زمانہ میں وسط ایشیا کے شمالی اور مشرقی حصوں میں بالاتری حاصل کرنے کے لئے مختلف قوتوں کے درمیان کشمکش الگ جاری رہی جس سے خود وسط ایشیا کے مختلف حصے نشیب و فراز سے دوچار ہوتے رہے۔

ان قابل ذکر قوتوں میں سے ایک تو بالکل مشرق میں چینی (ختائی) سلطنت تھی جو وقتاً فوقتاً پڑوسی خانہ بدوش قبائل سے نبرد آزما رہتی تھی اور مختلف علاقوں کو تاخت و تاراج کرتی رہتی تھی۔ دوسری قوت یوچیوں (Nuch-Chih / Yuchi, Yuezhi) کی تھی ﴿۲۸﴾۔ وہ چین کے ہی علاقہ کانسو (Gansu / Kanssu) کے رہنے والے تھے اور ان کی خانہ بدوشانہ (Nomadic) ریاست گوبی (گوبی، منگولی میں صحرا کو کہتے ہیں) کے جنوبی حصہ میں تھی۔ تیسری قوت گوبی کے مشرقی حصہ میں رہنے والے ہنوں (Hiangnhun) کی تھی جن سے اول الذکر قوتوں کو خطرہ رہتا تھا، اور اپنی سرکشی اور شہ زوری میں خود ہُن بھی کسی سے کم نہ تھے۔ جھیل لوپ نور (Lopnur) کے قریب ایک اور وحشی قوم یوسون (Uusn) بھی رہتی تھی ﴿۲۹﴾۔

یوچیوں نے قوت حاصل کر کے مغرب میں فتوحات کے ذریعے ماوراء النہر سے خراسان تک اپنی حکومت قائم کی۔ یوچیوں پر ہنوں کا پہلا حملہ ۱۷۵ ق م میں اور دوسرا حملہ ۱۵۵ ق م میں ہوا، جبکہ خود ہنوں پر چینیوں نے ۱۱۲ ق م میں دھاوا بولا، پھر ہنوں کو انہوں نے مزید اتنا دبایا کہ ۱۷ ق م تک ہن منتشر و متفرق ہو کر رہ گئے۔ مصلحتاً یا مجبوراً ان کی بڑی تعداد خود چینی فوج میں بھرتی ہو گئی ﴿۳۰﴾ اور ان میں سے بہت سوں کو (۱۵۰۰ میل لمبی اس) دیوار چین کی حفاظت کے لئے ملازم رکھ لیا گیا جو شاہ چین (ھوانگ لی) نے (۲۰۴ ق م میں) وحشی ہنوں اور دوسرے خانہ بدوش قبائل کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے (دس سال میں) بنوائی تھی ﴿۳۱﴾۔ یوچیوں کی کئی شاخیں، کئی خاندان تھے۔ چنانچہ ایک شاخ مثلاً کاشغر، ختن میں ۱۲۰ ق م تک مقیم رہی۔ دوسری شاخ وادی ایلی (۱۷۱ ق م) میں رہی جبکہ تیسری تبت چلی گئی لیکن ان کی ایک شاخ کوشانگ جسے یونانی کشان (Kushan) کہتے ہیں سب سے زیادہ ممتاز و نامور نکلی ﴿۳۲﴾۔

کشان کی بادشاہت کا زمانہ بڑا شاندار تھا۔ انہوں نے ۳۰ ق م میں ہندوستان پر قبضہ کیا۔ سن عیسوی کے آغاز کے وقت وسط ایشیا میں سب سے بڑی سلطنت کشان ہی کی تھی ﴿۳۳﴾۔ سلطنت کشان کی وسعتوں میں وسط ایشیا کے علاوہ مغرب میں خوارزم اور بحیرۂ خزر سے لے کر جنوب مشرق میں خلیج بنگال/بہار تک کے علاقے شامل تھے ﴿۳۴﴾۔ اس کا گرمائی صدر مقام کیسپیا یعنی موجودہ بگرام اور سرمائی صدر مقام پرشاپورا یعنی موجودہ

www.toobaaelibrary.com

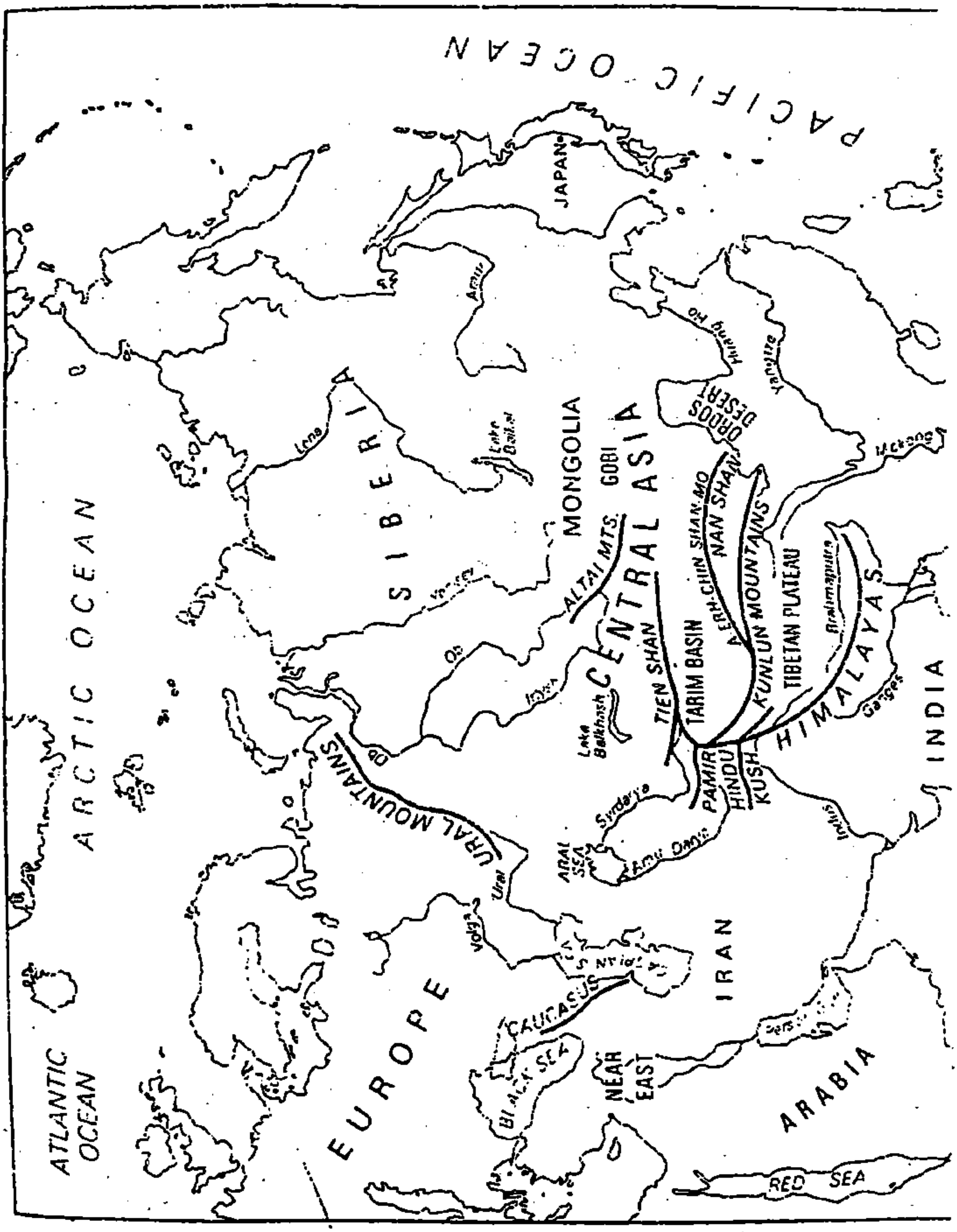

www.toobaaelibrary.com

پشاور تھا﴿۳۵﴾۔ کشان سلطنت کا عہد عروج کنشک کا دور تھا﴿۳۶﴾۔ ۲۲۵ء کے بعد یہ سلطنت انحطاط کا شکار ہوئی﴿۳۷﴾ اور بالآخر ۴۳۰ء میں ہنوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی﴿۳۸﴾۔

ہنوں کے بارے میں محققین اگرچہ ابھی تک کسی حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچے ہیں اور ان کی شناخت، نسلی تعلق اور جائے قرار کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں﴿۳۹﴾۔ تاہم تفصیلات سے قطع نظر قرین صحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ منگولیا کے متوطن خانہ بدوش قبائل تھے۔ ترکوں کے مطابق وہ ابتدائی ترک تھے جنہیں منگولیا سے دھکیلا گیا۔ انہوں نے پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں وسطی اور مشرقی یورپ کے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا یہاں تک کہ عظیم سلطنت روما بھی ان کو خراج دینے پر مجبور تھی﴿۴۰﴾۔ یہ بات بہر حال طے ہے کہ ان کا عظیم حکمران اٹیلا خان (ATTILA) تھا جس کے تحت انہیں سب سے زیادہ عروج حاصل ہوا﴿۴۱﴾۔ اٹیلا خان کا انتقال ۴۵۳ء میں ہوا، اور اس کے بعد ہی ہنوں کی قوت روبہ زوال ہوتی چلی گئی اور ان کے حصے بخرے ہوگئے﴿۴۲﴾۔

ہنوں کے علاوہ ایک اور عنصر (جس کی شناخت میں مختلف اقوال ہیں) ھیطالیہ یا ھفطالیہ (Ephthalite (Hephthalite /Aptal تھا﴿۴۳﴾۔ ماوراء النہر اور باختر پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے کے بعد ھیطالیوں نے پڑوسی ریاستوں پر بھی حملے جاری رکھے۔ یہاں تک کہ عظیم ساسانی سلطنت بھی ان سے محفوظ نہ رہی بلکہ ساسانی شہنشاہ بعض اوقات ان سے مدد لینے پر مجبور ہوئے۔ تاہم ھفطالیوں کو وہاں سے بے دخل کرنے میں ترکوں نے کام دکھایا اور شاہ ایران قباد کے بیٹے انوشیرواں خسرو اول سے مل کر ۵۶۰ء میں ان کی جگہ ھفطالیوں سے عروج واقتدار حاصل کرلیا﴿۴۴﴾۔

ترکوں کے سیاسی اقتدار کا زمانہ چھٹی صدی عیسوی کے تقریباً وسط سے شروع ہوا جبکہ بومین (BUMIN) نے وسط ایشیا میں پہلی ترک خاقانیت (Turk Qaghanate) کی بنیاد رکھی﴿۴۵﴾۔ ترک خاقانیت کے بانی حکمران بومین کا ۵۵۲ء میں انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا KUO-LO محض چند ماہ ہی حکومت کرسکا﴿۴۶﴾۔

ترک سلطنت شروع ہی سے کم وبیش (دونظری، (Bifocal)/ دو حصوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ مشرقی حصہ کا مرکز منگولیا میں تھا﴿۴۷﴾ جو وسط ایشیا کی بہت سی خانہ بدوشانہ سلطنتوں کا مولد بنا۔ یہاں کا حکمران بومین کا لڑکا موہان (Muhan) یا موخان تھا جو ۵۵۳ء سے ۵۷۲ء تک برسر اقتدار رہا﴿۴۸﴾۔ جبکہ مشرقی حصہ پر اس کے چچا استیمی (Istemi) کی حکومت تھی﴿۴۹﴾ اور گویا ان دونوں کو ہی پہلی ترک سلطنت کے بانیوں کا درجہ حاصل تھا۔ اپنی نسلی خاندانی گروہ بندی، لسانی فرق یا شاید اپنی وسعت کے سبب یہ سلطنت بحیثیت مجموعی چہار گوشہ حکمرانی (Quardripartite) سے متصف تھی۔ اس کی کل چار اکائیاں/ حصے تھے، یعنی مرکزی (Central)، مشرقی

www.toobaaelibrary.com

(Eastern)، مغربی (Western) اور مغربی سرحدی (Western Frontier)۔ مرکزی حصہ کا حکمراں ہی سب سے بڑے خاقان/خان (Chungmien Tako-Han) کا درجہ رکھتا تھا ﴿۵۰﴾۔ موخان نے اطراف وجوانب کی قوتوں کو زیر کرنے میں کافی سرگرمی دکھائی۔ چنانچہ اس نے نہ صرف یہ کہ (Juan-Jaun) کی عسکری قوت تباہ کی ﴿۵۱﴾، مشرق میں ختائی (Kitans) کو شکست دی ﴿۵۲﴾ بلکہ شمال میں رہنے والے قرغیزیوں (Kirghis) کو اپنے ساتھ ملایا ﴿۵۳﴾ اور مغرب میں ہیطالیوں کو تہ و بالا کر دیا ﴿۵۴﴾۔ مختصر یہ کہ اس نے بحر الکاہل سے لے کر مغربی سمندر تک اور شمال میں جھیل بیکال تک کے تمام حکمرانوں کا سرنگوں کر ڈالا ﴿۵۵﴾۔

ادھر استیمی نے اپنی ریاست کے حدود کو بحیرۂ خزر تک بڑھا دیا اور ۵۶۰ء میں ساسانیوں کی مدد سے چین و روم کو ملانے والی شاہراہ پر بھی قبضہ کر لیا ﴿۵۶﴾۔ اسی شاہراہ کے ذریعے بین البراعظمی تجارت صدیوں سے جاری تھی اور تمام متعلقہ علاقوں میں معاشی و اقتصادی ترقی اور معاشرتی و ثقافتی اثرات پھیلانے میں یہ شاہراہ بہت اہمیت رکھتی تھی ﴿۵۷﴾۔

مغربی ترک ریاست کے تعلقات رومی سلطنت سے بھی قائم ہوئے۔ ان تعلقات میں جہاں ایک طرف ترکوں کی سیاسی و اقتصادی اغراض پوشیدہ تھیں تو دوسری طرف وہ (رومی) ساسانیوں کے مدمقابل ترکوں کو اپنا حلیف بنا کر دراصل خود اپنے استعماری مقاصد کا فروغ چاہتے تھے ﴿۵۸﴾۔ ۵۶۷ء میں ترکی سفارت کا استقبال خود شہنشاہ روما جسٹین ثانی (JUSTIN II) (۵۶۵ء-۵۷۶ء) نے قسطنطنیہ میں کیا ﴿۵۹﴾۔ استیمی کے بعد اس کے جانشین تاردو (TARDU) (۵۷۲ء-۶۰۳ء) نے مغرب میں فتوحات کر کے اپنی سلطنت کی حدود کو رومی سلطنت تک پہنچا دیا ﴿۶۰﴾۔

انہی تغیرات کے دوران مشرقی سمت میں چین میں سوئی خاندان کا جانشین تانگ خاندان (۶۱۸ء-۹۰۶ء) بنا۔ اس کا دوسرا فرمانروا تائی شنگ (TAI TSUNG) تھا۔ اس کی فوجوں نے منگولیا پر قبضہ کر کے مشرقی ترک ریاست کو باجگزار بنا لیا ﴿۶۱﴾۔ پھر ۶۵۹ء میں تانگ حکمران کاؤشنگ ﴿۶۲﴾ (KAO TSUNG) کی افواج نے پیش قدمی کر کے سمرقند و بخارا کو فتح کر لیا اور اس طرح مغربی ترک ریاست بھی چین کے زیر نگیں آ گئی ﴿۶۳﴾۔ نشیب و فراز تو ہر قوم کا حصہ ہے۔ ترک بھی نصف صدی تک انحطاط و زوال کے ہاتھوں مجبور رہے ﴿۶۴﴾۔ لیکن انہوں نے پھر قوت پکڑی اور خاقان التریش (ELTERISH) (۶۸۳ء سے ۶۹۲ء) کی قیادت میں متحد ہو کر ۶۸۳ء میں انہوں نے ایک مرتبہ پھر اقتدار حاصل کر لیا اور چینی افواج کو ان کی حدود میں دھکیل دیا ﴿۶۵﴾۔ مشرقی اور مغربی ترک ریاستوں کے حدود کا اندازہ ذیل میں دیئے گئے نقشے سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ جسے ہم نے ڈینس سائنز سے اخذ کیا ہے ﴿۶۶﴾۔

www.toobaaelibrary.com

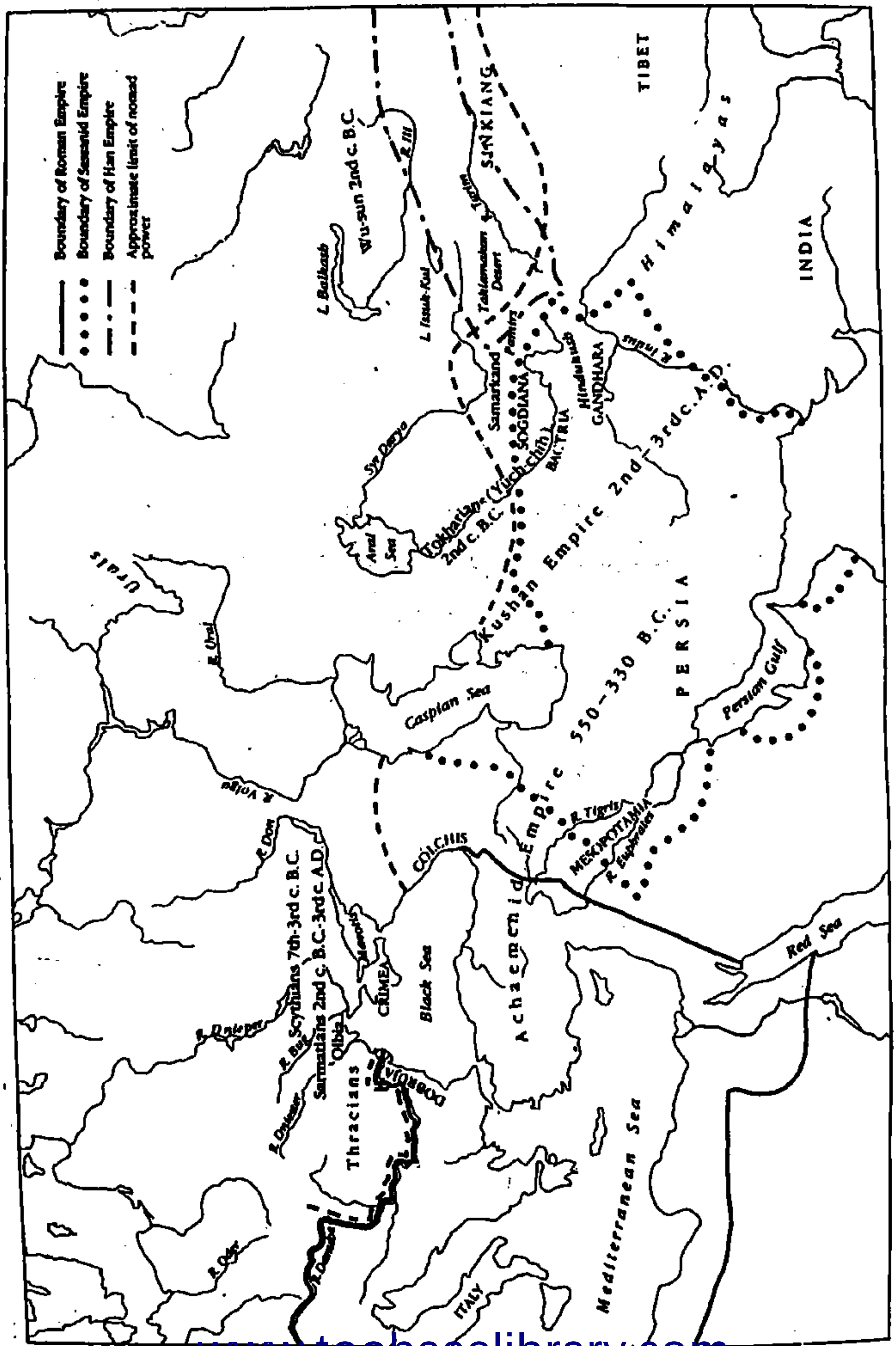

www.toobaaelibrary.com

ساتویں صدی عیسوی کا یہ زمانہ جب وسط ایشیا سیاسی نشیب وفراز سے گزر رہا تھا اسی براعظم ایشیا کے انتہائی مغرب، جنوب اور جنوب مغرب میں اسلام ایک عظیم قوت بن کر ابھر چکا تھا اور اسلامی فوجیں ساتویں صدی عیسوی کے نصف میں حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (والیٔ بصرہ ۲۹ھ تا ۳۵/۶۴۹ء تا ۶۵۵ء) کی زیر قیادت فتح خراسان ﴿۶۷﴾ اور ان کے نائب احنف بن قیس کے ہاتھوں فتح مرو ﴿۶۸﴾ کے ساتھ ہی وسط ایشیا پر یلغار شروع کر چکی تھیں ﴿۶۹﴾۔

۳- تمدن ومعاشرت

سرزمین وسط ایشیا کا جو سرسری تاریخی جائزہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے وہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ پر محیط ہے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ علاقہ کی طبعی جغرافیائی صورت حال سامنے آتی ہے بلکہ ریاستوں، سلطنتوں کا عروج وزوال اور سیاست وحکومت کا عہد بہ عہد ارتقاء بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ طبعی جغرافیائی حالات اور سیاست وحکومت کا اتار چڑھاؤ بجائے خود تمدن ومعاشرت کے ارتقاء کی دلیل ہے۔ تمدن ومعاشرت کا یہ جائزہ تفصیلات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تاہم یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وسط ایشیا کے کچھ علاقے نیم وحشیانہ، جنگلی، بدویانہ، خانہ بدوشانہ بود وباش رکھتے تھے جبکہ کچھ علاقے مقابلتاً متمدن ومہذب، ترقی یافتہ، حضری آبادیاں رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں مستثنیات کے باوجود وسط ایشیا کی ایک عمومی تقسیم کے مطابق (جس کا کین فیلڈ Canfield نے تفصیلی ذکر کیا ہے) ﴿۷۰﴾، شمالی حصے اور بالائی آبادیاں عام طور پر بدویانہ، نیم تہذیبی، نیم تمدنی حالات سے گزرتی رہیں لیکن اس کے برعکس جنوبی حصے اور زیریں آبادیاں تہذیب وتمدن سے زیادہ متمتع ہوئیں ﴿۷۱﴾۔ اس کا سبب جغرافیائی حالات بھی تھے اور یہ امر بھی کہ وسط ایشیا میں مختلف نسلوں، قوموں کی آمد ورفت صدیوں جاری رہی ﴿۷۲﴾، مزید براں وسط ایشیا کی آبادیوں پر جو بیرونی اثرات مرتب ہوئے ﴿۷۳﴾، ان کی گزرگاہیں، ان کا اولین رابطہ اور تجارت کے نتیجے میں ثقافتی تبادلہ اور تہذیب وتمدن کی ترسیل زیریں سرحدی آبادیوں اور زیریں خطہ میں زیادہ ہوئی۔ وسط ایشیا میں بجائے خود تمدنی ترقی اور ثقافتی بہاؤ زیادہ تر شمالی سمت سے جنوبی اطراف میں ہوا ﴿۷۴﴾۔ جبکہ دیگر اقوام وملل اور بیرونی عناصر کا وسط ایشیا میں نفوذ (Penetration) مشرق، مغرب اور جنوب کی طرف سے (اندرون وسط ایشیا میں) وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ﴿۷۵﴾۔

ابتدائے عہد میں فارسی/ایرانی تہذیب وثقافت کے اثرات کا پورے وسط ایشیا میں نفوذ ورسوخ ھخامنشی اقتدار کے زیر سایہ صدیوں جاری وساری رہا ﴿۷۶﴾۔ پھر چھٹی صدی عیسوی سے ترک اقتدار کی توسیع وترقی کے سبب ترکوں کی لسانی ونسلی تفریق کے باوجود تہذیبی وثقافتی اثرات رچ بس گئے ﴿۷۷﴾۔ ترکوں نے پہلے تو

www.toobaaelibrary.com

ایرانیوں کی جگہ سیاسی آقاؤں کی حیثیت سے لی اور پھر معاشرتی اور لسانی جہتوں سے غلبہ پاتے چلے گئے ﴿۷۸﴾۔اس دوران سکندر اعظم کے حملہ اور باختری اقتدار کے نتیجے میں وسط ایشیا کی معاشرت میں یونانی عنصر کا عمل دخل بھی رہا ﴿۷۹﴾۔ بعد ازاں تاتاریوں، ہنوں کے حملے ایسے عوامل ہیں جن کے سبب التائی (التائی ۔۔۔۔ترک، منگول، مانچو) اور چینی زبانوں اور ثقافت نے بھی وسط ایشیا کی معاشرتی فضا کو متاثر کیا اور یوں تقریباً ہزار سالہ عہد کے پورے عرصہ میں کئی سطح پر کئی طرح سے رنگا رنگی پیدا ہوئی اور معاشرتی دنیا میں سیاسی، معاشی اور تہذیبی وتمدنی تبدیلیاں پردۂ تاریخ پر نمودار ہوتی رہیں۔

طبعی وجغرافیائی عوامل کے تحت، (جیسا کہ پہلے اجمالاً بیان ہو چکا ہے) اس سرزمین پر نیم وحشیانہ، نیم متمدن، بدوی، خانہ بدوشانہ سادہ دیہی زندگی کا منظر دیکھا جا سکتا ہے جس کا اپنا انداز بود و باش، رسم و رواج، اخلاقیات، پیشے، مخصوص طرزِ زندگی، معاشی حالات اور محدود تجارتی سرگرمیاں تھیں (مثلاً گوشت دودھ کھالیں جانور، ریشم اس کے بدلے غلہ، کپڑے، ہتھیار وغیرہ)۔ اس پر مستزاد قدرت کی فیاضیاں، دریا، پہاڑ، جنگل، ندی نالے، جھیل پانی، میدان، دشت وصحرا کی افراط ﴿۸۰﴾، اور اس کے نتیجے میں قدرتی اور مصنوعی نظام آب پاشی جو وہاں صدیوں سے قائم ودائم تھا ﴿۸۱﴾۔ زمینوں اور جاگیروں نے زمیندار، جاگیردار اور دہقان (زمیندار/ کاشتکار) کا طبقہ پیدا کیا ﴿۸۲﴾۔ اس کے ساتھ ساتھ زمینوں کی زرخیزی ﴿۸۳﴾، کھیتی باڑی ﴿۸۴﴾ اور اس کے نتیجہ میں پیداوار کی کثرت، مختلف قسم کے غلہ اور اجناس کی بہتات ﴿۸۵﴾، پھلوں پھولوں کی فراوانی، باغ بانی ﴿۸۶﴾، اور گلہ بانی ﴿۸۷﴾، اور دریاؤں پر بند اور نہروں پر دروازے لگا کر پانی کی گزرگاہوں کا اہتمام ﴿۸۸﴾، وغیرہ وغیرہ ایسے اقدامات تھے جن کے ذریعے ایک دیہی بدویانہ (Nomadic) معاشرہ کے پہلو بہ پہلو ایک زیادہ متمدن، ترقی یافتہ، حضری، مستقل سکونت پذیر (Sedentary) آبادیوں والا معاشرہ بھی نمو پذیر ہوتا چلا گیا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہاں رومی، ایرانی شہنشاہیت کی روایت پروان نہ چڑھ سکی اور جگہ جگہ قبائلیت، آزاد اور خود مختار ریاستوں، نسلی لسانی گروہی ٹکڑیوں، آبادیوں، خانوادیت، خاقانیت اور مقامی امارت و سیادت کا زور رہا ﴿۸۹﴾۔ جس کے نتیجے میں وہاں کوئی مرکزی مجموعی تنظیم قائم نہ ہو سکی۔

شہری، ترقی یافتہ اور متمدن علاقے اگرچہ وسط ایشیا کی وسعتوں میں جگہ جگہ موجود تھے لیکن زیادہ تر نسبتاً جنوبی زیریں حصوں میں واقع تھے جہاں سے چین کو عراق سے ملانے والی شاہراہ تجارت گزرتی تھی ﴿۹۰﴾ اور اس سے ملحقہ دوسرے تجارتی راستوں پر کاروانوں، تجار اور سیاحوں کی آمد ورفت رہتی تھی ﴿۹۱﴾۔ مختلف اطراف سے آنے والی قوموں، نسلوں؛ مثلاً چینی، ترک، منگول مشرق سے ﴿۹۲﴾۔ یونانی، رومی، روسی مغرب سے اور ایرانی، عربی، ہندی افغانی جنوب سے ﴿۹۳﴾ اور لسانی وثقافتی گروہوں کے اثرات پہلے پہل ان ہی سے متصل علاقوں

www.toobaaelibrary.com

پر پڑے تھے۔ تجارت سے مسلمہ طور پر مذہبی، ثقافتی اور سیاسی روایات و اثرات ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں﴿۹۴﴾۔ وسط ایشیا میں بھی ایسا ہی ہوا۔ تجارت تو خانہ بدوشانہ علاقوں میں بھی ہوتی تھی۔ غلہ، پھل، مویشی، جانوروں، ان کے گوشت اور کھالوں اور غلاموں کی رسد کا بڑا ذریعہ وہی علاقے تھے﴿۹۵﴾ جو شہری آبادیوں سے غلہ اور کپڑے حاصل کرتے تھے﴿۹۶﴾۔

تجارت کے معاملہ میں خوارزمیوں نے سب سے زیادہ شہرت پائی﴿۹۷﴾۔ بدوی اور شہری دونوں قسم کی آبادیوں کے لئے اقتصاد کا اہم ذریعہ کاروان سرائے اور بازار تھے﴿۹۸﴾۔ خصوصاً تجارتی شاہراہ، اس راستہ کے مشہور شہر کاشغر، فرغانہ، سمرقند، بخارا اور خیوہ (خوارزم) تھے﴿۹۹﴾۔ سمرقند اور بخارا وسط ایشیا کے شہروں میں سب سے زیادہ مشہور و معروف تھے﴿۱۰۰﴾۔ سمرقند دراصل ہندوستان براستہ بلخ، فارس براستہ مرو اور ترکی کو جانے والے تجارتی کاروانوں کے مقام اتصال پر واقع گنجان آباد شہر تھا﴿۱۰۱﴾۔ اس کے نزدیک ارقود ایک تجارتی مرکز تھا۔ فرغانہ اور شاش سے تاجر یہاں آتے تھے﴿۱۰۲﴾۔ چرخ اور اسکجکث دونوں صنعتی اور تجارتی مراکز تھے﴿۱۰۳﴾۔ بخارا، سُغد کا ایک بڑا اور مشہور تجارتی مرکز تھا﴿۱۰۴﴾۔ بیکند، بخارا سے قدیم تر مرکز تجارت تھا اور اسے شہر محصولات (Copper City) بھی کہتے تھے۔ یہاں کے تاجر چین اور بحیرۂ کیسپیئن کے پار سے تجارت کرتے تھے﴿۱۰۵﴾۔ بخارا سے کچھ دور ایک اور قصبہ النجد وانی بھی تجارتی لحاظ سے اہم تھا﴿۱۰۶﴾۔ جگر بند کو تجارتی قافلوں کی کثرت کے نتیجہ میں ایک بڑے تجارتی مرکز کی حیثیت حاصل تھی﴿۱۰۷﴾۔ کاث کی مصنوعات﴿۱۰۸﴾ اور فرانگکین میں بنائے جانے والے تعمیراتی پتھر بھی برآمد کئے جاتے تھے﴿۱۰۹﴾۔

مختصر یہ کہ وسط ایشیا میں تمدن و معاشرت کا پھیلاؤ بہت بھرپور اور ہمہ گیر ہوا۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں بدویت و حضارت کی رنگا رنگی پہلو بہ پہلو تھی، اور جہاں مختلف قوموں، نسلوں کی عہد بہ عہد آمد و رفت﴿۱۱۰﴾ اور بیک وقت ایرانی، ترکی، یونانی، تبتی، چینی، منگولی، ہندوستانی اور بعد ازاں ساتویں / آٹھویں صدی عیسوی میں یہاں کی معاشرت میں شامل ہونے والے عربی اسلامی تہذیبی ثقافتی اور تمدنی و مذہبی اثرات نے بالآخر وسط ایشیا میں ایک ایسی متنوع معاشرت کو جنم دیا جس میں اتصال و انضمام بھی تھا اور جذب و انجذاب بھی﴿۱۱۱﴾، اس میں تجارتی بالیدگی بھی شامل تھی﴿۱۱۲﴾ اور علم و دانش کی روشنی بھی﴿۱۱۳﴾۔ تاہم یہ اس کا بیرونی منظر ہے داخلی طور پر غالب حیثیت بہر حال نسلی، لسانی گروہوں کو ہی حاصل تھی۔ مزید تعین کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ ترکی اور ایرانی زبان بولنے والے ہی وسط ایشیا کی معاشرت میں غالب ترین عنصر تھے اور ان دونوں میں بھی اگر مزید ترجیح قائم کرنا چاہیں تو اوّلیت بہرصورت ترک عنصر کو حاصل ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک مصنف کے بقول وسط ایشیا کی کل متفرق

www.toobaaelibrary.com

آبادی میں نواسی (۸۹) فی صد آبادی مختلف ترک بولیاں بولنے والوں پر مشتمل تھی جبکہ گیارہ (۱۱) فی صد صرف تاجک بولنے والے رہ گئے تھے﴿۱۱۴﴾۔اسلامی عہد کے آغاز (۷/۸ص ع) میں بھی وسط ایشیا انہی دونوں زبانوں میں منقسم تھا﴿۱۱۵﴾۔

بارتھولڈ نے وسط ایشیا کی ہفطالی ریاست (Hephthalatic State) اور ساسانی شہنشاہیت کے درمیانی عرصہ (۵۶۳ء تا ۵۶۷ء) میں ترکوں کے ماوراء النہر میں نفوذ کو ترک خاقانیت/ترک خانوادیت (Turk Qaghanante) سے موسوم کیا ہے﴿۱۱۶﴾ جب کہ سیلی (SOYILI) اور فرائے (FRYE) بہ دلائل کہتے ہیں کہ عرب فتوحات کے وقت خراسان اور ماوراء النہر میں بدویت و حضارت والے ترک کثیر تعداد میں موجود تھے﴿۱۱۷﴾۔اس مصنف کا زیادہ محتاط بیان یہ ہے کہ ترک اس وقت بھی سغدی شہزادوں کی خدمت میں (کرائے کے سپاہیوں کی حیثیت سے) لگے ہوتے تھے جبکہ عربوں کی فتوحات ہوئیں﴿۱۱۸﴾۔سُغدی مقبوضات اور متفرق و منتشر آبادیاں اندرون وسط ایشیا میں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔

مقبول عام نظریہ کے مطابق آٹھویں صدی عیسوی (۲ص ھ) میں بھی ترکی حضری گروہ مشرقی ترکستان کے نخلستانی شہروں میں پائے جاتے تھے ﴿۱۱۹﴾۔کین فیلڈ کے بیان کے مطابق اس علاقے میں ترک زدگی (Turkification) دراصل نویں صدی عیسوی کے آخر میں قرغیز (Qirghiz Kirgiz) کے ہاتھوں اویغوری (Uyghuri) خاقانیت کے خاتمہ کے بعد ہوئی﴿۱۲۰﴾ اور اس کے بعد اویغوروں نے صحراؤں سے جنوب کی طرف بڑے پیمانے پر ہجرت کی اس لئے مشرقی ترکستان وسط ایشیا کا وہ پہلا خطہ بنا جہاں دو ثقافتی عناصر (حضری ایرانی اور بدوی ترک) ایک ساتھ آئے﴿۱۲۱﴾۔

۴۔مذہبی رجحانات

وسط ایشیا میں جہاں تک مذہبی رجحانات کا تعلق ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں بھی وہاں بڑا تنوع پایا جاتا ہے۔ہم پچھلے تقریباً ہزار سالہ عہد کے تاریخی جائزہ کے دوران یہاں کے تمدن و معاشرت کی بوقلمونی اور آبادی کی رنگا رنگی کا مشاہدہ کر چکے ہیں تاہم بطور نتیجہ یہ جان لینا مشکل نہیں ہے کہ اس علاقہ میں بڑی بڑی سلطنتوں، خود مختار ریاستوں اور خاقانوں کے باوجود کوئی مذہب کبھی بھی ہمہ گیر حیثیت حاصل نہ کر سکا اور (سرکاری سرپرستی کے باوجود) مختلف وجوہ سے کوئی بھی مذہب (اسلام سے قبل) وہاں کی تمام آبادی کو اپنا گرویدہ نہ بنا سکا بلکہ آبادی کے کسی ایک حصہ یا کسی خاص خطہ تک ہی محدود رہا﴿۱۲۲﴾۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ طبعی و جغرافیائی حالات نے جس طرح وہاں سیاست و معاشرت کو متاثر کیا تھا، مذہبی رجحانات کی نشوونما میں بھی ان حالات نے مؤثر کردار ادا کیا۔وسط ایشیا میں آبادی چونکہ کئی اقسام کی تھی، مثلاً

www.toobaaelibrary.com

وحشی، جنگلی، خانہ بدوش وغیرہ، نیز غیر مہذب قبائل کے علاوہ دشت وصحرا میں رہنے بسنے والے نیم مہذب، نیم متمدن قبائل کی خاطر خواہ تعداد بھی وہاں پائی جاتی تھی۔ اس لئے آبادی کے ان مختلف النوع طبقات کے حسب حال یہاں مختلف مذاہب نے جنم لیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ فروغ پایا۔ چنانچہ وحشی بدوی خانہ بدوش، غیر متمدن یا نیم متمدن قبائل وگروہ کی دلچسپی اور محبت کا محور وہ مذاہب بنے جن میں مظاہر فطرت کی پرستش اور مادی اظہار عبودیت کا سامان زیادہ پایا جاتا تھا۔ بعض کے نزدیک زمین آسمان، سورج روشنی، چاند تاریکی، مٹی پتھر، لکڑی لوہا، پہاڑ پانی، دھوپ چھاؤں وغیرہ مقدس ومتبرک تھیں کیونکہ ان ہی سے ان کا نفع ونقصان وابستہ تھا۔ ان محرکات واسباب کے سبب کفر وشرک، بت پرستی اور اوہام وخرافات پر مبنی دیومالائی مذاہب ان اقوام میں محبوب وپسندیدہ ٹھہرے اور وقت وزمانہ کی تبدیلی کے باوجود ان کا اثر ان پر قائم رہا ﴿۱۲۳﴾۔ جبکہ دوسری طرف ایسے متمدن ومہذب قبائل اور ترقی یافتہ قومیں بھی تھیں جنہیں اپنے علاقہ کے علاوہ دوسرے علاقوں سے بھی واقفیت تھی یا وہ تجارت وزراعت کے سبب تہذیب آشنا ہوئے تھے۔ انہوں نے یا تو الہامی مذاہب میں سے کسی مذہب کو قبول کیا یا ایسے مذاہب میں دلچسپی لی جن (مذاہب) کا مولد ومسکن تو حقیقتاً وسط ایشیا نہیں تھا لیکن فتوحات، حکومتی اثر ورسوخ، مہاجرت ومسافرت، قبائلی آمد ورفت، تجارتی ربط وضبط یا تبلیغ کے نتیجے میں انہیں مقبولیت حاصل ہو گئی اور وہ مذاہب ان کی زندگی کا حصہ بن گئے۔ اس لحاظ سے زرتشتیت، مانویت، مجوسیت، یہودیت، عیسائیت اور (غالباً سب سے زیادہ مقبول ومتداول) بدھ مت کو ایسے ہی مذاہب میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

یہ جائزہ پہلے لیا جا چکا ہے کہ وسط ایشیا کا تاریخی دور ھخامنشی سلطنت کے قیام سے شروع ہوتا ہے۔ بعض (مصنفین) کے خیال میں (۶۵۰ ق م تا ۲۰۰ ق م) کے دوران وہاں کے صحرائی علاقوں میں زرتشتیت کا رواج تھا جسے بعد میں جنوبی حصوں میں مہاجر قبائل نے پہنچایا یہاں تک کہ یہ ایرانی مذہب بن گیا ﴿۱۲۴﴾۔ MARY BOYCE کے مطابق زرتشتیت نے ھخامنشی دور میں سرکاری مذہب (State Religion) کی حیثیت اختیار کر لی تھی ﴿۱۲۵﴾۔ اپنی قدامت کے لحاظ سے اور اس حقیقت کے اعتبار سے بھی کہ زرتشت نے (کسی الہامی ہدایت کے بجائے) اپنے مذہب کی بنیاد مظاہر فطرت پر غور وفکر کر کے آتش پرستی کے مادی اظہار پر رکھی تھی ﴿۱۲۶﴾۔ اس مذہب نے خاص مقبولیت حاصل کی اور جگہ جگہ آتش کدوں کی تعمیر اس کی واضح علامت تھی۔

زرتشتیت کے فروغ کے حوالہ سے بلخ/باختر (Bactria) کو خاص مرکز قرار دیا جا سکتا ہے ﴿۱۲۷﴾ کیونکہ (آذر بائیجان کے متوطن ہونے کے باوجود) زرتشت کی تعلیم کے اولین مخاطب اہل باختر ہی تھے ﴿۱۲۸﴾۔ اس لئے باختر ہی دراصل زرتشتیت (زرتشت کے مذہب) کا اولین گہوارہ تھا۔ وہاں سے یہ گردونواح میں پھیلا، ایران آیا اور دارا کے زمانہ میں فارس اور اس کے صوبوں کا حکومتی مذہب قرار پایا۔ اس طرح ایرانی سیاسی اقتدار کے ساتھ ساتھ

www.toobaaelibrary.com

اس مذہب کا اثر بھی مختلف اطراف میں پھیلتا رہا۔

بدھ مت اپنے بانی گوتم بدھ (BUDDHA) سے منسوب ہے﴿۱۲۹﴾ اور کم و بیش زرتشتیت کا ہم عصر مذہب ہے۔ کنفیوشس اور لاؤزی (LOATZE) بھی اسی دور (۵۵۰ ق م) میں شریک ہیں ﴿۱۳۰﴾۔ ان سے منسوب مذاہب کنفیوشس ازم﴿۱۳۱﴾ اور تاؤازم﴿۱۳۲﴾ ہیں۔ بقول ایک مصنف بدھ مت دراصل ردعمل تھا برھمنوں کے استبداد اور ان کے رسوم و رواج پر مبنی مذہب کے خلاف﴿۱۳۳﴾۔

وسط ایشیا میں ھخا منشیوں کی جانشین کشان سلطنت تھی۔ کشانی ریاست خوارزم سے ہندوستان کے صوبے بہار تک پھیلی۔ بہار میں ''گیا'' نامی مقام پر بدھ کو نروان حاصل ہوا تھا۔ بدھ مت اگرچہ ہندوستان میں پیدا ہوا لیکن اپنی مقبولیت میں اس وقت کے تمام مذاہب پر بازی لے گیا۔ ہندوستان کے علاوہ یہ چین کا بھی مذہب بنا اور تبت اور وسط ایشیا کا بھی۔ کشانیوں کا سنہری دور کنشک کا تھا﴿۱۳۴﴾۔ کشانیوں نے بدھ مت کی ترویج و اشاعت میں نمایاں حصہ لیا اور بدھا کی تصویر سے منقش سکے جاری کئے﴿۱۳۵﴾۔ کشانیوں کا اقتدار ۴۳۰ء میں ختم ہوا۔ ان کے بعد آنے والے ھیفطالی (Hephthalits) بدھ مت پر یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ آسمان (Heaven) اور آگ کی پرستش کرتے تھے جو زرتشتیت کی علامت ہے۔ نسطوری عیسائیت بھی کشانیوں کے دور میں وسیع پیمانے پر پھیلی۔ اس وقت کفن دے کر دفن کرنا عام طور پر پایا جاتا تھا جو ظاہر ہے زرتشتیت میں ممکن نہ ہوسکتا تھا﴿۱۳۶﴾۔ سمرقند، ختن اور کاشغر میں یہودیوں کی عبادت گاہیں بھی موجود تھیں﴿۱۳۷﴾۔ یہودیت اور عیسائیت نے چین میں بھی رسوخ حاصل کیا۔ شہنشاہ چین نے ۴۵۳ء میں بدھ مت قبول کیا تھا﴿۱۳۸﴾ اور چین میں آتش کدہ ۶۲۱ء میں کھولا گیا﴿۱۳۹﴾، پھر ۶۵۳ء میں عیسائیوں نے دربار چین سے گرجا بنانے کی اجازت بھی حاصل کرلی﴿۱۴۰﴾۔

مذہبی رجحانات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ امر قابل ذکر ہے کہ وسط ایشیا میں اگر ایک طرف متذکرہ بالا (الہامی و غیر الہامی) مذاہب سینکڑوں سالوں کے دوران نسبتاً بڑے پیمانے پر مقبول و متداول رہے، تو دوسری طرف انہی کے شانہ بشانہ بدویانہ مذاہب، اور قدیم وحشیانہ مذاہب کے رسوم و رواج کا بھی دور دورہ برابر جاری رہا۔ مثلاً الفہرست کے مشہور مصنف ابن الندیم کے مطابق اس سرزمین میں نہ صرف دریا پار کی زیادہ تر آبادی میں شانزم (شمن ازم) کو مقبولیت حاصل تھی﴿۱۴۱﴾ بلکہ بدھ مت بھی شانزم میں غالب حیثیت سے شامل تھا۔ جبکہ خالص روایتی بدھ مت مرو اور باختر میں فروغ پذیر تھا اور نسطوری عیسائیت (بطور خاص ۷۸۰-۸۲۳ء کے دوران) صحرائی ترک باشندوں، منگولیا اور چین میں مقبول تھی جبکہ یہودیت مشرقی ایرانی علاقوں میں مروج رہی﴿۱۴۲﴾۔ اس طرح ہیطالیوں کے بعد (۵۵۷ء) وسط ایشیا میں ترکوں کا اقتدار (جوانہوں نے ساسانیوں کی

www.toobaaelibrary.com

مدد سے حاصل کیا تھا) بہت عرصہ (تقریباً ۲ سو سال) تک نسلی گروہی اختلافات، مشرقی مغربی حصوں اور بے تحاشا قبائلیت کی صورت میں نشیب وفراز سے دوچار ہوتا رہا ﴿۱۴۳﴾۔

ترکوں کی حاکمیت کے دوران آبادی کا ایک طبقہ سُغدیوں (Sogdians) کا بھی تھا جن میں سے وزیر مشیر وغیرہ منتخب کیے جاتے تھے اس لئے اقتدار میں وہ بھی شریک تھے۔ سُغدیوں کی بڑی تعداد مانی مذہب کی معتقد تھی۔ دربار میں سُغدیوں کا اثر و اقتدار اس وقت زیادہ بڑھا جب خاقان MOU-YU نے مانویت کو قبول کیا ﴿۱۴۴﴾۔ آگے چل کر نویں صدی عیسوی تک مانویت کے معتقدین اور سُغدیوں کی سیاسی اہمیت دوچند ہو گئی ﴿۱۴۵﴾۔ بلکہ MOU-YU ان خاقانوں میں سے تھا جس نے مانویت کو عوام پر مسلط کیا ﴿۱۴۶﴾۔ اس کی بڑی وجہ سُغدیوں کا دباؤ تھا کیونکہ خاقان اپنی ریاست کے معاشی استحکام اور تجارت کو فروغ دینے کے لئے ان کی ناز برداری پر مجبور تھا ﴿۱۴۷﴾۔

ترک حکمرانوں خصوصاً اویغوروں (Uyghurs) کے زمانہ میں مانویت کی سرگرمیاں زیادہ بڑھیں۔ چینی بادشاہوں سے تعلقات استوار کرنے میں بھی مانویت کو دخل رہا۔ چنانچہ ۸۰۷ء میں اویغور کی پہلی سفارت (مانویت قبول کرنے کے لئے) تانگ کے دارالخلافہ بھیجی گئی۔ بعد میں اویغوروں اور چینیوں میں اتنے قریبی تعلقات ہوئے کہ اویغوریوں کے تیرہ (۱۳) حکمرانوں کی بیویاں چینی تھیں ﴿۱۴۸﴾۔ اس کا نتیجہ ایک عرب سیاح تمیم ابن بحر المطوعی، (جس نے اویغوری سلطنت کا ۸۲۱ء میں دورہ کیا تھا) کے بقول یہ تھا کہ دارالخلافہ کے باہر اکثر و بیشتر شہروں میں زندیقی مذہب (مانویت) کو ہی غلبہ حاصل تھا ﴿۱۴۹﴾۔

اویغوروں نے ۷۴۴ء اور ۸۴۰ء کے دوران مانی مذہب کی سرپرستی میں حصہ لیا ﴿۱۵۰﴾۔ ڈینس سائنر معترف ہے کہ ان تمام تر سرکاری سرپرستی اور سرگرمیوں کے باوجود مانویت کا عوام پر کوئی ہمہ گیر اثر قائم نہ ہو سکا بلکہ جزوی ہی رہا ﴿۱۵۱﴾۔ اویغوری ترکوں کے ہاں ان کے اپنے قدیم مذہبی رسوم و رواج، عجیب وغریب روایات اور توہمات بدستور قوت و شوکت کے ساتھ جاری رہے ﴿۱۵۲﴾۔ یہ ذکر پہلے آچکا ہے کہ تینگری (Tingri/Tengri استنبولی ترکی میں آج بھی تن ری Tanri تلفظ ہے جبکہ وسط ایشیا میں تینگری ہے، توزک بابری میں بابر نے اللہ تعالیٰ کو تینگری تعالیٰ لکھا ہے) کی پرستش (جس کے معنی آسمان یا آسمانی خدا (Heaven or Sky) دونوں ہو سکتے ہیں) کا مذہب صحراؤں میں بڑا پسندیدہ تھا۔ ترک مذہب خمسہ کے ماننے والے تھے یعنی لکڑی، مٹی، آگ، پانی اور لوہے کی پرستش کرتے تھے مگر بعد میں وہ محض آسمان وزمین کی پرستش کرنے لگے اور بجائے مذہب خمسہ کے ثنویت کے قائل ہو گئے ﴿۱۵۳﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۵۔ اسلامی فتوحات

وسط ایشیا میں مسلمانوں کی فتوحات کم وبیش ایک صدی پر محیط ہیں۔ ان فتوحات کا احوال ہمیں البلاذری، طبری اور یعقوبی کے ہاں تفصیل سے ملتا ہے۔ خلیفہ راشد دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں نہاوند کی جنگ (۲۱ھ/۶۴۲ء) کے بعد ہی اسلامی فوجوں کی ایک لحاظ سے وسط ایشیا میں پیش قدمی کا راستہ ہموار ہوگیا تھا۔ یہ پیش قدمی ہمہ جہت تھی۔ مثلاً ۲۱ھ تا ۳۰ھ/۶۴۲ تا ۶۵۰ء کے درمیانی عرصہ میں اسلامی فوجیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں اہواز، جبال، رے اور آذربائیجان کی فتح میں مصروف رہیں۔ بعض مہمات طبرستان اور جیلان کی طرف بھی بھیجی گئیں ﴿۱۵۴﴾۔ پھر ۲۹ھ/۶۴۹ء میں جب خلیفہ راشد سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا والی مقرر کیا تو انہوں نے بصرہ میں ایک نئی فوج تشکیل دے کر ۳۱ھ/۶۵۱ء میں وسط ایشیا کی طرف مزید پیش قدمی کی ﴿۱۵۵﴾۔

وسط ایشیا میں مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نیشاپور ابن عامر رضی اللہ عنہ کی افواج کا مرکز بن چکا تھا اور مرو کی فتح سے مسلمانوں کو وسط ایشیا میں نفوذ کے لئے ایک مستقل مستقر میسر آ گیا تھا۔ بلخ کی فتح نے جہاں ماوراء النہر کے دروازے مسلمانوں پر وا کر دیئے تھے وہیں مشرق کے بعید اقطاع کی تسخیر کے امکانات بھی اجاگر ہونے لگے تھے۔ سمرقند کے نواح میں مسلم افواج مئے مرغ/ مایمرغ تک پہنچ گئیں۔ البلاذری کے مطابق عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں مسلمانوں کا پہلا لشکر دریائے جیحوں عبور کر کے ماوراء النہر (سغد یانہ) پہنچا۔ بارتھولڈ اور گب کے مطابق چینی ذرائع بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی افواج نے ۲۸-۳۲ھ/ ۶۴۹-۶۵۲ء) کے درمیانی عرصہ میں مایمرغ (سمرقند کا جنوب مشرقی علاقہ) فتح کر لیا تھا ﴿۱۵۶﴾۔

عہد خلافت راشدہ کے بعد ۴۳ھ/۶۶۲ء میں عبداللہ بن خازم کو وسط ایشیا میں مسلم افواج کا سالار مقرر کیا گیا۔ ابن خازم نے ہرات، بوشنج اور بادغیس کی ھیاطلہ حکومتوں سے خراج وصول کیا ﴿۱۵۷﴾۔ ۴۵ھ/ ۶۶۵ء میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیاد بن ابی سفیان کو بصرہ بشمول خراسان وسیستان کا والی مقرر کیا۔ زیاد نے اسی سال صحابیٔ رسول الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کو خراسان پر عامل بنایا۔ الحکم رضی اللہ عنہ نے جوزجان اور غرجستان کی ھیاطلہ ریاستوں کی گوشمالی کی ﴿۱۵۸﴾ پھر دریائے جیحوں عبور کر کے شکرانے کے نوافل پڑھے اور مرو واپس لوٹ آئے ﴿۱۵۹﴾۔ ان کے جانشین حضرت غالب ابن فضالہ اللیثی رضی اللہ عنہ بھی صحابیٔ رسول تھے جنہوں نے طخارستان کی ریاستوں میں جہاد کو جاری رکھا ﴿۱۶۰﴾۔ ان کے بعد زیاد نے الربعی بن زیاد الحارثی کو خراسان پر عامل بنایا۔ انہوں نے بصرہ وکوفہ کے پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) عرب مسلمانوں کو وسط ایشیا میں آباد کیا ﴿۱۶۱﴾۔ ان مسلمانوں کی وسط ایشیا میں آبادی نہایت دوررس، گہرے اور پائیدار نتائج کی حامل ثابت ہوئی۔

www.toobaaelibrary.com

سیاست، معاشرت، معیشت، تہذیب وثقافت اور تعلیم وتعلّم غرض یہ کہ ہر ہر میدان میں اس کے اثرات ہمہ گیر اور ہمہ جہت تھے۔ دینی علوم کے فروغ اور تبلیغ اسلام کے حوالے سے بھی ان کا کردار نہایت اہم اور شاندار رہا جس کے نتیجے میں وسط ایشیا دینی علوم کا مرکز ومنبع بن گیا۔

زیاد بن ابی سفیان کے بعد اس کے بیٹے عبیداللہ بن زیاد کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے والیٔ خراسان بنایا۔ ۵۴ھ/۶۷۴ء میں عبیداللہ نے دریائے جیحوں عبور کر کے بیکند پر حملہ کیا اور بخارا سے خراج وصول کیا ﴿۱۶۲﴾۔ اگلے سال سعید بن عثمان کو خراسان کی ولایت مل گئی۔ سعید نے اپنی سپاہ کے ہمراہ ترکستان کے بعید اقطاع تک فتوحات کیں۔ اہل سُغد کو شکست دی، پھر باب الحدید سے پیش قدمی کرتے ہوئے دریائے جیحوں پر واقع ایک اہم قلعے ترمذ پر قبضہ کر لیا جو شمالاً جنوباً تجارت کی مرکزی شاہراہ کو کنٹرول کرتا تھا ﴿۱۶۳﴾۔ اس فتح کے باعث معاشی اثر ورسوخ کے علاوہ اسلامی تہذیب وثقافت بھی علماء فضلاء، زہاد، صوفیاء ومبلغین، طلباء وتجار اور صنعت پیشہ افراد کے ذریعے دور دراز علاقوں تک پھیلی۔ اس طرح اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں سے عام آگاہی کے مواقع میں گراں بہا اضافہ ہوا۔

عہد اموی میں وسط ایشیا کے حوالہ سے ایک اہم موڑ اس وقت آیا جب خراسان کی ولایت ۸۶ھ/۷۰۵ء میں قتیبہ بن مسلم الباہلی کو سونپی گئی ﴿۱۶۴﴾۔ قتیبہ کا دور ولایت (۸۶تا۹۶ھ/ ۷۰۵تا۷۱۵ء) دس سالوں پر محیط ہے۔ یہ عہد عسکری وانتظامی ہر دو لحاظ سے ممتاز ومیّز ہے۔ اس کے عہد میں جو خاص بات ابھر کر سامنے آتی ہے وہ قتیبہ کا مقامی آبادی کو مسلمان افواج کی مدد کے لئے مفتوحہ علاقوں میں استعمال کرنے کی حکمت عملی ہے۔ اس پالیسی کے نتیجے میں جہاں فتوحات میں استحکام پیدا ہوا اور مسلمان افواج پر جنگی دباؤ میں کمی واقع ہوئی وہیں مسلمانوں، نومسلموں اور غیر مسلم آبادی کے درمیان تہذیبی، سماجی، اقتصادی، فکری اور مذہبی روابط میں نمو اور استحکام پیدا ہوا اور تبلیغ اسلام کے کام میں آسانی پیدا ہوئی اور تیزی در آئی۔

گب نے قتیبہ کی عظیم الشان فوجی مہمات کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے ﴿۱۶۵﴾:-

(i) پہلے دور (۸۶ھ/۷۰۵ء) میں قتیبہ نے شومان ﴿۱۶۶﴾، اخرون ﴿۱۶۷﴾، اور صغانیاں ﴿۱۶۸﴾ کے خلاف پیش قدمی کی اور انہیں اپنا مطیع بنایا۔

(ii) دوسرے دور (۸۷تا۹۰ھ/۷۰۶تا۷۰۹ء) میں قتیبہ نے سغدیوں ﴿۱۶۹﴾ کی مدد سے بیکند ﴿۱۷۰﴾ اور بخارا ﴿۱۷۱﴾ کو فتح کر لیا۔

(iii) تیسرے دور (۹۱تا۹۳ھ/۷۱۰تا۷۱۳ء) میں قتیبہ نے نیزک کی بغاوت کا قلع قمع کیا ﴿۱۷۲﴾، اور سجستان پر پیش قدمی کی ﴿۱۷۳﴾، خوارزم ﴿۱۷۴﴾ اور سمرقند ﴿۱۷۵﴾ کو فتح کیا۔ شاش وفرغانہ کی متحدہ افواج

www.toobaaelibrary.com

کی شکست فاش دی﴿۱۷۶﴾۔

(iv) چوتھے دور (۹۴ تا ۹۶ھ/۷۱۳ تا ۷۱۵ء) میں قتیبہ نے سیر دریا کے علاقوں میں شاش کی طرف پیش قدمی کی﴿۱۷۷﴾۔اسبیجاب﴿۱۷۸﴾ اور فرغانہ﴿۱۷۹﴾ پر چڑھائی کی اور کاشغر تک مسلم افواج کو پہنچادیا﴿۱۸۰﴾۔

مسلمانوں کی جہادی مہمات میں علاوہ نیزک﴿۱۸۱﴾ کے حیان النبطی نامی ایک نومسلم سردار نے بھی اپنے سات ہزار (۷۰۰۰) ساتھیوں سمیت قتیبہ کی اعانت کی۔حیان النبطی کو قتیبہ کے سارے دور میں ایک خاص اہمیت حاصل رہی۔اس نے سغدیوں سے مصالحت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔اس کے ساتھی ایرانی نومسلم تھے جن کے نام دیوان میں درج تھے اور وہ عطایا حاصل کرتے تھے﴿۱۸۲﴾۔قتیبہ نے نومسلموں کو اپنی فوج میں شامل رکھنے کی پالیسی کو خوب رواج دیا اور سمرقند و بخارا میں نہایت کامیابی سے اس حکمت عملی کے فوائد حاصل کیے۔

نیزک نے ۹۰ھ/۷۰۹ء میں بغاوت کی۔گب لکھتا ہے کہ نیزک نے بالآخر یہ محسوس کر لیا تھا کہ اگر وسط ایشیا میں عربوں (مسلمانوں) کی حکومت مستحکم ہوگئی تو اس کے اقتدار اور آزادی کے حصول کی تمام آرزوئیں تشنہ رہ جائیں گی﴿۱۸۳﴾۔لیکن قتیبہ کی تیز ترین پیش قدمی اور بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مجاہدین کی مرو سے فراہمی نے نیزک کی بغاوت کا سر کچل دیا۔چنانچہ جب (۹۱ھ/۷۱۰ء موسم بہار میں) قتیبہ نے باغیوں کے خلاف پیش قدمی کی تو بغاوت کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔قتال کی بمشکل ہی نوبت آئی۔مروالروذ کا حکمران (دہقان) باذام طالقان کی طرف فرار ہوگیا﴿۱۸۴﴾۔طالقان فاریاب اور بلخ نے بلا مزاحمت سر اطاعت خم کر دیا۔نیزک گرفتار ہو کر قتل ہوا﴿۱۸۵﴾۔طخارستان کے جابغو کو گرفتار کر کے دمشق بھیج دیا گیا﴿۱۸۶﴾۔اس طرح اس انتہائی خطرناک بغاوت سے جو ہر چہار اطراف میں پھیل گئی تھی قتیبہ نہایت کامیابی سے عہدہ برآ ہوگیا۔ہمیں گب سے اتفاق ہے کہ اس مہم کے نتائج دوررس اور بڑی اہمیت کے حامل تھے۔اس مہم کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ نیزک کا منصوبہ ناکام ہوگیا اور زیریں طخارستان مسلمان اقتدار کے جھنڈے تلے آ گیا بلکہ جابغو اور دریائے جیحوں کی گزرگاہ میں واقع اس کے ماتحتوں تک مسلم اقتدار وسیع ہوگیا﴿۱۸۷﴾۔

قتیبہ ہی وہ پہلا مسلمان سپہ سالار تھا جس نے مسلمانوں کے اقتدار کو ماوراء النہر میں مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔وسط ایشیا میں اموی اقتدار کی بحالی، توسیع اور فروغ میں اس کا کردار نہایت اہم اور نمایاں ہے﴿۱۸۸﴾۔ اس نے موالیوں کو اپنی فوج میں شامل کر کے ان کا اعتماد حاصل کیا اور انہیں عطایا دیئے۔اس کے عہد ولایت میں وسط ایشیا میں مسلمان عربوں، نومسلموں اور دیگر اقوام کے درمیان تہذیبی انجذاب و انضمام کا عمل تیز ہوا۔اس نے مفتوحہ علاقوں میں عربی عمال کا تقرر اس طرح کیا کہ مقامی حکمرانوں کے ساتھ ساتھ انہیں بھی وہاں کا نظم ونسق

www.toobaaelibrary.com

چلانے کی ذمہ داری سونپی ﴿۱۸۹﴾۔اس سے جہاں باہمی مشاورت، فکری اتحاد اور مسائل عامہ کی تفہیم میں مدد ملی وہیں فتوحات کو بھی استحکام حاصل ہوا۔

قتیبہ نے بڑی تعداد میں عربوں کو مختلف چھاؤنیوں اور بڑے شہروں میں آباد کیا۔

البلاذری لکھتا ہے:-

" ان قتيبه اسكن العرب ماوراء النهر حتى اسكنهم فرغانه والشاش" ﴿۱۹۰﴾.

یعنی قتیبہ نے عربوں کو نہ صرف ماوراء النہر بلکہ فرغانہ وشاش تک آباد کیا

گب نے لکھا ہے کہ خراسان میں قتیبہ نے بصرہ کی طرز پر پانچ عرب قبائل:- ازد، تمیم، اہل العالیہ، بکر اور عبدالقیس کو آباد کیا ﴿۱۹۱﴾۔ چنانچہ اس آباد کاری سے مسلمانوں کی تہذیب وثقافت سے مقامی آبادی کو عام آگاہی حاصل ہوئی اور ان کے مابین روابط میں مضبوطی پیدا ہوئی۔ اسلامی تعلیمات سے شناسائی کا ایک عام رجحان پیدا ہوا۔ یوں قتیبہ کے اقدامات کی بدولت وسط ایشیا میں اسلامی تہذیب وتمدن کو فروغ حاصل ہوا اور تبلیغ اسلام کا راستہ ہموار ہوا۔

مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی وسط ایشیا میں تین بڑے اور اہم عناصر سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ اول ایرانی، جن کی کمر جنگ نہاوند نے توڑ کر رکھ دی تو ریاستوں کے مقامی حکمرانوں کی مزاحمتیں مسلمانوں کے سیل بے پناہ کے آگے پرِ کاہ ثابت ہوئیں۔ قتیبہ نے مقامی حکمرانوں کے خلاف مقامی آبادی کے تعاون سے منظم اور مستحکم اقدامات کر کے وسط ایشیا میں اموی سلطنت کو نہایت خوبی سے مستحکم کر دیا۔ دوسرے اہم عنصر، ترک خطرے کا سد باب، اسد القسری نے جنگ خریستان میں (مشرقی اور مغربی ترک سلطنت کے حاکم) خاقان کو فیصلہ کن شکست دے کر کر دیا ﴿۱۹۲﴾۔ پھر اس کے جانشین نصر بن سیار نے مغربی ترک سلطنت کے حاکم 'خاقان کے قاتل' کورصول کو گرفتار اور قتل کر کے ترکوں کے زوال پر مہر ثبت کر دی ﴿۱۹۳﴾۔ اس طرح ترک سلطنت کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ علاقے کی تیسری بڑی طاقت چینی تھے جو وسط ایشیا میں بغاوتوں کی آب یاری کرتے رہتے تھے ﴿۱۹۴﴾۔ زید بن صالح نے انہیں جنگ طلاس ﴿۱۹۵﴾ میں شکست دے کر وسط ایشیا سے مسلمانوں کے اقتدار کی راہ کا آخری کانٹا بھی نکال دیا ﴿۱۹۶﴾۔ چنانچہ بلخ، بدخشان، سغد، فرغانہ، صغانیاں، اسبیجاب، اترار (فاراب) اور اس سے بھی آگے سیر دریا کا سارا علاقہ اور بحیرۂ ارال سے جنوب میں خوارزم، جرجان، طبرستان، طخارستان اور بحیرۂ کیسپئین تک کا تمام علاقہ مسلم قلمرو میں شامل ہو گیا ﴿۱۹۷﴾۔

۶۔ دینی علوم کا فروغ

یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ وسط ایشیا میں آٹھویں/نویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی فتوحات کے نتیجے میں

www.toobaaelibrary.com

نہ صرف یہ کہ نئے نئے علاقے اور ممالک زیرنگیں آئے اور نئی نئی اقوام وملل نے اسلامی ریاست کے سایۂ عاطفت میں پناہ لی بلکہ اس اختلاط باہمی کے نتیجے میں تہذیبی، تمدنی، لسانی اور نسلی والوانی بوقلمونی مسلم معاشرت میں نمایاں ہوتی رہی یہاں تک کہ امت مسلمہ کا مجموعی تشخص نئی وسعتوں سے ہمکنار ہوا۔ علاوہ ازیں فتوحات کا ایک نتیجہ وسط ایشیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کی آبادکاری کی صورت میں نمودار ہوا۔ یہ امر بجائے خود اسلامی تہذیب وتمدن کی توسیع وترقی کا موجب ہوا۔ چنانچہ پہلی صدی ہجری کے نصف میں جب والی خراسان زیاد بن ابی سفیان نے اُمیر بن احمر کو مرو کا حاکم بنایا تو اُمیر نے دوسرے انتظامات کے ساتھ ساتھ مسلمان عربوں کو وہاں بسایا﴿۱۹۸﴾۔ مقامی آبادی کے ساتھ عرب مسلمانوں کی آبادکاری کا یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہا مثلاً سمرقند فتح کرنے پر قتیبہ نے مسلمانوں کو وہاں آباد کیا﴿۱۹۹﴾ یہاں تک کہ شاش وفرغانہ میں ان کی آبادیاں قائم ہو گئیں﴿۲۰۰﴾۔

فتوحات کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ ہزاروں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سرزمین عرب سے نکل کر مفتوحہ ممالک میں پھیل گئے اور بہت سوں نے وہیں مستقل سکونت بھی اختیار کر لی۔ چنانچہ اندازاً شام میں دس ہزار (۱۰،۰۰۰)، کوفہ میں ایک ہزار (۱،۰۰۰)، حمص میں پانچ سو (۵۰۰) اور مصر میں کم وبیش تین (۳۰۰) صحابہ موجود تھے﴿۲۰۱﴾۔ ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں صراحت کی ہے جو وسط ایشیا آئے یعنی حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو برزہ اسلمی عبداللہ بن نضلہ؄، حضرت الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر؄، حضرت عبداللہ بن خازم اسلمی؄ اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ؄﴿۲۰۲﴾۔ ان میں سے پہلے دو اصحاب الربیع بن زیاد الحارثی کے ساتھ مرو آ کر آباد ہوئے تھے﴿۲۰۳﴾۔ الحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ کو زیاد نے والی خراسان مقرر کیا تھا جو اپنی وفات (۵۰ھ) تک یہاں کے عامل رہے﴿۲۰۴﴾۔ ان کے جانشین حضرت غالب بن فضالہ اللیثی رضی اللہ عنہ بھی صحابیٔ رسول تھے﴿۲۰۵﴾۔ خلیفہ بن خیاط م ۲۴۰ھ نے پہلے چار اصحاب کا ذکر کیا ہے﴿۲۰۶﴾۔ جبکہ حاکم نیشاپوری (۳۲۱ تا ۴۰۵ھ) نے بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ، ابو برزہ اسلمی عبداللہ بن نضلہ؄، الحکم بن عمرو الغفاری؄، عبداللہ بن خازم اسلمی؄ اور قثم بن عباس؄ (جو کہ سعید بن عثمان؄ بن عفان والی خراسان کے ہمراہ تشریف لائے تھے) کا تذکرہ کیا ہے﴿۲۰۷﴾۔

مختلف تصریحات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اصحاب رسول ﷺ نے وسط ایشیا کو اپنے نفوس قدسیہ سے رونق بخشی۔ اصحاب رسول ﷺ کی آمد کا ثمر ان علاقوں میں علوم القرآن اور علوم الحدیث کے فروغ کی صورت میں برآمد ہوا۔ اطراف واکناف عالم سے علم دین کے پروانے صحابہ رضی اللہ عنہم تک اڑ اڑ کر پہنچتے رہے اور تعلیم کتاب و سنت سے مستفید ہوتے رہے۔ جو لوگ صحابہ کرام؄ کے حلقہ ہائے درس سے وابستہ ہوئے ان میں نہ صرف یہ کہ کتاب وسنت کا ذوق وشوق پیدا ہوا بلکہ انہوں نے صحابہ کرام؄ کے طرز تعلیم اور طریقۂ ابلاغ کو بھی سیکھا اور ان کے

www.toobaaelibrary.com

رجحانات و میلانات کے بھی امین بنے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سادہ سا حلقۂ درس و تربیت بالآخر بڑے مذاہب فقہیہ کی نشوونما کا سبب بن گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دین و شریعت اور قرآن و سنت کا پورا ذخیرہ صحابہ کرامؓ کے ذریعے تابعین کے واسطے سے پوری امت کو منتقل ہوا۔ خود صحابہؓ و تابعین کے حلقہ ہائے درس دراصل مراکز کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جیسے جیسے مساجد مسلمانوں کی آبادی کے ساتھ ساتھ تعمیر ہوتی رہیں، اسی کے ساتھ ساتھ وہ آباد ہو کر قال اللہ اور قال الرسول کے جانفزا نغموں سے بھی گونجتی رہیں۔ صحابہؓ و تابعین نے اکثر و بیشتر یا تو مساجد ہی کو تعلیم و تعلم کا مرکز بنایا یا بصورت دیگر ان کی اپنی قیام گاہیں اور نجی مجلسیں رشد و ہدایت کا سرچشمہ ثابت ہوئیں۔ دونوں قسم کے ان مراکز کا تسلسل تقریباً ہر زمانہ میں برابر قائم رہا مثلاً قتیبہ بن مسلم نے فتح سمرقند کے موقع پر جب بتوں کو توڑ کر جلا ڈالا اور وہ مقامی آبادی کے عقیدے کے مطابق ہلاک نہ ہوا تو اس سے متاثر ہو کر باشندگان ماوراء النہر کی کثیر تعداد بت پرستی ترک کر کے مسلمان ہوگئی۔ قتیبہ نے شہر میں مسجد بنوائی۔ قتیبہ کے ہمراہ مشہور صاحب تفسیر ضحاک بن مزاحم خراسان آئے ﴿۲۰۸﴾۔ ابن شہاب زہری کے بقول یہ دیانت و روایت (حدیث) میں اہل خراسان کے سردار تھے ﴿۲۰۹﴾۔ شذرات الذہب میں ہے کہ یہ ثقہ اور فقیہہ تھے۔ ان کا ایک بڑا مدرسہ تھا جہاں تین ہزار بچے زیر تعلیم تھے ﴿۲۱۰﴾۔ قتیبہ کے ہمراہ، ثقہ محدث و عالم ابومجلز لاحق بن حمید السدوسی بھی آئے۔ بیت المال کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی۔ یہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں راہی ملک عدم ہوئے ﴿۲۱۱﴾۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) ہوئے تو انہوں نے ماوراء النہر کے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے لئے خطوط لکھے۔ بعض نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا۔ خراسان میں جو لوگ اسلام لائے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان سب کا خراج معاف کر دیا اور ان کے وظیفے مقرر کر دیئے ﴿۲۱۲﴾۔ ان کی عادلانہ پالیسی کی وجہ سے لوگوں کی کثیر تعداد حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ خلیفہ ہشام نے جب اشرس السلمی کو عامل خراسان بنایا تو اس نے بھی اہل ماوراء النہر کو دعوت اسلام دی اور حکم دیا کہ جو اسلام لے آئے اس پر سے جزیہ اٹھا لیا جائے۔ اس سے بھی فروغ اسلام میں بڑی مدد ملی ﴿۲۱۳﴾۔

اس عہد میں جب کہ اسلامی فتوحات کی وسعتیں استحکام سے ہمکنار ہو چلی تھیں اسلامی شہروں میں علمی حرکت میں تیزی آتی چلی گئی۔ صحابہ کرامؓ کے وصال کے بعد طبقہ اولیٰ کے تابعینؒ، علوم عربیہ کے ماہرین اور قرآن کے علماء وسط ایشیا کی طرف رجوع کرنے لگے۔ مثلاً یحییٰ بن یعمر الحلفانیؒ علوم عربیہ اور قرآن کے عالم اور نحوی تھے۔ یہ بصرہ سے خراسان آئے اور مرو میں اترے اور یہاں کے قاضی بنا دیئے گئے ﴿۲۱۴﴾۔ زید بن علی القموص ﴿۲۱۵﴾، عبداللہ بن بریدہ قاضی مرو ﴿۲۱۶﴾ اور سلیمان بن بریدہ ﴿۲۱۷﴾ وغیرہ کا شمار بھی بلند پایہ

www.toobaaelibrary.com

علماء میں ہوتا تھا۔

ممالک اسلامیہ میں تعلیم و تعلّم کی ترقی اور اس کی ترویج و اشاعت میں موالیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ جس انہماک اور دلچسپی کے ساتھ اسلام قبول کرتے گئے اس سے کہیں زیادہ سنجیدگی اور تیزی سے وہ تفسیر، حدیث، ادب، عربیت اور فقہ کی تحصیل پر لگ گئے۔ ان کی فطری استعداد، صلاحیت اور "لِکُلِّ جدیدٍ لذیذ" کے مصداق اسلام کی محبت ان کے دل میں گھر کر گئی اور وہ علوم دین کے شیدائی بن کر ابھرے۔ ان میں رومی، ترکی، مصری، ایرانی اور وسط ایشیائی ہر علاقے کے آزاد کردہ غلام اور موالی سب شامل تھے۔ اپنی ذہانت اور فطانت کے سبب وہ بہت جلد عربوں پر بھی بازی لے گئے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عصر تابعین میں حاملین علم القرآن والحدیث کم و بیش سب موالی ہی تھے ﴿۲۱۸﴾۔ چنانچہ ابن شہاب زہریؒ اور عبدالملک بن مروان کے درمیان ہونے والا مکالمہ اس بات کا کافی ثبوت ہے جس میں عبدالملک نے ابن شہاب زہریؒ سے مختلف دیار و امصار میں سردارانِ علم کی بابت پوچھا اور ہر مرتبہ جواب میں کسی نہ کسی موالی کا نام سننے پر عبدالملک پکار اٹھا، "بخدا یہ موالی تو عرب پر چھا جائیں گے، منبروں پر انہی کے نام کے خطبے ہوں گے اور عرب ان کے زیر نگیں آ جائیں گے" ﴿۲۱۹﴾۔ اسی طرح کا ایک اور مکالمہ ہشام بن عبدالملک اور عطاء بن ابی رباحؒ کے درمیان منقول ہے۔ ہشام نے بالآخر یہ کہہ ہی دیا،

"کادت تخرج نفسی، ولا یقول واحد عربی" ﴿۲۲۰﴾

یعنی میری جان نکل جائے گی اور کسی عربی کا نام تمہاری زبان پر نہ آئے گا۔

وسط ایشیا سے تعلق رکھنے والے کبار تابعین اگرچہ بہت ہیں لیکن ان میں سرفہرست نام ضحاک بن مزاحم الہلالی کا ہے (جن کا تذکرہ ہو چکا ہے)۔ دیگر حضرات میں سے عطاء بن عبداللہ الخراسانی بھی اسی طبقے سے ہیں۔ انہوں نے کثرت سے صحابہؓ سے روایت کی اور ابی بریدہ اور کبار تابعین سے بھی سماعت کی۔ یہ ۵۰ھ میں تولد ہوئے اور ۱۳۵ھ میں فوت ہوئے۔ یہ خراسانی الاصل تھے لیکن بیت المقدس جا کر بس رہے تھے ﴿۲۲۱﴾۔ یزید النحوی مرو کے رہنے والے تھے ﴿۲۲۲﴾۔ مقاتل بن حیان النبطی ایک مشہور عالم دین تھے ﴿۲۲۳﴾۔ ابونہیک محمد بن زید العبدی مرو کے قاضی اور صالح الحدیث تھے۔ یہ ابن ابی شریح، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور ابی الاعین سے روایت کرتے تھے جبکہ ان سے علی بن ثابت الانصاری، معمر ابن راشد، داؤد بن ابی الفرات اور الاعمش نے روایت کی ہے ﴿۲۲۴﴾۔ اسی طبقہ سے محمد یعقوب بن القعقاع التمیمی بھی تھے، یہ مرو کے باشندے اور یہاں کے قاضی تھے۔ انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے اور ان سے امام ثوری اور عبداللہ بن مبارک نے روایت کی ہے ﴿۲۲۵﴾۔ الربیع بن انس بھی اسی طبقے سے ہیں۔ عطاء بن نضر خراسانی کہتے ہیں کہ ربیع قبیلہ بکر بن وائل سے تھے۔ ان کی ابن عمرؓ، جابر بن عبداللہؓ اور انس بن مالکؓ سے ملاقات ثابت ہے۔ یہ حجاج سے بھاگ کر مرو آ گئے تھے اور اپنی وفات تک یہیں رہے ﴿۲۲۶﴾۔ ابراہیم الصائغ ابوالمنازل بھی اسی عہد کے فقیہہ ہیں ﴿۲۲۷﴾۔

www.toobaaelibrary.com

ان کے علاوہ غالب بن عبداللہ اللیثی بھی ایک معروف عالم دین تھے ﴿۲۲۸﴾۔

بعد میں آنے والے ایسے نامور اصحاب علم جن کا تعلق وسط ایشیا سے تھا ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:۔

عبید بن سلمان الباھلی، ابو الحارث۔ ضحاک بن مزاحم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو تمیلہ، زید بن حباب اور ابو معاذ الفضل بن خالد النحوی نے روایت کی ہے۔ ابو حاتم رازی ان کی روایت کو معتبر قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ﴿۲۲۹﴾۔

عیسیٰ بن عبید الکندی المروزی۔ انہوں نے عکرمہ اور ربیع بن انس سے سماعت کی اور الفضل بن موسیٰ اور ابو تمیلہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں کہ ان سے روایت لینے میں حرج نہیں ہے ﴿۲۳۰﴾۔

صالح بن جبیر مولیٰ الحکم بن عمرو الغفاریؓ۔ یہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یحییٰ بن واضع اور الفضل بن موسیٰ نے روایت کی ہے ﴿۲۳۱﴾۔

ابو منیب عبید اللہ بن عبد اللہ العتکی۔ عکرمہ اور ابن بریدہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے یزید بن الحباب اور علی بن الحسن بن شقیق نے روایت کی ہے۔ ابو محمد کہتے ہیں کہ یہ صالح الحدیث تھے۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے ﴿۲۳۲﴾۔

عبد المؤمن بن خالد ابو خالد الحنفی قاضی مرو۔ عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کی اور ان سے الفضل بن موسیٰ السینانی، ابو تمیلہ، زید بن حباب اور نعیم بن حماد روایت کرتے ہیں ﴿۲۳۳﴾۔

عبد الرحمٰن بن ثابت بن ثوبان البلخی ابن ایاس صخر۔ صالح الحدیث اور ثقہ تھے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں ان سے روایت لینے میں حرج نہیں ہے ﴿۲۳۴﴾۔

نصر بن مشارس ابو مصلح۔ انہوں نے ضحاک بن مزاحم سے روایت کی اور ان سے عمر بن ہارون نے۔ یہ شیخ الحدیث تھے ﴿۲۳۵﴾۔

حسن بن یحییٰ بصری تھے۔ انہوں نے خراسان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ضحاک بن مزاحم، عکرمہ اور کثیر بن زیاد سے روایت کرتے تھے۔ ان سے ابن المبارک نے روایت کی ہے ﴿۲۳۶﴾۔

ابراہیم بن طہمان۔ باشندۂ ہرات تھے۔ ابی اسحاق الھمدانی، قتادہ اور ابی الزبیر سے روایت کی۔ ان سے عبد الرحمٰن بن مہدی، معن بن عیسیٰ، ابو عامر العقدی اور ابو داؤد نے روایت کی ہے ﴿۲۳۷﴾۔

گزشتہ صفحات میں دی گئی تفصیلات سے کئی باتوں کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے مثلاً:۔

(الف) فتوحات کے نتیجے میں جو اقوام وملل زیرنگیں آئیں انہیں اسلام لانے کے لئے (بزور شمشیر) مجبور نہیں کیا گیا بلکہ انہوں نے برضا ورغبت اسلام قبول کیا۔

www.toobaaelibrary.com

(ب) قبول اسلام کے ساتھ ساتھ وہ اقوام، نومسلم اور موالی حصول دین اور تعلیم الاسلام میں پورے انہماک و اشتغال سے مصروف ہوگئے یہاں تک کہ کچھ ہی عرصہ میں وہ علمی اور ذہنی تیاریوں کے بعد جب میدان عمل میں اترے تو عربوں پر بھی بازی لے گئے﴿۲۳۸﴾۔

(ج) حصول علم دین کیلئے انہوں نے صرف مقامی مدارس، علماء وفضلاء، مفسرین ومحدثین اور فقہاء سے استفادہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں مملکت اسلامی کے دوسرے مراکز علمی کا سفر بھی اختیار کیا۔ اجل ائمہ وعلماء کی صحبت اختیار کی اور ان کے دامن علم سے وابستہ ہوکر خود بھی چراغ عالم تاب بن گئے﴿۲۳۹﴾۔

❀❀❀❀

www.toobaaelibrary.com

حواشی ...... باب اول

۱ حدبندی کی تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے۔

CANFIELD, ROBERT L. (ED):- TURKO - PERSIA IN HISTORICAL PERSPECTIVE. CAMBRIDGE UNIVERSITY PRESS. NEW YORK.1991. P 53.

نیز دیکھئے۔

SUSLOV, S.P.:- PHYSICAL GEOGRAPHY OF ASIATIC RUSSIA. TRANSLATED FROM RUSSIAN BY NOAH D. GERSHEVSKY. (ED). BY JOSEPH E. WILLIAMS. PUBLISHED BY W.H.FREEMAN AND COMPANY. SAN FRANCISCO & LONDON PART. 4, P.413

نیز جان پیکسٹن لکھتا ہے۔

"Central Asia. Term describing an extensive area comprising the chines province of Sinkiang-Uighur, the Russian reps. of Kazakhstan, Uzbekestan, Kirgizia, Turkmenistan, Tadzhikistan". (JOHN PAXTAN:- THE STATESMANS YEAR BOOK, WORLD GAZETTEER. 3RD EDITION, MACMILLAN PRESS LONDON. 1986. P. 564.

۲ اس کا کچھ اندازہ اس علاقے میں شامل ریاستوں کے رقبہ سے ہوسکتا ہے مثلاً:۔

قزاقستان:	۱۰۴۹۲۰۰ مربع میل
تاجکستان:	۵۵۳۰۰ مربع میل
ترکمانستان (ترکمنستان):	۱۸۸۵۰۰ مربع میل
قرغیزستان:	۷۶۶۰۰ مربع میل
ازبکستان:	۱۷۲۷۰۰ مربع میل
چینی ترکستان (سنکیانگ/اویغوریا):	۶۳۵۹۰۰ مربع میل
	۲۱۷۸۲۰۰ مربع میل

مزید تفصیل کے ملاحظہ ہو:۔

THE WORLD ALMANAC AND BOOK OF FACTS. NEW YORK. 1997.

۳ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ کین فیلڈ ص ۵۳

THE NEW ENCYCLOPAEDIA BRITANICA, MACROPAEDIA, 15TH EDITION CHICAGO VOL. 12, P.61., DITO VOL.13 P.28., DITO VOL.15 P.732.,DITO VOL.28 P.1079.

مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے:۔

BOSWORTH, C.E. (ED):- IRAN AND ISLAM. EDINBERG UNIVERSITY PRESS. 1971. P.479.

www.toobaaelibrary.com

نیز دیکھئے:-

BOYLE, J.A.(ED):- THE CAMBRIDGE HISTORY OF IRAN. CAMBRIDGE UNIVERSITY PRESS. 1969 - VOL.5 P.3.

﴿۴﴾ کین فیلڈ ص ۵۳

﴿۵﴾ ایضاً

﴿۶﴾ ایضاً ص ۵۴

﴿۷﴾ نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ ص ۶۱، ایضاً جلد ۱۳ ص ۲۸۔

﴿۸﴾ اس میں مندرجہ ذیل ریاستیں شامل ہیں۔

	ریاستیں	تاریخ اعلان آزادی
☆	قرغیزستان	۳۱ اگست ۱۹۹۱ء
☆	ازبکستان	۳۱ اگست ۱۹۹۱ء
☆	تاجکستان	۹ ستمبر ۱۹۹۱ء
☆	قزاقستان	۲۵ اکتوبر ۱۹۹۱ء
☆	ترکمانستان	۲۷ اکتوبر ۱۹۹۱ء

(نقشہ سروے آف پاکستان۔ حکومت پاکستان اسلام آباد طبع اول ۱۹۹۲ء)

﴿۹﴾ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۱۲ ص ۶۱، ایضاً ج ۱۳ ص ۲۸، ایضاً ج ۱۵ ص ۲۳۷، ایضاً ج ۲۸ ص ۱۰۷۹-۱۰۸۴۔ سسلوف حصہ ہارم ص ۴۱۳۔ جان پیکسٹن ص ۵۶۴۔

﴿۱۰﴾ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲۸ ص ۱۰۸۳۔

﴿۱۱﴾ ملاحظہ ہو:-

DANI, AHMED HASSAN: NEW LIGHTS ON CENTRAL ASIA. SANGE-MEEL PUBLICATIONS LAHORE. 1993. P.31.

﴿۱۲﴾ الاصطخری، ابن اسحاق ابراہیم بن الفارسی الکرخی م ۳۵۰ھ: المسالک والممالک: طبع مدینہ لیدن مطبعہ بریل ۱۹۲۷ء، ص ۲۸۶-۲۸۷۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے:-

BARTHOLD, W.:- TURKESTAN DOWN TO THE MONGOL INVASION. INDUS PUBLICATIONS IIIrd EDITION 1981. P.64.

﴿۱۳﴾ آکسس (O X U S) اور جیکسارٹیس (J A X A R T U S) دونوں یونانی نام ہیں جبکہ بالترتیب جیحوں اور سیحوں دونوں نام عربوں کے دیئے ہوئے ہیں۔ ان دونوں دریاؤں کا تذکرہ عہد نامہ عتیق کی کتاب باب دوم: آیت ۱۱، ۱۲ (عہد نامہ عتیق عبرانی سے اردو ترجمہ مطبوعہ لدھیانہ ۱۹۰۸ء ص ۲) میں گی ہون (GIHON) اور پی سون (PISON) کے نام سے ملتا ہے۔ عہد وسطی کے آخر میں ان کے نام متروک ہو کر اموبہ یا آمو دریا اور سیر دریا ہو گئے۔ جیحوں کے خراسان والے کنارے پر ایک شہر "آمل" تھا جہاں سے خراسان کی بڑی سڑک دریا عبور کرنے پر بخارا اور ماوراء النہر جاتی تھی۔ (لی اسٹرنج، جی: جغرافیہ خلافت مشرقی۔ اردو ترجمہ از محمد جمیل الرحمٰن۔ دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰م، ص ۶۱۹)۔ بارتھولڈ لکھتے ہیں کہ آمو دریا کا قدیم آریائی نام، "وخشو"، یا "واخشو" تھا جو کہ لفظ 'وخش' (سرخاب) سے ہے اور جو زمانہ قدیم میں آمو دریا کا سرچشمہ تھا (بارتھولڈ، ترکستان، ص ۶۵)۔ البیرونی کے مطابق گیارہویں صدی عیسوی میں وخش تمام پانیوں اور بالخصوص آمو دریا کا منبع (Spirit - Protector) تھا۔ ریگل کے مطابق وخش کی اصطلاح (سرخاب) کے علاوہ پنج (اسے واخب بھی کہتے ہیں) اور دوسری بہت سی آمو دریا کی معاون ندیوں کے لئے بھی استعمال ہوتی تھی جبکہ مسلم جغرافیہ دان اسے

www.toobaaelibrary.com

جریاب کہتے تھے۔(ایضاً)

﴿۱۴﴾ ایضاً

﴿۱۵﴾ اصطخری نے ماوراء النہر کے محل وقوع کی صراحت اس طرح کی ہے:-"و اما ماوراء النهر فيحيط به من شرقية فامرو راشت و يتاخم الختل من ارض الهند على خط مستقيم و غربية بلا دالغزيه و الخزلجيه من حد طراز ممتد اعلى التقويس حتى ينتهي الى فاراب و بيسكند و سغد، سمرقند و نواحي بخارى الى خوارزم حتى ينتهي الى بحيرتها شماليه الترك الخزلجيه من اقصى بلد فرغانه و جنوبيه نهر جيحون من لدن بدخشان الى بحيره خوارزم على خط مستقيم"(اصطخری ص۲۸۶-۲۸۷)۔

﴿۱۶﴾ ایضاً-دنیا کی چار بہشتوں میں سے ایک سغد (ماوراء النہر) کا بھی شمار کیا جاتا ہے۔(لی اسٹرینج ص۷۱۵)

﴿۱۷﴾ ایضاً ص۶۷۱

﴿۱۸﴾ السُغد یا الصُغد، وسط ایشیا کا ایک علاقہ-قدیم فارسی زبان میں سگدہ، یونانیوں کے نزدیک جیحوں اور سیحوں کا درمیانی علاقہ، متاخر اوستائی میں سغدہ، یونانی میں (SOGDIOI) یا (SOGDIANOI) بمعنی عوام اور (SOGDIANE) میں بمعنی ملک-مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور طبع اول ج ۱۱ ص ۶۵ بعنوان "سغد")۔مختلف کتابوں میں اگرچہ اس نام کو 'س' اور 'ص' دونوں طرح سے لکھا گیا ہے تاہم اکثر کتب حوالہ میں 'س' کا املاء مستعمل ہے۔کسی الجھن اور ابہام سے بچنے کے لئے آئندہ ہم بھی اسے 'س' سے لکھیں گے۔

﴿۱۹﴾ فارسی میں اسے چغانیاں لکھتے ہیں (لی اسٹرینج ص۶۸۲) جبکہ اکثر کتب حوالہ میں اسے 'ص' سے صغانیاں لکھا گیا ہے۔عرب جغرافیہ دان بھی اسے 'ص' سے املاء کرتے تھے اور وہی ہمارے ابتدائی جغرافیائی مآخذ ہیں۔لہٰذا ہم بھی اسے 'ص' سے املاء کریں گے۔وجہ حسب سابق یکسانیت رکھنا اور ابہام سے بچنا ہے۔

﴿۲۰﴾ اصطخری نے اسے ماوراء النہر میں شامل کیا ہے کیونکہ یہ "نہر جریاب اور وخشاب کے مابین ہے اور جریاب جیحوں کی سیدھ میں ہے جو ماوراء النہر سے باہر نہیں ہے"۔(اصطخری ص۱۶۱)

﴿۲۱﴾

DENIS SINOR. (ED).: THE CAMBRIDGE HISTORY OF EARLY INNER......
ASIA: CAMBRIDE UNIVERSITY PRESS. 1990,P. 178..

مرتب اپنے بیانات میں بار بار آثار و تحقیقات کی نارسائی کا اعتراف کرتا ہے۔مثلاً ہنوں کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ قدیم مآخذ میں بھی ناکافی معلومات دستیاب ہیں۔(ایضاً ص۱۷۸)

﴿۲۲﴾ آریاؤں کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔البتہ زیادہ تر اسکالروں کا خیال ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو تقریباً ۴ ہزار سال قبل اپنے مستقر نکلے اور بالائی اور زیریں وادیوں میں پھیل گئے۔جو دریائے سیحوں، بحر ہند اور دجلہ اور گنگا کے درمیان میں موجود تھیں۔

(JAFAREY, ALI A.: SINDHI AND THE SINDHIS IN THE EARLY ARYAN AGE,: SINDH THROUGH THE CENTURIES (ED).HAMIDA KHUHRO. OXFORD UNIVERSITY PRESS KARACHI. 1981,P.64.

مزید دیکھئے کین فیلڈ ص۳۸۔

﴿۲۳﴾ کین فیلڈ کے مطابق "ازمنہ قدیم سے ہی وسط ایشیا کے دشت و جبل، صحرا و نخلستانوں پر ایرانی بولنے والے قابض تھے"(ایضاً ص ۳۶،۳۸)

﴿۲۴﴾ "تاریخ کا آغاز علم الآثار (آرکیالوجی) کے برعکس ہخامنشیوں سے ہوا"(کین فیلڈ ص۳۹)

﴿۲۵﴾

www.toobaaelibrary.com

EMBREE, AINNTIE T. (ED).: ENCYCLOPAEDIA OF ASIAN HISTORY. COLLIER MACMILLAN LONDON. 1988, VOL.1, P.10., WEBSTERS' BIOGRAPHICAL DICTIONARY: G & C MERRIAM CO., SPRINGFIELD, U.S.A. 1953 - P.8

﴿۲۷ ڈینس سائنرص ۱۷۴۔

﴿۲۸ ھوانگ نو (HSIUNG - NU) کی طرح یہ بھی ایک خانہ بدوشانہ سلطنت تھی۔ یوچی اصلاً کانسو Kansu کے رہنے والے تھے۔ یہ اپنے زمانہ عروج میں ایک لاکھ نیزہ بازوں (Bowmen) سے زیادہ فوج کی شہرت رکھتے تھے۔ کانسو سے نکل کر وہ بعد کے زمانوں میں یوچی کلاں اور یوچی خورد کے گروہوں میں منقسم ہوگئے۔ (ڈینس سائنرص ۱۲۷) مزید تفصیل کے لئے دیکھئے وحید احمد: اسلام مشرق میں: ادارہ المجلس کراچی ۱۹۶۱ء۔ ص ۱۴ تا ۱۶۔

﴿۲۹ ایضاً۔ ڈینس سائنر اسے WU-SUN کے نام سے یاد کرتا ہے (ایضاً ص ۱۲۷)۔ وہ یوچیوں کے جانی دشمن تھے۔ (ایضاً ص ۱۵۳، حاشیہ)

﴿۳۰ وحید احمد ص ۱۳۔

﴿۳۱ ایضاً ص ۱۱، دیوار چین کی حفاظت کے لئے چینی جنرل MENGTIEN کی سربراہی میں فوجیوں کی تعداد ۳ لاکھ تھی۔ اس کا باقاعدہ ہیڈ کوارٹر تھا۔ اس جنرل کو ۲۱۰ ق م میں خودکشی پر مجبور کر دیا گیا۔ (ڈینس سائنرص ۱۳۱)

﴿۳۲ وحید احمد ص ۱۵۔ انسائیکلوپیڈیا آف ایشین ہسٹری کے مطابق یوچی ۱۷۰ ق م میں شکست کھانے کے بعد چین کے مغرب (وسط ایشیا کے مشرق میں) پہنچے۔ ۱۲۸ ق م میں دریائے آمو کے شمال میں تسلط حاصل کیا اور ۱۰۰ ق م یا کچھ بعد انہوں نے باختر اور سغد کو فتح کر لیا۔ انہوں نے اپنی سلطنت کو پانچ شیوخ/امراء (Chiefdoms) میں تقسیم کر رکھا تھا جن کو یبغو (YABGU) کہا جاتا تھا۔ ان میں سے ہی ایک یبغو کشان تھا۔ (ملاحظہ ہو ایمبری ج ۲ ص ۳۷۶)۔

﴿۳۳ وحید احمد ص ۱۵۔

﴿۳۴ ایمبری ج ۲ ص ۳۷۷۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۵ ص ۷۴۵۔

﴿۳۵

W.P.AND ZELDA K. COATES: SOVIETS IN CENTRAL ASIA. LONDON 1951 - P.27, SMIRNOV I.I. (ED).: A SHORT HISTORY OF USSR. TRANSLATED FROM RUSSIAN BY GEORGE H. HANNA. PROGRESS PUBLISHERS MOSCOW. 1965. PART.I. P.15.

وانی ج ۱۷۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۶ صفحہ ۷۱۹۔

﴿۳۶ کنشک کے برسر اقتدار آنے کا زمانہ ۷۸۔ تا ۲۲۵ء کے درمیان کا سمجھا جاتا ہے۔ کنشک کا سنہری دور اور اس سے متصل حکمرانوں بادشاہوں (کشکا، وشِشکا/ اور واسودیوا) کا زمانہ سو سال سے زیادہ تسلسل کے ساتھ جاری رہا۔ (ایمبری ج ۲ ص ۳۷۷۔ ڈبلیو پی اینڈ زیلڈا ص ۲۷۔)

﴿۳۷ ایمبری ج ۲ ص ۳۷۷۔ ڈبلیو پی اینڈ زیلڈا ص ۲۷۔

﴿۳۸ ایمبری ج ۲ ص ۳۷۷۔ ایضاً ج ۲ ص ۸۷۔ ڈبلیو پی اینڈ زیلڈا ص ۲۷۔ علاوہ ازیں دیکھئے نقشہ از ڈینس سائنرص ۱۵۰۔

﴿۳۹ ڈینس سائنر کے بقول "ہنوں کے بارے میں موجودہ دور کے مصنفین کو بہت پریشانی ہوئی ہے۔ چنانچہ AMMIANUS MARCELLINUS جو ہمارا سب سے زیادہ قابل اعتماد اور بھرپور مآخذ ہے معترف ہے کہ ہنوں کے بارے میں قدیم مآخذ سے بہت کم معلومات ملتی ہیں" (ڈینس سائنرص ۱۷۸)۔ ایک مقبول عام لیکن غیر مصدقہ خیال یہ ہے کہ ہن HSIUNG - NU کی اولاد ہیں جو اٹھارویں صدی عیسوی کے فرانسیسی مستشرق DEGUIGNES سے ملتا جلتا ہے (ایضاً ص ۱۷۷)۔

www.toobaaelibrary.com

شارٹر آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق، ''ہن ایک لڑنے بھڑنے والی ایشیائی نسل ہے جو خانہ بدوش تھے۔ انہوں نے ۳۷۵ء میں اپنے بادشاہ اٹیلا خان کی سرکردگی میں یورپ کو تاخت و تاراج کیا تھا'' THE SHORTER OXFORD DICTIONARY. OXFORD UNIVERSITY) (PRESS. NEW YORK. 1992. VOL I, P. 997 ۔ ہنوں کو غالباً سائبیریا کے مغربی حصے کا متوطن سمجھتے ہوئے سابر (SABIR) بھی کہا گیا اور بعض اوقات SABIR HUNS یا HUN SABIR کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے (ڈینس سائنر ص ۲۰۰)۔ انہیں آوار (AVARS) بھی کہا گیا۔ (ایضاً ص ۲۰۶)۔ نیز دیکھئے ایضاً ص ۲۱۱، ۲۲۱۔

۴۰ MERRIAM-WEBSTER: WEBSTERS' THIRD NEW INTERNATIONAL DICTIONARY. SPRINGFIELD. U.S.A. 1986 - P.1102.

۴۱ ڈینس سائنر لکھتا ہے کہ اٹیلا خان کی تاریخ پیدائش نامعلوم ہے (ایضاً ص ۱۹۶)، المنجد (الاعلام) کے مطابق اٹیلا خان (ATTILA KHAN) کا عہد حکومت ۴۳۲ء تا ۴۵۳ء تھا۔ (لوئیس معروف:۔ المنجد فی الاعلام: دار المشرق بیروت، الطبعۃ العاشرہ۔ ۱۹۷۶ء، ص ۲۲۔

۴۲ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۶ ص ۱۴۷۔

۴۳ ایرانی انہیں HEPTARAN یا HETALAN، یونانی HEPTHALITE، عرب ھیطل (جمع ھیاطلہ) اور چینی YEDA کہتے ہیں۔ بازنطینی مؤرخ PROCOPIUS کے مطابق یہ بہت جلد ایرانی بن گئے۔ مہذب و متمدن بنے۔ یہ صاف ستھری شکل و صورت والے تھے۔ (دیکھئے ایمری ج ۲ ص ۸۷)۔ ویبسٹر ز کا بیان ہے کہ وہ یوچیوں کی ایک شاخ تھے جس نے روسی ترکستان اور شمال مغربی ہندوستان پر حکومت کی۔ پانچویں/چھٹی صدی عیسوی میں انہیں سفید ھن کہا جاتا تھا۔ (ایضاً ص ۱۰۶۱)

۴۴ ھیطالیوں کیساتھ ساتھ ترکوں نے آوار کا بھی استیصال کر دیا۔ (ڈینس سائنر ص ۲۹۸ تا ۳۰۳، ۳۰۰)۔

۴۵ ایضاً ص ۲۹۷۔ بومین کا لقب خاقان (KHAGAN) تھا (ایضاً)۔

۴۶ ایضاً۔

۴۷ ایضاً۔

۴۸ ایضاً۔

۴۹ ایضاً۔ مغربی سلطنت کا مرکز اقتدار اکتاغ (EKTAGH) تھا۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۸ ص ۱۰۸۵)

۵۰ ڈینس سائنر ص ۲۹۸۔

۵۱ ایضاً۔

۵۲ ایضاً۔

۵۳ ایضاً۔

۵۴ ایضاً۔

۵۵ ڈینس سائنر لکھتا ہے۔

"his might extended from the Pacific to the Western Sea and to Lake Baikal in the north; he subdued all the countries out side China", (dito P.298)

۵۶ ڈینس سائنر ص ۳۰۱

۵۷ یہی وہ شاہراہ تھی جس کے ذریعے سغدی تاجر (جو کہ وسط ایشیا کے ایرانی تھے) صدیوں سے بین البراعظمی تجارت کر رہے تھے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔

www.toobaaelibrary.com

BARTHOLD, V.V.:- FOUR STUDIES ON THE HISTORY OF CENTRAL ASIA. TRANSLATED FROM RUSSIAN BY V. AND T. MINORSKY: LEIDEN.: E.J.BRILL,1962. P.7-8

نیز دیکھئے ڈینس سائنر ص ۳۰۱-۳۰۲۔

۵۸ ایضاً ص ۳۰۱۔

۵۹ ایضاً ص ۳۰۲۔ بارتھولڈ، فورسٹڈیز ج ا ص ۸۔ ڈینس سائنر لکھتا ہے کہ ۵۶۸ء تا ۵۷۶ء کو ترک و بازنطینی تعلقات کا دور عروج قرار دیا جاسکتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۰۴)۔

۶۰ ایضاً ص ۳۰۵

۶۱ ایضاً ص ۳۰۸۔ مشرقی ترک ریاست کے خاتمے کے بعد مغربی ترک ریاست چینی دباؤ کا مقابلہ کرنے کے لئے تنہا رہ گئی۔ منگولیا پر چینی قبضہ ۶۳۰ء میں ہوا۔ اس زمانے میں تنگ یبغو (Tung Yabghu) خاقان مغربی ترک سلطنت پر حاکم تھا (ڈینس سائنر ص ۳۰۸)

۶۲ تانگ حکمران تاؤشنگ کا عرصہ اقتدار ۶۵۰ تا ۶۸۳ء تھا۔ (ڈینس سائنر ص ۳۰۹)۔ ۶۰۹ء میں مغربی ترک ریاست کے حاکم یبغو خاقان کا انتقال ہوگیا۔ جس کے بعد یہ ریاست بھی طوائف الملوکی کا شکار ہوگئی (ایضاً ص ۳۰۹۔)

۶۳ ایضاً۔ ص ۳۱۰۔

۶۴ ایضاً

۶۵ ایضاً ص ۳۱۰-۳۱۱۔ بقول ڈینس سائنر چینی ذرائع میں اس کا نام Ku-to-Lu اور ترکی میں Kutlugh بمعنی FORTUNATE ہے (ایضاً ص ۳۱۱)۔ خاقان التریش (ELTERISH) کے عہد حکومت میں مرکز اقتدار منگولیا تھا۔ اس سلطنت میں خوشحالی اور فروغ کا زمانہ کپاغان (KAPAGHAN، ۶۹۱ تا ۷۱۶ء) اور بیلگہ (BILGE، ۷۱۶ تا ۷۳۴ء) کا ہے۔ (لیکن اس کے بعد یہ سلطنت نصر بن سیار کے ہاتھوں ۷۳۴ء میں ختم ہوگئی)۔ اس دوسری ترک سلطنت (خاقانیت) نے اپنی کم عمری کے باوجود چین، ایران، بازنطینیوں اور ہندوستان سے روابط قائم کیے۔ (ایضاً ص ۳۱۱)

۶۶ ایضاً ص ۲۸۶۔

۶۷ البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر: فتوح البلدان: مکتبۃ النھضۃ المصریہ۔ القاہرۃ ۱۹۵۶ تا ۱۹۵۸ء ج ۲ ص ۴۸۴۔ فتح بدست عبداللہ بن عامر (ایضاً ج ۳ ص ۴۹۹-۵۰۱)۔ ہمارے عربی مآخذوں میں بالعموم اس بات پر اتفاق ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد میں بصرہ کے نئے والی حضرت عبداللہ بن عامرؓ کی زیر قیادت خراسان کی فتح کا آغاز ہوا۔ صرف سیف کی روایت اس سے مختلف ہے۔ سیف کے مطابق جنگ قادسیہ (۱۶ھ/۶۳۷ء) کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے خراسان کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ احنف بن قیس کو اس صوبے کی تسخیر پر مامور کیا گیا۔ انہوں نے ۱۸ھ/۶۳۹ء میں اس طرف پیش قدمی شروع کی۔ طبری کے مطابق احنف بن قیس کی فتوحات (۲۲ھ/۶۴۳ء) میں جنگ نہاوند (۲۱ھ/۶۴۲ء) کے بعد ہوئیں۔ (طبری، مترجم...... ابو علی محمد البلعمی۔ تاریخ طبری کانپور۔ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء (ترجمہ فارسی) جلد اول ص ۲۵۶۹، ۲۶۸۲ - ۲۶۸۴)۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ احنف بن قیس کی ۳۲ھ/۶۵۲ء میں حضرت عبداللہ بن عامرؓ کے نائب کے طور پر سرانجام دی گئی سرگرمیوں کو خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ (ایضاً ص ۲۹۰۷)

۶۸ البلاذری، جلد ۳ ص ۴۹۹-۵۰۱، ۵۰۳۔ لکھنوی، محمد عبدالحئی: الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، مطبع الیوسف لکھنؤ، ۱۳۹۳ھ ص ۱۱۔

۶۹ البلاذری ج ۳ ص ۵۰۴۔

۷۰ گبن فیلڈ ص ۵۳۔

۷۱ ایضاً ص ۳۹۔

۷۲ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۳ ص ۳۲۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۷۳﴾ ایضاً ج ۱۳ ص ۲۸-۳۹ و ایضاً ج ۱۵ ص ۳۴۲-۳۴۷۔ سمرنوف ص ۱۵-۲۹

﴿۷۴﴾ کین فیلڈ ص ۳۸-۳۹۔ کین فیلڈ نے اسے "جنوب کی متمدن آبادیاں" لکھا ہے (ایضاً ص ۳۹)

﴿۷۵﴾ ایضاً ص ۵۴۔

﴿۷۶﴾ ایضاً ص ۴۷۔

﴿۷۷﴾ ایضاً ص ۵۴۔

﴿۷۸﴾ ایضاً ص ۴۷۔

﴿۷۹﴾ ایضاً ص ۴۸۔ ڈبلیو پی اینڈ زیلڈا ص ۲۶-۲۷

﴿۸۰﴾ سلوف، حصہ چہارم ص ۴۱۳۔ وسط ایشیا میں سطح مرتفع، سلسلہ ہائے کوہ، صحرا، بحیرے، جھیلیں اور اہم دریاؤں کا مختصر تذکرہ کچھ یوں ہے:-

سطح مرتفع:-

دو سطح مرتفع مشہور ہیں (۱) پامیر اور (۲) استورت (Usturt)۔ پامیر کے لفظ کا اشتقاق "پائے میر" سے ہے۔ جس کا معنی پہاڑ کی چوٹی کا زیریں حصہ ہے۔ اس کی بلندی چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) فٹ سے بھی زیادہ ہے۔ اس بناء پر اسے بام دنیا بھی کہتے ہیں۔ اس کی سطح مرتفع صاری کول اور موستا آ تا نامی پہاڑوں کی وجہ سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ پامیر کا سلسلہ اپنے جائے وقوع کی بناء پر انتہائی سیاسی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں سابقہ روس، افغانستان، کشمیر، پاکستان، چین، ترکستان اور تبت کی سرحدیں ملتی ہیں۔ اس کی مشہور گھاٹیاں پامیر کلاں، پامیر خورد، پامیر واخان، علی چور کی گھاٹی اور دریائے مرغاب کی وادی ہیں۔ ان تمام وادیوں کے مابین انتہائی بلند پہاڑی سلسلے ہیں جن کی چوٹیوں پر سارا سال برف جمی رہتی ہے۔

استورت:- یہ سطح مرتفع بحیرۂ خزر کے مشرق میں واقع بحیرۂ ارال تک پھیلی ہوئی ہے۔

سلسلہ ہائے کوہ:-

پامیر سے پہاڑوں کے کئی سلسلے شمال مشرق، جنوب مشرق اور جنوب مغرب کی طرف نکلتے ہیں۔ وسط ایشیا سے متعلق مشہور سلسلہ ہائے کوہ تیان شان، ہندوکش اور التائی ہیں۔

صحرا:-

وسط ایشیا میں گوبی، قزل قوم اور قرہ قوم اہم صحرائی خطے ہیں۔

بحیرے اور جھیلیں:-

(۱) بحیرۂ ارال:- وسط ایشیا میں واقع یہ بحیرہ چھیاسٹھ ہزار چار سو اٹھاون (۶۶۴۵۸) مربع کلومیٹر پر محیط ہے۔ جنوب سے آمو اور سیر دریا بھی اس میں آ کر گرتے ہیں۔

(۲) بحیرۂ خزر:- اسے البحر طبرستان، بحر جرجان اور Caspian Sea بھی کہتے ہیں۔ شمال سے دریائے جم (امبا)، یخ (ارال)، شمال مغرب سے اتل (والگا) اور مغرب سے کر (Cyrus) اس میں آ کر گرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جھیل بالکش، جھیل ایسک کول اور قرہ کول (Karakul) یہاں کی مشہور جھیلیں ہیں۔

دریا:-

(۱) سیر دریا:- وسط ایشیا کا ایک بڑا اور اہم دریا (۲) آمو دریا، ترکستان کا ایک اور اہم دریا (ان دونوں دریاؤں کا تذکرہ ہم اس سے قبل کر چکے ہیں۔ (۳) دریائے والگا، (۴) دریائے یورال (۵) دریائے اوب (۶) دریائے ینیسی۔ وسط ایشیاء کے یہ دریا بطور خاص اہم ہیں۔ ان دریاؤں میں درجنوں دوسرے دریا اطراف سے آ کر گرتے ہیں۔

﴿۸۱﴾ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: بارتھولڈ، ترکستان، ص ۸۳۔ ڈبلیو پی اینڈ زیلڈا۔ ص ۲۹۰۔ سمرنوف حصہ اوّل ص ۲۵۔ زمانہ قدیم سے ہی زراعت وسط ایشیا کے باشندوں کے لئے اہم رہی ہے۔ یہاں کا نظام آبپاشی اسلام سے صدیوں پہلے کا ہے۔ مسلمانوں نے اس نظام کو مزید ترقی دی۔ مزروعہ رقبوں میں اضافہ کیا۔ کئی نہریں کھدوائیں۔ پہلے سے پٹی ہوئی نہروں کو قابل استعمال بنایا۔

www.toobaaelibrary.com

سمرقند سے چار فرسخ دور ورغسر کے مقام پر حاکم خراسان اسد بن عبداللہ نے ایک ڈیم تعمیر کروایا اور دریا سے کئی نہریں نکالی گئیں۔ وسط ایشیا میں نظام آبپاشی کی تفصیلات النرشخی، اصطخری، المقدسی اور ابن حوقل کے ہاں ملتی ہیں۔

﴿۸۲﴾ الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر (۲۲۴-۳۱۰ھ): تاریخ الرسل والملوک۔ دارالمعارف مصر طبع ثانی ج ۱ص ۴۳۴۔ بقول طبری منوچہر نے ہر دیہات پر ایک دہقان مقرر کیا ایضاً ج ۱ص ۲۷۹ بارتھولڈ ترکستان ص ۱۸۰)۔ فارسی اشرافیہ کے اس سب سے اعلیٰ اعزاز/لقب کو طبری نے وسط ایشیا کے لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے (طبری طبع مصر ج ۶ ص ۴۶۹-۴۷۳)۔ بخارا کی اشرافیہ کے لئے وسط ایشیا کے خاص القاب واعزازات میں سے لفظ جاموک (Jamuk)، نرشخی نے بھی برتا ہے۔ (النرشخی، ابوبکر محمد بن جعفر (۲۸۶-۳۴۸ھ): تاریخ بخارا۔ ترجمہ فارسی از ابونصر احمد بن محمد بن نصر القباوی؛ نشرات کتابفروشی سنائی شرکت چاپخانہ سعادت۔ بدون سن اشاعت ص ۵)۔ یہی لقب ترکوں کے ہاں بھی ملتا ہے۔ (طبری ج ۳ ص ۱۶۱۳)۔ اس کے علاوہ لفظ ''چاکر'' بمعنی ''نوکر'' جو کہ دراصل بادشاہوں کے ذاتی محافظ ہوتے تھے اور یہ بات قابل فخر اور باعث اعزاز تھی۔ (طبری ج ۲ ص ۱۱۵۹، ۱۴۴۴۔ النرشخی ص ۷-۸، ۲۹، ۴۷، ۴۸، ۶۲۔ سمرنوف ص ۲۵-۲۹)۔

﴿۸۳﴾ اصطخری ص ۳۲۸-۳۳۲= المقدسی، المعروف بالبشاری شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد ابی بکر: احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم۔ طبع ثانیہ مطبع بریل لیدن ۱۹۰۶ء ص ۲۷۸-۲۷۹۔ بارتھولڈ، ترکستان، ص ۸۳، ۱۷۸۔

﴿۸۴﴾ اصطخری ص ۳۲۸۔ آبپاشی کے وسیع اور قدیم نظام کی بدولت ان علاقوں کی زرخیزی بے مثل تھی (المقدسی ص ۳۲۳)۔

﴿۸۵﴾ صرف ابہر کی پیداوار پورے صوبہ سُغد کو دو سال کے لئے کافی ہوتی تھی (المقدسی ص ۲۷۸-۲۷۹)

﴿۸۶﴾ سمرقند میں بستانیت کو فروغ حاصل تھا۔ (اصطخری ص ۳۱۷)۔ ورغم، تاکستانوں (انگوروں کے باغات) کے لئے بہت مشہور تھا۔ (یاقوت الحموی، الشیخ شہاب الدین ابی عبداللہ معجم البلدان۔ دار صادر بیروت۔ ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء بعنوان ورغم ج ۲ ص ۵۶۸)۔ بنجیکث کے نواح میں پھلدار درختوں کی بہتات تھی۔ یہاں کا بادام اور انار تو ذائقے میں بے مثل تھے (بارتھولڈ ترکستان ص ۹۳)۔ بنجیکث (تاشقند) شہر اور اس کے نواح میں باغات بالخصوص تاکستان بکثرت تھے (المقدسی ص ۲۷۶)۔

﴿۸۷﴾ ایضاً ص ۲۷۴۔ اصطخری ص ۲۸۸، ۳۰۳۔ وسط ایشیا کے دیہات زرعی زندگی کے عکاس تھے جب کہ شہر مراکز تجارت تھے۔ یہاں گلہ بانوں اور کاشتکاروں میں تبادلہ اشیاء ہوتا تھا۔ گلہ بان چمڑے، اون، بالوں اور فر کی اشیاء تیار کر کے فروخت کرتے تھے۔ (چینی، بدرالدین: چین وعرب کے تعلقات اور ان کے نتائج۔ انجمن ترقی اردو پاکستان۔ کراچی ۱۹۶۹ء ص ۱۶، ۱۸۵، ۱۸۶۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ ج ۲۸۔ ص ۱۰۸۱)۔

﴿۸۸﴾ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اصطخری ص ۲۹۷، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۳۳، ۳۹۱، ۳۹۲۔ المقدسی ص ۲۷۱۔ طبری طبع مصر ج ۲ ص ۱۴۲۲۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۸۱ باب ہذا۔ گہرگنج سے ایک غلوۃ (تیر پھینکنے کا فاصلہ) کے فاصلے پر ایک لکڑی کا ڈیم تھا جس کے ذریعے دریا کا رخ مشرق کی طرف موڑ دیا گیا تھا (بارتھولڈ ترکستان ص ۱۴۶)۔ اخسیکث کے شہرستان کو بہت سی نہروں سے سیراب کیا جاتا تھا اور یہ نہریں پانی کے بڑے بڑے ذخیروں اور ڈیموں پر جا کر ختم ہوتی تھیں جنہیں بلاشبہ خوبصورت جھیلوں سے تشبیہ دی جا سکتی تھی۔ ان ڈیموں کی دیواریں چونے اور اینٹوں کی ہوتی تھیں۔ (المقدسی ص ۲۷۱)۔

﴿۸۹﴾ بارتھولڈ، فورسٹڈیز ج ۱ص ۱۰۔

﴿۹۰﴾ چین اور عراق کے درمیان خشکی کا راستہ وسط ایشیا سے تھا۔ اس راستے کے مشہور شہر کاشغر، فرغانہ، سمرقند، بخارا اور خوارزم تھے۔ (چینی ص ۱۸۳-۱۸۴)۔

﴿۹۱﴾ وسط ایشیا کے تجارتی راستوں کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو چینی ص ۱۸۔

﴿۹۲﴾ کین فیلڈ ص ۵۴۔

﴿۹۳﴾ ایضاً۔

﴿۹۴﴾ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ج ۲۸ ص ۱۰۸۲۔

www.toobaaelibrary.com

۹۵ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: المقدسی ص ۲۷۴۔ اصطخری ص ۲۸۸، ۳۰۳۔
۹۶ ایضاً ص ۳۰۴۔
۹۷ اصطخری خوارزم کی تجارتی تفصیلات میں علاوہ دیگر باتوں کے یہ بھی بتاتا ہے کہ خوارزمی تاجروں کی نمایاں نشانی لمبی فروائی ٹوپی تھی جو انہیں دوسرے تاجروں سے ممتاز کرتی تھی اور یہ بھی کہ اہل خوارزم کے ترکوں سے گہرے تجارتی روابط تھے۔ (ایضاً ص ۳۰۴-۳۰۵)۔
۹۸ ڈبلیو پی اینڈ زیلڈا۔ ص ۲۷۔

GHIRSHMAN R.: IRAN FROM THE EARLIEST TIMES TO THE ISLAMIC CONQUEST. PENGUIN BOOKS,1961 P.341.

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۸، ص ۱۰۸۰۔
۹۹ ملاحظہ ہو، چینی ص ۱۸۳-۱۸۴ وحاشیہ نمبر ۹۰ باب ہذا۔
۱۰۰ بارتھولڈ ترکستان ص ۸۳، ۱۰۷۔
۱۰۱ ایضاً ص ۸۳۔ اصطخری ص ۳۱۷۔ عہد سامانی میں اس کی آبادی پانچ لاکھ سے زیادہ تھی۔ (ایضاً)
۱۰۲ ارقود ایک قصبہ تھا۔ اس میں بازار تھے۔ فرغانہ اور شاش سے تاجر یہاں آتے تھے۔ (بارتھولڈ، ترکستان ص ۹۸)۔
۱۰۳ یہاں ہر جمعہ اور جمعرات کو بازار لگا کرتے تھے (بارتھولڈ، ترکستان ص ۹۹)۔
۱۰۴ بارتھولڈ، ترکستان، ص ۱۰۷۔ یہاں کے ماخ بازار میں سال میں دو مرتبہ میلہ لگا کرتا تھا۔ (الزشخی ص ۲۵)۔
۱۰۵ بارتھولڈ، ترکستان ص ۱۱۷۔ طبری ج ۲ ص ۱۱۸۶۔
۱۰۶ "قرية من قرى بخارا على ستة فراسخ منها ولها سوق كل اسبوع يوما يجتمع فيها اهل القرى للبيع و الشراء" ۔ (السمعانی، ابی سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی م ۵۶۲ھ:- الانساب، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد۔ ۱۳۸۲ھ بعنوان النجد وانی۔
۱۰۷ المقدسی ص ۲۷۹۔
۱۰۸ یہاں کی مصنوعات اور چیزیں نہایت عمدہ ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ کاث کے ماہرین تعمیرات اپنے فن میں منفرد اور یکتا تھے۔ (المقدسی ص ۲۸۷-۲۸۸)۔
۱۰۹ المقدسی ص ۲۸۸۔ فرانکین ایک بڑا پہاڑی گاؤں تھا (ایضاً)۔
۱۱۰

WILBER, DONALD N.: IRAN PAST AND PRESENT. PRINCETON NEW JERSEY. 1950 P.22

سمرنوف ص ۱۵، ۱۹۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۵ ص ۷۳۳۔
۱۱۱ ایضاً ج ۲۸ ص ۱۰۸۲۔ سمرنوف ص ۱۶۔
۱۱۲ ڈبلیو۔ پی۔ اینڈ زیلڈا ص ۲۷۔
۱۱۳ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۸ ص ۱۰۸۲۔
۱۱۴ کین فیلڈ ص ۵۴۔
۱۱۵ ایضاً ص ۵۴-۵۵۔
۱۱۶ بارتھولڈ، فورسٹڈیز ص ۶-۸۔ کین فیلڈ ص ۵۵۔
۱۱۷ ایضاً۔
۱۱۸ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

۱۱۹﴾ ایضاً۔

۱۲۰﴾ ایضاً ص ۵۶۔

۱۲۱﴾ ایضاً۔

۱۲۲﴾ ڈینس سائزص ۱۵۔

۱۲۳﴾ آریائی مذاہب میں سے ہندومت، جین مت اور چینی مذاہب میں سے کنفیوشس ازم اور تاؤازم وغیرہ میں ان خصوصیات کو انفرادی اور مشترکہ طور پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ویدوں (رگ وید، سام وید، یجروید اور اتھروید) کو مذہبی لٹریچر میں قدیم ترین تصانیف شمار کیا جاتا ہے جن کا زمانہ دو ڈھائی ہزار سال قبل مسیح تک جا پہنچتا ہے۔ ویدوں اور اس قسم کی دوسری تصانیف میں دیو مالائی عنصر بہت زیادہ ہے۔

۱۲۴﴾ ڈینس سائزص ۱۵۔

۱۲۵﴾ ایمر ی ج اص ۱۰۔

۱۲۶﴾ زرتشیت کی اصل تعلیمات میں تصورِ خدا و آخرت، جنت و دوزخ اور فرشتوں پر اعتقاد بھی مخصوص مفہوم میں اگرچہ شامل تھا لیکن ثنویت اور بعد میں ان کے پیروؤں کی طرف سے غلط تشریح، مذہبی کتابوں کی تحریف اور مذہبی رسوم میں جادو منتر وغیرہ شامل کئے جانے کے سبب تعلیمات کی پاکیزگی باقی نہ رہی ہے اور زرتشت کا خواب حقیقت نہ بن سکا۔ بقول پرویز اس مذہب کی اصلی اور حقیقی تعلیم پاکیزہ تھی اور اس کی موجودہ مسخ شدہ صورت اس کی اصل تعلیم کبھی نہیں قرار دی جا سکتی۔ (پرویز، معراج انسانیت: طلوع اسلام کراچی۔ طبع اول ۱۹۴۹ء، ص ۴۹)۔ زرتشت نے یہودیوں کے عقائد کو بھی متاثر کیا۔ چنانچہ زرتشت کے تصورِ خدا، جنت و دوزخ، قیامت، حشر نشر کے عقائد یہودیوں کے ہاں بابل کی جلاوطنی کے بعد پیدا ہوئے۔ (ایمر ی ج اص ۱۰)۔

۱۲۷﴾ باختر/ بلخ کو ہمیشہ سے اہم تاریخی حیثیت حاصل رہی ہے۔ ھخامنشیوں کے زمانہ میں بلخ صوبہ باختر کا صدر مقام تھا۔ پھر چوتھی صدی ق م میں سکندر اعظم کی فتوحات کے بعد اس نے یونانی باختری سلطنت کی حیثیت اختیار کر لی۔ یہاں زرتشتیت، بدھ مت اور اسلام نے یکے بعد دیگرے فروغ پایا۔ (ایمر ی ج اص ۱۲۷)۔

۱۲۸﴾ پرویز ص ۴۷۔

۱۲۹﴾ گوتم بدھ (سدھارتا) ۵۶۳ ق م میں پیدا ہوئے اور ۴۸۸ ق م میں فوت ہوئے عمر ۸۰ سال سے متجاوز تھی۔ (وحید احمد: جامع العقائد دکن ۱۹۶۰ء، ص ۱۵)۔

۱۳۰﴾ کنفیوشس ۵۵۱ ق م میں پیدا ہوا اور لاؤزی (LAOTZE) ۶۰۴ ق م میں۔ یہ دونوں ایک حد تک ہم عصر سمجھے جا سکتے ہیں ان دونوں کی تعلیمات نے چینیوں کے تمدن کو ڈھائی ہزار برس قائم رکھا۔ (وحید احمد، جامع العقائد، ص ۲۰)

۱۳۱﴾ کنفیوشس ازم کا انتساب کنفیوشس کی طرف ضرور ہے لیکن وہ اس کے بانی نہیں۔ کنفیوشس نے (YAS) اور (SHUN) کے اصولوں کی ترویج کی۔ (پرویز ص ۱۰۳)۔ اس کا مذہب الہامی نہیں۔ یہ مذہب عام اخلاقیات میں عمل پر بڑا زور دیتا ہے۔ لیکن عقائد تمام تر توہم پرستی پر مبنی ہیں۔ ان کے ہاں آسمان کی پرستش اور اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے دیوی دیوتاؤں کی پرستش ہوتی ہے اور مندروں میں کنفیوشس کے نام پر قربانی دی جاتی ہے۔ (ایضاً ص ۱۰۵)

۱۳۲﴾ تاؤازم لاؤزی (LAOTZE) کی طرف منسوب ہے لیکن اس کا بانی وہ بھی نہیں۔ (پرویز ص ۱۰۶)۔ یہ کنفیوشس سے پچاس سال بڑا تھا اور لاؤزی کا نام کنفیوشس کا ہی دیا ہوا ہے جس کے معنی "بوڑھا فلسفی" ہیں۔ (ایضاً) یہ مسلک جہالت، توہم پرستی اور بت پرستی کا مجموعہ ہے۔ اس میں تین مجسموں کی پرستش ہوتی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے پرویز ص ۱۰۷)

۱۳۳﴾ ایضاً ص ۹۷۔

۱۳۴﴾ پالی بدھ مآخذ کی رو سے کنشک بدھ مت کا بہت بڑا سرپرست تھا اور اس نے موجودہ پشاور میں ایک بہت بڑا اسٹوپا مٹھ (بہارا پالی میں معنی مندر) بھی تعمیر کروایا تھا۔ (ایمر ی ج ۲ ص ۲۶۷)۔

۱۳۵﴾ ایضاً ج ۲ ص ۲۷۷۔

www.toobaaelibrary.com

۱۳۶ ڈینس سائز ص ۳۰۰
۱۳۷ وحید احمد، جامع العقائد ص ۲۹۔
۱۳۸ ایضاً
۱۳۹ ایضاً
۱۴۰ ایضاً بحوالہ ہسٹری آف پرشیا۔ سائیکس۔
۱۴۱ ابن الندیم محمد بن اسحاق: الفہرست، ترجمہ مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۶۹ء ص ۶۹۴۔
۱۴۲ ڈینس سائز ص ۳۴۵۔
۱۴۳ ایضاً ص ۳۲۰۔
۱۴۴ ایضاً ص ۳۲۴۔ مانی ۲۱۵ء میں بابل کے قریب پیدا ہوا۔ ۲۴ سال کی عمر میں اس نے پیغمبری کا اعلان کیا۔ مذہب مانی میں بارہ (۱۲) پیشوا، بہتر (۷۲) برگزیدگان اور اس کے علاوہ مومنین ہوتے تھے۔ یہ سب اتوار کو جمع ہوتے۔ مذہبی سرود پڑھتے، گوشت کھاتے، شراب پینے کا حکم نہ تھا۔ عورتوں سے دور رہنا ثواب تھا۔ مانی زرتشت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قائل تھا۔ (ملاحظہ ہو نثار احمد، پروفیسر ڈاکٹر: نقش سیرت۔ کراچی ۱۹۶۸ء ص ۱۷۳) مانی مذہب کا آغاز تیسری صدی عیسوی میں ہوا۔ یہ مذہب مسیحیت و مجوسیت کا آمیزہ تھا۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی اس (مانویت میں نور و ظلمت کا ایسا گورکھ دھندا تھا جس سے آخر تک اس قوم کو نکلنا نصیب نہ ہوا۔ اس مذہب نے تجرد کی زندگی اختیار کرنے کی ہدایت کی اور عورتوں سے نکاح کو حرام ٹھہرایا۔ بہرام نے ۲۷۶ء میں مانی کو یہ کہتے ہوئے قتل کر ڈالا کہ یہ تو دنیا کو تباہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ بانی مذہب کے قتل ہونے کے باوجود اس مذہب کے اثرات صدیوں ایران میں قائم رہے اور اسلامی فتح کے بعد تک ان کے اثرات باقی رہے (ایضاً) مانویت کے رد عمل میں (جس نے نکاح حرام اور تجرد کی ہدایت کی تھی) مزدکیت پیدا ہوئی جس نے دولت اور عورت کو سب کے لئے عام کر دیا۔ اس اباحت عام سے پورا ملک جنسی بحران میں ڈوب گیا۔ اسے عروج اس وقت ملا جب قباد (۴۸۸تا۵۳۱ء) نے اس کی سرپرستی قبول کی۔ آخر کار انوشیرواں عادل (۵۳۱-۵۷۹ء) نے اس مذہب کے ایک لاکھ سے زیادہ پیروں کو قتل کر ڈالا۔ (ایضاً ص ۱۷۴)۔
۱۴۵ ڈینس سائز ص ۳۲۵۔
۱۴۶ ایضاً ص ۳۳۱۔
۱۴۷ ایضاً
۱۴۸ ایضاً ص ۳۲۵۔
۱۴۹ ایضاً ص ۳۲۸۔
۱۵۰ ایضاً ص ۳۲۹۔
۱۵۱ ایضاً ص ۳۳۴۔
۱۵۲ مثلاً کچھ ایسے سنگریزے (Pebbles) تھے جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ بارش برسانے، دھوپ نکالنے اور سردی گرمی پیدا کرنے میں انہیں حسب خواہش جادوئی اثر حاصل تھا۔ ان سنگریزوں پر صرف شاہ تغوز الغوز (Toghuz-ghuz) کو ہی قبضہ و تصرف حاصل تھا یا مثلاً (Otukan) کے مقدس جنگل کے بارے میں ان کا عقیدہ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ڈینس سائز ص ۳۳۴-۳۳۵
۱۵۳ وحید احمد، جامع العقائد ص ۲۰ بحوالہ Historian History of the World Vol. XXLV:
۱۵۴ البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر (م ۲۹۷ھ):- فتوح البلدان۔ M.J.deGoëge (Ed). لیڈن ۱۸۶۶ء ص ۳۰۹-۳۱۶۔ الطبری، محمد ابن جریر:- تاریخ طبری M.J.de Geoge (Ed). لیڈن ۱۸۷۹ء۔ ۱۹۰۱ء، ج اول۔ ص ۲۵۶۹
۱۵۵ ابن سعد، محمد (م ۲۳۰ھ):- الطبقات الکبیر Sachauet al (Ed). لیڈن ۱۹۰۵-۱۹۲۱ء۔ ج اول ص ۲۳۔ البلاذری

www.toobaaelibrary.com

۱۸۶۶ء ص ۳۳۴۔ الطبری ۱۹۰۱ء ج ۱ ص ۲۸۳۶۔ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب:۔ تاریخ۔ (Ed.) M.T.Houtsman
لیڈن ۱۸۸۳ء، ج ۲ ص ۱۹۲۔

﴿۱۵۶ البلاذری ۱۸۶۶ء ص ۴۰۸۔
GIBB,H.A.R:- THE ARAB CONQUESTS IN CENTRAL ASIA. LONDON, 1923. P=15,28- بارتھولڈ۔ ترکستان ص ۶۔

﴿۱۵۷ البلاذری ۱۸۶۶ء ص ۴۰۹۔ یعقوبی ج ۲ ص ۲۶۴۔

﴿۱۵۸ ایضاً۔ الطبری ۱۹۰۱ء ج ۲ ص ۸۱-۸۴، ۱۰۹-۱۱۱۔

﴿۱۵۹ حضرت الحکم بن عمرو الغفاریؓ فاتح صغانیاں صحابی تھے۔ البلاذری سے روایت ہے، "سمعت عبدالله بن مبارك يقول لرجل من اهل الصغانيان كان يطلب معنا الحديث۔ أتدرى من فتح بلادك؟ قال لا، قال فتحها الحكم بن عمرو الغفاریؓ"، (م ۵۰ ھ)۔ (البلاذری، احمد بن یحیٰی بن جابر:۔ فتوح البلدان۔ القاہرہ ۱۹۵۶ء ج ۳ ص ۵۰۶)۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ابن الاثیر، عز الدین ابی الحسن:۔ الکامل فی التاریخ، دار صادر بیروت ۱۳۵۸ھ / ۱۹۶۵ء ج ۳ ص ۴۵۵-۴۵۶۔ الطبری ۱۹۰۱ء ج ۲ ص ۱۵۶۔

﴿۱۶۰ ایضاً ج ۲ ص ۸۵۔ ابن اعثم الکوفی الکندی، ابو محمد احمد:۔ کتاب الفتوح۔ فارسی ترجمہ از محمد بن احمد المستوفی الھروی، بمبئی ۱۸۸۲ء / ۱۳۰۰ھ ج ۱ ص ۱۷۰۔

﴿۱۶۱ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ البلاذری ۱۸۸۶ء ص ۴۱۰۔ الطبری ۱۹۰۱ء ج ۲ ص ۱۵۶۔ ۱۶۱۔

﴿۱۶۲ گب، عرب فتوحات، ص ۱۷-۱۹۔

﴿۱۶۳ ایضاً ص ۱۹۔ ۲۰۔

﴿۱۶۴ ملاحظہ ہو۔ الطبری ۱۹۶۴ء ج ۶ ص ۴۲۴۔ الحنبلی، ابن العماد ابی الفلاح م ۱۰۸۹ھ: شذرات الذھب فی اخبار من ذھب۔ مکتبۃ القدسی الازھر قاہرہ، ۱۳۵۰ھ، ج ۱ ص ۹۶۔ ابن الاثیر ۱۹۶۵ء ج ۴ ص ۵۲۳۔

﴿۱۶۵ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: گب، عرب فتوحات ص ۲۹۔ ۵۷۔

﴿۱۶۶ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ابن الاثیر ۱۹۶۵ء، ج ۴ ص ۵۲۳-۵۲۴۔

﴿۱۶۷ ایضاً۔ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۱۶-۵۱۷۔

﴿۱۶۸ ایضاً۔ ج ۳ ص ۵۱۶۔ ابن الاثیر ۱۹۶۵ء، ج ۴ ص ۵۲۳۔

﴿۱۶۹ ایضاً۔

﴿۱۷۰ ایضاً ج ۴ ص ۵۲۸-۵۲۹۔ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۱۷۔

﴿۱۷۱ ایضاً۔ ابن الاثیر ۱۹۶۵ء، ج ۴ ص ۵۳۵-۵۳۶۔ الدینوری، ابو حنیفہ احمد بن داؤد (م ۲۸۲ھ):۔ الاخبار الطوال۔ ترجمہ اردو مرزا محمد منور، مرکزی اردو بورڈ لاہور۔ ص ۵۴۸-۵۴۹۔

﴿۱۷۲ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۱۷۔ ابن الاثیر ۱۹۶۵ء، ج ۴ ص ۵۷۰۔

﴿۱۷۳ ایضاً ج ۴ ص ۵۶۹۔

﴿۱۷۴ ایضاً ج ۴ ص ۵۷۰۔ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۱۸۔

﴿۱۷۵ ایضاً۔ ابن الاثیر ۱۹۶۵ء، ج ۴ ص ۵۷۱۔

﴿۱۷۶ ایضاً ج ۴ ص ۵۸۱۔ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۱۸۔

﴿۱۷۷ ایضاً ج ۳ ص ۵۱۹

﴿۱۷۸ ایضاً۔

﴿۱۷۹ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

۱۸۰﴾ الطبری ۱۹۶۴ء، ج ۶ ص ۵۰۰-۵۰۴-ابن الاثیر ۱۹۶۵ء، ج ۵ ص ۵-۷

۱۸۱﴾ ۸۶ھ/۷۰۵ء میں قتیبہ نے بادغیس کے ھیاطلہ حکمران نیزک سے ایک معاہدہ کیا جس کے مطابق نیزک نے مسلمانوں کی مہمات میں شرکت کی پابندی کو قبول کیا اور بخارا کے خلاف (۸۷-۹۰ھ/۷۰۶-۷۰۹ھ میں) نیزک نے اپنے عہد کی پاسداری بھی کی۔(البلاذری ۱۸۶۶ء، ص ۴۲۰۔یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۲)۔

۱۸۲﴾ الطبری ۱۹۰۱ء، ج ۲ ص ۱۲۰۴، ۱۲۹۱-۱۲۹۲۔البلاذری ۱۸۶۶ء، ص ۳۳۷۔یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۲۔

۱۸۳﴾ گب، عرب فتوحات ص ۳۶۔

۱۸۴﴾ ایضاً ص ۳۷۔

۱۸۵﴾ ملاحظہ ہو برائے تفصیل الطبری ۱۹۰۱ء، ج ۲ ص ۱۲۲۰-۱۲۲۴۔

۱۸۶﴾ ایضاً ص ۱۲۲۵۔

۱۸۷﴾ گب، عرب فتوحات ص ۸۱۔

۱۸۸﴾ SHABAN,M.A:- THE ABBASID REVOLUTION, CAMBRIDGE,1970.P-63

۱۸۹﴾ الطبری ۱۹۰۱ء، ج ۲ ص ۱۲۱۸-۱۲۱۹۔

۱۹۰﴾ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۲۹۔

۱۹۱﴾ ملاحظہ ہو:-گب، عرب فتوحات ص ۲۹-۳۱۔

۱۹۲﴾ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-الطبری ۱۹۰۱ء، ج ۲ ص ۱۶۰۹-۱۶۱۲۔ گب، عرب فتوحات، ص ۸۳-۸۴۔

۱۹۳﴾ الطبری ۱۹۶۴ء، ج ۷ ص ۱۷۴-۱۷۷۔بارتھولڈ، ترکستان ص ۱۹۲۔

۱۹۴﴾ ایضاً ص ۱۹۵۔ابن الاثیر ۱۹۶۵ء، ج ۵ ص ۴۴۹۔

۱۹۵﴾ ایضاً

۱۹۶﴾ ایضاً۔الطبری ۱۹۶۴ء، ج ۷ ص ۴۶۰، ۴۶۳-۴۶۴۔الثعالبی عبدالملک:-لطائف المعارف، طبع جونگ (JONG) سن اشاعت نامعلوم ص ۱۲۶۔

۱۹۷﴾ اٹلس مذکورۂ ذیل میں رنگوں کے حسین امتزاج سے مسلم مملکت کی وسعت اور رقبہ دکھایا گیا ہے۔

ROOLVINK,R.DR.(ED).:- HISTORICAL ATLAS OF THE MUSLIM PEOPLES. NETHERLAND.DJAMBATAN N.K.1957.A.D.- P.7-

۱۹۸﴾ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۰۶۔

۱۹۹﴾ ایضاً ج ۳ ص ۵۱۶-۵۱۸۔

۲۰۰﴾ ایضاً ج ۳ ص ۵۲۹۔

۲۰۱﴾ شبلی نعمانی:-مقالات شبلی۔مطبع معارف۔اعظم گڑھ۔۱۳۷۱ھ/۱۹۸۰ء، ج ۳ ص ۵۔

۲۰۲﴾ ابن سعد، محمد۔(م ۲۳۰ھ)۔الطبقات الکبریٰ۔دار صادر بیروت ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء ج ۷ ص ۲۸-۲۹، ۳۶۶-۳۶۸۔ایضاً ج ۴ ص ۲۹۸۔۳۰۰

۲۰۳﴾ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۰۷۔

۲۰۴﴾ خلیفہ بن خیاط:-کتاب الطبقات۔مطابع وزارۃ الثقافۃ والسیاحۃ والارشاد القومی۔دمشق ۱۹۶۶ء۔ج ۱ ص ۲۷ نمبر ۱۹۱، ۱۹۲۔ایضاً ج ۲ ص ۸۲۹۔نمبر ۳۱۰۵، ۱۳۵۴۔

۲۰۵﴾ الطبری ج ۲، ص ۸۵۔ ابن اعثم الکوفی ج ۱ ص ۱۷۰۔

۲۰۶﴾ خلیفہ بن خیاط، ج ۱ ص ۲۷۔زیر نمبر ۱۹۱، ۱۹۲۔ ایضاً ج ۲، ص ۸۲۹ نمبر ۳۱۰۵، ۱۳۵۴۔ایضاً ج ۲ ص ۸۲۹ نمبر ۳۱۰۶۔ایضاً ج ۱ ص ۶۷۹۔ایضاً ج ۲ ص ۸۲۹-۸۳۰ زیر نمبر ۳۱۰۷، ۶۸۰، ۱۳۶۶، ۳۱۰۸۔ایضاً ج ۱ ص ۲۴۱ نمبر ۶۸۰۔

www.toobaaelibrary.com

۲۰۷﴾ الحاکم نیشاپوری، ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ: معرفۃ علوم الحدیث۔القاہرہ مطبعۃ دارالکتب المصریۃ ۱۹۳۷ء، ص ۱۹۴۔
۲۰۸﴾ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۱۶-۵۱۸۔
۲۰۹﴾ الحاکم النیشاپوری ص ۱۹۸-۱۹۹۔
۲۱۰﴾ الحنبلی ج ۱ ص ۱۲۴-۱۲۵۔
۲۱۱﴾ ابن سعد ۱۹۸۵ء، ج ۷ ص ۳۶۸۔ الحنبلی ج ۱ ص ۱۳۴۔
۲۱۲﴾ البلاذری ۱۹۵۶ء، ج ۳ ص ۵۲۴۔
۲۱۳﴾ ایضاً ج ۳ ص ۵۲۶۔
۲۱۴﴾ "من بنی کنانہ، و کان من اھل البصرۃ"۔ (ابن سعد ۱۹۸۵ء، ج ۷ ص ۳۶۸)۔ موسیٰ بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن یعمر کو دیکھا۔ وہ مرو کے قاضی تھے اور بازار اور راہ ہر دو گاہ فیصلہ کرتے تھے حتیٰ کہ اگر دو شخص ان کے پاس جھگڑتے ہوئے آتے اور وہ گدھے پر سوار ہوتے تو گدھے کو ٹھہرا لیتے اور ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیتے۔ (ایضاً۔ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۱ زیر نمبر ۳۱۰۹)۔
۲۱۵﴾ ایضاً ج ۲ ص ۸۳۱ زیر نمبر ۳۱۱۰۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ طلحہ، قیس بن النعمان اور ابن عباسؓ سے روایت کرتے تھے جبکہ ان سے قتادہ اور عوف نے روایت کی۔ (ابی حاتم رازی م ۳۲۸ھ: کتاب الجرح والتعدیل۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء۔ ج ۱/۲ ص ۵۶۸۔ زیر نمبر ۲۵۷۷)۔
۲۱۶﴾ ایضاً ۲/۲ ص ۱۳ نمبر ۶۱۔ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۱ زیر نمبر ۳۱۱۱۔
۲۱۷﴾ ایضاً ج ۲ ص ۸۳۱ زیر نمبر ۳۱۱۲۔ ابی حاتم رازی ج ۲/۱ ص ۱۰۲ زیر نمبر ۴۵۸۔
۲۱۸﴾ خضری بک، شیخ محمد: تاریخ فقہ اسلامی۔ ترجمہ عبدالسلام ندوی دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۳۴۶ء، ص ۲۰۵-۲۰۶۔
۲۱۹﴾ الحاکم النیشاپوری ص ۱۹۸-۱۹۹۔
۲۲۰﴾ ابو زہرہ، محمد: ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقہہ۔ دار الفکر العربی مصر ص ۱۵۔
۲۲۱﴾ الحنبلی ج ۱ ص ۱۹۳۔
۲۲۲﴾ ابن سعد ج ۷ ص ۳۶۸۔ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۲ زیر نمبر ۳۱۱۵۔
۲۲۳﴾ ایضاً۔ زیر نمبر ۳۱۱۶۔ ابن سعد ج ۷ ص ۳۷۴۔
۲۲۴﴾ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۲ زیر نمبر ۳۱۱۷۔ ابی حاتم رازی ج ۳/۲ ص ۲۵۶ زیر نمبر ۱۴۰۴۔
۲۲۵﴾ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۲ زیر نمبر ۳۱۱۸۔ ابن سعد ۱۹۸۵ء، ج ۷ ص ۳۷۰۔
۲۲۶﴾ ایضاً۔ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۲ نمبر ۳۱۱۹۔
۲۲۷﴾ ایضاً ج ۲ ص ۸۳۳ نمبر ۳۱۲۰۔ ابن سعد ۱۹۸۵ء، ج ۷ ص ۳۷۰۔
۲۲۸﴾ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۳ نمبر ۳۱۲۲۔ ابی حاتم رازی ج ۳/۲ ص ۴۷ نمبر ۲۶۴۔
۲۲۹﴾ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۴ نمبر ۳۱۲۵۔ ابی حاتم رازی ج ۲/۲ ص ۴۰۸ نمبر ۱۸۹۱۔
۲۳۰﴾ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۴ نمبر ۳۱۲۶۔ ابی حاتم رازی ج ۳/۱ ص ۲۸۲ نمبر ۱۵۶۰۔
۲۳۱﴾ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۴ نمبر ۳۱۲۸۔ ابی حاتم رازی ج ۲/۱ ص ۳۹۷ نمبر ۱۷۳۵۔
۲۳۲﴾ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۴ نمبر ۳۱۲۹۔ ابی حاتم رازی ج ۲/۲ ص ۳۲۲ نمبر ۱۵۲۹۔
۲۳۳﴾ ایضاً ج ۳/۱ ص ۶۶ نمبر ۳۴۷۔ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۴ نمبر ۳۱۳۰۔
۲۳۴﴾ ایضاً ج ۲ ص ۸۳۵ نمبر ۳۱۳۱۔ ابی حاتم رازی ج ۲/۲ ص ۲۱۹ نمبر ۱۰۳۱۔
۲۳۵﴾ ایضاً ج ۴/۱ ص ۴۰۷ نمبر ۲۱۵۷۔ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۵ نمبر ۳۱۳۲۔
۲۳۶﴾ ایضاً ج ۲ ص ۸۳۵ نمبر ۳۱۳۳۔ ابی حاتم رازی ج ۱/۲ ص ۴۳-۴۴ نمبر ۱۸۵۔
۲۳۷﴾ ایضاً ج ۱/۱ ص ۱۰۷ نمبر ۳۰۷۔ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۸۳۵ نمبر ۳۱۳۵۔

www.toobaaelibrary.com

۲۳۸﴾ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور جب آپ ﷺ نے آیت " واخرین منھم لما یلحقوا بھم " (۶۲-۳) کی تلاوت فرمائی تو حاضرین میں سے کسی نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہیں جو ابھی تک ہم سے نہیں مل سکے؟ آپ ﷺ نے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی۔ سائل کے بار بار استفسار پر آپ ﷺ نے مجلس میں موجود حضرت سلمان فارسیؓ پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا:۔"لو کان الایمان عند الثریا لناله رجال من هولاء" (اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوا تو ان میں سے کچھ لوگ اس کو پا لیں گے)(امام بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل :۔ صحیح بخاری۔ المکتبۃ الاسلامیہ۔ استنبول ترکی۔ بدون سن اشاعت۔ کتاب التفسیر سورہ جمعہ۔ ج ۶ ص ۶۳۔ امام مسلم، ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری م ۲۶۱ ھ:۔ صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی لبنان۔ الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۷۲ء، باب فضل فارس ج ۴ ص ۱۹۷۲ حدیث نمبر ۲۵۴۶۔ امام ترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ م ۲۹۷ ھ:۔ الجامع الصحیح وھو سنن الترمذی، داراحیاء التراث العربی بیروت۔ بدون سن اشاعت۔ کتاب التفسیر سورۃ جمعہ ج ۵ ص ۴۱۳، ۴۱۴ (حدیث نمبر ۳۳۱۰) اور اسی باب میں یہ روایت "والذی نفسی بیدہ" کے ساتھ موکد بہ قسم آئی ہے (ایضاً) اور مسند امام احمد میں ہے:۔"لو کان العلم بالثریا لتناوله ناس من ابناء فارس" یعنی اگر علم ثریا کے پاس بھی ہوا تو نسل فارس کے کچھ لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔ (امام احمد بن حنبل:۔ مسند احمد، طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۳ھ، ج ۲ ص ۴۲۴)۔

۲۳۹﴾ ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں " خبر دادند کہ از فارس رجال علماء پیدا خواہند شد، کبار محدثین بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجه و دارمی و دار قطنی و حاکم و بیهقی وغیر ایشاں ہم از فارس پیدا شد ند......... بلکه امام ابو حنیفه و یاران ماوراء النهر و خراسانی او نیز از اہل فارس اندو درمیان ایں بشارت داخل " ۔(شاہ ولی اللہ:۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، طبع صدیقی بریلی، ج ۱ ص ۲۷۱)۔

❀❀❀❀

www.toobaaelibrary.com

باب دوم

امام ابو حنیفہؒ ....حیات و عہد

چونکہ ہمارا موضوع بحث ''وسط ایشیا میں فقہ حنفی کا ارتقاء'' ہے اس لئے اپنے مطالعہ کے پہلے مرحلے میں ہم بطور ظرف سرزمین وسط ایشیا کے معاشرہ اور تہذیب و تمدن کا تاریخی جائزہ باب اول میں پیش کر چکے ہیں۔ موضوع تحقیق کا دوسرا جزو چونکہ فقہ حنفی کی نشو ونما اور چوتھی پانچویں صدی ہجری میں اس کے ارتقاء پر مشتمل ہے لہٰذا اب دوسرے مرحلے میں فقہ حنفی کے تعارف و مبادیات اور اس کے اصول و خصوصیات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ تاہم ان تمام پہلوؤں کی معنویت اس وقت ظاہر ہو سکے گی جبکہ اس مکتبۂ فقہ کے بانی و مؤسس اور منسوب الیہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کر لی جائیں، کیونکہ بدیہی طور پر فقہ حنفی کے بارے میں کوئی مطالعہ اور کسی جہت سے اس کی نشو ونما کا جائزہ خود امام صاحب کے سوانح، ان کے نام و کام کو جانے بغیر نہیں کیا جا سکتا نیز ان کی قدر آور شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ بہت ضروری ہے۔

نام و نسب

امام ابو حنیفہ کا نام و نسب جیسا کہ عام طور پر مشہور و معلوم ہے امام صاحب کے پوتے عمر بن حماد بن ابو حنیفہ کے بیان کے مطابق:-

''نعمان بن ثابت بن زوطی'' ہے﴿۱﴾۔

امام صاحب کے ایک اور پوتے اسمٰعیل بن حماد بن ابو حنیفہ کی روایت میں آپ کا نام:-

''نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان'' ہے﴿۲﴾۔

عمر بن حماد اور اسمٰعیل بن حماد کی روایات میں تطبیق نکالتے ہوئے شبلی لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے دادا کا نام اسلام لانے پر زوطی سے بدل کر نعمان رکھ دیا گیا تھا﴿۳﴾۔

www.toobaaelibrary.com

خاندان

اسمٰعیل بن حماد کہتے ہیں کہ ہمارے دادا ابو حنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ﴿۴﴾۔ یہی روایت تواتر اور کثرت سے پہنچی ہے ﴿۵﴾ اور اسی پر جملہ مؤرخین کا اتفاق ہے۔ نیز یہی سن ولادت خود امام صاحب سے منقول ہے ﴿۶﴾ امام صاحب کی ولادت کوفہ ﴿۷﴾ میں ہوئی ﴿۸﴾۔ امام صاحب کے والد ثابت پیدائشی مسلمان تھے ﴿۹﴾۔ ثابت کو ان کے والد نعمان حضرت علیؓ کے پاس دعائے برکت کے لئے لے گئے تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو فالودہ پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے ثابت کے لئے برکت کی دعا بھی فرمائی ﴿۱۰﴾۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کے دادا مسلمانوں کے مقتدر حلقوں میں معروف و معتبر تھے اور ان کے گھرانے کی نہج خالصتاً اسلامی تھی لہٰذا تہذیب و تربیت میں بھی اسلامی رنگ نمایاں تھا۔ چنانچہ یہ بات گویا مسلمہ ہے کہ امام صاحب نے ایک خالصتاً مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی تھی ﴿۱۱﴾۔

امام صاحب کی اصل و نسل کے بارے میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ انہیں کوئی عرب بتاتا ہے، کوئی افغانی، کابلی، کوئی باپ کو ایرانی، ماں کو سندھی۔ تاریخ بغداد میں خطیب نے علاوہ کابل، بابل، انبار، ترمذ اور نساء کے ایک روایت ان کے نبطی ہونے کی بھی درج کی ہے ﴿۱۲﴾۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول ابن سیرین کو ابو حنیفہ پر چوٹ کرنی ہوتی تو نبطی زادہ ہی کہا کرتے تھے ﴿۱۳﴾۔ مجملاً امام صاحب فارسی النسل تھے مگر غلام نہ تھے ﴿۱۴﴾۔

ابتدائی حالات

امام صاحب کی ولادت عبدالملک بن مروان کے عہد اقتدار میں ہوئی۔ امام صاحب نے بچپن ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا ﴿۱۵﴾ اور قراء سبعہ میں سے ایک بڑے قاری امام عاصم کوفی م ۱۲۷ھ سے تحصیل قرأت بھی کر لی ﴿۱۶﴾۔ امام صاحب کے عہد طفولیت میں متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ تابعین عظام بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ ابن العماد الحنبلی نے شذرات الذہب میں امام صاحب کی چھ (۶) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملاقات کا بصورت نظم ذکر کیا ہے ﴿۱۷﴾۔ سیوطی کے مطابق امام صاحب نے سات (۷) اصحاب رسول ﷺ سے ملاقات کی تھی ﴿۱۸﴾۔

الکردری نے مزید دو صحابہ حضرت سہیل بن سعدؓ م ۹۶ھ اور حضرت ابو الطفیلؓ م ۱۰۲ھ کے اسماء کا ان ناموں پر اضافہ کیا ہے ﴿۱۹﴾۔ ابن حجر الہیثمی نے مزید پانچ اسمائے صحابہ نقل کئے ہیں ﴿۲۰﴾۔

سیوطی کے مطابق خود امام ابو حنیفہ کا بیان ہے کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ ۹۴ھ میں

www.toobaaelibrary.com

کوفہ تشریف لائے۔ میں نے انہیں دیکھا اور ان سے حدیث سنی جبکہ میں چودہ (۱۴) برس کا تھا ﴿۲۱﴾۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور میں نے ۹۶ھ میں سولہ (۱۶) برس کی عمر میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ حج کیا۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک بڑا حلقہ دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ حلقہ کس کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدیؓ صحابیٔ رسول ﷺ ہیں۔ میں آگے بڑھا میں نے سنا وہ فرمارہے تھے:-

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تفقه فی دین اللہ تعالیٰ کفاہ اللہ همه ورزقه من حیث لا یحتسب" ﴿۲۲﴾.

ان حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ:-

۱) امام صاحب اپنی ابتدائی زندگی میں ہی نہ صرف یہ کہ صحابہ کی رویت وزیارت سے مشرف ہوئے بلکہ ان سے حدیث بھی سنی۔

۲) اس زمانے میں جبکہ مکہ ومدینہ علوم القرآن والحدیث کے بڑے مراکز تھے، امام صاحب کا سولہ (۱۶) برس کی عمر میں حج اور سماع حدیث نہ صرف یہ کہ ان کی خوش بختی اور خوش ذوقی کی دلیل ہے بلکہ ہم اسے ان کے اسفار علمی میں بھی شمار کرسکتے ہیں۔

۳) امام صاحب کی زندگی دوسرے لوگوں سے بایں طور مختلف رہی کہ انہوں نے لایعنی مصروفیات اور لہو ولعب سے اپنے آپ کو آلودہ نہیں کیا اور لاابالی پن وغیر سنجیدگی سے بھی کوئی سروکار نہیں رکھا۔

مشاغل ومصروفیات

امام ابوحنیفہ کے دادا اور والد خز ﴿۲۳﴾ کے بڑے تاجر تھے ﴿۲۴﴾۔ خود امام صاحب نے بھی اپنے آبائی پیشہ تجارت کو اپنایا۔ یہاں تک کہ والد کے انتقال کے بعد جملہ کاروباری ذمہ داریاں ان کے کاندھوں پر آن پڑیں۔ امام صاحب کے تاجر پیشہ ہونے پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے ﴿۲۵﴾۔ البتہ ان کے تاجر ہونے کی نوعیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے کپڑے کی تجارت کو ہمہ جہت انداز سے منظم کر رکھا تھا۔ جس میں خزبافوں سے معاملہ، کپڑے کی درجہ بندی، اس کے حسن وقبح، معیار ومقدار کی جانچ، تھوک وپرچون بیوپار کا انتظام، نقد ادھار لین دین اور اس کا تحریری حساب، تیار مال کی نکاسی اور طلب ورسد کے لحاظ سے اسے بازار (مارکیٹ) اور عام خریداروں تک پہنچانا نیز اپنے ملازموں، کارکنوں اور کارندوں کی دیکھ بھال، اجرت اور تنخواہ وغیرہ کے تمام معاملات شامل ہیں۔

امام صاحب نے تجارت وکاروبار کی ذمہ داریوں کو پورے تنوع کے ساتھ نبھایا۔ چنانچہ ایک طرف تو ان

www.toobaaelibrary.com

کے ہاں نہایت اعلیٰ قسم کا خز دستیاب ہو سکتا تھا تو دوسری طرف دار عمرو بن حریث ﴿۲۶﴾ میں اس کی تیاری کا عمدہ انتظام تھا جہاں بیسیوں خزباف رہتے تھے ﴿۲۷﴾۔ نیز کاروبار کو انہوں نے اتنے بڑے پیمانے پر منظم کیا ہوا تھا کہ ممالک اسلامیہ کے مختلف شہروں میں ان کے کارندے، تجارتی نمائندے اور شریک کار موجود تھے۔ مثلاً مشرقی صوبوں (وسط ایشیا) میں، جیسا کہ موفق مکی نے لکھا ہے کہ ان کے شریک کار حفص بن عبدالرحمٰن تھے۔

" کان حفص بن عبد الرحمن شریک ابی حنیفة" ﴿۲۸﴾۔

اسی طرح مرو کے قاضی ابو غانم یونس بھی آپ کے شریک تجارت تھے ﴿۲۹﴾۔ ایسے ملازم الگ تھے جنہیں آپ تجارتی سامان دے کر اطراف واکناف مملکت میں بھیجا کرتے تھے۔ مولانا شبلی کا بیان ہے کہ:-

''امام صاحب کی تجارت نہایت وسیع تھی۔ لاکھوں کا لین دین ہوتا تھا۔ اکثر شہروں میں گماشتے مقرر تھے، بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا۔'' ﴿۳۰﴾

ظاہر ہے جب کاروبار اتنا بڑا تھا تو آمدنی بھی بے پناہ تھی ﴿۳۱﴾۔

کاروباری دیانت

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام صاحب نے اپنے جملہ تجارتی وکاروباری معاملات میں ہر قسم کے ہیر پھیر سے ہمیشہ اجتناب برتا اور ہر لحہ دینی اقدار اور شرعی معیار کو پیش نظر رکھا۔ جس میں امانت و دیانت، راست بازی، وقت کی پابندی، ہر حال میں خریدار اور ضرورت مند کی عزت نفس کی پاسداری و دل جوئی سرِ فہرست ہے۔ چنانچہ دور و نزدیک ان خصائص میں ان کی شہرت تھی ﴿۳۲﴾ اور مختلف واقعات سے اس کی تائید و تصدیق بھی بخوبی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک مرتبہ امام صاحب نے ایک سیلز مین کو کپڑا اس ہدایت کے ساتھ بیچنے کی تاکید کر دی تھی کہ کپڑے کے فلاں فلاں عیب سے خریدار کو آگاہ کر دیا جائے۔ لیکن کپڑے کی فروخت کے وقت سیلز مین خریدار کو عیب بتانا بھول گیا اور امام صاحب کو اس کا علم بعد میں اس وقت ہوا جب کہ خریدار کا پتہ چلانا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے کپڑے کی کل قیمت، جو کہ پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) درہم بنتی تھی، صدقہ کر دی ﴿۳۳﴾۔ ایک مرتبہ ایک عورت کپڑا خریدنے آئی اور کہنے لگی کہ میں نادار ہوں، منافع نہ لیجیے، بس جتنے کا کپڑا ہے اتنے ہی میں دے دیجیے۔ آپ نے وہ کپڑا چار درہم میں دے دیا۔ عورت نے تعجب کیا تو توجیہہ پیش فرمائی کہ میں نے دو کپڑے خریدے تھے ایک کپڑا بیچ دیا ہے اور اصل لاگت وصول ہونے میں یہ چار درہم باقی ہیں جو تم سے طلب کیے ہیں ﴿۳۴﴾۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک دوست کو خاص رنگ اور خاص قسم کے کپڑے کی ضرورت پیش آئی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ کچھ دنوں بعد آنا، جب وہ پلٹ کر آیا تو آپ نے وہ فرمائشی کپڑا اسے دے دیا اور اس سے صرف ایک درہم قیمت وصول کی۔ وہ متعجب ہوا تو فرمایا، میں نے دو کپڑے بیس اشرفی اور ایک درہم میں

www.toobaaelibrary.com

خریدے تھے۔ ایک بیس اشرفی میں بیچ دیا اس لئے بلا منافع اس کی قیمت ایک درہم ہے" ﴿۳۵﴾۔

تجارت و کاروبار کے حوالے سے امام صاحب کی ایک اور خصوصیت جوان کی غناء نفس اور پاکیزگی باطن کو ثابت کرتی ہے اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ حصول منفعت کا مآل و انجام ان کے نزدیک عیش حیات نہیں بلکہ خدمت تھا۔ چنانچہ اپنی آمدنی کا مستحق وہ اپنے آپ، بال بچوں اور عزیز و اقارب سے زیادہ علماء، فضلاء، شیوخ و محدثین اور تلامذہ و متوسلین کو سمجھتے تھے۔ اس سلسلہ میں خطیب کا یہ بیان قابل غور ہے:۔

"امام صاحب سالانہ منافع جمع کرتے رہتے۔ پھر اس رقم سے شیوخ اور محدثین کی ضروریات زندگی، لباس، خوراک اور دوسری چیزیں خریدتے۔ پھر جو اشرفیاں بچ جاتیں وہ ان شیوخ و محدثین کو دیتے اور ان سے کہتے کہ یہ رقم اپنی ضروریات پر صرف کیجئے اور اللہ کے سوا کسی کا شکر ادا نہ کیجئے کہ میں نے آپ کو اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے" ﴿۳۶﴾۔

مختصر یہ کہ امام صاحب نے تجارت و کاروبار کو "بازاری سطح" سے بہت بلند کر کے سماجی، معاشرتی اور دینی خدمت کے دائرے میں شامل کر دیا تھا۔ یہ طرز خاص اس لحاظ سے بڑا منفعت بخش ثابت ہوا کہ ہر قسم کے لوگوں سے واسطہ، عوام سے ربط و ضبط، معاشرہ کے عام افراد کی ضروریات، ان کے مالی، سماجی اور عملی مسائل سے انہیں براہ راست واقفیت حاصل ہوئی اور اس طرح امام صاحب کا ذہنی تناظر روز بروز وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

علمی تعلیمی سرگرمیاں

تجارتی اور کاروباری معاملات کے ساتھ ساتھ امام ابو حنیفہؒ نے اپنی علمی و تعلیمی سرگرمیوں کو برابر جاری رکھا۔ حفظ قرآن تو وہ بچپن میں ہی کر چکے تھے، اختصاص قرأت بھی انہیں حاصل تھا، صحابہ و تابعین کی صحبت و معیت سے بھی وہ بہرہ ور تھے، تفسیر و حدیث سے رغبت اور سماعت حدیث کے شرف سے بھی مشرف تھے۔ بنا بریں یہ ایک حقیقت ہے کہ امام صاحب علم، تجربے اور غور و فکر کی جن وسعتوں سے ہمکنار ہوئے ان میں یک گونہ اضافہ علم الکلام کے انہماک و اشتغال نے بھی پیدا کیا جس سے ان کا برس ہا برس ربط و تعلق رہا۔ فرماتے ہیں:۔

"میں ایک ایسا شخص تھا جسے علم کلام کی بحثوں میں مہارت حاصل تھی۔ ایک زمانہ ایسا گزرا کہ میں انہی بحثوں اور مناظروں میں مشغول رہتا تھا اور چونکہ اختلافات کا اکھاڑہ زیادہ تر بصرہ میں تھا اس لئے میں تقریباً بیس (۲۰) مرتبہ وہاں گیا اور کبھی کبھی سال چھ مہینے بھی وہاں رہ کر خوارج کے مختلف گروہوں، اباضیہ، صفریہ وغیرہ سے اور حشویہ کے مختلف طبقوں سے مناظرے کرتا رہا" ﴿۳۷﴾۔

فلسفہ و کلام میں ممارست اور مناظروں کے تجربات نے (جس کی تائید بعد میں پیش آنے والے واقعات سے بھی ہوتی ہے) امام صاحب کے روشن دل و دماغ میں مزید اجالا پیدا کیا۔ یہاں امام صاحب کے ان مناظروں

www.toobaaelibrary.com

کی تفصیل اگرچہ بے محل ہے تاہم بطور نتیجہ کہا جاسکتا ہے کہ ان علمی معرکوں، بحثوں اور مناظروں نے امام صاحب کے اندر بصیرت، دقت نظر، دقیقہ رسی، باریک بینی، تدبر و تفحص اور سرعت فکر و اظہار کی ایسی صلاحیتوں کو بیدار کرنے میں بھرپور حصہ لیا جن کی ضرورت آئندہ سالوں میں امت مسلمہ کی فکری رہنمائی اور عملی کاوشوں کے سلسلہ میں پیش آنے والی تھی۔ بہر حال یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ علم الکلام میں اختصاص، مناظروں میں کامیابی اور فلسفہ و منطق میں کمال کی منزل، ظاہر ہے، اس وقت کے علوم متداولہ، قرأت و حدیث، صرف و نحو، شعر و ادب، تاریخ و سیر وغیرہ کی تحصیل اوران میں ضروری مشق و استعداد حاصل کئے بغیر ممکن نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ عہد جدید کے فاضل و محقق ابو زھرہ کا یہ کہنا درست ہے کہ:-

''امام صاحب کو وقت کے تمام علوم پر دسترس حاصل تھی۔ پہلے انہوں نے امام عاصم کی قرأت کے مطابق قرآن پاک حفظ کیا، علم حدیث، شعر و ادب اور نحو وغیرہ تمام علوم میں بقدرِ ضرورت مہارت حاصل کی۔ مسائل اعتقادیہ میں مختلف فرقوں کے ساتھ مجادلہ کیا'' ﴿۴۸﴾۔

اور یہ ظاہر ہے کہ ابوحنیفہ جیسا ذہین و فطین آدمی بھلا ضروری علمی تیاری کے بغیر میدان علم و عمل میں کیسے اتر سکتا تھا اور اپنی عزت و وقار اور شہرت و اعتبار کو کیونکر داؤں پر لگا سکتا تھا۔

فلسفہ و کلام کے مجادلوں، مناظروں اور مباحثوں کا اس زمانہ میں چونکہ چلن عام تھا اس لئے امام صاحب نے اس کی کنہ و حقیقت جاننے کے لئے گویا اس کے طول و عرض کو خود ہی ناپ کے دیکھ لیا تھا اور یہ نکتہ جان لیا تھا کہ ان سے اگرچہ عزت و شہرت بھی ملتی ہے لیکن مآل کار یہ سب لا حاصل ہے۔ یعنی اصلاً ان میں تعمیر کچھ نہ تھی سوائے تخریب کے۔ امام صاحب کی منزل مقصود چونکہ ''تسکینِ نفس'' نہ تھی بلکہ ''معرفتِ نفس'' تھی اس لئے مباحثوں کی مشغولیت نیز مدتوں ''مردِ میدان'' رہنے کے باوجود امام صاحب نے بالآخر مباحثوں اور مناظروں کی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر فقہ و اجتہاد کی شاہراہ کا انتخاب کر لیا۔

فقہ و اجتہاد کی راہ کا انتخاب

یہ کوئی اتفاقیہ امر یا اندھا دھند پیش قدمی نہ تھی بلکہ شعوری کوشش اور حسب ضرورت بہترین راستے کا انتخاب تھا جسے امام صاحب نے نہایت سوچ سمجھ کر تمام تر بالغ نظری کے ساتھ اختیار کیا تھا۔ چنانچہ اپنے ایک شاگرد ہیثم بن عدی الطائی سے امام صاحب نے اپنے ذہنی سفر کی روداد خود یوں بیان کی:-

''توفیق تو خدا کی طرف سے ہوئی اور تعریف کا اصل مستحق وہی ہے۔ بہر حال جب میں نے علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو تمام علوم (متداولہ) کے حصول کو اپنا نصب العین قرار دیا اور ہر ہر فن کو پڑھا اور پھر اس کے انجام اور نفع پر غور کیا، چنانچہ میں نے علم کلام کو لینا چاہا تو نظر آیا کہ اس کا انجام

www.toobaaelibrary.com

برا ہے اور منفعت تھوڑی، اور اگر کوئی شخص اس میں کمال پیدا بھی کر لے اور لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے تب بھی وہ علانیہ کچھ نہیں کہہ سکتا ورنہ اس پر ہر طرف سے الزام لگا دیئے جائیں گے اور اسے ہوائے نفس کا پیروکار کہا جائے گا۔ پھر میں نے ادب و نحو پر غور کیا اس کا انجام صرف یہ نظر آیا کہ کسی بچے کا معلم بن سکوں۔ پھر میں نے شاعری پر غور کیا تو دیکھا کہ اس میں مدح و ہجو اور دین کی مخالفت کے سوا انجام کچھ نہیں۔ پھر قرأت پر غور کیا تو اس میں کمال کا انجام یہ نظر آیا کہ کچھ نوجوان میرے پاس پڑھنے آئیں گے اور قرآن اور اس کے معنوں پر کچھ کہنا بڑی مشکل چیز ہے۔ پھر میں نے کہا کہ حدیث پڑھوں تو دیکھا کہ بہت سی حدیثیں جمع کر کے لوگوں کے لئے اپنی احتیاج پیدا کرنے میں بڑی عمر لگے گی اور یہ چیز جب حاصل ہو جائے تو شاید نو عمر ہی میرے پاس آئیں اور ممکن ہے کہ مجھ پر جھوٹ یا بھول کا الزام لگائیں اور قیامت تک وہ میری بدنامی کا باعث ہو جائے۔ پھر میں نے فقہ پر غور کیا اور جتنا زیادہ غور کیا اتنا ہی اس کی عظمت و جلالت میرے ذہن نشین ہوتی گئی اور اس میں مجھے کوئی عیب نظر نہ آیا اور میں نے دیکھا کہ اس طرح ایک تو ہمیشہ علماء، فقہاء و مشائخ اور اہلِ نظر کی ہم نشینی حاصل ہو گی اور ان کے اخلاق سے متصف ہونے کا موقع ملے گا اور دوسرے یہ بھی نظر آیا کہ اس کے جانے بغیر نہ تو مذہبی فرائض کی ادائیگی ٹھیک طرح سے ہو سکتی ہے، نہ اقامت دین ممکن ہے اور نہ ہی سمجھ بوجھ کر عبادت ہی کی جا سکتی ہے۔ یوں بھی اگر گھر یا رشتہ داروں یا محلے میں کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو لوگ مجھ سے پوچھیں گے اور اگر میں جواب نہ دے سکوں گا تو کہیں گے کہ پوچھ کر بتاؤ اور اگر میں کسی سے پوچھوں گا تو وہ معاوضہ کی توقع کرے گا۔ غرض اگر کوئی فقہ سے دنیا حاصل کرنا چاہے تو اعلیٰ ترین مراتب پر پہنچنے کے امکانات ہیں اور اگر کوئی عابد اور عزلت گزیں ہونا چاہے تو پھر کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے گا کہ بے جانے بوجھے عبادت میں لگ گیا ہے بلکہ یہی کہا جائے گا کہ علم حاصل کر کے اس کے مطابق عمل کیا ہے۔" ﴿۳۹﴾۔

امام صاحب کی اس روداد سے کئی باتوں پر روشنی پڑتی ہے:۔

۱) امام صاحب اس وقت تک تمام علوم متداولہ میں بہت کچھ درک حاصل کر چکے تھے اور ہر علم کی ماہیت و افادیت پر مطلع ہو چکے تھے۔

۲) شخصیت و کردار میں سنجیدگی اور سیرت میں پاکیزگی اس درجہ رسوخ حاصل کر چکی تھی کہ: (الف) غیر نافع علم کے حصول کے لئے میلان نہیں رکھتے تھے، (ب) مدح و ہجو، جھوٹ اور دین کی مخالفت سے طبیعت کو نفور تھا، (ج) قرآن حدیث کے معاملہ میں حد درجہ احتیاط کے قائل تھے، (د) دنیاداری و دنیا طلبی حد درجہ مکروہ اور (ہ) علماء، فقہا اور مشائخ کی ہم نشینی ان کے نزدیک محمود و مطلوب تھی۔

www.toobaaelibrary.com

۳) فقہ کی افادیت امام صاحب کے نزدیک کئی پہلوؤں سے تھی مثلاً :(الف) مذہبی فرائض کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی، (ب) دینی امور/ اقامت دین کی بطریق احسن انجام دہی، (ج) گھر میں یا باہر پیدا ہونے والے مسائل کا حل، نیز (د) دنیاوی لحاظ سے بھی فائدہ اور مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے لئے اور (ہ) عابدو زاہد کے لئے رہنمائی، زہد و عبادت میں علیٰ وجہ البصیرت مشغولیت اور سب سے بڑھ کر (و) علم کے مطابق عمل کرنے کے لئے بھی فقہ کی ضرورت ناگزیر تھی۔

محرکاتِ انتخاب

امام صاحب کے بیان اور روداد سے اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے طرزِ فکر میں تبدیلی اور مباحثہ و مناظرہ کا میدان چھوڑ کر فقہ کی شاہراہ کا انتخاب ان کے غور و فکر کا نتیجہ اور عملی تجربات کا ماحصل تھا۔ تاہم یہ امر عین قرین قیاس ہے کہ امام صاحب کے رجحان میں تبدیلی، جیسا کہ مولانا مناظر احسن گیلانی کا خیال ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد خلافت میں ہونے والی اصلاحات اور ان کے برسر اقتدار آنے کے بعد عام معاشرتی فضا میں دین کی طرف رغبت اور مثبت میلانات کی ترویج سے آئی ﴿۴۰﴾ اور متکلمانہ مشغولیت سے بیزاری دوچند ہوگئی۔ پھر سازگاری ماحول نے فقہ و اجتہاد کی راہ اختیار کرنے اور سلف صالحین کا طریقہ اپنانے میں جذبات و عمل کو ہم آہنگ کر دیا۔ چنانچہ امام صاحب کے مندرجہ ذیل بیان کے بین السطور ان کے اصل محرکات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:-

> ''ایک مدت علم الکلام کی بحثوں میں گزرنے کے بعد میں نے اپنے دل کو ٹٹولا اور سوچنا شروع کیا تو دل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ اور تابعین جو گزر گئے ان لوگوں سے کوئی ایسی بات چھوٹی نہیں تھی جسے اب ہم پانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان چیزوں کے جاننے کی زیادہ قدرت رکھتے تھے، ان امور کے زیادہ عالم تھے اور ان حقائق سے زیادہ واقف تھے لیکن اس قسم کے مسائل کے متعلق نہ انہوں نے جھگڑے کئے نہ مباحثے۔ وہ ان باتوں میں منہمک ہی نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ ان کے متعلق خاموشی اختیار کی۔ البتہ وہ شرائع اور قوانین فقہ کے ابواب میں غور و فکر کرتے تھے۔ ان کے متعلق باتیں کرتے تھے۔ باہم ان مسائل پر بیٹھ کر فکر و تامل فرماتے تھے اور ان کے متعلق لوگوں کو ابھارتے تھے۔ لوگوں کو ان ہی مسائل کی تعلیم دیتے تھے اور ان کی طرف بلاتے تھے۔ صدر اول اسی حال میں گزرا جس میں سب سے پہلے اسلام لانے والے صحابہؓ اور ان کے تابعین گزرے۔'' ﴿۴۱﴾۔

بہرحال امام صاحب کی قلب ماہیت خواہ توفیق الٰہی کے ساتھ ساتھ غایت تدبر کا نتیجہ ہو یا ان کے ذہنی رجحانات میں تبدیلی خلافت عمر بن عبد العزیزؒ کے دوران طرز خلافت کی انقلابی تبدیلی اور عام معاشرتی فضا میں

www.toobaaelibrary.com

دین کی طرف میلان کے زیر اثر ہوئی ہو اور چاہے فقہ کی نئی راہ اپنانے کا فیصلہ، بروایت امام زفرؒ، ایک عورت کا امام صاحب سے مسئلہ طلاق دریافت کرنے اور اسے جناب حمادؒ کی خدمت میں بھیجنے کے واقعہ کے بعد کیا ہو ﴿۴۲﴾۔ حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے طرز فکر وعمل اور رویہ میں تبدیلی ان کی اپنی فطرت کے سلامتی، نیت کی پاکیزگی، دین وملت سے خیر خواہی اور خیر القرون سے محبت اور اسلاف کے طریقوں سے مطابقت کی آئینہ دار ہے۔ چنانچہ عقلی موشگافیوں کو ترک کر کے کوچۂ فقہ میں قدم رکھنا اور اتباع سلف میں قوانین وشریعت اسلام کے اصول وکلیات پر غور وفکر کر کے مسائل کے حل کے لئے آئندہ سالوں میں مسلسل کوشاں رہنا نہ صرف یہ کہ خود امام صاحب کی زندگی میں گویا ایک نئے سفر کا آغاز تھا بلکہ بحیثیت مجموعی اسلامی معاشرہ میں دوررس تبدیلیوں اور علوم اسلامی کی تدوین میں نئی جہتوں کا تعین بھی اسی دور میں شروع ہوا۔

امام حمادؒ کی درسگاہ میں

امام صاحب کے رجحانات میں مذکورہ بالا تبدیلیاں، حضرت عمر ثانیؒ کے عہد خلافت کی فیض رسانیاں اور جناب حمادؒ کے حلقۂ درس ومکتبۂ فقہ واجتہاد میں امام صاحب کی شرکت وحاضری کے تمام واقعات، ان کی ترتیب خواہ کچھ ہی فرض کی جائے بہر حال ۱۰۰ھ/۱۰۲ھ کے لگ بھگ پیش آئے۔ تاریخی لحاظ سے یہ اموی خلفائے دمشق میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور حکومت تھا ﴿۴۳﴾۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختتام ہو رہا تھا اور ان کی چند شخصیتیں چراغِ سحری تھیں۔ تاہم تابعین عظام، اجل علماء، فقہاء، صلحاء اور مفسرین، محدثین اور متکلمین کی مجموعی طور پر بہت بڑی تعداد مملکت اسلامی کے مختلف دیار وامصار میں موجود تھی۔ خصوصاً مکہ ومدینہ، شام ومصر، بصرہ وکوفہ کے علمی، فقہی، تہذیبی وتمدنی مراکز میں مشاہیر کی کثرت تھی۔ کوفہ، جس کی بنیاد ۱۷ھ میں خلیفۂ راشد دوم حضرت عمرؓ کے حکم سے پڑی تھی، کو اہل عرب خد العذراء ﴿۴۴﴾ کہتے تھے، خود امام صاحب کا مولد ومنشاء تھا اور بقول مولانا مناظر احسن گیلانی اس وقت ''قبۃ الاسلام'' بنا ہوا تھا۔ اس شہر میں نہ صرف یہ کہ مادی دولت وثروت کی ریل پیل تھی بلکہ اس کے ساتھ ہی زہد وتقویٰ اور علم ومعرفت کے بیسیوں سرچشمے تشنگانِ امت کو سیراب کر رہے تھے ﴿۴۵﴾۔ ایسے ماحول اور ایسے عالم میں امام ابو حنیفہؒ ۱۰۲ھ میں امام حمادؒ کی درس گاہ میں حاضر ہوئے ﴿۴۶﴾ اور پورے خلوص وادب سے اس طرح زانوئے تلمذ تہہ کیا کہ گویا کچھ نہیں جانتے اور فقہ واجتہاد کے حوالے سے حقیقت بھی یہی تھی ﴿۴۷﴾۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ خود کوفہ میں مشاہیر زمانہ اور ان کے حلقہ ہائے درس کی موجودگی کے باوجود امام ابو حنیفہؒ نے جناب حمادؒ کے حلقہ سے وابستگی سوچے سمجھے بغیر اختیار نہ کی تھی۔ جناب حمادؒ کے حلقۂ درس میں امام صاحب نے شمولیت بائیس (۲۲) برس کی عمر میں اس طرح فرمائی کہ وہ کاروباری مصروفیات، عمر کے تجربات، علم

www.toobaaelibrary.com

الکلام، مباحثوں اور مناظروں کے ہیجان خیز طوفانوں سے گزر کر عقل کی تمام باریکیوں اور استدلال کے ہر ہر ذرہ کا مشاہدہ کر چکے تھے اور اب کوچہ فقہ میں قدم رکھتے ہوئے وہ خود ''وفور تفقہ'' سے مالا مال تھے۔ اس لئے بیک نظر انہوں نے یہ دیکھ لیا ہوگا کہ جناب حماد کے ہاں علم و عرفان کا تسلسل، فقہ و اجتہاد کا ارتباط اور فکر و عمل میں فیضان تعقل اس وقت سے برابر چلا آ رہا تھا جبکہ حضرت عمرؓ نے کوفہ آباد کرتے ہی حضور ﷺ کے بزرگ صحابی، قدیم الاسلام اور صاحب خاص یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ﴿۴۸﴾ کو یہاں بطور معلم مقرر فرمایا تھا ﴿۴۹﴾۔ جامع مسجد کوفہ میں ان کا حلقۂ درس قائم ہوا۔ ان کے شاگردوں میں یمن کے دو فاضل علقمہ نخعیؒ م ۶۲ ھ ﴿۵۰﴾ اور اسود نخعیؒ م ۹۵ ھ ﴿۵۱﴾ نے امتیاز حاصل کیا اور حضرت ابن مسعودؓ کے جانشین بنے۔ علقمہؒ کے شاگردوں میں سے جانشینی ابراہیم نخعیؒ م ۹۹ ھ ﴿۵۲﴾ کے حصہ میں آئی اور جب ابراہیمؒ کی وفات ہوگئی تو جناب حماد بن ابی سلیمانؒ م ۱۲۰ ھ ﴿۵۳﴾ نے کوفہ کی درس گاہِ فقہ کو مزید شہرت عطا کی اور اب جناب حماد کی شاگردی اختیار کر کے امام ابوحنیفہؒ گویا اسی علم و آگہی کی تسلسل سے بہرہ ور ہو رہے تھے۔

امام ابوحنیفہ، حماد بن ابی سلیمان الاشعری کی خدمت میں تا حد وفات (۱۲۰ ھ) رہے اور اٹھارہ سال تک انتہائی انہماک و اشتغال کے ساتھ فقہ و اجتہاد کے نشیب و فراز سمجھتے رہے ﴿۵۴﴾۔ امام ابوحنیفہ اگر صرف ایک عام مدرس یا روایتی مفتی اور مقلد کی حیثیت تک محدود رہنا چاہتے تو استاد کا حلقۂ درس ان کو کافی تھا۔ لیکن جسے آگے چل کر امت کی فکری رہنمائی کرنا تھی، مسائل کے حل کے لئے عملی روشنی دکھانی تھی اور فقہی تنگنائیوں کو وسعتوں سے بدلنا تھا وہ اس پر قناعت نہ کر سکتا تھا۔ دریاؤں کا تیراک بھلا ندی نالوں کے پانیوں میں کہاں آسودگی پا سکتا تھا؟

اسفار علمی

اس لئے امام صاحب نے اسی علم پر اکتفا نہ کیا جو اس وقت تک انہیں حاصل ہو چکا تھا یا کوفہ میں دستیاب تھا۔ چنانچہ وہ وقتاً فوقتاً دوسرے علاقوں کا سفر اختیار فرماتے رہے اور جہاں جہاں مشاہیر فن اور کاملین ہنر موجود تھے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کرتے رہے۔ غالباً ان کے اسفار علمی کا جزو اعظم علوم القرآن والحدیث والسنۃ تھا ﴿۵۵﴾۔ جبکہ اس دوران ان کا مرکز شوق اور محور توجہ بیت اللہ بنا رہا جس کی زیارت کے لئے ان کی روح ہمیشہ بے چین رہتی تھی ﴿۵۶﴾۔ مآخذ میں ان کے شیوخ و اساتذہ کی لمبی لمبی فہرستیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ تحصیل فکر و فن اور ازدیادِ علم کے شوق میں وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتے تھے۔ چنانچہ ابوالمحاسن نے عقود الجمان میں امام ابو حنیفہ کے دو سو پچاس (۲۵۰) مشاہیر مشائخ حدیث کے نام لکھے ہیں ﴿۵۷﴾۔ جبکہ معجم المصنفین میں تین سو (۳۰۰) سے زیادہ نام درج فہرست ہیں ﴿۵۸﴾ اور خیرات الحسان میں ابن حجر الہیثمی م ۹۷۳ ھ نے بطور خلاصہ لکھا ہے:

www.toobaaelibrary.com

"هم كثيرون لا يسع هذا المختصر ذكر هم و قدذكر منهم الامام ابو حفص الكبير اربعة آلاف شيخ و قال غيره له اربعة آلاف شيخ من التابعين فما بالك بغير هم" ﴿۵۹﴾.

(یعنی بلاشبہ امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ بہت ہیں، اس مختصر میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ امام ابوحفص الکبیرؒ نے ان کے چار ہزار اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ دوسروں کا بیان ہے کہ صرف تابعین میں سے ان کے چار ہزار اساتذہ تھے۔ تو اندازہ کیجئے کہ ان کے علاوہ دوسرے کتنے ہوں گے)۔ بہر حال امام حمادؒ کے علاوہ دوسرے مشاہیر جن سے امام ابو حنیفہؒ نے کسی نہ کسی نوع سے استفادہ فرمایا وہ بجائے خود قد آور شخصیات ہیں مثلاً امام شعبیؒ (عامر بن شرحبیل) کوفی م ۱۰۳ھ، علقمہ بن مرثد کوفی م ۱۰۴ھ، سالم بن عبداللہ بن عمر مدنی م ۱۰۶ھ، طاؤس بن کیسان یمنی م ۱۰۶ھ، عکرمہ مولیٰ ابن عباس مکی م ۱۰۷ھ، سلیمان بن یسار مدنی م ۱۰۷ھ، مکحول شامی م ۱۱۳ھ، عطاء بن ابی رباح مکی م ۱۱۴ھ، امام باقر بن زین العابدین مدنی م ۱۱۴ھ، محارب بن دثار کوفی م ۱۱۶ھ، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج مدنی م ۱۱۷ھ، نافع مولیٰ ابن عمر مدنی م ۱۲۰ھ، سلمہ بن کہیل کوفی م ۱۲۳ھ، امام المحدثین ابن شہاب زہری مدنی م ۱۲۴ھ، ابوالزبیر مکی م ۱۲۷ھ، قتادہ بصری م ۱۲۷ھ، ابو اسحاق سبیعی کوفی م ۱۲۷ھ، عبداللہ بن دینار مدنی م ۱۲۷ھ، امام جعفر الصادق مدنی م ۱۴۸ھ وغیرہ وغیرہ ﴿۶۰﴾۔

معلوم ہوا کہ اساتذہ کی یہ کثرت نہ صرف یہ کہ ان علوم وفنون کے تنوع کو ظاہر کر رہی ہے جس کے لئے ان حضرات کو شہرت حاصل تھی بلکہ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے تحصیل علم کے معاملہ میں کسی خاص خطے، علاقے، مکتبہ فکر، گروہ بندی، یا کسی خاندان وقبیلہ سے تعلق رکھنے والے علماء ومشائخ تک اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا اور نہ ہی کسی قسم کی عصبیت کو استفادۂ علمی کی راہ میں حائل ہونے دیا۔ اسی لئے ان کے اساتذہ میں مکی، مدنی، کوفی، بصری، مصری، شامی، یمنی، علوی، عربی اور عجمی ہر نسبت کے حامل موجود تھے۔ فہرست اساتذہ پر نظر ڈالنے سے یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس زمانہ میں اگرچہ اساتذہ جامع العلوم قسم کے ہوتے تھے یعنی بیک وقت مفسر، محدث، فقیہہ، مفتی، قاضی، ادیب اور لغوی وغیرہ نیز اس وقت تک نہ تو علوم اسلامی کی تدوین ہوئی تھی اور نہ ہی ان کی فن وار تقسیم عمل میں آئی تھی۔ تاہم ہر عالم/شیخ اپنے نام وکام کے سبب اپنی شہرت اور شناخت الگ رکھتا تھا۔ مثلاً حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس ﴿۶۱﴾، نافع مولیٰ ابن عمر ﴿۶۲﴾، عطاء بن ابی رباح ﴿۶۳﴾، قتادہ بصری ﴿۶۴﴾، مکحول شامی ﴿۶۵﴾ وغیرہ سب کچھ ہونے کے باوجود ملکہ تفسیر زیادہ رکھتے تھے یا اسی طرح ابن شہاب الزہری ﴿۶۶﴾، سالم بن عبداللہ مدنی ﴿۶۷﴾، سلیمان بن یسار مدنی ﴿۶۸﴾۔ ابوالزبیر مکی ﴿۶۹﴾ اور امام شعبی ﴿۷۰﴾ وغیرہ بہت کچھ ہونے کے باوجود شہرت کا اصل حوالہ حدیث وسنت میں اشتغال وانہماک کے سبب رکھتے تھے۔

www.toobaaelibrary.com

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ امام صاحب نے اپنے اسفار علمی میں فقہ و فتاویٰ کے ماہرین کی بہ نسبت ان اساتذہ اور شیوخ سے کسب فیض میں زیادہ اہتمام روا رکھا جو تفسیر اور علوم تفسیر نیز حدیث اور علوم حدیث (اگر چہ اس وقت تک اس قسم کی فن وار تقسیم و تدوین نہیں ہوئی تھی) میں زیادہ ممتاز و ممیز تھے۔ وجہ صاف ظاہر ہے، علوم نقلیہ کا سر چشمہ کتاب و سنت سے نکلتا ہے اور وہی اصل مآخذ فقہ ہیں۔ کتاب و سنت اور ان سے متبادر ہونے والے علوم پر گرفت و مہارت جتنی زیادہ ہوگی فقہ و اجتہاد میں پیش قدمی اسی قدر آسان ہوگی۔ علوم لسانیہ (لغت و نحو، بیان و ادب وغیرہ) کا درک تو امام صاحب کو میدانِ مناظرہ میں اترنے سے پہلے ہی حاصل تھا اور خاص فقہ و اجتہاد و افتاء کی فنی تعلیم و تربیت امام حماد کے ہاں وافر میسر تھی۔ اس لئے لامحالہ امام صاحب کی اہم ضرورت یہی تھی کہ کتاب و سنت کے مالہ و ماعلیہ کو جاننے کے ساتھ ساتھ ان سے متفرع ہونے والے علوم و معارف پر بھی دسترس حاصل کر لیں۔

نتائج و ثمرات

تاریخی اعتبار سے دیکھنے پر یہ ایک خاص بات محسوس ہوتی ہے کہ امام صاحب کی زندگی میں تحصیل علمی کا اٹھارہ (۱۸) سالہ (۱۰۲ تا ۱۲۰ھ) دورہ ہے جب کہ امام صاحب نے اپنی علمی فنی تیاری میں بہت زیادہ توجہ صرف کی۔ اسے ہم آپ کی تعلیمی زندگی کا مصروف ترین زمانہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایک طرف آپ کی کاروباری مصروفیات ایسی تھیں جنہیں آپ نظر انداز نہیں کر سکتے تھے، کچھ تو معاشی خوشحالی اور ضروریات کے لئے اور زیادہ تر استغنا کی خاطر "بازار" سے بالکل قطع تعلق امام صاحب نے کبھی نہیں کیا ﴿۱۷﴾ دوسری طرف امام حماد کے درس میں حاضری اور دل جمعی کے ساتھ وہاں کے مذاکرات علمی میں شرکت، استفسار، تذکر، تدبر، احتیاط و انضباط کے ساتھ علم و فن کی تحصیل، تیسری طرف کم و بیش ہر سال حج و زیارت کا اہتمام، اسفار علمی، مختلف النوع شیوخ و اساتذہ سے ملاقاتیں اور وقتاً فوقتاً استفادہ، پھر دن کی مصروفیت کے بعد راتیں میں نمازوں، تلاوت قرآن اور عبادت کے معمولات وغیرہ امام صاحب کی غایت درجہ مصروفیت ثابت کرتے ہیں۔

امام صاحبؒ کی محولہ بالا اٹھارہ (۱۸) سالہ محنت و ریاضت بڑی نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ ان کی پر خلوص تعلیمی سرگرمیاں، طلب علم اور جستجوئے پیہم کی شبانہ روز کوششیں، تحقیق و تفحص کی جدوجہد انہیں اس منزل کمال تک لے آئی کہ جب ۱۲۰ھ میں ان کے استاد امام حمادؒ کا انتقال ہوا تو ان کی عقل چہل سالہ پختگی حاصل کر چکی تھی، وہ عملی زندگی کے وافر تجربات سے گزر چکے تھے، کتاب و سنت اور دوسرے علوم نقلیہ میں رسوخ حاصل کر چکے تھے اور مجموعی طور پر حکمت دینی، مصالح شرعیہ، احتیاجات انسانی اور ضروریات و مسائل زمانہ کے ادراک پا کر بالآخر "معرفة النفس ما لها و ما عليها" ﴿۷۲﴾ کی منزل پا چکے تھے اور امت کی علمی، فکری، عملی اور فقہی رہنمائی کے لئے میدان عمل میں اترنے کے لئے تیار تھے۔

www.toobaaelibrary.com

فقہ واجتہاد کی صورت حال

جیسا کہ معلوم و مشہور ہے کہ فقہ واجتہاد کا آغاز تو خود عہد رسالت مآب ﷺ میں اور آپ جناب ﷺ کی نگرانی میں ہو گیا تھا جس کا ایک واضح ثبوت، جواز اور اس پر تعامل اس مشہور ترین روایت میں موجود ہے جس میں آپ ﷺ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے درمیان وہ مختصر مکالمہ منقول ہے، (جو حضرت معاذؓ کی یمن میں بحیثیت قاضی تقرری کے وقت ہوا) اور جس میں حضرت معاذؓ کے حوالہ سے گویا فقہ واجتہاد کے باب میں مآخذ کی ترتیب بھی متعین ہوگئی اور اس موقع پر آنحضور ﷺ کا وفورِ مسرت اسی لئے دیدنی تھا۔ حضرت معاذؓ نے فقہ واجتہاد کے عمل کو یہ کہہ کر گویا ہمیشہ کے لئے تسلسل وتازگی عطا کر دی تھی کہ اگر انہیں کتاب وسنت میں رہنمائی نہ مل سکی تو ''اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کروں گا'' "قال: أجتهد رائی ولا آلو" ﴿۷۳﴾۔

تاہم یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ اس زمانہ میں فقہ واجتہاد ایک الگ علم اور فن کی حیثیت سے معروف و متداول نہ تھا بلکہ عملی واقعاتی ہوتے ہوئے ''تفقہ فی الدین'' کی صورت میں جاری وساری تھا کہ یہ تعلیم دین کا تقاضہ اور اس کا لازمی حصہ تھا۔ فقہ کے معنی ہیں سمجھ، اور تفقہ فی الدین کے دائرہ میں پورے دین کی سمجھ داخل تھی اور اس میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات کی تقسیم وتحدید موجود نہ تھی۔ پورے دین کی یہ سمجھ حاصل کرنا ایمان و عمل کا تقاضا تھا اور اس میں مرد وزن کی بھی تخصیص نہ تھی۔ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لئے دعا فرمائی تھی۔

"ان یفقهه الله فی الدین یعلمه التاویل" ﴿۷۴﴾۔
(اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور قرآن کی تاویل وتفسیر سکھا دے)

ایک مرتبہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے انصاریہ عورتوں کے بارے میں یہ کہہ کر تعریف کی تھی " نعم النساء نساء الا نصار لم یمنعهن الحیاء ان یتفقهن فی الدین" ﴿۷۵﴾ (انصاریہ عورتیں کتنی اچھی ہیں کہ تفقہ فی الدین سے ان کو حیا باز نہیں رکھ سکتی)۔ از روئے حکم الٰہی اگرچہ سب کے لئے نہیں لیکن امت کے کچھ نہ کچھ لوگوں (گروہ) کے لئے تو یہ امر لازم تھا کہ وہ یہ سمجھ (تفقہ فی الدین) پیدا کرنے کے لئے تگ ودو کریں اور اپنے شب وروز اس کام کے لئے وقف کر دیں۔ چنانچہ سورہ توبہ میں ارشاد ہے:

"وما کان المومنون لینفروا کآفةً ط فلولا نفر من کل فرقةٍ منهم طائفة" لیتفقهوا فی الدین ولینذر واقومهم اذا رجعوا الیهم" ﴿۷۶﴾۔

تفقہ فی الدین کی دولت وصلاحیت بدیہی طور پر ہر ایک کی ذاتی استعداد، محنت وکوشش کے ساتھ ساتھ توفیقِ ایزدی اور التفات نبوی ﷺ کی مرہون منت تھی۔ اس لئے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کہ عہد

www.toobaaelibrary.com

رسالت ﷺ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض حضرات صحابہ تفقہ فی الدین کے باب میں ممتاز و ممیز حیثیت رکھتے تھے: مثلاً حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضی، عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور ابوالدرداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہم ﴿۷۷﴾۔

تفقہ فی الدین کے اس عمل میں حضرات صحابہؓ کی ذاتی سمجھ بوجھ، ان کی طبیعت کا میلان اور موقع و محل کو بھی دخل تھا اور اس سے زیادہ تعلیم نبوی ﷺ، دراسات رسالت ﷺ اور صحبت آں جناب ﷺ کی کارفرمائی مؤثر تھی۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ کو جب اور جہاں اور جس معاملہ میں کوئی شبہ، الجھن یا خلجان ہوتا وہ بلاتکلف ذات رسالت مآب ﷺ سے رہنمائی حاصل کر لیتے نیز آپ ﷺ امت کے عام لوگوں کے استفسارات کا بھی جواب مرحمت فرما دیتے کیونکہ یہ آپ ﷺ کے فرائض رسالت میں داخل تھا کہ پیغام الٰہی کی توضیح و تشریح اپنے قول و فعل اور تقریر کے ذریعہ فرما دیں اور شریعت الٰہی کی تعبیر و تعمیل اپنے اسوۂ حسنہ سے کر دیں۔ مختصر یہ کہ تفقہ فی الدین کا عمل اور فقہ و اجتہاد کی سرگرمیاں آزادانہ حیثیت کے باوجود بارگاہ نبوی ﷺ کی سرپرستی میں جاری و ساری رہیں کہ پیشوائے امت اور امام دنیا و دین آپ ﷺ کی ہی ذات مبارکہ تھی، اور آخری عدالت مرافعہ اور قاضی القضاۃ کا درجہ بھی آنحضور ﷺ کو ہی حاصل تھا، اور بہ تقاضائے نظامت عدل و قضا مملکت کے مختلف حصوں میں آپ ﷺ نے جو حکام و قضاۃ مقرر فرمائے تھے وہ فقہ و اجتہاد کے بھی مجاز تھے۔ البتہ ان کی نگرانی اور ان کے فیصلوں پر نظر ثانی کا استحقاق آں جناب ﷺ کو حاصل تھا۔

عہد رسالت کے بعد عہد خلافت راشدہ میں بھی اگرچہ فقہ کو ایک الگ علم و فن کی حیثیت نہیں دی گئی تاہم فقہ و اجتہاد کے دائرہ میں وہی وسعت و تعمق برقرار رہا جو پہلے سے چلا آ رہا تھا اور جو دین کے تمام شعبوں پر حاوی تھا۔ اس عہد مبارک میں (ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے بعد) آپ ﷺ سے براہ راست استفادہ ممکن نہ تھا لیکن فقہ و اجتہاد کے مسائل میں آپ ﷺ کا اسوۂ مبارک، آپ ﷺ کا تلقین کردہ طریقہ کار اور آپ ﷺ کی سنت مطہرہ کا علم حضرات خلفائے راشدینؓ کو بالخصوص اور صحابہؓ کبار و صغار کو بالعموم حاصل تھا۔ صحابہؓ کی جماعت ہی وہ برگزیدہ جماعت تھی جن کے سامنے قرآن کا نزول مکمل ہوا، اور شریعت کی تکمیل، اسلامی معاشرہ و ریاست کی تشکیل اور تہذیب و تمدن اسلامی کے خدوخال کی نشوونما ہوئی۔ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ ان حضرات صحابہؓ کے سامنے بسر ہوئی۔ اس لئے بحیثیت مجموعی صحابہؓ کا اپنا طرز عمل چاہے وہ بہ طریق نقل ہو یا بہ طریق اجتہاد بہرحال کتاب و سنت کے نور سے مستنیر تھا اور ان تمام حوالوں سے جملہ صحابہ کرامؓ میں خلفائے راشدین کو ممتاز ترین حیثیت حاصل تھی۔ مزید برآں خلفائے راشدین چونکہ سربراہان ریاست اسلامی، رہنمایان دنیا و دین اور پیشوائے امت مسلمہ تھے اور یہ ان کے فرائض منصبی میں داخل تھا کہ باشندگان ریاست اور مسلمانوں کی تمام پہلوؤں سے سرپرستی،

www.toobaaelibrary.com

رہنمائی اور انتظام فرمائیں لہٰذا وہ فقہ واجتہاد اور عدالت وقضاء کی خالص مذہبی، شرعی اور معاشرتی ضرورتوں کو کس طرح نظرانداز فرماسکتے تھے۔

ان ضرورتوں کے پیش نظر حضرات خلفاء حسب حال طریقہ کار اختیار فرماتے تھے۔ وہ تمام خلفاء اگرچہ بالفعل خود بھی اعلیٰ درجہ کے مفسر، محدث، فقیہہ اور مجتہد تھے نیز سربراہ ریاست، منتظم حکومت، قاضی القضاۃ اور حاکم اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے والیوں، حکام وقضاۃ اور معلموں کا تقرر بھی فرماتے تھے تاکہ انتظامی، دستوری، آئینی، شرعی، قانونی، فقہی اور اجتہادی نوعیت کے تمام مسائل کو ہر سطح پر بروقت حل کیا جاسکے۔ اس غرض سے ایک انتظام مثلاً عہد صدیقؓ میں یہ کیا گیا کہ دارالخلافہ/ مرکز ریاست (مدینہ منورہ) میں عدالت وقضا کا نگران حضرت عمرؓ کو مقرر کیا گیا ﴿۷۸﴾ جو عہد رسالت مآب ﷺ میں بھی اس کام کے ذمہ دار تھے۔ جبکہ دوسرے مختلف علاقوں میں دیگر حضرات صحابہؓ مثلاً حضرت علیؓ (یمن)، حضرت مہاجر بن امیہؓ (صنعاء)، حضرت جریر بن عبداللہؓ (نجران)، حضرت ابوعبیدہؓ، شرحبیل بن حسنہؓ، یزید بن ابی سفیانؓ اور عمرو بن العاصؓ (شام کے چار بڑے صوبوں پر) اور العلاء بن الحضرمیؓ (بحرین) وغیرہ حکم وقضاء کے منصب پر فائز تھے ﴿۷۹﴾۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ فقہ واجتہاد کا کام/عمل کسی مکتب ومسلک کی تحدید یا کسی شخصی انتساب کے بغیر لیکن سرکاری سرپرستی کے تحت ''تفقہ فی الدین'' کی پوری ہم آہنگی کے ساتھ جاری وساری تھا اور خلفائے راشدین اس بات پر نظر رکھتے تھے کہ کوئی اپنی حدود سے تجاوز کرکے قرآن کی کوئی ایسی تفسیر یا حدیث، یا ایسا فیصلہ، یا فتویٰ جاری نہ کرسکے جو تفقہ فی الدین کے خلاف یا تعلیمات اسلامی سے متصادم ہو۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کی ایک تعداد اگرچہ مدینہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں (عہد رسالت مآب ﷺ میں بھی) پائی جاتی تھی تاہم وصال نبوی ﷺ کے بعد عہد خلافت راشدہ میں صحابہؓ کی بڑی تعداد مختلف دیار وامصار میں پھیل گئی۔ صحابہ جہاں جہاں بھی گئے وہاں وہاں ان کا حلقۂ وابستگان خود بخود وجود میں آتا چلا گیا اور ان سے استفادہ کرنے والے تابعین ان کی آراء وعلوم کے وارث بن گئے ﴿۸۰﴾۔ صحابہؓ چراغ ہائے رشد وہدایت تھے، انہوں نے دین کی تعلیم بھی اپنے بعد آنے والوں کو دی اور ان کے سامنے جن معاملات ومسائل کو پیش کیا گیا اُن کے بارے میں بھی انہوں نے کسی نہ کسی رائے کا اظہار کرکے بہر حال ایک خاص طرز فقہ واجتہاد کی بنیاد ڈال دی اور پھر یہی رجحانات آگے چل کر باقاعدہ مذاہب ومسالک کی صورت میں نمودار ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں انتظام سلطنت کی بڑے پیمانے پر اصلاح فرماکر تقسیم اختیارات کے اصول کے تحت انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ کو الگ الگ کردیا اور حیات اجتماعی کے ہر ہر شعبہ میں ترتیب وتنظیم قائم فرماکر مختلف سرگرمیوں کو اداروں کی شکل دے دی ﴿۸۱﴾۔ تاہم سب کے نگران اعلیٰ آپ ہی تھے اور تمام اداروں میں

www.toobaaelibrary.com

ارتباط وہم آہنگی اور کارکردگی کو بہ حد کمال پہنچانے کے لئے ہر دم مستعد و فکر مند رہتے تھے۔ فقہ و اجتہاد کے بارے میں بھی وہ بدنظمی و انتشار کو کیونکر گوارہ کر سکتے تھے۔ اس سلسلے میں وفاقی سطح پر انتظامی معاملات میں فیصلوں، مشوروں اور قانون سازی کے لئے خاص شوریٰ اور عام شوریٰ ﴿۸۲﴾ کی مجلسیں موجود تھیں اور قاضی القضاۃ کا درجہ بھی آپؓ کو حاصل تھا۔ تاہم صوبائی سطح پر آپ نے قیام عدل، اجرائے انصاف اور انتظام مملکت کے لئے صحابہؓ و تابعینؒ میں سے ایسے معلمین اور حکام وقضاۃ کو مامور فرمایا جو اظہار حق میں مستعد ہونے کے ساتھ ساتھ علم و تفقہ میں بھی کمال و امتیاز رکھتے تھے اور بوقت ضرورت قضا و اجتہاد سے کام لے سکتے تھے مثلاً:۔

۱) حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ، جو نبی کریم ﷺ کو بہت عزیز تھے اور آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا "لکل امة امین، امین هذه الامة ابو عبیده بن الجراح" ﴿۸۳﴾ اور حضرت عمرؓ نے بستر مرگ پر ان کے بارے میں فرمایا تھا "اگر ابوعبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا" ﴿۸۴﴾ کو سپہ سالار افواج شام مقرر کیا تھا اور معاذ بن جبلؓ کو جو ان کے معاون تھے خط لکھ کر نصیحت فرمائی تھی ﴿۸۵﴾ اور انہیں امور حکومت اور فصل قضایا کے ضمن میں ہدایات دی تھیں ﴿۸۶﴾۔

۲) حضرت عیاض بن غنمؓ، ایک ممتاز صحابی اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے مشیران خاص میں سے تھے ﴿۸۷﴾۔

۳) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، سترہ برس (۱۷) کی عمر میں مسلمان ہوئے تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں ان چھ صحابہ کرامؓ کی کمیٹی میں شامل کیا تھا جنہیں آپ نے اپنے بعد خلافت کا اہل سمجھا تھا۔ یہ جنگ قادسیہ میں مسلمان افواج کے سپہ سالار تھے۔ انہوں نے کوفہ کی چھاؤنی کی بنیاد ڈالی تھی ﴿۸۸﴾۔

۴) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، انہیں حضرت عمرؓ نے بصرہ کا گورنر بنایا تھا۔ ان کا شمار مجتہد اور فقہاء صحابہ میں ہوتا تھا۔ ان کے نام نماز، روزہ، زکوٰۃ، انصاف اور دیگر موضوعات کے تحت حضرت عمر فاروقؓ کے بہت سے خطوط کتب تاریخ میں محفوظ ہیں ﴿۸۹﴾۔

۵) حضرت قاضی شریحؒ کو حضرت عمرؓ نے ۱۸ھ میں کوفہ کا قاضی مقرر کیا ﴿۹۰﴾۔ یہ ساٹھ سال ۱۸-۷۹ھ تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے ﴿۹۱﴾۔

حفاظ قرآن کو حضرت عمرؓ نے تعلیم القرآن اور اس پر عمل کے سلسلے میں ہدایات جاری فرمائیں۔ بصرہ میں تین سو حفاظ تھے جن کی فہرست ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو بھیجی تھی اور جو عوام الناس کو تعلیم دین دینے میں مصروف و مشغول تھے ﴿۹۲﴾۔

مذکورہ بالا افراد کے علاوہ بھی حضرت عمرؓ نے بہت سے معلمین، حکام اور قضاۃ کو خطوط لکھے جن میں انہیں قضاء و اجتہاد کے ضمن میں ہدایات جاری فرمائیں۔

www.toobaaelibrary.com

حضرت عمرؓ چونکہ عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد صدیقی میں خود بھی منصب قضاء پر فائز رہ چکے تھے اور اس منصب کی باریکیوں، ذمہ داریوں اور ضروریات کا بچشم خود مشاہدہ فرما چکے تھے اس لئے انہوں نے نہ صرف یہ کہ (صوبائی سطح پر) قاضیوں کے تقرر میں بڑی احتیاط برتی بلکہ انہیں ضروری لائحہ عمل اور اہم ہدایات سے بھی مستفید فرمایا۔ چنانچہ مثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ مکتوب روانہ فرمایا۔

"سلام علیک:— أما بعد فإنَّ القضاءَ فريضة" محكمة" و سُنَّة مُتبعة. فافهم اذا أولى إليك فانه لا ينفع تكلّم بحقٍ لا نفاذله. اُس بين الناس في مجلسك ووجهك حتى لا يطمع شريف في حيفك، ولا ييأس ضعيف من عدلك. البيّنة علىٰ من ادَّعى، واليمين عَلىٰ من أنكر، والصلح جائز بين الناس الا صلحاً أحلَّ حراماً اوحرَّم حلالاً. ولا يمنعنك قضاءٌ قضية بالأمس فراجعت فيه نفسك و هُديتَ لرشدك ان ترجع الى الحق. فإنَّ الحَقّ لا يبطله شيء. واعلم أن مراجعة الحق خير" من التمادى إلى الباطل. الفهم الفهم فيما يتلجلج في صدرك مما ليس فيه قرآن وَلا سنة. وأعرف الاشباه والأمثال، ثم قِس الأمور بعد ذلك. ثم اعمد لأحبها الى الله واشبهها بالحق فيما ترى. اجعل لمن ادّعى حقاً غائباً أمداً ينتهي إليه. فان أحضر بينة أخذ بحقه وإلا استحللت عليه القضاء. والمسلمون عدول في الشهادة الا مجلوداً في حدٍ أومجرّباً عليه شهادة زور أوظنيناً في ولاء أو قرابة. إنّ الله ولى منكم السرائر ودرأ عنكم بالبينات. واياك و القلق والضجرو التأذى بالخصوم في مواطن الحق التى يوجب الله بها الاجرو يحسن الذخر. فانه لمن صلحت سريرته فيما بينه و بين الله أصلح الله مابينه و بين الناس، ومن تزيّن للدنيا بغير مايعلم الله منه شانه الله. والسلام" ﴿۹۳﴾.

(یعنی حمد و ثنا کے بعد واضح ہو کہ پیش آمدہ مقدمات میں صحیح فیصلہ قرآن کا مقرر کردہ فرض اور سنت نبوی ﷺ کا قابل تمسک فریضہ ہے۔ پس (دوران سماعت) مقدمہ پر خوب غور کرو، جو فیصلہ نافذ نہ ہو پائے اس کا حکم بے معنی ہے۔ اہل مقدمہ میں برسر اجلاس کسی گروہ یا فرد کے ساتھ امتیاز مت رکھو جس سے مقتدر گروہ یا فرد تم سے اپنے بارے میں رعایت کا متوقع ہو جائے اور کم درجہ فرد یا فریق تمہاری طرف سے بے انصافی کا خوف دل میں بٹھالے۔ (مدعی سے اس کے) دعویٰ پر شہادت طلب کرو، اور مدعی کے انکارِ شہادت پر (مدعا علیہ) سے حلف لو۔ (عدالت میں) لوگوں کے درمیان مصالحت کرانا جائز ہے لیکن صلح ایسی نہ ہونی چاہیئے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے اور تمہیں تمہارا عہدہ قضاء اس بات سے نہیں روکتا کہ جو فیصلہ تم اس سے قبل کر چکے ہو اس کے متعلق اگر تم صحیح راستہ پالو تو تم حق کی طرف پلٹ آؤ کیونکہ حق کو کوئی بات جھٹلا نہیں سکتی اور جان لو کہ حق کی طرف لوٹ آنا باطل پر ڈٹے رہنے سے بہتر ہے۔ ایسے مقدمات جن میں قرآن و سنت

www.toobaaelibrary.com

سے رہنمائی نہ ملے تو ان میں خوب غور وخوض کرو۔ جو تمہارے دل میں کھٹکے ان مقدمات کے لئے دوسرے نظائر و امثال سے مدد حاصل کرو پھر اس کے بعد قیاس واجتہاد سے کام لو۔ پھر تم نے جو رائے قائم کی ہے اس پر ڈٹ جاؤ کیونکہ یہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور قرین حق ہے۔ مدعی اپنا ثبوت یا گواہ پیش کرنے کے لئے مہلت مانگے تو اسے یہ موقع دیا جائے۔ پھر اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو فیصلہ اس کے خلاف نافذ کردو۔ شہادت میں سب مسلمان برابر ہیں سوائے یہ کہ گواہ کو حد میں کوڑے لگے ہوں یا وہ جھوٹی شہادت میں مشہور ہو یا ایسا موالی ہو جو اپنی غلامی کی نسبت اصل آقا کی بجائے دوسروں کی طرف کرتا ہو۔ جن مواقع پر اللہ تعالیٰ نے اجر اور بہتر بدلے کو لازم کیا ہے ان میں قلق، ترش روئی، ایذا اور جھگڑے سے بچو۔ جس نے اس معاملے کو درست کیا جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان والے معاملے کو بھی درست کردے گا۔)

جبکہ قاضی شریح" کے لئے یہ ہدایت نامہ جاری فرمایا:-

"فکتب الیہ أن اقض بما فی کتاب اللہ فان لم یکن فی کتاب اللہ فبسنۃ رسول اللہ فان لم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسول اللہ فاقض بما قضیٰ بہ الصالحون فان لم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقض بہ الصالحون فان شئت فتقدم وان شئت فتاخر، ولاأری التاخر الا خیراً لک، و السلام علیک"﴿۹۴﴾

(پس لکھا (عمر بن خطابؓ نے) ان (قاضی شریح") کی طرف کہ تم اللہ کی کتاب کے موافق فیصلہ کرو۔ اگر اللہ کی کتاب میں موجود نہ ہو تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر اللہ کی کتاب، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں نہ ہو تو نیک لوگوں کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر اللہ کی کتاب، اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، اور نیک لوگوں کے فیصلے میں بھی نہ ہو تو تمہارا دل چاہے تو آگے بڑھو اور اگر چاہو تو پیچھے ہٹو اور میرا خیال ہے کہ (آگے بڑھنے کی نسبت تمہارا پیچھے ہٹنا بہتر ہے)۔

تصریحات بالا سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں استنباط مسائل کے لئے اولاً قرآن مجید کو رہنما بنایا جاتا تھا جو کہ دین کی بنیاد اور ملت کا ستون ہے پھر اصحاب رسول ﷺ اسے صاف اور واضح طور پر سمجھتے تھے کیونکہ ایک تو یہ ان کی زبان میں نازل ہوا تھا دوسرے وہ اس کے نزول کے اسباب سے کما حقہ آگاہ وخبردار تھے۔ ثانیاً استنباط مسائل میں سنت رسول اللہ ﷺ سے استفادہ ان کا شعار تھا بشرطیکہ وہ انہیں مل جائے اور اس کا راوی ان کے نزدیک ثقہ ہو﴿۹۵﴾ تب ہی وہ اس کی اتباع پر اتفاق کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے جب بھی کوئی مسئلہ آتا تو وہ پہلے اسے قرآن مجید میں تلاش کرتے۔ وہاں نہ پاتے تو سنت رسول ﷺ میں ڈھونڈتے۔ وہاں بھی اس

www.toobaaelibrary.com

کا حکم نہ پاتے تو لوگوں سے دریافت کرتے کہ کیا ان کے پاس اس ضمن میں کوئی حدیث موجود ہے اور اکثر اوقات لوگوں سے دریافت کرنے پر مسئلے کا حل نکل آتا تھا۔ حضرت عمرؓ کو بھی اسی طرح اگر کتاب وسنت میں حکم نہ ملتا تو پھر لوگوں سے پوچھتے کہ کیا ابوبکرؓ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہے اور اگر حضرت ابوبکرؓ کا حکم انہیں مل جاتا تو اس کے خلاف نہ کرتے بلکہ اس پر ہی عمل کرتے۔ حضرات عثمانؓ وعلیؓ سب کے سب اسی طریق پر عمل پیرا رہے۔ ثالثاً جب ان حضرات صحابہؓ کو ایسے معاملات میں جن کے بارے میں کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہوتا، فیصلہ کرنا پڑتا تو وہ قیاس پر مجبور ہوتے تھے اور اس کو رائے ﴿۹۶﴾ سے تعبیر فرماتے تھے۔ قاضی شریحؒ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو تحریر کردہ مکتوبات میں حضرت عمرؓ کی یہ ہدایت صاف موجود ہے کہ کتاب وسنت میں نہ ملنے کی صورت میں اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دو اور یہ بھی کہ قضاء یا تو فریضہ محکمہ ہے یا سنت متبعہ، پھر مزید تحریر فرمایا کہ اس کے بعد غور وفکر ہے اور جب کتاب وسنت میں حکم نہ ملے تو نظائر وامثال کو سمجھو اور اسی پر قیاس کرو۔

رائے کا اختلاف جیسا کہ واضح ہے بالکل فطری اور عین ممکن الوقوع ہے۔ لہٰذا عہد صحابہؓ میں رائے میں اختلاف کی تین وجہیں تھیں۔

﴿۱﴾ اولاً قرآن مجید کے سمجھنے میں اختلاف ﴿۹۷﴾ اور اس کی کئی وجوہ ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ کسی ایسے لفظ کا وارد ہونا جس میں دو معنوں کا احتمال ہو ﴿۹۸﴾۔ مثلاً لفظ ''قروء'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء" ﴿۹۹﴾

یعنی طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو (نکاح سے) تین قروء تک روکے رکھیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سے حیض مراد لیا ہے جبکہ حضرت زید بن ثابتؓ نے اس کے معنی طہر لئے ہیں ﴿۱۰۰﴾۔ دوسرے دو موضوع کے لئے دو مختلف حکموں کے صادر ہونے سے یہ گمان ہونا کہ ایک حکم دوسرے مسئلہ کے کسی حصہ کو بھی شامل ہے۔ تو اس جز میں دونوں حکم ایک دوسرے کے معارض ہو جاتے ہیں ﴿۱۰۱﴾۔ مثلاً عدت والی بیوہ کہ نص سے اس کی عدت چار مہینے دس دن (۴-۱۰) ہے اور گمان ہوتا ہے کہ یہ حکم حاملہ بیوہ کو بھی شامل ہے اور مطلقہ کی عدت کے لئے جو آیت ہے اس میں حاملہ کی عدت وضع حمل ہے تو حاملہ بیوہ ہو جائے تو اس کی عدت دو حکموں کے درمیان واقع ہو گئی۔ آیا وہ پہلی آیت کے حکم میں ہے جس میں بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے اگرچہ اس سے پہلے وضع حمل ہو جائے۔ یا یہ کہ اس کی عدت وضع حمل ہے ﴿۱۰۲﴾۔

﴿۲﴾ ثانیاً احادیث کی بناء پر فتویٰ کا اختلاف ﴿۱۰۳﴾۔ رسول اللہ ﷺ کی وہ سنت جو ظاہر اور کھلی ہو آپ ﷺ اس پر عمل پیرا رہے ہوں اور آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جم غفیر کے سامنے اس کی ادائیگی فرمائی ہو۔ جیسے نماز اور اس کی کیفیات اور تعداد رکعات اور حج اور اس کی ادائیگی

www.toobaaelibrary.com

کے طریقے۔ ان میں سے بعض ایسی بھی تھیں جو ایک یا دو اصحاب کے سامنے آپ ﷺ نے بیان فرمائیں یا ان پر عمل فرمایا۔ یہی باعث ٹھہرا کہ ان کی روایت انہی ایک یا دو حضرات تک ہی رہی جو کہ اس وقت حاضر و موجود تھے اور اکثر قولی احادیث اسی طرح کی ہیں اور احادیث میں اختلاف کی بنیاد بھی یہی ہیں۔ اور یہ بھی کہ اس زمانہ آپ ﷺ کی احادیث شائع نہ تھیں اور نہ ہی احادیث کسی ایک کتاب میں جمع تھیں جس کی طرف رجوع کیا جاتا۔ لہٰذا مفتی صحابہ کے پاس جب کوئی ایسا مسئلہ لایا جاتا تو وہ اپنے ساتھیوں (اصحاب رسول ﷺ) سے مذکورہ مسئلہ میں آپ ﷺ کا فیصلہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے۔ بسا اوقات انہیں ایسا شخص میسر آجاتا جو ان سے حدیث بیان کرتا تو وہ اسکے مطابق فیصلہ فرمادیتے بشرطیکہ اس کی روایت تسلیم کر لی جاتی ﴿۱۰۴﴾۔ اس طرح روایت کے شائع نہ ہونے اور قبولیت حدیث میں دقت نظری سے کام لینے کی عادت کے باعث بعض اوقات ان کو عموم نص قرآنی کے مطابق فتویٰ دینے پر مجبور کرتا اور بعض اوقات ان کو کوئی ایسی سنت بھی مل جاتی جو اس کے عموم کو خاص کر دیتی تھی۔ اس کے علاوہ اگر ان کو کوئی نص نہ ملتی تو وہ رائے سے فتویٰ دیا کرتے تھے ﴿۱۰۵﴾۔

﴿۳﴾ ثالثاً، رائے کی بناء پر فتوے میں اختلاف ﴿۱۰۶﴾۔ سو اس کی صورت یہ تھی کہ جب کسی واقعہ میں نص قرآنی یا احادیث سے کوئی حکم نہ ملتا تو فتویٰ دینے کے لئے وہ رائے کو اختیار کرتے اور رائے کا مطلب ان کے نزدیک وہ بات ہے جو قرین مصلحت اور شریعت اسلامی کی روح سے قریب ترین ہو۔ پھر مصلحتوں کا لحاظ ہر ایک کے نزدیک مختلف ہونا ایک فطری بات ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہم بعض مفتی صحابہؓ کو حضرت عمرؓ کے زمانے میں ان سے مختلف الرائے پاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی مسائل پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اختلاف کیا اور حضرت علیؓ کے ایسے فتاویٰ بھی ہیں جو دیگر خلفائے ثلاثہ کے فیصلوں سے مختلف تھے، مثلاً یتامیٰ کے مال میں زکوٰۃ نہ دینے کے حکم کا مسئلہ ﴿۱۰۷﴾۔

ان سب باتوں کے باوجود اس زمانہ میں اختلاف کچھ زیادہ نہ تھا کیونکہ ہر خلیفہ راشد نے اپنے پیش رو خلیفہ راشد کے فیصلوں کو قانونی روایت کے طور پر باقی رکھا اور صحابہ کرامؓ بھی مجتہد صحابیؓ کو اپنے سے پہلے مجتہد صحابی کے اتباع کا مشورہ دیتے تھے ﴿۱۰۸﴾۔

خلافت راشدہ کے بعد خلافت بنو امیہ کا زمانہ (۴۱ھ-۱۳۲ھ) آتا ہے۔ اس عہد میں سیاسی، معاشرتی حالات میں جو تغیرات رونما ہوئے ان کے تحت مختلف فرقوں کا ظہور ہوا۔ اس کے اثرات فقہ و اجتہاد کے ارتقاء پر بھی پڑے، مثلاً حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو خط لکھا جس میں ان سے استدعا کی کہ میرے لئے ایک کتاب لکھ دیں اور جو امور مناسب نہ ہوں ان کو نہ لکھیں تو آپ نے فرمایا کہ لڑکا

www.toobaaelibrary.com

خیر خواہ ہے میں چند امور چن کر اس کو لکھ دوں گا۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ کے فیصلے منگوائے اور اس میں سے کچھ فیصلے لکھنے لگے اور کچھ کو پڑھ کر یہ فرماتے کہ خدا کی قسم علیؓ نے یہ فیصلہ ہرگز نہ کیا ہوگا ﴿۱۰۹﴾۔ اور طاؤس کی روایت کے مطابق ''حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک کتاب لائی گئی جس میں سے حضرت علیؓ کے فیصلے تھے تو آپ نے سب کو مٹا دیا مگر، سفیان بن عیینہ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا، اتنا باقی رکھا'' ﴿۱۱۰﴾۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں اپنی سند سے حضرت طاؤس کی روایت بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان سے حدیث بیان کرنے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فلاں حدیث دوبارہ سناؤ تو انہوں نے وہ حدیث ان کو دوبارہ سنائی۔ پھر فرمایا کہ فلاں فلاں حدیث دوبارہ پڑھو، انہوں نے وہ احادیث بھی ان کو دوبارہ سنائیں۔ اس کے بعد بشیر نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ آپؓ نے سب احادیث کو بجز ان احادیث کے قبول فرمایا یا سب احادیث کو رد کر کے صرف ان احادیث کو قبول فرمایا (جن کو آپؓ نے دوبارہ سنا)۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کیا کرتے تھے جب تک آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں بولا جاتا تھا ﴿۱۱۱﴾۔

حضرت ابن سیرین سے روایت ہے کہ پہلے حدیث کی اسناد کے متعلق کوئی سوال نہ کرتا تھا لیکن جب فتنہ پیدا ہو گیا تو لوگوں نے پوچھنا شروع کر دیا کہ اپنے راویوں کی سند بتاؤ تو دیکھا جاتا کہ اگر وہ اہل سنت ہیں تو ان سے احادیث قبول کی جاتی تھیں اور اگر اہل بدعت ہیں تو ان سے حدیث قبول نہیں کی جاتی تھی ﴿۱۱۲﴾۔

ابوالزناد اور عبداللہ بن ذکوان سے روایت ہے کہ میں نے مدینہ منورہ میں سو آدمی ایسے دیکھے جو بھلے معلوم ہوتے تھے لیکن ان کی احادیث قبول نہ کی جاتی تھیں اور کہا جاتا تھا کہ یہ اس کے اہل نہیں ہیں ﴿۱۱۳﴾۔ شعبی سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حارث اعور نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹا تھا ﴿۱۱۴﴾۔

چنانچہ جمہور مسلمین و محدثین نے روایت حدیث میں احتیاط برتنا شروع کر دی۔ حدیث و سنت کے علاوہ فقہی رجحانات میں بھی بہت کچھ تنوع پیدا ہوا۔ چنانچہ اہل حدیث اور اہل الرائے کے جو فقہی رجحانات عہد رسالت و عہد خلافت راشدہ سے چلے آرہے تھے عہد تابعین میں انہوں نے مکتبہ ہائے فقہ کی شکل اختیار کر لی۔

اہل حدیث اور اہل الرائے کے رجحانات میں کچھ باتیں بڑی نمایاں اور مابہ الامتیاز تھیں۔ چنانچہ اہل حدیث زیادہ تر ظواہر نصوص سے غرض رکھتے، احکام شرعیہ کے اسباب و علل جاننے سے گریز کرتے اور رائے سے زیادہ تعرض نہ کرتے تھے بلکہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ہر مسئلہ میں وہ ان احادیث سے تجاوز کریں جو ان کے پاس موجود ہیں۔ جبکہ اہل الرائے شریعت کو دوسرے انداز سے لیتے تھے۔ وہ کتاب و سنت پر عمل کرنے میں شریعت کے معقول ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔ نیز اپنی رائے سے فتویٰ دینے میں جب کہ ان کو نص نہ ملتی اہل حدیث کی

www.toobaaelibrary.com

طرح ہچکچاتے نہ تھے اور احکام کے اسباب وعلل کا کھوج لگا کر مسائل کی شیرازہ بندی کرتے تھے۔

بہر حال دونوں قسم کے اصحاب میں نیتوں کا فرق نہ تھا بلکہ نقطہ ہائے نظر کا فرق تھا۔ دونوں کا مقصد و مدعا اتباعِ شریعت تھا۔ چنانچہ اہل حدیث کا اہل الرائے پر یہ الزام درست نہ تھا کہ وہ اپنے قیاسات کی بنا پر احادیث کو چھوڑ دیتے تھے۔ کیونکہ دونوں میں سے کوئی بھی ایسا کرنے پر جری نہ تھا کہ قیاس کو سنت پر مقدم رکھے جو کہ ان کے پاس ثابت ہو چکی ہو۔ ہاں کبھی انداز استدلال مختلف رہنے سے یا ترجیح کے فرق سے مسائل کے حل مختلف اور نتائج الگ نظر آتے تھے، مثلاً جب، بروایت سفیان بن عیینہ، امام ابو حنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ مکہ میں دار الحناطین میں ملے تو امام اوزاعیؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے کہا کہ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے؟ ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اس لئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ اس پر امام اوزاعی نے کہا کہ کیسے؟ حالانکہ مجھ سے زہری نے سالم سے روایت کی ہے کہ ان کے والد نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ ہاتھ اٹھایا کرتے تھے جب کہ نماز شروع کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت، تو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ہم سے حمادؒ نے ابراہیمؒ سے بیان کیا ہے اور وہ علقمہ و اسود سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور پھر کبھی اس کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔ تو اوزاعیؒ نے فرمایا کہ میں آپ سے زہری کی روایت بیان کرتا ہوں جو سالم سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے اور آپ اس کے مقابلہ میں فرماتے ہیں کہ حماد نے ابراہیم سے روایت کی ہے۔ تو ابو حنیفہؒ نے جواب دیا کہ حماد، زہری سے زیادہ فقیہہ تھے اور ابراہیم، سالم سے افقہ تھے، اور حضرت علقمہ حضرت ابن عمرؓ سے کم نہ تھے اگر چہ حضرت ابن عمرؓ صحابی تھے یا ان کو صحبت کی فضیلت حاصل تھی اور حضرت اسود کی بڑی فضیلت ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ تو عبداللہ بن مسعودؓ ہی ہیں جس پر اوزاعی خاموش ہو گئے ﴿۱۱۵﴾۔ بہر حال یہ واقعہ اس بات پر دلیل ہے کہ ہر دو اہل حدیث اور اہل الرائے سب حد سنت پر قائم رہتے تھے جب کہ روایت پر ان کو اعتماد ہوتا تھا۔

فقہ کے ارتقاء کے ضمن میں ایک اہم اور سب سے بڑا عامل اسلامی مملکت کی وسعت اور اس کا توسع تھا۔ اسلامی مملکت کے حدود سندھ سے کاشغر اور اسپین تک وسیع ہو چکے تھے۔ جس کے لازمی نتیجے کے طور پر سینکڑوں اقوام اپنی علیحدہ شناخت، جدا تمدن، متنوع رسوم و رواج و مذاہب اور لسانی و نسلی اور الوانی اختلافات کے ساتھ مسلم ریاست کا جزو بن چکی تھیں۔ جس کے باعث ایک طرف تو اس وسیع و عریض سلطنت میں تجارت، مالیات، زراعت، صنعت و حرفت، عائلی، دستوری، دیوانی و فوجداری قوانین و ضوابط کے مسائل روز افزوں اور تصفیہ طلب تھے تو وہیں دوسری طرف دیگر حکومتوں اور اقوام سے تعلقات کے سبب سفارتی روابط، صلح و جنگ، تجارتی لین دین، بحری و بری مسافرت اور جنگی کے مسائل بھی سامنے آرہے تھے جن کو حل کرنے کے لئے مختلف

www.toobaaelibrary.com

علاقوں سے تعلق رکھنے والے اہل فتویٰ وتقویٰ، اصحاب روایت ودرایت، اور قاضی اور عمال حکومت اپنے انفرادی اجتہاد اور معلومات کے زور پر کوششیں کر رہے تھے۔ اس کا بجائے خود ایک نتیجہ یہ نکل رہا تھا کہ ان گنت فیصلے، فتوے اور اختلافی آراء مروّج اور متداول تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ عہد بہ عہد پیش آنے والے سیاسی واقعات وحالات، مذہبی واعتقادی فرقے اور فقہ واجتہاد کے حلقے خلجان وہیجان کا باعث بن رہے تھے۔ یہ صورت حال عام مسلمانوں کے لئے سخت پیچیدہ اور پیش آمدہ حالات میں رہنمائی کی متقاضی تھی تاہم حکومتی سطح پر اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کوئی انتظام نہ تھا ﴿۱۱۶﴾۔ یہ اتنا بڑا چیلنج اور عصری تقاضا تھا کہ اس کے لئے کسی معمولی عالم، مفتی، فقیہ یا قاضی کی کوششیں کافی نہ ہو سکتی تھیں۔ اس چیلنج سے نمٹنے کے لئے ظاہر ہے کہ کسی بڑے ادارے، مجلس اور جماعت کو ضرورت تھی جو نہ صرف قانون سازی کے کام کو منضبط کرے بلکہ پیش آمدہ مسائل کا حل بھی تلاش کرے اور پھر اس طریق کار کے مطابق بنائے جانے والے قوانین اور تلاش کئے جانے والے حل نہ صرف یہ کہ لوگوں کے لئے قابل قبول ہوں بلکہ کسی سرکاری/حکومتی منظوری کے محتاج بھی نہ ہوں۔

بلاشبہ اس ضمن میں اس وقت امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے اسلامی مملکت کے طول وعرض میں انفرادی کوششیں بھی جاری وساری تھیں۔ لیکن محولہ بالا صورت حال میں یہ کوششیں ناکافی تھیں اور اجتماعی واداراتی سطح پر کام کرنے کی ضرورت بہرحال اپنی جگہ پر قائم تھی۔ یہی وہ ضرورت تھی جسے پورا کرنے کے لئے امام ابوحنیفہ اپنے اصحاب وتلامذہ کے ساتھ میدان عمل میں اترے۔ یہاں یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ جو عظیم الشان کام درپیش تھا اس کی سربراہی کیلئے امام ابوحنیفہ جیسے عالم بے بدل اور فقیہ بے مثل ہی موزوں ترین شخصیت تھے جو کہ نہ صرف حکمت دین سے آراستہ وپیراستہ، مصالح شرعیہ سے آگاہ وخبردار، احتیاجات انسانی اور ضروریات زمانہ کے رمزشناس تھے بلکہ اس عصری چیلنج کا مقابلہ کرنے کی ہمت وصلاحیت بھی بدرجۂ اُتم رکھتے تھے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ ان کی ذات میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علم وعرفان کا وہ تسلسل موجود تھا جو حضرت ام عبدؓ (عبداللہ بن مسعودؓ) کی تیئس (۲۳) برس کی ضمیتِ تام اور قربِ خاص میں براہ راست نور نبوت سے مستنیر تھا ﴿۱۱۷﴾۔

مجلس تدوین فقہ

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے مجلس تدوین فقہ کی تاسیس کی اور یوں اپنی نوعیت کا منفرد اور تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔ موفق لکھتے ہیں، ''کوفہ فقہ سے معمور تھا اور فقہاء کی اس شہر میں کثرت تھی مثلاً ابن شبرمہؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، شریکؒ اور ان ہی جیسے لوگ، لیکن ابوحنیفہؒ کے اقوال کے سامنے سب کا بازار سرد پڑ گیا''۔ ﴿۱۱۸﴾۔ امام رازیؒ مناقب الشافعیؒ میں لکھتے ہیں، ''اصحاب الرائے (یعنی امام ابوحنیفہؒ اور مجلس تدوین فقہ کے ارکان) نے اپنے مسائل جس زمانے میں ظاہر کئے تب دنیا محدثین اور راویان اخبار سے بھری پڑی تھی تاہم کسی کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ ان کے

www.toobaaelibrary.com

اقوال پر اعتراض کرتا'' ﴿۱۱۹﴾۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور رئیس صوفیاء امام داؤد الطائیؒ مجلس وضع قانون اور اس کے کارناموں کے بارے میں کہتے ہیں، ''گو بعض لوگ مثلاً ابن ابیؒ لیلیٰؒ، ثوریؒ اور شریک وغیرہ نے کچھ دنوں تک امام صاحب کا مقابلہ کیا اور وہ چاہتے تھے کہ امام صاحبؒ کو زک پہنچائیں لیکن ان کے حالات ہی ایسے تھے کہ روز بروز ان کا مقام بلند سے بلند تر ہوتا چلا گیا ----- لوگ آپ کے مداح ہو گئے اور ایسا کام کر کے امام ابوحنیفہؒ نے دکھا دیا جو دوسروں سے بن نہ آیا'' ﴿۱۲۰﴾۔

امام ابوحنیفہؒ کے وہ خاص اصحاب اور تلامذہ جو مجلس تدوین فقہ کے ارکان تھے ان کی تعداد چالیس تھی اور یہ سب کے سب درجۂ اجتہاد پر فائز تھے۔ خوارزمی نے امام ابوحنیفہؒ کے ایک مشہور خطاب کا ذکر کیا ہے جس میں مختلف اطراف و اکناف عالم سے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے ایک ہزار چنیدہ شاگردوں کو بلوایا۔ ان میں سے چالیس درجہ اجتہاد کو پہنچ چکے تھے اور امام صاحب نے ان کے بارے میں ''انتم مسار قلبی و حلا حزنی'' کے الفاظ کہے ﴿۱۲۱﴾۔ موفق نے اسی خطاب اور مجلس تدوین فقہ کے ارکان کے علم و افتخار کا بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے متذکرہ بالا الفاظ چھتیس شاگردوں کے لئے کہے تھے اور پھر ان میں تخصیص بھی کر دی تھی کہ ان میں سے اٹھائیس (۲۸) قاضی اور چھ (۶) مفتی کے اہل ہیں جبکہ دو، امام ابو یوسف اور امام زفر، قضاۃ اور ارباب فتویٰ کی تہذیب و تربیت کا فریضہ بخوبی سرانجام دے سکتے ہیں ﴿۱۲۲﴾۔

امام ابوحنیفہ نے تدوین فقہ کے لئے شورائیت کا راستہ اپنایا اور اتنا عظیم الشان کام محض اپنی انفرادی رائے سے کر ڈالنا پسند نہیں کیا۔ موفق لکھتے ہیں ''ابوحنیفہ نے اپنا مذہب ان (یعنی اپنے اصحاب و تلامذہ) کے مشورے سے مرتب کیا ------ انہوں نے شاگردوں کو چھوڑ کر یہ کام محض اپنی انفرادی رائے سے کر ڈالنا پسند نہیں کیا۔ وہ ایک ایک مسئلہ ان کے سامنے پیش کرتے، اس کے مختلف پہلو ان کے سامنے لاتے، جو کچھ علم اور خیال ان کے پاس ہوتا اسے سنتے اور اپنی رائے بھی بیان کر دیتے'' ﴿۱۲۳﴾۔

امام صاحب کے ایک شاگرد عبداللہ بن المبارک کہتے ہیں، ''ایک مرتبہ اس مجلس میں تین دن تک مسلسل ایک مسئلے پر بحث ہوتی رہی۔ تیسرے دن شام کے وقت جب میں نے اللہ اکبر کی صدائیں سنیں تو پتہ چلا کہ اس بحث کا فیصلہ ہو گیا ہے'' ﴿۱۲۴﴾ اور بعض اوقات تو ایک ایک مسئلے پر بحث کرتے ہوئے مہینہ مہینہ بھر اور اس سے بھی زیادہ لگ جاتا تا آنکہ مسئلہ کا کوئی پہلو متعین ہو جاتا ﴿۱۲۵﴾۔ اور جب مسئلہ طے ہو جاتا تو اسے لکھ لیا جاتا، موفق لکھتے ہیں؛

> ''ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس شریعت کے علم کو مدون کیا۔ ان سے پہلے یہ کام کسی نے نہیں کیا تھا۔ ابوحنیفہ نے اس کو کتابوں اور جدا جدا عنوانات کے تحت ابواب کی شکل میں مرتب کر

www.toobaaelibrary.com

دیا" ﴿۱۲۶﴾۔

یعنی نہ صرف فقہی قوانین کا مجموعہ ساتھ ساتھ تحریری صورت میں جمع ہو رہا تھا بلکہ اس کو کتابوں اور جدا جدا عنوانات کے تحت رکھا بھی جا رہا تھا۔ بلاشبہ امام صاحب کو اس کام میں اولیت حاصل ہے۔ اس مجموعۂ قوانین کو سپرد تحریر کرنے کی ذمہ داری قاضی ابو یوسف کے سر تھی۔ موفق لکھتے ہیں،" آخر میں جب ایک رائے قرار پا جاتی تو قاضی ابو یوسف اسے کتب اصول میں ثبت کر دیتے" ﴿۱۲۷﴾ عبداللہ بن المبارک کے حوالے سے موفق کا بیان ہے؛

" میں نے ابو حنیفہ کی کتب ایک سے زیادہ مرتبہ نقل کی ہیں۔ ان کتابوں میں اضافے ہوتے جاتے تھے۔ تو میں ان کو بھی لکھ لیتا تھا" ﴿۱۲۸﴾۔

موفق نے ہی اس کے ابواب کی ترتیب بھی بیان کی ہے۔

"امام صاحب نے اس علم کو مرتب کر دیا اور باقاعدہ تبویب کر کے جمع کر دیا۔ چنانچہ پہلے کتاب الطہارۃ، اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ۔ اسی طرح بالترتیب تمام عبادات کو مرتب کیا، پھر معاملات کو ترتیب دیا اور آخر میں کتب مواریث پر اسے ختم کر دیا" ﴿۱۲۹﴾۔

باوجود اس کے کہ امام صاحب خود اپنے عہد کے مجتہد مطلق تھے اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ ہر ہر علم اور فن میں کامل دستگاہ رکھتے تھے انہوں نے مجلس تدوین فقہ میں مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو جمع کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب امام وکیع بن الجراح سے کسی نہ کہا کہ ابو حنیفہؒ نے خطا کی تو انہوں نے فرمایا کہ ابو حنیفہؒ کیسے غلطی کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ ابو یوسف وزفر جیسے قیاس کرنے والے، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث اور حبان ومندل جیسے حفاظ حدیث، قاسم بن معن مسعودی جیسے لغت وعربیت کے ماہر، داؤد الطائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد اور متورع لوگ ہیں، اور جس کے ہم مجلس ایسے لوگ ہوں گے وہ خطا نہیں کرے گا اور اگر کرے گا بھی تو وہ لوگ اسے صواب کی طرف لوٹا دیں گے۔" ﴿۱۳۰﴾۔

موفق مکی نے امام ابو حنیفہ کے بارہ خاص اصحاب (جو کہ مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے) کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے؛

" وھو لاء الذین ------ ذو فھم و بصیرۃ. و فقه. و علم بالحدیث والسیرۃ. اھل العلم بتفسیر الکتاب. والنحو والحساب، جبال العلم، و معدن الفقه و الفھم، اھل المقالات، لاینعقد الاجماع دونھم فی جمیع الحالات" ﴿۱۳۱﴾.

سوائے چند کے مجلس تدوین فقہ کے ارکان ہمہ وقتی اور مستقل نہ تھے بلکہ یہ وہ چالیس ارکان تھے جو مختلف اوقات میں فقہی رہنمائی کے لئے میسر وموجود ہوتے تھے۔ مجلس تدوین فقہ کا طریق کار بھی غالباً یہ رہا ہوگا کہ

www.toobaaelibrary.com

جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا جس میں ماہرین سے رائے لینا ضروری ہوتا تو متعلقہ ماہرین سے رائے لینے کا اہتمام کرلیا جاتا ہوگا اور مسئلہ ان کے سامنے رکھا جاتا ہوگا۔ اس طرح متعلقہ ماہرین مل بیٹھ کر اس پر اپنی رائے کا اظہار کرتے، بحث مباحثہ ہوتا، دلائل دیئے جاتے اور مسئلہ کے حل کے لئے انتہائی مساعی بروئے کار لائی جاتیں۔ مسئلہ طے ہونے پر ضبط تحریر میں لے آیا جاتا۔ تحریر کی یہ خدمت زیادہ تر ابو یوسف اور یحیٰی بن زکریا بن ابی زائدہ کے سپرد تھی۔ القرشی لکھتے ہیں کہ ابی زائدہ نے تیس سال تک تحریر کی خدمت سرانجام دی ﴿۱۳۲﴾۔ اس سے ان کی مجلس تدوین فقہ سے مستقل اور باقاعدہ وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔ اس طرح امام ابو یوسف جنہوں نے سوائے بیماری کے کبھی بھی امام ابو حنیفہ کی مجلس سے غیر حاضری اختیار نہیں کی ﴿۱۳۳﴾ اور اسی طرح مسعر بن کدام جنہوں نے اپنے اوپر امام ابو حنیفہ کی صحبت لازم کرلی تھی اور ان کا انتقال بھی مسجد ابو حنیفہؒ میں بحالت سجدہ ہوا ﴿۱۳۴﴾۔ امام زفر بھی انہی چند مستقل ارکان میں سے ایک تھے۔ ان کے لئے امام ابو حنیفہؒ نے ''ھوا قیس اصحابی'' کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ ﴿۱۳۵﴾ عافیہ بن یزید الاودیؒ مجلس تدوین فقہ کے ایک اہم اور مستقل رکن تھے۔ اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب درپیش مسئلے پر بحث و مباحثہ کرتے اور جب کسی رائے پر پہنچ جاتے اور عافیہ موجود نہ ہوتے تو امام صاحب فرماتے کہ اس مسئلے کو عافیہؒ کے آلینے تک تحریر نہ کرو جب عافیہ آجاتے اور وہ مسئلہ سے متفق ہوتے تو امام ابو حنیفہؒ اسے لکھ لینے کو کہتے'' ﴿۱۳۶﴾۔

امام ابو حنیفہ کی سربراہی میں مجلس تدوین فقہ کے ارکان کی مہارت تامہ، علمیت، استناد، نیک نامی اور تورّع، تدوین فقہ کے کام کی وسعت اور ہمہ گیری اور کم از کم اٹھارہ (۱۸) برس (بعض نے اس مدت کو ۱۲۰ھ سے بھی شمار کیا ہے جب امام حمادؒ کی جانشینی امام ابو حنیفہؒ کو ملی) ﴿۱۳۷﴾ کی طویل مدت میں مسلسل تدوین فقہ، اور پھر روزانہ سینکڑوں فتوؤں کا اجراء اور عنوانات کتب کے تنوّع، سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ قوانین بہت ضخیم اور کثیر تعداد میں مسائل پر مشتمل ہوگا۔ قلائد عقود العقیان کے مصنف ابن خاقان نے کتاب الصیانۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ کے تدوین کردہ مسائل کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے کچھ زیادہ ہے ﴿۱۳۸﴾ شمس الائمہ کردری نے ان کی تعداد پانچ لاکھ بتائی ہے ﴿۱۳۹﴾۔ مکی نے اس کی تعداد ساٹھ ہزار اور بقول بعض تراسی ہزار بیان کی ہے ﴿۱۴۰﴾۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ان مسائل کی تعداد لاکھوں سے کم نہ تھی ﴿۱۴۱﴾۔ ہمارے خیال میں یوں تعداد کا متعین کردینا درست نہ ہوگا البتہ اس سے جہاں ایک طرف کثرت فتاویٰ ثابت ہوتی ہے وہیں دوسری طرف اس کام کی وسعت اور ہمہ گیری کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اس کی تائید مزید ان کتابوں کی فہرستوں سے بھی ہوتی ہے جنہیں اس مجلس کے اراکین امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن الشیبانی نے بعد میں مرتب کیا۔ ان کتابوں کے عنوانات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسائل ہر ہر شعبہ قانون سے متعلق تھے، مثلاً دستوری، فوجداری،

www.toobaaelibrary.com

دیوانی، قانون شہادت، بین الاقوامی قانون (السیر) ﴿۱۴۲﴾ ضابطۂ عدالت، معاشی زندگی کے ہر شعبے کے لئے الگ قوانین، نکاح وطلاق اور وراثت وغیرہ، شخصی احوال کے قوانین اور عبادات کے احکام۔

اس مجموعۂ فقہ میں صرف پیش آمدہ مسائل پر ہی اکتفا نہیں کر لیا گیا بلکہ مسائل میں فرض وتقدیر کی روش بھی اختیار کی گئی۔ یعنی معاملات کی امکانی صورتیں فرض کر کے بھی ان پر بحث کی جاتی اور ان کا حل تلاش کیا جاتا تھا تاکہ آئندہ اگر کبھی کوئی ایسی صورت حال سامنے آئے جو اس سے پہلے پیش نہ آئی ہو تو قانون میں اس کا پہلے سے حل موجود ہو۔ امام صاحب نے اس راہ کو کیوں اختیار کیا اس کی وجہ ہم تاریخ بغداد میں مذکور ایک واقعہ میں پاتے ہیں:۔

> "جب قتادہ کوفہ آئے تو امام صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے ابوالخطاب آپ ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو سالہا سال تک لاپتہ رہا۔ اس کی بیوی نے خیال کیا کہ وہ وفات پا گیا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے کسی دوسرے مرد سے شادی کر لی اتنے میں پہلا شوہر واپس آ گیا۔ بتایئے اب کیا ہوگا؟ قتادہ نے پوچھا، کیا ایسا واقعہ پیش آیا ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا۔ نہیں، پیش تو نہیں آیا! قتادہ کہنے لگے پھر ایسی بات کیوں پوچھتے ہو جو سرے سے واقع ہی نہیں ہوئی؟ امام صاحب نے جواب دیا، ہم نزول بلا سے پہلے اس کے دفاع کی تیاری کرتے ہیں پھر اگر وہ واقع ہو جاتی ہے تو بہ آسانی اس سے عہدہ برآ ہو جاتے ہیں" ﴿۱۴۳﴾۔

اس واقعہ سے امام صاحب کی پیش بینی اور فہم نصوص میں عُمقِ فکر کا اندازہ ہوتا ہے۔ جس کے باعث فقہ میں نمو پیدا ہوا اور فروع میں اضافہ ہوا۔ اور چونکہ مسائل غیر واقعی کا واقع ہونا ہمیشہ ممکن رہا ہے لہٰذا ان سے آگاہی ضروری ہے۔ ابوحنیفہ کی اس سمت میں سبقت ایک تو فضل کی طرف سبقت تھی دوسرے اس سبقت کے نتیجے میں خیر کثیر اور نفع عمیم مرتب ہوا ﴿۱۴۴﴾۔

امام ابوحنیفہ کی زندگی میں ہی یہ مجموعۂ قوانین اور اس کے تمام ابواب مرتب ہو گئے تھے۔ قرائن سے ان تالیفات کی ترویج کا پتہ چلتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے اسی زمانے میں فقہائے مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور تابعین کرام کے فتاویٰ مدون کرنا شروع کر دیئے تھے اور ان فتاویٰ پر نظر وفکر کے بعد اجتہاد کی بنیاد رکھی جانے لگی تھی۔ اہل عراق نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ اور دوسرے قضاۃ کوفہ کے فتاویٰ اور قضایا جمع کرنے پر زور دیا۔ چنانچہ مروی ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے ایسے فتاویٰ اور ان کے مبادیات کو ایک مجموعے کی شکل میں جمع کیا تھا۔ اسی طرح امام صاحبؒ کے شیخ حمادؒ کے پاس بھی ایک مجموعہ تھا ﴿۱۴۵﴾۔

الفہرست کے مصنف ابن الندیم نے امام صاحب کی چار کتابوں: (۱)۔ الفقہ الاکبر، (۲)۔ رسالۃ العالم و المتعلم، (۳)۔ رسالۃ الی عثمان البتی، اور (۴)۔ کتاب القدریہ کا ذکر کیا ہے ﴿۱۴۶﴾۔ ان کتابوں کا تعلق عقائد اور

www.toobaaelibrary.com

اس کے متعلقات سے ہے جبکہ بعض علماء کا خیال ہے کہ الفقہ الاکبر عقائد کی نہیں بلکہ فقہ کی کتاب ہے اور کم وبیش ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) مسائل پر حاوی ہے﴿۱۴۷﴾۔

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کا بیان ہے:-

''میں نے ایک دن سفیان کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے۔ ان کی اجازت سے میں اس کتاب کو دیکھنے لگا تو وہ امام ابوحنیفہ کی ''کتاب الرھن'' نکلی، میں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں؟ بولے کاش میرے پاس ان کی سب کتابیں ہوتیں۔''﴿۱۴۸﴾

اور یہ بھی واقعہ ہے کہ امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی کتاب السیر کا رد لکھا تھا﴿۱۴۹﴾۔ بدقسمتی سے امام صاحب کی کتابیں اور تالیفات ہم تک اپنی اصل حالت میں نہیں پہنچ سکیں۔ امام رازی لکھتے ہیں، ''ابوحنیفہ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی'' ﴿۱۵۰﴾۔تاہم جو دستیاب ہیں ﴿۱۵۱﴾ ان سے کم از کم یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا کام محض زبانی کلامی نہیں رکھا بلکہ ضبطِ تحریر میں لا کر مستقل افادیت کا سامان کر گئے۔

گزشتہ صفحات میں جو تفصیل گزر چکی ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اپنے اصحاب واعیان کے ساتھ جو کام کر رہے تھے اس نے اپنے زمانہ میں بھی نہایت تاثیر ونفوذ حاصل کیا اور اطراف وجوانب میں بھی اس کا چرچا عام ہو گیا۔ امام صاحب نے فقہ واجتہاد میں جو نیا رستہ نکالا تھا اور وضع قانون کے ذریعے امت کی مشکلات کو کم کیا تھا اس نے امام صاحب کی شخصیت کو مرجع خلائق بنا دیا اور مملکت اسلامی کے دور دراز علاقوں سے تشنگان علم اور مسائل ومصائب کے شکار عوام الناس آپ کی مجلس درس وافتاء سے رجوع کرنے لگے۔ اس قبول عام کے نتائج یہ نکلے کہ:-

﴿۱﴾ امت کو درپیش مسائل کے حل کے لئے، امام صاحب کی آراء اور آپ کے فتاویٰ نیز مجلس وضع قانون کے فیصلے، غیر سرکاری حیثیت ہونے کے باوجود، لوگوں کی اپنی خواہش اور ایماء پر وقعت پاتے چلے گئے اور عمل ونفاذ سے ہمکنار ہوتے رہے۔

﴿۲﴾ دیگر فقہاء ومجتہدین کا کام محدود نوعیت کا ہو گیا اور امام صاحب کے اقوال واجتہادات ترجیح پا کر نہ صرف خود ان فقہاء ومحدثین کی دل چسپی اور توجہ کا مرکز بن گئے بلکہ خلفاء، آئمہ، حکام اور خواص سب کا رجوع ان کی طرف ہو گیا۔

﴿۳﴾ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات وواقعات کے مشاہدے، تجربے کے تسلسل اور ہر قسم کے ماہرین ﴿۱۵۲﴾ کی معاونت کے سبب امام صاحب کے کام میں نکھار پیدا ہوتا چلا گیا اور تدوین فقہ کے سلسلہ میں اچھا خاصا کام ایسا ہو گیا جو پہلے نہ ہوا تھا۔

www.toobaaelibrary.com

فقہ حنفی ----- اصول

امام ابوحنیفہ کو امام حمادؒ کے واسطے سے ابراہیم نخعیؒ کے مسائل فقہیہ کا مختصر اور غیر مرتب مجموعہ ملا تھا جس کا ماخذ احادیث نبوی ﷺ اور حضرات علیؓ اور ابن مسعودؓ کے فتاویٰ تھے ﴿۱۵۳﴾۔ لیکن اس زمانے میں فقہ کا زیادہ انحصار زبانی روایت پر تھا اور اس وقت تک اسے فن کا مقام بھی حاصل نہ ہوا تھا، نہ تفریع احکام کے اصول ضبط تحریر میں آئے تھے اور نہ ہی استدلال و استنباط کے قواعد مقرر ہوئے تھے، نہ تو احادیث میں امتیازِ مراتب قائم ہوا تھا اور نہ ہی قیاس اور شبہہ النظیر علی النظیر کے قواعد طے ہوئے تھے ﴿۱۵۴﴾۔ یہ امام صاحبؒ ہی تھے جنہوں نے فقہ کو مجتہدانہ رنگ دے کر ایک مستقل فن کی حیثیت سے مرتب کر دیا۔

امام ابوحنیفہ اپنے طرز اجتہاد کے عمودِ اصول اور قواعد استدلال یوں بیان کرتے ہیں:-

"مجھے جب کوئی حکم کتاب اللہ میں مل جاتا ہے تو میں اسی کو تھام لیتا ہوں اور جب اس میں نہیں ملتا تو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے ان صحیح آثار کو لیتا ہوں جو ثقہ لوگوں کے ہاں ثقہ لوگوں کے واسطے سے معروف ہیں۔ پھر جب نہ کتاب اللہ میں حکم ملتا ہے نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں تو میں اصحاب رسول ﷺ کے قول کی پیروی کرتا ہوں اور (ان کے اختلاف کی صورت میں) جس صحابی کا قول چاہتا ہوں لیتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا۔ لیکن جب معاملہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، حسن، عطاء اور سعید بن المسیب تک آجاتا ہے تو جس طرح انہیں اجتہاد کا حق ہے مجھے بھی حق ہے" ﴿۱۵۵﴾۔

ابوحمزہ السکری سے روایت ہے کہ ابوحنیفہ کہتے ہیں:-

" اذا جاء الحديث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم نحل عنه الی غیره و اخذ نا به. و اذا جاء عن الصحابة تخیر نا و اذا جاء عن التابعين زاحمنا هم" ﴿۱۵۶﴾

نعیم بن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے سناوہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے کہا:-

" ما جاء نا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلناه علی الراس و العين ﴿۱۵۷﴾. و ما جاء نا عن اصحاب رحمهم اختر نا ولم نخرج عن قولهم. و ما جاء نا عن التابعين فهم رجال ونحن رجال" ﴿۱۵۸﴾.

امام صاحبؒ کے مذکورہ بالا بیانات جہاں ان کی اصابت فکر کے غماز ہیں وہیں یہ بھی طے ہوتا ہے کہ وہ (۱) کتاب اللہ کو بطور دلیل اول اور (۲) سنت خیر الانام ﷺ کو بطور دلیل ثانی اختیار کرتے تھے۔ دلیل اول و ثانی میں حکم نہ ملنے کی صورت میں (۳) اقوال صحابہؓ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور صحابہؓ میں اختلاف رائے کی صورت میں کسی بھی صحابی کا قول اختیار فرماتے تھے۔ اصحاب رسول ﷺ کے قول کو اپنے اوپر لازم کر لینے میں امام

www.toobaaelibrary.com

ابو حنیفہؒ کی بصیرت واقعی قابل داد وتحسین ہے کیونکہ اولاً صحابی کے معاملہ میں یہ امکان بہرحال موجود ہے کہ اس صحابی کے علم میں جناب رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم موجود ہو جو صحابی کے قول کا مآخذ ہو، ثانیاً اس التزام میں یہ تقویٰ بھی موجود ہے کہ مسائل میں صحابہ کے درمیان اختلاف کی صورت میں صحابی کا قول ہی لیا جائے اور صحابی کے اقوال سے مختلف رائے سے فیصلہ نہ کیا جائے کہ اس میں نادانستہ سنت کی خلاف ورزی کا اندیشہ موجود ہے۔ البتہ اس تمسک بالصحابہ میں امام ابوحنیفہ اس قول کا اختیار فرماتے جو ان کے نزدیک قیاس سے مربوط اور کتاب و سنت میں استنباط سے موافق ہوتا۔

موفق مکی المناقب میں لکھتے ہیں:۔

"ابو حنیفہ ثقہ کو لیتے تھے اور قباحت سے گریزاں رہتے تھے۔ لوگوں کے معاملات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کی صلاح وفلاح کے جویا رہتے تھے۔ وہ حسب ضرورت قیاس سے کام لیتے تھے۔ جب اس سے کام نہ چلتا تو استحسان کو اختیار کرتے۔ اس سے بھی بات نہ بنتی تو تعامل مسلمین کو اختیار کرتے۔ پہلے وہ مجمع علیہ حدیث ڈھونڈتے پھر حسب ضرورت قیاس سے کام لیتے، پھر استحسان سے، ان دونوں میں سے جو بھی مناسب ہوتا اسے لے لیتے" ﴿۱۵۹﴾۔

المناقب ہی میں ہے:۔

"ابو حنیفہ ناسخ ومنسوخ احادیث ﴿۱۶۰﴾ کی بہت چھان بین کرتے تھے۔ جب کوئی حدیث مرفوع ﴿۱۶۱﴾ یا اثر صحابی آپ کے نزدیک ثابت ہو جاتا تو اس پر عمل کرتے۔ آپ اہل کوفہ کی حدیث سے خوب آگاہ تھے اور اس پر سختی سے عامل رہتے تھے" ﴿۱۶۲﴾۔

مکی کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ (۱) کتاب، (۲) سنت، (۳) اقوال صحابہ، اور (۴) اجماع کے بعد (۵) قیاس کو اختیار کرتے تھے۔ لوگوں کے معاملات ایک باعمل فقیہ کی طرح ان کے پیش نظر رہتے تھے کیونکہ ایک مجتہد کے لئے لوگوں کی عادات سے واقفیت ضروری ہے۔ قیاس کے بعد وہ (۶) استحسان سے مدد لیتے اور سب سے آخر میں (۷) عرف (تعامل المسلمین) کو اختیار فرماتے۔ سنت کے تتبع میں مجمع علیہ حدیث کے لئے سعی ابوحنیفہؒ کی سنت سے محبت، فقاہت اور نزاکت علمی کی بین دلیل ہے اور یہ بھی کہ امام ابوحنیفہؒ کی نظر (الف) آپ ﷺ کے آخری عمل اور آپ کی آخری بات پر رہتی، (ب) پھر امام ابوحنیفہ اہل کوفہ کے مسلک کے سختی سے پابند اور اپنے اہل شہر کے متبع تھے۔ اس طرح لازمی طور پر اجماع فقہاء آپ کے نزدیک حجت تھا۔

ان تمام تصریحات سے حنفی فقہ کے عمود واصول اور قواعد استدلال واستنباط کی ترتیب کچھ یوں بنتی ہے:۔

www.toobaaelibrary.com

۱﴾ کتاب اللہ، ۲﴾ سنت سرورِ عالم ﷺ،
۳﴾ اقوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، (کسی ایک صحابی کا قول بصورتِ اختلاف)
۴﴾ اجماع، ۵﴾ قیاس، ۶﴾ استحسان، ۷﴾ عرف ﴿۱۶۳﴾۔

فقہ حنفی ــــــ خصوصیات و امتیازات

۱﴾ فقہ حنفی کا موافقِ عقل ہونا

احکامات اور مسائلِ شرعیہ کے محض تعبّدی یا سرّی اور مبنی بر مصلحت ہونے پر علماء شروع سے ہی مختلف الرائے رہے ہیں۔ ایک جماعت احکام کے تعبّدی ہونے کی قائل ہے، وہ انہیں سرّ اور مصلحت سے خالی سمجھتی ہے۔ ان کے خیال میں شراب، چوری، فسق و فجور صرف اس لئے ناپسندیدہ ہیں کہ شریعت نے ان سے روکا ہے، اور خیرات و زکوٰۃ اس لئے مستحسن اور پسندیدہ ہیں کہ شارع علیہ السلام نے ان کی تاکید کی ہے۔ امام شافعیؒ کا میلان اسی طرف پایا جاتا ہے ﴿۱۶۴﴾۔ جبکہ دوسری جماعت علماء کے نزدیک شریعت کے تمام احکامات مصالح پر مبنی ہیں البتہ بعض مسائل و احکامات ایسے ضرور ہیں جن کی مصلحت فہمِ عام سے بالا ہے۔ لیکن وہ بھی خالی از مصلحت نہیں ہیں۔ خود قرآن مجید میں تمام مہمات مسائل کی مصلحت و غایت مذکور و بیّن ہے:۔ مثلاً مصلحت نماز، فواحش و منکرات سے روکنا ہے ﴿۱۶۵﴾، مصلحت جہاد، فتنے کا استیصال و خاتمہ ہے ﴿۱۶۶﴾ اور مصلحت روزہ، تقویٰ ہے ﴿۱۶۷﴾۔ یہی حال دوسرے احکامات کا ہے۔

امام ابوحنیفہ شریعت کے تمام احکامات کے مبنی بر مصلحت ہونے کے قائل ہیں ﴿۱۶۸﴾ اور اس کی ایک خاص وجہ جس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں وہ امام صاحب کی کلامی مسائل کی مشق و تربیت تھی۔ کلامی مسائل کی ممارست نے ان کی قوت فکر اور جدّتِ نظر کو نہایت قوی کر دیا تھا۔ ان کے دیگر فرقوں بالخصوص معتزلہ سے مناظرے رہتے تھے۔ اس طرح تدقیق و تفکر سے امام صاحب نے جان لیا کہ شریعت کا ہر مسئلہ اصول عقلی کے عین مطابق ہے۔ یوں علم الکلام کے بعد فقہ کی طرف متوجہ ہونے پر بھی مسائل میں ان کا طرزِ فکر بخلاف دوسرے ائمہ کے یہی رہا۔

فقہ حنفی کا دوسری فقہوں سے تقابل کرنے پر نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے مسائل عموماً موافق عقل ہیں بلکہ معاملات تو معاملات عبادات میں بھی یہی کیفیت جلوہ فرما نظر آتی ہے۔ شبلی لکھتے ہیں، نماز کی غایتِ اصلی خضوع، اظہارِ تعبّد، اقرارِ عظمتِ الٰہی اور دُعا ہے۔ اس غایت کے حصول میں افعال کے مراتب مختلف ہیں۔ بعض لازمی اور ضروری ہیں کیونکہ ان کے نہ ہونے سے نماز کی اصل غرض ہی فوت ہو جاتی ہے۔ یہ فرض

www.toobaaelibrary.com

کہلاتے ہیں۔ بعض افعال ایسے ہیں جو طریق ادا میں حسن وخوبی کا باعث ہیں لیکن ان کے جاتے رہنے سے اصل غایت فوت نہیں ہوتی۔ اس قسم کے افعال کا درجہ فرض افعال سے کم تر ہے اس لئے ان کو سنت اور مستحب خیال کیا جاتا ہے﴿۱۶۹﴾۔

سب مجتہدوں کے نزدیک نماز میں نیت، تکبیر، قرأت، رکوع و سجود سے بڑھ کر اظہار تعبد کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے اس لئے یہ لازمی اور فرض ہیں، اور خود شارع علیہ السلام نے ان کے لازمی اور فرض ہونے کی طرف اشارے کئے ہیں، بلکہ بعض جگہ تصریح بھی کی ہے۔ لیکن اور آئمہ نے یہ زیادتی کی کہ ان ارکان کی ادا کی خصوصیتوں کو بھی فرض قرار دے دیا حالانکہ وہ لازمی نہ تھیں۔ اس لئے امام ابو حنیفہؒ ان کی فرضیت کے قائل نہیں۔ مثلاً امام ابو حنیفہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کے سوا اور الفاظ سے بھی ہو سکتی ہے جو کہ اس کے ہم معنی ہوں، جیسے کہ اللہ اعظمؒ، اللہ اجل۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے لئے صرف اللہ اکبر کہنا ہی درست ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر تکبیر فارسی زبان میں کہی جائے تب بھی جائز ہے۔ لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے﴿۱۷۰﴾۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قرآن مجید کی کسی آیت کے پڑھنے سے قرأت کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز ہو ہی نہیں سکتی۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو شخص عربی زبان میں قرآن پڑھنے سے معذور ہے وہ مجبوراً ترجمہ پڑھ سکتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ترجمے سے کسی صورت نماز نہیں ہو سکتی﴿۱۷۱﴾ اسی طرح زکوٰۃ کے مسائل ہیں﴿۱۷۲﴾۔

نماز و زکوٰۃ اور ان مسائل کے علاوہ عبادات کے بہت سے ایسے مسائل ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ شریعت کے اسرار و مصالح کی نہایت تدقیق و تحقیق کرتے تھے﴿۱۷۳﴾۔ امام ابو حنیفہؒ کے دعووں پر جس قدر نقلی دلائل یعنی احادیث کی تصریحات اور اشارے موجود ہیں اسی طرح عقلی وجوہ بھی ان کی صحت کے شاہد ہیں۔ یوں احناف کے ہاں مسائل میں ہر جگہ اسرار و مصالح کی خصوصیت نمایاں اور ظاہر ہوتی ہے جو اس کی ایک نہایت اہم خصوصیت ہے اور جس کی بناء پر اسے دوسری فقہوں پر امتیاز حاصل ہے۔

﴿۲﴾ فقہ حنفی کا یسیر العمل ہونا

شریعت حقہ کا ایک اصل الاصول آسانی پیدا کرنا اور تنگی سے بچنا اور بچانا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے کہ اللہ تم لوگوں کے ساتھ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا﴿۱۷۴﴾۔ پھر آپ ﷺ کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ آپ ﷺ لوگوں پر سے بوجھ اتارنے والے ہیں﴿۱۷۵﴾۔ آنحضرت ﷺ کا قول مبارکہ ہے کہ میں نرم اور آسان شریعت لے کر آیا ہوں﴿۱۷۶﴾، اور یہ بھی کہ جب آپ ﷺ کو دو کاموں میں سے کسی ایک کے کرنے کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے آسان کو اختیار فرمایا﴿۱۷۷﴾۔ یہ فخر بھی اسلام کو ہی حاصل ہے کہ

www.toobaaelibrary.com

دیگر مذاہب کے برعکس اس میں رہبانیت نہیں ہے﴿۱۷۸﴾، نہ ہی عبادات شاقہ ہیں﴿۱۷۹﴾ بلکہ اس کے مسائل آسان اور یسیر التعمیل ہیں۔

شریعت حقہ کی یہ شان سہلہ فقہ حنفی میں صاف اور نمایاں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان، خصائص رسالت اور فرمان رسول اکرم ﷺ کے عین مطابق آسان اور یسیر العمل ہے۔ عبادات و معاملات کا ہر ہر باب اور ایک ایک فصل اس کی شاہد عادل ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مسائل انتہائی نرم اور آسان ہیں۔ یوں حنفی فقہ دوسری فقہوں کے مقابلے میں آسان اور یسیر العمل ہے۔ مثلاً امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نصاب سرقہ کم از کم ایک اشرفی کا ربع ہے۔ قطع ید کے باب میں ایک نصاب میں اگر متعدد چوروں کا ساجھا ہو تو کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جبکہ امام احمدؒ کے نزدیک ہر ایک کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نادان بچے پر قطع ید نہیں ہے۔ جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک ہے۔ کفن چور پر دوسرے ائمہ، امام ابوحنیفہ کے برعکس قطع ید کا حکم دیتے ہیں۔ بیٹا باپ کا مال چرائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قطع ید نہیں ہے جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک ہے۔ ایسے ہی قرابت قریبہ (چچا، بھائی) پر امام ابوحنیفہؒ قطع ید کا حکم نہیں لگاتے جبکہ دوسرے آئمہ کے نزدیک قطع ید ہے۔ قرآن مجید کے سرقہ پر امام مالک و امام شافعی کے نزدیک قطع ید ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں ہے۔ چیز مستعار لے کر انکار کرنے والے پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قطع ید نہیں ہے جبکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک ہے﴿۱۸۰﴾۔

امام شافعیؒ کے نزدیک اُپلوں کی آگ پر گرم کئے گئے پانی سے غسل، وضو ناجائز ہے اور وہ مٹی کے برتن جو اُپلوں کی آگ سے پکائے گئے ہوں میں کھانا پکانا اور کھانا بھی ناجائز ہے۔ رانگ، کانچ، بلور اور عقیق کے برتنوں اور پشینہ، سمور اور پوستین وغیرہ کا استعمال امام شافعی کے نزدیک ناجائز ہے اور یہ کہ ان کو پہن کر نماز نہیں ہو سکتی۔ برتن، کرسیاں اور زین وغیرہ جن پر چاندی کا کام ہو ان کا استعمال امام ابوحنیفہؒ کے برعکس امام شافعیؒ کے ہاں ناجائز ہے۔ بیع المعاطاۃ (یعنی خرید و فروخت کا عام طریقہ جس میں خرید و فروخت کی تشریح نہیں کی جاتی) امام شافعیؒ کے نزدیک ناجائز ہے﴿۱۸۱﴾۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دیگر آئمہ کے بہت سے ایسے مسائل ہیں جن پر عمل کرنے میں سراسر دشواری اور تنگی ہے جو کہ ظاہر ہے شریعت حقہ کے مطابق نہیں ہیں۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے احکامات نہایت آسان اور سہل ہیں اور فقہ حنفی دیگر فقہوں کی طرح تنگ اور سخت گیر نہیں ہے۔

﴿۴﴾ معاملات کے قاعدے وسیع تمدن کے موافق ہیں

جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ امام صاحب کے زمانہ تک معاملات کے احکام بالکل ابتدائی حالت میں تھے اور کسی متمدن اور تہذیب یافتہ مملکت کی ضرورتوں سے قطعاً مطابقت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ نہ تو معاہدات کے استحکام کے قاعدے منضبط تھے اور نہ ہی دستاویزات وغیرہ کی تحریر کے اصول قائم ہوئے تھے۔ فصل قضایا اور

www.toobaaelibrary.com

ادائے شہادت کا کوئی باقاعدہ طریقہ نہ تھا ﴿۱۸۲﴾ جبکہ دنیوی ضرورتیں ایسی ہیں کہ فقہ کا ایک معتد بہ حصہ ان سے متعلق ہے۔ امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جو ان کو قانون کی صورت میں لائے لہٰذا معاملات کے متعلق ان کے قاعدے نہایت وسیع تمدن کے موافق ہیں ﴿۱۸۳﴾۔ اس کے برعکس امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے ہاں معاملات کی صورتیں بالکل سادہ اور ابتدائی حالت میں ہیں ﴿۱۸۴﴾ جبکہ فقہ حنفی میں معاملات کے بارے میں تمدن کی خاص رعایت ہے اور اس میں ایسے احکام موجود ہیں جو متمدن ممالک کے حالات سے مطابقت رکھتے ہیں جہاں معاملات کی پیچ در پیچ صورتیں پیدا ہو چکی ہوتی ہیں۔ اس کا صحیح اندازہ تو معاملات کے ضمن میں فقہ حنفی کے احکامات کے تفصیلی تبصرہ سے ہی ممکن ہے جس کا یہ محدود صفحات حمل نہیں رکھتے۔ تاہم بطور نتیجہ ہم کہہ سکتے ہیں فقہ حنفی میں معاملات کے قاعدے سے نہایت وسیع تمدن کے عین موافق ہیں ﴿۱۸۵﴾۔

۴﴾ ذمیوں کے حقوق

عصر، ابوحنیفہؒ میں اسلامی سلطنت دنیا کے ایک وسیع و عریض خطے/ حصے پر قائم تھی اور سینکڑوں اقوام، مختلف ملل و مذاہب اپنی رنگارنگی اور بوقلمونیوں کے ساتھ اس مملکت کے اندر آباد تھے۔ مسلمانوں کے سوا دیگر مذاہب و ملل کے افراد جو اسلامی سلطنت میں بود و باش رکھتے تھے اور مطیعانہ رہتے تھے ذمی کہلاتے تھے۔ ان کے حقوق کی حفاظت لازمی تھی کیونکہ اولاً شارع علیہ السلام کی اس ضمن میں جا بجا ہدایتیں موجود ہیں اور ثانیاً ایسا نہ کرنے کی صورت میں مملکت میں کسی طور پر بھی امن قائم نہیں ہو سکتا اور محکوم اقوام اس کے نتیجے میں بغاوت کر سکتی تھیں ﴿۱۸۶﴾۔

امام ابوحنیفہ نے شارع علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں ذمیوں کے حقوق نہایت آزادی اور فیاضی سے بیان کئے ہیں۔ ان کی جان، مال، عزت اور آبرو کو مسلمانوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کی طرح محترم گردانا ہے ﴿۱۸۷﴾۔ مثلاً امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذمی کا خون مسلمان کے خون کے برابر ہے۔ ذمی کے قتل عمد پر مسلمان بدلے میں قتل کیا جائے گا ﴿۱۸۸﴾ اور قتل بالخطاء کی صورت میں وہی خون بہا ہوگا جو مسلمان کے قتل بالخطاء سے لازم آتا ہے ﴿۱۸۹﴾۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ذمی کے قتل عمد پر مسلمان قصاص سے بری ہوگا۔ صرف دیت دینی ہوگی وہ بھی مسلمان کی دیت کا ایک ثلث۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ دیت نصف ہے ﴿۱۹۰﴾۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذمی تجارت میں مسلمانوں کی طرح آزاد ہیں اور ان سے مسلمانوں کے برابر شرح کے مطابق ٹیکس لیا جائے گا ﴿۱۹۱﴾ جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک تجارت میں ذمی کے لئے سختی ہے۔ وہ اگر تجارت کا مال ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائے تو سال میں جتنی مرتبہ وہ مال لے جائے اتنی ہی بار اس سے نیا ٹیکس لیا جائے گا ﴿۱۹۲﴾۔

www.toobaaelibrary.com

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی کی محافظت کا ٹیکس یعنی جزیہ کی شرح حسب حیثیت قائم کی جائے گی۔ مفلس شخص پر سے جزیہ معاف ہے۔ اگر کوئی شخص جزیہ کا باقی دار ہو کر مرجائے تو جزیہ ساقط ہو جائے گا ﴿۱۹۳﴾۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جزیہ کسی حالت میں بھی ایک اشرفی سے کم نہیں ہو سکتا۔ بوڑھے، اندھے، مفلس اور تارک الدنیا تک اس سے معاف نہیں ہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کے نزدیک وہ مفلس جو جزیہ نہ دے سکے اسلام کی عملداری میں نہ رہنے پائے ﴿۱۹۴﴾۔ امام ابوحنیفہؒ کے مطابق ذمیوں کی گواہی ان کے باہمی مقدمات میں مقبول ہو گی لیکن امام مالک اور امام شافعیؒ کے مطابق ذمیوں کی شہادت گو کہ فریقین مقدمہ ذمی ہوں کسی حالت میں قابل قبول نہیں ﴿۱۹۵﴾۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمیوں کی اعزازی حالت یہ ہے کہ وہ حرم محترم میں جا سکتے ہیں، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں آباد ہو سکتے ہیں۔ تمام مساجد میں بغیر اجازت داخل ہو سکتے ہیں۔ بجز ان خاص شہروں کے جو مسلمانوں نے آباد کئے ہیں وہ ہر جگہ (اپنی آبادی میں) اپنی عبادت گاہ بنا سکتے ہیں۔ ذمیوں پر اعتبار کیا جا سکتا ہے اور وہ اسلامی فوج میں شریک ہو سکتے ہیں۔ جبکہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ذمی کبھی حرم محترم میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی مکہ اور مدینہ میں آباد ہو سکتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ذمی عام مساجد میں اجازت کے ساتھ داخل ہو سکتا ہے جبکہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس کو اس کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ ذمی اسلامی حدود حکومت میں کہیں بھی اپنی عبادت گاہ نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح ذمیوں پر نہ ہی اعتبار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی وہ اسلامی فوج میں شریک ہو سکتے ہیں ﴿۱۹۶﴾۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمی صرف اسی صورت میں عہد سے باہر ہوتے ہیں اور ان کے حقوق کالعدم ہوتے ہیں جبکہ ان کے پاس جتھہ اور جمعیت ہو اور وہ اسلامی حکومت سے مقابلہ کریں۔ مثلاً اگر کوئی ذمی جزیہ ادا نہ کرے، یا مسلمان عورت کے ساتھ مرتکب زنا ہو، یا کافروں کی جاسوسی کرے یا کسی مسلمان کو کفر کی ترغیب دے یا اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی شان میں بے ادبی کرے۔ تو وہ ان تمام حالتوں میں مستحق سزا ہو گا لیکن باغی نہ سمجھا جائے گا اور اس کے حقوق باطل نہ ہوں گے۔ جبکہ دیگر فقہاء کے نزدیک ذمی اگر کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کا ارتکاب کرے تو اسی وقت اس کے تمام حقوق باطل ہو جاتے ہیں اور وہ کافر حربی متصور ہو گا ﴿۱۹۷﴾۔

اس مختصر جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ احکام ایسے سخت اور تنگ دلی پر مبنی ہیں کہ بقول شبلی ان کا تحمل ایک ضعیف سے ضعیف قوم بھی نہیں کر سکتی ﴿۱۹۸﴾۔ ہاں امام ابوحنیفہ سے کچھ احکام فقہ حنفی کی کتابوں میں ذمیوں پر سختی اور ان کی تحقیر کے بھی مذکور ہیں ﴿۱۹۹﴾۔ مثلاً ذمیوں پر لازم ہے کہ وہ وضع اور لباس میں مسلمانوں کی

www.toobaaelibrary.com

ہمسری نہ کریں، وہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں، ہتھیار نہ لگائیں، زُنار پہنیں اور ان کے گھروں پر علامت لگادی جائے جس سے ظاہر ہو کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں ﴿۲۰۰﴾۔ امام صاحب سے اس باب میں ذمیوں کو زُنار باندھنے اور ایسی زین پر سوار ہونے کی روایت ہے جو ہتھیلی کی سی ہوتی ہے ﴿۲۰۱﴾۔ کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف نے اس پر کچھ احکام کے اضافے کئے ہیں، مثلاً ذمی مسلمانوں کے ساتھ وضع قطع، لباس اور سواری میں مشابہت اختیار نہ کریں۔ لمبی ٹوپیاں اوڑھیں اور ان کی زین کے آگے گول لکڑی ہو اور ان کی جوتیوں کے تسمے دہرے ہوں۔ ان کی عورتیں کجاووں پر سوار نہ ہوں ﴿۲۰۲﴾۔ لیکن یہ احکام ذمیوں کی تحقیر میں نہیں ہیں بلکہ صرف اس لئے ہیں کہ مسلمانوں کی وضع ذمیوں کی وضع سے الگ رہے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ سب اپنی قومی خصوصیتوں کی حفاظت کریں اور قومیں اپنی اپنی خصوصیات پر قائم رہیں ﴿۲۰۳﴾۔

۵﴾ مسائل واحکام کا نصوص شرعی کے موافق ہونا

نص کے لفظ کا اطلاق قرآن وحدیث دونوں پر ہوتا ہے یوں علاوہ قرآن کے صرف حدیث سے ہی ثابت شدہ احکام بھی نصی کہے جاتے ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی میں جو احکام نصوص سے اخذ کئے گئے ہیں ان میں دوسرے آئمہ کے برعکس، امام ابوحنیفہ کا اختیار کردہ پہلو نہایت قوی اور مدلل ہوتا ہے۔ ہم اپنی بحث کو مختصر رکھنے کے لئے صرف انہی نصوص میں سے چند کو لیں گے جو قرآن سے ماخوذ ہیں اور حدیث کے نصی احکام، کیونکہ ان میں اختلاف کی وجوہ کثیر ہیں، سے گریز کریں گے ﴿۲۰۴﴾۔ یہ اس لئے بھی ہے کہ قرآن کے نصوص میں بحث مختصر ہے کیونکہ اس کے ثبوت میں کسی کو کلام نہیں لہٰذا بس یہی دیکھنا باقی رہ جاتا ہے کہ آیات کا صحیح طور پر استنباط بھی کیا گیا ہے یا نہیں۔ اس طرح ہم فقہ حنفی کی ترجیح اور نصوص شرعیہ سے زیادہ موافقت اور ہم آہنگی کا بآسانی ثبوت دے کر طوالت سے بچتے ہوئے اصل مقصد بھی حاصل کرلیں گے۔

اس میں ایک مسئلہ فرائض وضو کا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

"فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا بروسكم وارجلكم الى الكعبين ﴿۲۰۵﴾.

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو میں چار فرض ہیں، امام شافعی دو اور فرائض، نیت اور ترتیب، کا اضافہ کرتے ہیں۔ امام مالک ان کی بجائے موالاۃ کو فرض کہتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وضو کے وقت تسمیہ کہنا فرض ہے۔ اگر قصداً نہ کہا تو وضو باطل ہے۔ امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے کہ آیت کے حکم میں صرف چار فرض مذکور ہیں اس لئے جو چیز ان کے علاوہ ہے فرض نہیں بن سکتی۔ نیت وموالاۃ وتسمیہ کا تو آیت میں سرے سے تذکرہ ہی نہیں ہے۔ ترتیب کا گمان اگرچہ حرف "واؤ" سے پیدا ہوتا ہے لیکن علمائے عربیت نے یہ متفقاً طے کردیا ہے کہ واؤ کے مفہوم

www.toobaaelibrary.com

میں ترتیب داخل نہیں ہے﴿۲۰۶﴾۔

دوسرا مسئلہ عورت کے چھونے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا ہے یہ امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے۔امام شافعی اس کے مخالف ہیں اور دلیل میں قرآن کی آیت دیتے ہیں۔

"وان کنتم مرضی اوعلی سفر او جآء احد" منکم من الغائط اولمستم النساء فلم تجدوا مآءً فتیمموا﴿۲۰۷﴾.

یعنی اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی شخص غائط (ناہموار زمین یعنی رفع حاجت کر کے آئے) سے آئے یا تم نے عورت کو چھوا ہو (یعنی مقاربت کی ہو) اور تم کو پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔امام شافعی لامستم کے معنی محض چھونا مراد لیتے ہیں حالانکہ بقول امام ابو حنیفہ عورت کے چھونے سے جماع و مقاربت مراد ہے﴿۲۰۸﴾ اور یہ قرآن مجید کا عام طرز ہے کہ وہ ایسے امور کو صریحاً تعبیر نہیں کرتا جیسا کہ اسی آیت میں غائط کا لفظ ہے۔اس کو تو تمام مجتہدین کنایہ قرار دیتے ہیں ورنہ ظاہری معنی سے تو حکم نکلتا ہے کہ جو شخص ناہموار زمین سے ہو کر آئے اس پر وضو کرنا واجب ہے۔

اسی طرح متیمم کا اثنائے نماز پانی پر قادر ہونے کا مسئلہ ہے۔امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ دوران نماز اگر متیمم کو پانی مل جائے تو تیمم جاتا رہے گا۔امام مالک اور امام احمد بن حنبل اس کے خلاف ہیں۔امام صاحب کہتے ہیں کہ تیمم کا جواز "لم تجدوا ماء" کی قید کے ساتھ ہے۔مذکورہ صورت میں جب شرط باقی نہیں رہی تو مشروط بھی باقی نہیں رہا﴿۲۰۹﴾۔

امام صاحب کا یہ کہنا ہے کہ تکبیر تحریمہ جزو نماز نہیں ہے اور فارسی زبان میں تکبیر کہنا درست ہے۔جبکہ امام شافعی اس کے خلاف ہیں﴿۲۱۰﴾۔امام ابو حنیفہ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ آیت "وذکر اسم ربہ فصلّٰی" ﴿۲۱۱﴾ سے تکبیر کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور اس آیت میں فصلّٰی پر فاء تعقیب داخل ہے اس لئے نماز کا وجود تکبیر سے مؤخر ہوتا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ تکبیر گو فرض ہے لیکن نماز میں داخل نہیں اور نہ ہی جزو نماز ہے﴿۲۱۲﴾۔

قرآن میں ہے کہ "واذا قری القرآن فاستمعو اله وانصتوا" ﴿۲۱۳﴾۔یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو۔امام ابو حنیفہ اس آیت سے مقتدی کو قرأت فاتحہ ضروری نہیں ہے کا مسئلہ اخذ کرتے ہیں۔امام شافعی اور امام بخاری اس کے وجوب کے قائل ہیں﴿۲۱۴﴾۔اگر چہ اس آیت سے سری نمازوں میں بھی ترک قرأت کا حکم ثابت ہوتا ہے لیکن خاص کر جہری نمازوں کے لئے تو یہ آیت نص قاطع ہے﴿۲۱۵﴾۔

حلال وحرام کے باب میں آیت "انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر

www.toobaaelibrary.com

اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ " ﴿۲۱۶﴾۔ یعنی سوائے اس کے نہیں کہ حرام کیا اللہ تعالیٰ نے تم پر مردہ کو اور خون کو اور سوٴر کے گوشت کو اور اس چیز کو جس پر خدا کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا جائے لیکن وہ شخص جو مجبور ہو بشرطیکہ نافرمان اور حد سے گزر جانے والا نہ ہو تو اس پر گناہ نہیں۔ یوں تو اس آیت سے بہت سے مسائل نکلتے ہیں جن میں فقہاء باہم مختلف ہیں لیکن ہم صرف تین مسائل سے بحث کریں گے۔ اولاً مردہ کے کیا معنی ہیں؟ ثانیاً خون، جسے اس آیت میں حرام کہا گیا ہے، سے کیا مراد ہے؟ اور ثالثاً "باغ ولا عاد" نافرمان اور حد سے گزر جانے والا سے کیا مراد ہے؟۔ امام ابوحنیفہ پہلی بحث میں مردہ کے وہی عام معنی لیتے ہیں جو کہ عرف عام میں معروف ہیں۔ جبکہ امام شافعی نے اس کو بہت وسعت دے کر اس کے معنی میں مردہ جانوروں کی ہڈیوں اور بالوں تک کو شامل کیا ہے۔ یہی باعث ہے کہ امام شافعی نے ان چیزوں سے تمتع کو جائز نہیں رکھا، مثلاً ان کے نزدیک پوستین وغیرہ کا استعمال درست نہیں ہے۔ امام مالک بال اور کھال کو کام میں لانا جائز قرار دیتے ہیں لیکن ہڈیوں کا استعمال ان کے نزدیک بھی حرام ہے ﴿۲۱۷﴾۔ دوسری بحث میں امام ابوحنیفہ خون سے دم مسفوح، وہ خون جس میں روانی ہو، مراد لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ مچھلی کے خون کو حرام نہیں کہتے۔ امام شافعی کے نزدیک اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے اور ہر قسم کا خون حرام ہے ﴿۲۱۸﴾۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ تخصیص خود قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ؛

"قل لا اجد فی ما اوحی الی محرماً علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتة او دماً مسفوحاً" ﴿۲۱۹﴾۔

(اے محمد ﷺ، ان سے کہہ دیں جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو الا یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو)۔ اس آیت میں خون کی حرمت مسفوح کے ساتھ مشروط و مقید ہے۔

تیسری بحث یہ کہ "باغ ولا عاد" سے کیا مراد ہے؟ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھانے میں بغاوت اور عدوان نہ ہو۔ یعنی جو شخص مجبور اور جاں بلب ہو اس کو مردہ، خون یا سوٴر کا گوشت کھانا جائز ہے لیکن اس شرط پر کہ سدرمق سے زیادہ نہ کھائے اور کسی دوسرے مضطر سے چھین کر نہ کھائے۔ امام شافعی بغاوت اور عدوان کے معنی یہ لیتے ہیں کہ اس شخص نے سلطان وقت سے بغاوت نہ کی ہو اور گنہگار نہ ہو۔ یعنی ایک شخص جو سلطانِ وقت کا باغی ہو اور کسی موقع پر بھوک اور فاقے سے جان بلب ہو تو بے شک وہ مرتا مر جائے لیکن وہ اس اجازت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ شبلی لکھتے ہیں کہ امام شافعی ان الفاظ کے جو معنی لیتے ہیں اولاً تو وہ سیاق وعبارت سے بالکل بے گانہ ہیں۔ ثانیاً اصول شرع اس کے مساعدت نہیں کرتے۔ شریعت نے ضرورت کے وقت جن چیزوں کی رخصت یا اجازت دی ہے وہ کسی جرم یا عصیان سے باطل نہیں ہوتی۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن بعض حالتوں مثلاً جب جان کا خوف ہو اس

www.toobaaelibrary.com

کی اجازت دی گئی ہے، کیا ایک گناہ گار شخص اس اجازت سے متمتع نہیں ہوسکتا؟ صورت متنازعہ میں اگر ایک شخص کو اس لئے کھانے کی اجازت نہیں دی گئی کہ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تو حرام کی کیا تخصیص ہے اس کے لئے تو حلال غذا کی بھی اجازت نہ ہونی چاہیے ﴿۲۲۰﴾۔

۶﴾ تشریعی اور غیر تشریعی احکام میں فرق!

وہ مسائل جو شریعت سے ماخوذ ہیں تشریعی احکام کہے جاسکتے ہیں جبکہ وہ احکام جن سے شریعت نے سکوت کیا ہو اور جو تمدن اور معاشرت کی ضرورتوں سے جنم لیتے ہیں یا جن کا ذکر شریعت میں تو ہے لیکن تشریعی طور پر نہیں وہ غیر تشریعی احکام ہیں۔ فقہ حنفی کی ایک اور اہم اور بڑی خصوصیت تشریعی و غیر تشریعی احکام میں امتیاز قائم کرنا ہے۔ شاہ ولی اللہ رقمطراز ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے جو کچھ روایت کیا گیا ہے اور کتب حدیث میں اس کی تدوین ہوئی اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱- جو تبلیغ رسالت سے تعلق رکھتا ہے اور اسی بارہ میں آیت اتری ہے "ماآتا کم الرسول فخذوہ وما نھا کم عنہُ فانتھوا"۔ یعنی پیغمبر جو چیز تم کو دیں اس کو اختیار کرلو اور جس سے روکیں اس سے باز آ جاؤ۔

۲- جو تبلیغ رسالت سے متعلق نہیں۔ چنانچہ ان کی نسبت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "انما انا بشر اذا امرتکم بشی من دینکم فخذو ابہ واذا امرتکم بشی من رأی فانما انا بشر"۔ میں ایک آدمی ہوں جب میں کوئی مذہبی حکم دوں تو تم لوگ اس کے پابند ہو اور جب میں اپنی رائے سے کسی بات کا حکم دوں تو میں صرف ایک آدمی ہوں ﴿۲۲۱﴾۔

شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حدیث کی قسموں میں جو دقیق فرق بیان کیا ہے یہ وہی نکتہ ہے، جس کی طرف سب سے پہلے امام ابو حنیفہ کا ذہن منتقل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مسائل جیسے کہ غسل جمعہ، خروج النساء الی العیدین، نفاذ طلاق، تعین جزیہ، تشخیص خراج اور تقسیم غنائم کے باب میں جو احادیث ہیں انہیں امام ابو حنیفہؒ نے غیر تشریعی جبکہ امام شافعی نے تشریعی قرار دیا ہے ﴿۲۲۲﴾۔ یہ راہ اختیار کرنے میں امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ ہی کو دلیل راہ بنایا ہے۔ یوں ان کی رائے خلفائے راشدین کے طرز عمل کے موافق ہے۔ حضرت عمرؓ کے آغاز خلافت تک امہات الاولاد، یعنی وہ لونڈیاں جن کی اولاد ہو چکی ہو عموماً خریدی اور بیچی جاتی تھیں، حضرت عمرؓ نے اس رواج کو بالکل ترک دیا۔ آپ ﷺ نے تبوک کے غزوہ میں غیر مذہب والوں پر ایک دینار فی کس جزیہ مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایران میں ۶-۱۲- اور ۴۸ کے حساب سے شرحیں مقرر کیں۔ آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرماتے تو اپنے عزیز و اقارب کا بھی حصہ لگاتے۔ خلفائے راشدین میں سے کسی نے بھی حتیٰ کہ حضرت علیؓ نے بھی ہاشمیوں کو حصہ نہیں دیا۔ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں شراب پینے کی سزا میں کوئی خاص حد مقرر نہ تھی۔ حضرت

www.toobaaelibrary.com

ابو بکرؓ نے اس کی حد چالیس (۴۰) دُرّے مقرر کی، حضرت عمرؓ نے مے نوشی کے رواج میں اضافہ دیکھتے ہوئے اس کی حد اسی (۸۰) دُرّے مقرر کر دی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کو طلاق بائن قرار دے دینے کا حکم دیا ﴿۲۲۳﴾۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کی رحلت کے بعد ایک موقع پر فرمایا کہ آج اگر رسول اللہ ﷺ موجود ہوتے تو عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت نہ دیتے ﴿۲۲۴﴾۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کی اس اجازت کو تشریعی اور لازمی نہیں قرار دیا۔ اس طرح اس قاعدہ کو بنیاد بنا کر امام ابو حنیفہ نے مسائل کی بنیاد رکھی جس کے نتیجے میں فقہ حنفی میں وہ وسعت اور آزادی پیدا ہوئی جو اور ائمہ کے مسائل میں مفقود ہے اور اس لحاظ سے حنفی فقہ کو اور فقہوں پر ایک بڑی خصوصیت اور سبقت حاصل ہے۔

www.toobaaelibrary.com

حواشی...... باب دوم

۱ خطیب بغدادی، الحافظ ابی بکر احمد بن علی م ۴۶۳ھ: تاریخ بغداد، مطبع السعادۃ مصر طبع اول ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء، ج ۱۳ ص ۳۲۴۔

۲ ایضاً ج ۱۳ ص ۳۲۶

۳ خطیب کی تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۲۷) میں ایک روایت کے مطابق امام صاحب کا نسب نعمان بن ثابت بن مرزبان مذکور ہے۔ بعض روایات میں زوطی بن ماہ کا جو نام ملتا ہے وہ شبلی نعمانی (سیرت امام اعظم، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، بدون تاریخ اشاعت، ص ۲۴) کی رائے میں بعد میں نعمان بن مرزبان ہو گیا۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ "زوطی" کے لفظ کا ہندوستانی جاٹ سے بھی ممکن ہے تعلق ہو۔ (حمید اللہ، ڈاکٹر محمد: تدوین قانون اسلامی اور امام ابوحنیفہ۔ چراغ راہ قانون نمبر، مرتبہ خورشید احمد، کراچی ۱۹۵۸ء، ج ۱ ص ۳۹۱)۔ زُط بمعنی جاٹ عربی میں استعمال ہوتا ہے (رفیع)۔ زوطی براہ راست ثابت کے باپ نہیں ہیں بلکہ زوطی اور ثابت کے مابین دو واسطے ہیں۔ ایک نعمان بن المرزبان دوسرے ابو زوطی ماہ۔ اسمٰعیل بن حماد کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (رحمانی، عبدالحفیظ: آثار امام، مکتبہ شہاب دیوبند ۱۹۶۲ء، ص ۱۲۱ حاشیہ)

۴ خطیب ج ۱۳ ص ۳۲۶

۵ ابو زہرہ، محمد: ابوحنیفہ حیاتہ و عصرہ آراؤہ وفقہہ۔ دار الفکر العربی مصر طبع ثانی ۱۹۵۵ء ص ۱۲۔ خطیب نے تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۰ میں ۶۱ھ، ۷۰ھ کی روایات کو جمع کیا ہے اور ایک روایت ۷۱ھ کی بھی لکھی ہے لیکن صحیح ۸۰ھ ہی ہے۔

۶ "قال ابو حنیفة ولدت سنة ثمانین (۸۰ھ) وقدم عبدالله بن انیسؓ الکوفة سنة اربع و تسعین (۹۴ھ) ورایته و سمعت منه و انا ابن اربع عشرة (۱٤)" (سیوطی، ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن ابی بکر، الشافعی م ۹۱۱ھ، تبییض الصحیفہ بمناقب الامام ابی حنیفہ، تعلیق عاشق الٰہی برنی، القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی پاکستان ص ۳۰، ذکر ماروی الامام ابو حنیفه عن الصحابة رضی الله عنهم)۔

۷ کوفہ اہم اسلامی شہر تھا۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے آباد ہوا۔ ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) صحابہ یہاں آ کر آباد ہوئے ان میں سے چوبیس (۲۴) بدری تھے۔ فاروق اعظمؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ میں معلم بنا کر بھیجا۔ تقریباً دس برسوں تک اہل کوفہ ان سے استفادہ کرتے رہے۔ بعد میں خلیفہ چہارم حضرت علیؓ نے اسے اپنا دار الخلافہ بنایا۔ یہ عرب و عجم کا سنگم تھا۔ یہاں مختلف ثقافتوں کی جلوہ گری تھی۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (نعمانی، عبدالرشید: امام ابن ماجہ اور علم حدیث، نور محمد اصح المطابع کراچی، ص ۳۶ تا ۵۳)۔

۸ خطیب ج ۱۳ ص ۳۲۵۔ ابو زہرہ لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے آباؤ اجداد کا تعلق کابل سے تھا۔ باپ کے بارے میں ترمذ، نساء اور انبار سے تعلق بتایا گیا ہے اور صحیح یہی ہے کہ ان کا قیام سب جگہوں پر رہا۔ ان کا آخری قیام انبار میں تھا۔ جہاں کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ پیدا ہوئے لیکن اکثریت کوفہ میں پیدائش کی قائل ہے (ابو زہرہ ص ۱۲ حاشیہ)۔

۹ "فولد ثابت علی الاسلام" (خطیب ج ۱۳ ص ۳۲۵)۔

۱۰ ایضاً ص ۳۲۶۔

۱۱ "وقد صرحت کتب التاریخ بان ثابتا ولد علی الاسلام وعلی ذلك یکون ابو حنیفة قد نشأ فی بیت اسلامی خالص" (ابو زہرہ ص ۱۷)۔ اور ان کے والد نہایت متقی اور پرہیزگار آدمی تھے "ان ثابتا والد ابی حنیفه کان شابا ورعا زاهدا" (محمد قاسم، عبدالحارثی:

www.toobaaelibrary.com

مکانۃ الامام ابی حنیفہ بین المحد ثین۔ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، طبع اول ۱۴۱۳ھ، ص ۴۱)۔

۱۲ خطیب ج ۱۳ ص ۳۲۵۔ حمید اللہ ج ۱ ص ۳۹۱۔

۱۳ ایضاً۔

۱۴ السمعانی، ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی م ۵۶۲ھ: الانساب، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد۔ ۱۳۸۲ھ، ج ۶ ص ۴۴۔
ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، م ۷۴۷ھ: سیر أعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ، ج ۶ ص ۳۹۰۔

۱۵ ابوزہرہ ص ۱۷، ۲۳۔

۱۶ ایضاً ص ۱۸، قرآن پاک کے وہ سات قاری جن کی قرأت کے مطابق ساری دنیا میں تلاوت قرآن مجید ہوتی ہے:- (۱) عاصم کوفی بن ابی النجود ابوبکر الاسدی م ۱۲۷ھ/ ۱۲۸ھ کوفہ۔ (۲) عبداللہ بن کثیر بن المطلب القریشی مولاھم ابومعبد تابعی م ۱۲۰ھ/ ۱۲۲ھ مکہ۔ (۳) نافع بن عبدالرحمٰن مدنی کنیت ابورویم م ۱۶۹ھ مدینہ منورہ (۴) ابن عامر، قاضی دمشق کبار تابعی ۵۸-۱۱۸ھ ۔(۵) ابوعمرو بن العلاء م ۱۵۴ھ کوفہ۔ (۶) حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسماعیل الزیات (تیلی کو کہتے ہیں) التیمی کوفی م ۱۵۶ھ حلوان۔ (۷) کسائی، ابوالحسن علی بن حمزہ الاسدی الکوفی م ۱۸۹۔ (القرشی، محمد عبدالقادر م ۷۷۵ھ: الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ۔ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی، ج ۲ ص ۴۲۲-۴۲۳)۔

۱۷ "لقی الامام ابو حنیفۃ ستۃ — من صحب طہ المصطفیٰ المختار
انسا و عبداللہ نجل انیسھم — وسمیہ ابن الحارثؓ الکرار
وزاد ابن اوفیؓ وابن واثلۃؓ الرضی — واضم الیھم معقل یسارؓ"
(الحنبلی، ابن العماد م ۱۰۸۹ھ: شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، دار الفکر بیروت۔ ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۴ء، ج ۱ ص ۲۲۷۔ اس نظم میں ابن حارثؓ سے مراد عبداللہ بن حارث جزالزبیدیؓ ہیں۔

۱۸ ان حضرات صحابہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:-

۱)	حضرت انس بن مالکؓ	۲)	حضرت عبداللہ بن حارث جزء الزبیدیؓ
۳)	حضرت جابر بن عبداللہؓ	۴)	حضرت معقل بن یسارؓ
۵)	حضرت واثلہ بن الاسقعؓ	۶)	حضرت عائشہ بنت عجردؓ
۷)	حضرت عبداللہ بن انیسؓ (سیوطی، ص ۲۲-۲۳)		

حاشیہ نمبر ۱۷ میں حضرت عبداللہ بن اوفیؓ کے نام کا اضافہ ہے جبکہ حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت عائشہ بنت عجردؓ کے نام اس نظم میں مذکور نہیں ہیں۔

۱۹ الکردری، ابن البزاز، الامام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب م ۸۲۷ھ: مناقب الامام الاعظم، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد، طبع اول ۱۳۲۱ھ، ج ۱ ص ۱۲، ۱۱۔

۲۰ عمرو بن حریثؓ م ۸۵ھ، السائب بن خلادؓ م ۹۱ھ، السائب بن یزید م ۹۱ھ/ ۹۲ھ/ ۹۴ھ، عبداللہ بن بسرؓ م ۹۶ھ، محمود بن الربیع م ۹۹ھ۔ (ابن حجر الھیتمی المکی شھاب الدین احمد م ۹۷۳ھ: الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، دار الکتب العربیۃ مصر، ص ۲۱-۲۳)۔

۲۱ سیوطی ص ۳۰۔

۲۲ یہ حدیث ابن عبدالبر م ۴۶۳ھ (ابن عبدالبر، ابی عمر یوسف م ۴۶۳ھ: جامع بیان العلم وفضلہ: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر، بدون تاریخ اشاعت، باب جامع فی فضل العلم، ج ۱ ص ۴۵) نے اپنی کتاب میں امام ابو یوسف کی سند سے لکھی ہے۔ ابن العماد الحنبلی نے اسے شذرات الذھب میں لکھا ہے، (ایضاً ج ۱ ص ۲۲۸)۔

۲۳ خز، ایک خاص قسم کا کپڑا ہے جس کے بانے (عرض) میں مختلف چیزیں مثلاً اون یا کتان، روئی وغیرہ کے دھاگے اور تانے

www.toobaaelibrary.com

(طول) میں ریشم کا سوت لگایا جاتا ہے۔ (گیلانی، مولانا مناظر احسن: حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، نفیس اکیڈمی ۱۹۴۹ء کراچی، ص ۷۵)۔

"کان خزازاً یبیع الخز" (خطیب ج ۱۳، ص ۳۲۵)

﴿۲۴ ابوزہرہ ص ۱۷۔

﴿۲۵ حضرت عمر بن حریثؓ م ۸۵ھ صحابی تھے۔ ابن سعد لکھتے ہیں "نزل عمرو بن حریث الکوفة و ابتنی بها داراً الی

﴿۲۶ جانب المسجد وهی کبیرة مشهورة فیها اصحاب الخز الیوم" یعنی عمرو بن حریث صحابی کوفہ پہنچے اور مسجد کے پہلو میں ایک بہت بڑی حویلی تیار کی جو مشہور ہے۔ اس دار میں خزباف اس وقت تک رہتے ہیں۔ (ابن سعد: الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء ج ۶ ص ۲۳)۔

﴿۲۷ "له دار کبیرة لعمل الخز و عنده صناع الخز"۔ (الیافعی، الامام ابی محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان م ۷۶۸ھ: مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان، طبع دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد ۱۳۳۸ھ، ج ۱ ص ۳۱۰)، خطیب نے دار عمرو بن حریث میں ان کی دکان کا ذکر کیا ہے۔ (ایضاً ج ۱۳، ص ۳۲۶)۔

﴿۲۸ ایضاً ج ۱۳ صفحہ ۳۵۸۔ موفق مکی، ابن احمد (۴۸۴ھ۔ ۵۶۸ھ): مناقب الامام ابوحنیفہ، مطبعۃ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد، طبع اول ۱۳۲۱ھ، ج ۱ ص ۱۹۳، ۲۰۰۔ یہ تیس سال تک امام ابوحنیفہ کے ساتھ رہے۔ (ایضاً)۔

﴿۲۹ ایضاً ج ۱ ص ۲۰۱-۲۰۲۔

﴿۳۰ شبلی، سیرت امام اعظم، ص ۶۸-۶۹۔

﴿۳۱ گیلانی ص ۸۱۔

﴿۳۲ امام ابوحنیفہ کے کاروبار کی تفصیلات اور مختلف واقعات وامثال کے لئے دیکھئے:۔ گیلانی، ص ۷۶-۷۸۔

﴿۳۳ خطیب ج ۱۳ ص ۳۵۸۔

﴿۳۴ ایضاً ج ۱۳ ص ۳۶۱۔

﴿۳۵ ایضاً ج ۱۳ ص ۳۶۲۔

﴿۳۶ ایضاً ج ۱۳ ص ۳۶۰۔

﴿۳۷ موفق ج ۱ ص ۵۹۔

﴿۳۸ ابوزہرہ ص ۲۳۔

﴿۳۹ خطیب ج ۱۳ ص ۳۳۱-۳۳۲۔ موفق ج ۱ ص ۵۷-۵۸۔

﴿۴۰ مولانا گیلانی رقمطراز ہیں: "جہاں تک میرا خیال ہے کہ امام صاحب کی نوجوان حساس فطرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیغام سے متاثر ہوئی اور اتنی متاثر ہوئی کہ اب تک جو کچھ آپ نے کلامی مباحث کا ذخیرہ اپنے دماغ میں جمع کیا جاتا تھا سب میں ایک دفعہ آگ لگادی۔" (گیلانی ص ۳۵-۳۶) امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں، "جب میں نے اہل کلام کے اس حال کا اندازہ کیا جس کا میں نے ذکر کیا ہے تو یہ جھگڑے رگڑے میں نے ترک کر دیئے اور کلام کے مسائل میں غور وفکر کرنے سے الگ ہو گیا اور سلف جس طریقے پر تھے اس کی طرف واپس ہو گیا اور اسی راہ کو اختیار کرلیا جس پر وہ تھے"۔ (ایضاً)

﴿۴۱ موفق ج ۱ ص ۶۰۔

﴿۴۲ خطیب نے جو یہ واقعہ نقل کیا ہے اس کے مطابق ایک عورت نے امام صاحب سے طلاق کا سنت طریقہ دریافت کیا تو امام صاحب نے جن کی مجلس امام حماد کے حلقۂ درس وافتاء کے قریب تھی اس عورت کو امام حماد کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ اس عورت نے امام حماد سے مسئلہ معلوم کر کے امام ابوحنیفہ کو بتایا تو ان کے دل پر چوٹ لگی اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ علم الکلام میں کچھ نہیں رکھا۔ (ایضاً ج ۱۳ ص ۳۳۳)۔

www.toobaaelibrary.com

۴۳ چھٹے اموی خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی وفات کے بعد صفر ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنے۔ آپ مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ آپ کی والدہ ام عاصم حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھیں۔ ان کے والد عبدالعزیز شاہی خاندان کے ممتاز رکن تھے جو اکیس (۲۱) سال تک مصر کے گورنر رہے۔ عمر ثانیؒ کی تعلیم وتربیت بڑے اہتمام کے ساتھ مشہور محدث صالح بن کیسان کی نگرانی میں ہوئی۔ ابن عبدالعزیزؒ ناز ونعم میں پلے بڑھے۔ برسر خلافت آنے تک طرز حیات شاہانہ تھا لیکن خلیفہ بنتے ہی زندگی بالکل بدل گئی اور ان کے طرز حکومت نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی۔ رجب ۱۰۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ مدت خلافت دو سال پانچ ماہ تھی۔ دیکھئے برائے تفصیل: ندوی، شاہ معین الدین احمد: تاریخ اسلام، معارف پریس اعظم گڑھ، ج ۲ ص ۱۹۸۔۲۳۷

۴۴ یعنی ''عارض محبوب'' کیونکہ یہ مختلف عمدہ قسم کے عربی پھولوں مثلاً اقحوان، شقایق، قیصوم اور خزامی کا چمن زار تھا (شبلی نعمانی: الفاروق۔ دار الاشاعت، طبع اول ۱۹۹۱، ص ۲۰۵)۔

۴۵ گیلانی، ص ۴۰۴۔

۴۶ خطیب، ج ۱۳ ص ۳۳۳۔

۴۷ بقول مولانا گیلانی، ''علم کلام کے اس عالم کو اچانک پھر ایک عامی کی حیثیت میں پہنچا دیا کیونکہ اس وقت تک امام صاحب نے شرعی مسائل کی طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی تھی بلکہ ان مسائل سے اس درجہ بے تعلق تھے'' (گیلانی ص ۳۶) کہ خود فرماتے ہیں ''لوگوں نے ایلاء کے لفظ کا ذکر کیا، میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ یہ ایلاء کیا ہے؟ اس نے جواب دیا، میں نہیں جانتا''۔ (موفق ج ۱ ص ۶۳)۔

۴۸ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہذلی، بنی زہرہ کے حلیف اور قدیم الاسلام تھے، فرماتے ہیں ''میں چھٹا مسلمان تھا اور روئے زمین پر ہم چھ (۶) کے سوا کوئی مسلمان نہ تھا''۔ مسلمان ہونے پر آپ ﷺ نے انہیں اپنی خدمت کے لئے چن لیا۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے فرما دیا تھا ''تمہارے لئے اجازت ہے کہ تم میری آواز سن لو اور پردہ اٹھا ہوا ہو'' چنانچہ ابن مسعودؓ آپ ﷺ کے مکان میں جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو جوتے پہنایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ بلکہ کبھی کبھی آپ ﷺ کے آگے آگے چلا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ غسل فرماتے تو آپ ﷺ کے لئے پردہ باندھتے اور جب آپ ﷺ سویا کرتے تو آپ ﷺ کو اٹھایا کرتے۔ حبشہ اور مدینہ دونوں طرف ہجرت کی۔ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ بدر، احد، خندق اور بیعت رضوان میں موجود تھے۔ جنگ یرموک میں بھی شرکت کی۔ اکثر صحابہؓ اور تابعین نے آپؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ''سب لوگوں میں آپ ﷺ سے طور طریق میں ابن مسعودؓ قریب ترین ہیں''۔ آپ ﷺ سے تمام صحابہ میں ابن مسعودؓ سب سے زیادہ قریب ومقرب تھے۔ حضرت عمرؓ نے جب انہیں کوفہ بھیجا تو اہل کوفہ کو لکھا، ''میں نے عمار بن یاسرؓ کو امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں اصحاب رسول ﷺ میں بزرگ ترین ہیں۔ یہ بدری ہیں۔ ان کی اقتداء اور اطاعت کرو اور ان کے اقوال سنو۔ اور ہاں میں نے عبداللہؓ کو تمہارے لئے اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ چنانچہ اہل کوفہ ان سے حدیث سنتے، ابن مسعودؓ ان کے معلم اور قاضی تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں، ''وہ ایسے ہی تھے، انہوں نے قرآن پڑھا۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیا''۔ دین میں فقیہ اور حدیث کے عالم تھے۔ آخری ایام میں حضرت عثمانؓ نے انہیں مدینہ منورہ بلا لیا تھا وہیں ۳۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱ ص ۴۶۱--۵۰۰- خضری، محمد: تاریخ التشریع الاسلامی، دار احیاء الکتب العربیۃ مصر، طبع ثانی ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ء، ص ۷۶)۔

۴۹ شبلی، الفاروق، ص ۲۰۵۔

۵۰ حضرت علقمہ بن قیس نخعی، فقیہ عراق، آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں تولد ہوئے۔ حضرات عمر وعثمان وابن مسعود وعلی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حدیث سنی۔ ابن مسعودؓ سے فقہ حاصل کی اور ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ابن مسعودؓ فرماتے تھے ''مجھے جو معلوم ہے یا جو میں پڑھتا ہوں تو علقمہ بھی وہی پڑھتے ہیں''۔ (ذہبی، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۵۳-۶۱)۔ ذہبی لکھتے ہیں

www.toobaaelibrary.com

وہ امام فقیہ اور فائق تھے۔ نقل روایت میں محتاط، صاحب خیر اور زاہد تھے اور حضرت ابن مسعودؓ سے چال ڈھال، طور طریقہ میں مشابہت رکھتے تھے۔ ۶۲ھ میں وفات پائی۔ (ایضاً)

۵۱ کوئی عالم فقیہہ فاضل، حضرت علقمہ بن قیس کے بھتیجے تھے۔ حضرت معاذؓ اور ابن مسعودؓ سے علم حاصل کیا۔ ۹۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۴ ص ۵۰-۵۳)۔

۵۲ ابراہیم بن یزید نخعی، فقیہہ عراق۔ حضرات علقمہؒ، مسروقؒ اور اسودؒ سے روایت کی۔ حضرت حماد بن ابی سلیمان فقیہہ کے استاد تھے۔ مخلص علماء میں سے تھے۔ شہرت سے گریزاں رہتے تھے۔ حضرت عبدالمالک بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر کو یہ کہتے سنا ہے کہ تم لوگ ابراہیم نخعی کے ہوتے ہوئے مجھ سے فتویٰ مانگتے ہو۔ ۹۵ھ میں راہیٔ ملک عدم ہوئے (ذہبی سیر اعلام النبلاء۔ ج ۴ ص ۵۲۰-۵۲۹)

۵۳ حماد بن ابی سلیمان اشعری فقیہہ فائق تھے۔ ابو اسمٰعیل کنیت تھی۔ حضرت انسؓ، ابن المسیبؒ اور ابراہیم نخعیؒ سے روایت کی اور ان سے ابوحنیفہؒ و شعبہؒ نے روایت کی ہے۔ ثقہ، امام مجتہد، جواد اور سخی تھے۔ ابواسحاق کا قول ہے کہ وہ شعبیؒ سے فقہ میں فائق تھے۔ فقہ و رائے میں انہیں امام ابراہیم نخعیؒ سے تلمذ تھا۔ (ذہبی سیر اعلام النبلاء، ج ۵ ص ۲۳۱-۲۳۹۔ الحنبلی، شذرات الذھب، ج ۱ ص ۱۵۸۔

۵۴ بقول ابوحنیفہؒ "لا افارق حماداً حتی یموت فصحبت ثمانی عشرۃ سنۃ" (خطیب ج ۱۳ ص ۳۳۳)۔

۵۵ اس کا واضح قرینہ موجود تھا۔ "فقہ" کے لغوی معنی سمجھ، فہم، ادراک اور کشف حقیقت کے ہیں۔ اس معاملہ میں امام ابوحنیفہؒ گویا خود کفیل تھے۔ تاہم چونکہ بطور علم و فن فقہ و اجتہاد کا اصل مدار قرآن و حدیث/کتاب و سنت پر ہے اس لئے فقہ و اجتہاد میں توسع اور کمال اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب کہ قرآن و حدیث/کتاب و سنت کی تفہیم، تعبیر اور اطلاق میں مہارت تامہ حاصل ہو جائے۔ غالباً امام ابوحنیفہ کے اسفار علمی اور جستجوئے بے تاب کا اصل مدعا یہی تھا۔

۵۶ ارباب مناقب لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے پچپن (۵۵) حج کیے۔ (موفق، ج ۱ ص ۲۵۳) اس بات کو کتنا ہی مبالغہ آمیز کیوں نہ کہا جائے اس سے کثرت سفر و زیارت تو بہر حال ثابت ہوتی ہے۔

۵۷ ملاحظہ ہو ابن حجر الہیثمی، الخیرات الحسان ص ۵۸ حاشیہ/تعلیق از مولانا محمد عاشق الٰہی برنی بحوالہ عقود الجمان لمحمد بن یوسف الصالحی الدمشقی باب الرابع۔ سیوطی نے نام بنام چھہتر (۷۶) مشائخ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- سیوطی، ص ۳۵-۶۲۔

۵۸ ملاحظہ ہو ٹونکی، محمود حسن خان، معجم المصنفین، مطبعۃ وزنکوغراف طبارہ بیروت ۱۳۴۴ھ، ج ۱ ص ۱۴۵۔

۵۹ ابن حجر الہیثمی ص ۵۶۔

۶۰ سیوطی ص ۳۵-۶۲۔

۶۱ حضرت عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ م ۶۸ھ کے علم کے وارث تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں آپ ﷺ کی یہ دعا منقول ہے "اللھم فقھہ فی الدین و علمہ تاویل الکتاب" خضری نے امام شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا کوئی عالم نہیں رہا۔ (خضری ص ۹۳-۹۴)

۶۲ اپنے مولیٰ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ سے روایت کی۔

۶۳ حضرت عطاء بن ابی رباح مولیٰ قریش م ۱۱۴ھ۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں، "میں نے عطاء سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا"۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ تم لوگ میرے پاس جمع ہوتے ہو حالانکہ تمہارے پاس عطاء ہیں۔ (خضری ص ۹۴)

۶۴ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بصری م ۱۱۸ھ۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے کہ میں نے جس کے بارے میں کچھ نہ سنا ہو۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے زیادہ تفسیر کا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔

www.toobaaelibrary.com

(خضری ص ۹۷)

۶۵﴾ طلب علم میں مکحول نے کثرت سے سفر کیا اور بہت زیادہ علم حاصل کیا۔ امام زھری فرماتے ہیں کہ عالم تین ہیں اور انہوں نے ان میں سے ایک مکحول کا نام بھی لیا۔ (خضری ص ۹۷)

۶۶﴾ لیث بن سعد کا قول ہے کہ میں نے زھری سے زیادہ جامع علم کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ زھری سے زیادہ گزشتہ حدیثوں کا عالم کوئی باقی نہیں رہا۔ ۱۲۴ھ میں راہی ملک عدم ہوئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خضری ص ۹۲)

۶۷﴾ خضری ص ۹۱

۶۸﴾ ایضاً

۶۹﴾ ایضاً ص ۹۴

۷۰﴾ عامر بن شرحبیل بن عبد/ عامر بن عبداللہ بن شرحبیل الشعبی الحمیر ابوعمرو الکوفی م ۱۰۴ھ۔ حضرات علیؓ، ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، زید بن ثابتؓ، عبادہ بن الصامتؓ، ابی موسیٰ الاشعریؓ، ابن مسعودؓ، ابی ھریرہؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، نعمان بن بشیرؓ، جریر بن عبداللہؓ، جابر بن سمرۃؓ سے روایت حدیث کی۔ امام شعبیؒ کو پانچ سو (۵۰۰) صحابہ سے شرف ملاقات ہے۔ مکحول کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے یہ سب سے بڑے شیخ تھے "ھو اکبر شیخ لابی حنیفة" (ذھبی، ابوعبداللہ شمس الدین: تذکرۃ الحفاظ، مطبعۃ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد، طبع سوم ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء، ج ا ص ۷۹-۸۰)

۷۱﴾ موفق ج ۲ ص ۱۰۶۔

۷۲﴾ ٹونکی ج ا ص ۱۴۵۔

۷۳﴾ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث السجستانی: صحیح سنن المصطفیٰ، دار الکتب العربیۃ، بدون سن اشاعت، ج ۲ ص ۱۱۶، کتاب الاقضیۃ باب اجتھاد الرأی فی القضاء۔ حدثنا حفص بن عمر عن شعبہ، عن ابی عون، عن الحارث بن عمرو بن أخی المغیرة ابن شعبة، عن أناس من اهل حمص من اصحاب معاذؓ، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم لما أراد أن یبعث معاذاً إلی الیمن قال: کیف تقضی إذا عرض لك قضاء؟ قال: أقضی بکتاب الله، قال: فان لم تجد فی کتاب الله؟ قال: فبسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: فان لم تجد فی سنة رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا فی کتاب الله؟ قال: أجتهد رأیی ولا آلو۔ فضرب رسول الله صلی الله علیه وسلم صدره و قال: الحمدُ لله و فق رسول رسول الله لما یرضی رسول الله (ایضاً)۔

۷۴﴾ ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ا ص ۴۰۔ عکرمہ کہتے ہیں "مسح النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم راسی ودعالی بالحکمة" (ایضاً)۔

۷۵﴾ امام بخاری، ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل: صحیح البخاری۔ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر، سن اشاعت غیر مذکور، ج ا ص ۴۳ کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم۔

۷۶﴾ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۲۲۔

۷۷﴾ خضری ص ۷۶، مشہور تابعی مسروق کہتے ہیں، "میں صحابہ کی خدمت میں رہا۔ ان کے علوم کا مجموعہ چھ صحابہؓ تھے، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ، اور ان چھ کے علوم کے جامع حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ (ابن قیم، شمس الدین: اعلام الموقعین، مطبعۃ السعادۃ مصر۔ طبع اول ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء، ج ا ص ۱۶)

www.toobaaelibrary.com

۷۸﴿ طبری، الامام ابی جعفر محمد بن جریر: تاریخ الامم والملوک، مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ، ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۹ء، ج ۲ص ۶۱۷۔
وکیع، محمد بن خلف بن حیان: اخبار القضاۃ، مطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ، طبع اول ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء، ج ۱ص ۱۰۴-۱۰۵
۷۹﴿ طبری ج ۲ص ۶۱۷۔
۸۰﴿ ابوزھرہ ص ۹۵۔
۸۱﴿ شبلی، الفاروق، ص ۱۶۸۔
۸۲﴿ ایضاً ص ۱۶۵-۱۶۶۔
۸۳﴿ البلاذری، احمد بن یحییٰ: انساب الاشراف، دار المعارف مصر، بدون سن اشاعت، ج ۱ص ۲۲۳۔
۸۴﴿ ابن قتیبہ الدینوری: کتاب الامامۃ والسیاسۃ۔ مصر ۱۹۳۷ء، ص ۳۳۔ طبری ج ۳ص ۲۹۲۔
۸۵﴿ ابونعیم الاصفہانی، احمد بن عبداللہ م ۴۳۰ھ: حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، مطبعۃ السعادۃ مصر، ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء، ج ۱ص ۲۳۸
۸۶﴿ ابن عبدربہ: عقد الفرید، طبع مصر ۱۹۱۳ء، ج ۱ص ۴۵
۸۷﴿ ابن عبدالبر، الحافظ ابی عمر یوسف بن عبداللہ: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدرآباد ۱۳۳۶ھ، ج ۲ص ۴۹۷۔
۸۸﴿ ایضاً ج ۲ص ۵۴۴
۸۹﴿ ذھبی، ابوعبداللہ شمس الدین م ۷۴۸ھ: تذکرۃ الحفاظ، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، ج ۱ص ۲۳۔
۹۰﴿ طبری ج ۳ص ۱۹۴
۹۱﴿ فارق، خورشید احمد: حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء، ص ۲۰۵
۹۲﴿ ایضاً ۲۸۷-۲۸۹ بحوالہ ابن زنجویہ، کنز العمال، ج ۱ص ۲۱۷۔ ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ، طبع حیدرآباد ۱۳۵۵ھ، ج ۱ص ۲۶۶ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے بصرہ کے تین سو حفاظ کو حضرت عمرؓ کا تعلیم دین کے سلسلے میں ہدایات کا خط پڑھ کر سنایا تھا۔ (فارق ص ۲۸۹)
۹۳﴿ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد: مجموعۃ الوثائق السیاسۃ فی العہد النبوی والخلافۃ الراشدہ۔ مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر القاہرہ، مصر۔ ۱۹۴۱ء، ص ۲۴۰-۲۴۲
۹۴﴿ وکیع، ج ۲ص ۱۸۹۔ نسائی، امام عبدالرحمن احمد بن شعیب علی بن بحرم ۳۰۳ھ/ ۹۱۵ء:- سنن نسائی (ترجمہ از مولانا عبدالستار و دوست محمد شاکر) حامد اینڈ کمپنی لاہور۔ بدون تاریخ طباعت، ج ۳ص ۴۵۹-۴۶۰۔ دارمی، امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام بن عبدالصمد م ۲۵۵ھ: سنن دارمی شریف۔ مطبع سعیدی کراچی، بدون تاریخ طباعت، ص ۸۰-۸۱۔
۹۵﴿ امام مالک نے مؤطا میں لکھا ہے کہ ایک جدہ (دادی) حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئی جس کی خواہش تھی کہ اس کو میراث میں حصہ ملے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ قرآن میں تیرا حصہ مذکور نہیں ہے اور نہ ہی مجھے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ معلوم ہے۔ پھر آپؓ نے لوگوں سے دریافت فرمایا تو مغیرہؓ اٹھے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے چھٹا حصہ سنا ہے، تو فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی گواہ ہے؟ اس پر محمد بن مسلمہؓ اٹھے اور اسی طرح گواہی دی تو حضرت ابوبکرؓ نے اس فیصلے کو نافذ فرمادیا۔ (امام مالک: مؤطا امام مالک، کتاب الفرائض، نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۹۵۴ء ص ۶۴۹)،
اور سعید بیان کرتے ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو دروازے کے پیچھے سے تین بار سلام کیا اور جب انہیں جواب نہ ملا تو وہ واپس لوٹ گئے اس پر حضرت عمرؓ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا کہ وہ کیوں لوٹ گئے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی تین بار سلام کرے اور اس کو جواب نہ دیا جائے تو

www.toobaaelibrary.com

وہ لوٹ جائے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا تو کوئی ثبوت پیش کرو ورنہ میں تمہاری خبر لوں گا۔ تو ابو موسیٰؓ ہمارے پاس آئے، ان کا رنگ اڑا ہوا تھا ہم نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے ہمیں سارا قصہ سنایا اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سنا ہے۔ پھر ہم نے ان کے ساتھ ایک آدمی بھیجا جس نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر گواہی دی۔ (خضری ص ٦٥) اسی طرح حضرت ابیؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اس پر گواہ لاؤ، تو وہ گواہ لانے نکلے، انہیں کچھ انصار مل گئے۔ انہوں نے ان سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے تم پر شبہ نہ تھا بلکہ میں چاہتا تھا کہ ثابت ہو جائے (خضری ص ٦٦)۔ عثمان بن مغیرہ ثقفی نے علی بن ربیعہ سے روایت کی ہے کہ اسماء بن حکم فزاری نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا میں اس سے نفع اٹھاتا اور نبویؐ اور آپ ﷺ کی حدیث مجھ سے بیان کرتا تو میں اس کو قسم دلاتا۔ اگر وہ قسم کھا لیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا اور ابوبکرؓ نے بھی مجھ سے ایک حدیث بیان کی اور وہ اپنے بیان میں صادق تھے۔ یعنی میں نے ان کو قسم دلانے کی ضرورت نہیں سمجھی (خضری ص ٦٦)۔

٩٦ باوجود رائے سے کہنے کے اس پر اعتماد کو ناگوار سمجھتے تھے تاکہ لوگ دین کے بارے میں بغیر علم کے فتویٰ دینے پر جری نہ ہوں اور اس طرح دین میں وہ شامل کر دیں جس سے اس کو کوئی علاقہ نہ ہو۔ اس لئے ان میں سے اکثر نے رائے کی مذمت کی ہے۔ لیکن ان کے نزدیک مذموم وہ رائے ہے جس میں خواہش کی پیروی کی جائے اور وہ رائے محمود ہے جس رائے پر عمل کرنے سے نص کے مفہوم پر عمل کرنا پایا جائے (خضری ص ٦٨)۔

٩٧ خضری ص ٧٤

٩٨ ایضاً

٩٩ سورۃ البقرہ آیت نمبر ٢٢٨

١٠٠ خضری ص ٧٤

١٠١ ایضاً

١٠٢ ایضاً

١٠٣ ایضاً۔ ص ٧٤-٧٥

١٠٤ جیسا کہ پہلے حاشیہ نمبر (٩٥) میں دی گئی تفصیل سے واضح ہے کہ حضرت عمرؓ راوی سے حدیث کی سماعت میں اس کے شریک کو طلب فرماتے اور حضرت علیؓ راوی کو قسم دلاتے اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ ان کے سامنے حدیث بیان کی جاتی اور وہ اس پر عمل نہ فرماتے کیونکہ انہیں اس کی صداقت کا یقین نہ ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ ٹھیک کہتی ہے یا خطاء پر ہے، اس کو یاد بھی ہے کہ بھول گئی۔ (خضری ص ٧٥)

١٠٥ ایضاً

١٠٦ ایضاً۔ مثلاً وظائف میں ترجیح کا مسئلہ، کہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں میں مال برابر برابر تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ یا خلیفۃ الرسول ﷺ ان لوگوں میں سے بعض کو بعض پر سبقت، فضیلت اور قدامت بھی حاصل ہے اور اگر آپؓ ان کو وظائف میں ترجیح دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے جو کارنامے، قدامت اور فضیلت کا ذکر کیا ہے تو مجھ سے زیادہ یہ باتیں اور کوئی نہیں جانتا اور یہ باتیں تو ایسی ہیں جن کا ثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ملے گا اور یہ جو دیا جا رہا ہے یہ تو معاش (آذوقہ) ہے۔ اس میں ترجیح کے مقابلے میں مساوات ہی بہتر ہے۔ لیکن جب حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور خوب فتوحات آنے لگیں تو آپ نے فضیلتوں کا

www.toobaaelibrary.com

لحاظ کیا اور فرمایا کہ میں اس شخص کو جس نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی ہے اس کے برابر نہیں کروں گا جس نے حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر جہاد کیا ہے اور اس پر انہوں نے اپنے فوجی دفتر کی بنیاد رکھی (خضری ص ۷۳-۷۴) اور اسی طرح نانی کی میراث کا مسئلہ، ایک جدہ (نانی) حضرت ابوبکرؓ کے پاس اپنی میراث کا حصہ دریافت کرنے آئی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب میں نہ تیرا کوئی حصہ ہے اور نہ ہم نے تیرے لئے رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں کوئی حصہ پایا ہے، تو لوٹ جا حتیٰ کہ میں لوگوں سے اس بارے میں دریافت کرلوں۔ پھر آپ نے لوگوں سے دریافت فرمایا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے چھٹا حصہ بتایا اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ کوئی اور سننے والا تھا؟ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے اور اسی طرح فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ نے یہ فیصلہ نافذ کردیا۔ پھر دوسری دادی (حقیقی دادی) عمر بن الخطابؓ کے پاس آئی اور میراث کا مسئلہ دریافت کرنے لگی۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں تیرے لئے کوئی حصہ نہیں اور جو فیصلہ کیا گیا تھا وہ تیرے لئے نہ تھا (بلکہ نانی کے لئے تھا) اور میں فرائض میں کوئی چیز بڑھانے والا نہیں ہوں، لیکن وہی چھٹا حصہ۔ اگر تم دونوں اس میں شریک ہو جاؤ تو آپس میں تقسیم کرلو ورنہ جو اکیلی ہو وہ لے لے (خضری ص ۷۴)۔

۱۰۷﴾ یعنی یہ دیکھے بغیر کہ اس واقعے کے لئے کوئی اصل معین ہے یا نہیں، مثلاً حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ پر یہ قطعی حکم نافذ کردیا کہ ان کے پڑوسی کی نہران کی زمین میں سے ہو کر جائے گی کیونکہ وہ نہر طرفین کے لئے مفید تھی اور محمد بن مسلمہؓ کو اس سے کوئی نقصان بھی نہ تھا۔ اس طرح تین طلاقوں کا ایک ہی مرتبہ نافذ ہونے کا حکم، (تاکہ لوگوں کو طلاق دینے میں جلد بازی سے روکا جائے) اور دورانِ عدت نکاح کرنے والے شخص کا نکاح باطل قرار دینا اور دوبارہ (عدت پوری ہونے کے بعد) اس عورت سے نکاح حرام قرار دینا، ان دونوں کے درمیان تفریق کرانے کے بعد یہ حکم اس کی تنبیہ کے لئے نافذ فرمایا (خضری ص ۷۵)۔

۱۰۸﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۰۶۔ امام مالک ص ۶۴۹-۶۵۰، کتاب الفرائض۔

۱۰۹﴾ خضری ص ۸۲۔

۱۱۰﴾ ایضاً۔

۱۱۱﴾ امام مسلم بن حجاج القشیری: صحیح مسلم شریف (شرح از امام نووی)، مطبعۃ المصریۃ الازھر، طبع اول ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۹ء، جزاول ص ۸۰۔

۱۱۲﴾ خضری ص ۸۲۔

۱۱۳﴾ ایضاً۔

۱۱۴﴾ ایضاً۔

۱۱۵﴾ ایضاً ص ۸۷۔

۱۱۶﴾ ابن المقفع نے اپنے رسالۃ الصحابہ میں اس خلاء کو بھرنے کے لئے خلیفہ منصور کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ خلیفہ اہل علم کی ایک کونسل بنائے جس میں ہر نکتہ نظر کے علماء پیش آمدہ مسائل پر اپنا اپنا علم اور خیال پیش کریں۔ پھر خلیفہ خود ہر مسئلے پر اپنا فیصلہ دے اور وہی قانون ہو۔ سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور اپنی حقیقت سے اتنا بے خبر نہ تھا کہ یہ حماقت کرتا۔ (مودودی، سید ابوالاعلیٰ: خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور، طبع ہشتم ۱۹۷۵ء، ص ۲۳۸۔ مزید دیکھیے حمید اللہ، ڈاکٹر محمد: امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، اردو اکیڈمی سندھ کراچی، ص ۴۳-۴۴)۔

۱۱۷﴾ محمد بن فضیل عابد بلخی نے ابو مطیع سے روایت کی ہے کہ ابوحنیفہؒ نے بیان کیا ہے کہ میں امیر المومنین ابوجعفر المنصور کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا، ابوحنیفہؒ تم نے علم کس سے حاصل کیا ہے؟ میں نے کہا حماد سے، انہوں نے ابراہیم نخعیؒ سے، انہوں نے علقمہؒ سے، انہوں نے عمر بن الخطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور

www.toobaaelibrary.com

عبداللہ بن عباسؓ سے۔ منصور نے یہ سن کر کہا، خوب خوب ابوحنیفہؒ، تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا! (خطیب ج ۱۳ ص ۳۳۴)۔ اور خلف بن ایوب کا قول ہے کہ "صار العلم من اللّٰہ تعالیٰ الی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم صار الی اصحابہ، ثم صار الی التابعین، ثم صار الی ابی حنیفۃ و اصحابہ۔" (ایضاً ج ۱۳، ص ۳۳۶)۔

۱۱۸﴾ موفق ج ۲ ص ۴۱۔

۱۱۹﴾ "ان اصحاب الرأی اظہر وامنا ھجھم و کانت الدنیا مملوءۃ من المحدثین ورواۃ الاخبار ولم یقدر احد منھم الطعن فی اقاویل اصحاب الرأی۔" (شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۱۶۶، بحوالہ امام رازی مناقب الشافعی)۔

۱۲۰﴾ موفق ج ۱ ص ۷۰-۷۲۔

۱۲۱﴾ خوارزمی، محمد بن محمود بن محمد: جامع المسانید الامام الاعظم، مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، طبع اول ۱۳۳۲ھ، ج ۱ ص ۳۲-۳۳۔

۱۲۲﴾ "قال ابو حنیفہ یو مالا صحابہ " ھؤلاء ستۃ و ثلاثون رجلا منھم ثمانیۃ و عشرون یصلحون للقضاء وستۃ یصلحون للفتویٰ و اثنان ابو یوسف وزفر یصلحان لتادیب القضاۃ و ارباب الفتویٰ" (موفق ج ۲ ص ۲۴۶)۔

۱۲۳﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۳۔

۱۲۴﴾ ایضاً ج ۲ ص ۵۴۔

۱۲۵﴾ ایضاً۔

۱۲۶﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۶۔

۱۲۷﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۳۔

۱۲۸﴾ ایضاً ج ۲ ص ۶۸۔

۱۲۹﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۱۔

۱۳۰﴾ خطیب ج ۱۴ ص ۲۴۷۔

۱۳۱﴾ موفق ج ۲ ص ۱۳۳۔

۱۳۲﴾ القرشی ج ۲ ص ۲۱۲ نمبر ۶۶۵۔ یہ صحیح ہے کہ تدوین فقہ کے کام میں کم وبیش ۳۰ سال کا عرصہ لگا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ یحییٰ بن زکریا شروع سے ہی اس کام میں شریک رہے۔ یحییٰ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے تھے وہ شروع سے ہی اس کام میں کیونکر شریک ہو سکتے تھے (شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۱۶۵)۔

۱۳۳﴾ محدث صیمری، ابوعبداللہ الحسین م ۴۳۲ھ: اخبار الامام ابی حنیفہ واخبار بعض اصحابہ من العراقین، نقل عن نسخۃ مخطوطۃ محمد زاہد الکوثری، لائبریری مجلس علمی کراچی ص ۸۰۔ (اس کی فوٹو اسٹیٹ مقالہ نگار کے پاس بھی ہے)۔

۱۳۴﴾ خطیب ج ۱۳ ص ۳۵۶۔

۱۳۵﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۴۳ نمبر ۶۲۲۔

۱۳۶﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۶۸ نمبر ۷۰۳۔

۱۳۷﴾ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۱۶۳۔

۱۳۸﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۶۶-۱۶۷۔

۱۳۹﴾ الکردری ج ۱ ص ۵۵۔

www.toobaaelibrary.com

۱۴۰﴾ موفق ج ۱ص ۹۶، وایضاًج ۲ص ۱۳۲-۱۳۳۔
۱۴۱﴾ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۳ص ۱۶۷۔
۱۴۲﴾ سید مودودیؒ لکھتے ہیں' موجودہ زمانے کے لوگ اس غلط فہمی میں ہیں کہ بین الاقوامی قانون ایک جدید چیز ہے اور پہلا شخص جس نے اس شعبۂ قانون کی بنیاد ڈالی ہالینڈ کا گروٹیس ((GROTIUS) ۱۵۸۳ء۔ ۱۶۴۵ء) ہے۔ لیکن جس شخص نے بھی امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمد بن الحسنؒ الشیبانی ۱۳۲۔۱۸۹/ ۷۴۹ء۔۸۰۵ء) کی کتاب السیر دیکھی ہے وہ جانتا ہے کہ گروٹیس سے نوسو (۹۰۰) برس پہلے یہ علم امام ابو حنیفہؒ کے ہاتھوں بڑی تفصیل کے ساتھ مدون ہو چکا تھا اور اس میں بین الاقوامی قانون کے اکثر گوشوں پر اور اس کے بڑے بڑے نازک مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ حال ہی میں اس حقیقت کو اہل علم کے ایک گروہ نے تسلیم بھی کیا ہے اور جرمنی میں شیبانی سوسائٹی آف انٹرنیشنل لاء قائم کی گئی ہے'' (ایضاً ص ۲۴۱-۲۴۲ حاشیہ نمبر ۴۱)
۱۴۳﴾ خطیب ج ۱۳ص ۳۴۸
۱۴۴﴾ ابوزہرہ ص ۲۳۱
۱۴۵﴾ ایضاً ص ۱۸۸
۱۴۶﴾ ابن الندیم: الفہرست، مطبوعۃ الرحمانیہ مصر، ۱۳۴۸ھ، ص ۲۸۵
۱۴۷﴾ ابوزہرہ ص ۱۸۷
۱۴۸﴾ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ص ۱۶۶۔
۱۴۹﴾ ایضاً۔
۱۵۰﴾ ایضاًج ۲ص ۱۶۷۔
۱۵۱﴾ امام ابو حنیفہؒ کی تصنیفات کا ضائع ہو جانا کچھ زیادہ عجیب نہیں ہے کیونکہ اولاً تو اس عہد کی ہزاروں کتابوں میں سے آج کسی ایک کا بھی وجود نہیں ہے۔ امام اوزاعیؒ، ابن جریجؒ، ابن عروبہؒ، حماد بن ابی معمرؒ کی تالیفات اسی زمانہ میں شائع ہوئیں لیکن آج ان کتابوں کے ناموں سے بھی کوئی آگاہ نہیں ہے اور ثانیاً امام ابو حنیفہؒ کی تصنیفات کی گمشدگی کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کا مجموعۂ فقہ اگرچہ بجائے خود مرتب اور خوش اسلوب تھا لیکن قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے انہی مسائل کو اس توضیح وتفصیل سے لکھا اور ہر مسئلہ پر استدلال و براہان کے ایسے حاشیے اضافہ کئے کہ انہی کو رواج عام ہو گیا اور اصل ماخذ سے لوگ بے پرواہ ہو گئے۔ (شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ص ۱۲۷۔ ایضاً ص ۹۸ تا ۱۰۳)۔
۱۵۲﴾ خطیب ج ۱۴ص ۲۴۷۔
۱۵۳﴾ ابوزہرہ ص ۱۸۸۔
۱۵۴﴾ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ص ۱۶۲-۱۶۳۔
۱۵۵﴾ ابن عبدالبر، م ۴۶۳ھ: الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، مکتبہ القدسی قاہرہ ۱۳۵۰ھ، ص ۱۴۳۔ ''اخذ بکتاب اللّٰہ، فان لم اجد فبسنۃ رسول اللّٰہ صلی ﷺ، فان لم اجد فی کتاب اللّٰہ ولا سنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اخذت بقول اصحابہ۔ اٰخذ بقول من شئت منہم، وأدع من شئت منہم، ولا أخرج من قول غیرہم فا ما اذا انتہی الامر۔ اوجاء إلی ابراہیم والشعبی، وابن سیرین، والحسن، وعطاء وسعید ابن المسیب۔ وعدد رجالا فقوم اجتہدوا، فاجتہد کما اجتہدوا''
(خطیب ج ۱۳ص ۳۶۸۔ موفق ج ۱ص ۸۹)۔
۱۵۶﴾ ایضاًج ۱ص ۷۷

www.toobaaelibrary.com

۱۵۷ "ما جاء نا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبلنا ه على الرأس و العين" (ابن عبد البر، الانتقاء، ص ۱۴۴) اتنی اچھی بات اور ایسا خوبصورت قول ابو حنیفہؒ کا ہی ہوسکتا ہے جو ان کی پیغمبر اعظم و آخر سرور عالم ﷺ سے والہانہ محبت اور سنت سے گہرے شغف اور ربط وضبط کا آئینہ دار ہے۔

۱۵۸ ابن عبد البر، الانتقاء ص ۱۴۴۔ موفق ج ا ص ۷۷۔

۱۵۹ "كلام ابو حنيفة اخذ بالثقة وفرار من القبح و النظر فى معاملات الناس وما استقاموا عليه وصلح عليه أمور هم يمضى الأمور على القياس فاذا قبح القياس يمضيه على الاستحسان ما دام يمضى له فاذا لم يمض له رجع الى مايتعامل المسلون به و كان يوصل الحديث المعروف الذى قد احمع عليه ثم يقيس عليه مادام القياس سائغا ثم يرجع الى الاستحسان ايهما كان أ وفق رجع اليه" (موفق ج ا ص ۸۲)

۱۶۰ ناسخ ومنسوخ:۔" ان لم يمكن الجمع فلا يخلوا ما ان يعرف التاريخ اولا فان عرف و ثبت المتاخر به او بما صرح منه فهو الناسخ والآخر المنسوخ"۔ یعنی اگر دو معارض حدیثوں میں جمع ممکن نہ ہو تو دونوں کی تاریخ کو دیکھا جائے گا۔ اگر بلحاظ تاریخ ایک مقدم اور دوسری مؤخر ہے تو پہلی منسوخ اور دوسری ناسخ ہوگی۔ (ابن حجر عسقلانی: نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، مطبع فاروقی دہلی بدون تاریخ اشاعت، ص ۳۲)۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے پہلے زیارت قبور سے منع فرمایا تھا پھر اس کی اجازت دے دی۔" كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكر الآخرة" (امینی، محمد تقی: حدیث کا درایتی معیار، قدیمی کتب خانہ طبع ۱۹۸۶ء، ص ۲۶۲)۔

۱۶۱ مرفوع:۔" هو ماينتهى الى النبى صلى الله عليه وسلم غاية الاسناد"۔ یعنی وہ حدیث (متن) جس کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچے۔ (ابن حجر عسقلانی، نخبۃ الفکر، ص ۶۰) اور صحابی اس قسم کے الفاظ استعمال کرے:۔ (۱) میں نے رسول اللہ ﷺ سے فلاں بات سنی، (۲) رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فلاں حدیث بیان کی، (۳) رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا، (۴) رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت ہے، (۵) میں نے رسول اللہ ﷺ کو فلاں کام کرتے دیکھا، (۶) رسول اللہ ﷺ فلاں کام کرتے تھے، (۷) میں نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں فلاں کام کیا، (۸) رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں فلاں کام کیا گیا اور آخر کی دونوں صورتوں میں راوی (صحابی) جب رسول اللہ ﷺ کے منع نہ کرنے کا ذکر کرے۔ (امینی ص ۲۶۰)۔

۱۶۲ "كان ابو حنيفة شديد الفحص عن الناسخ من الحديث و المنسوخ فيعمل بالحديث اذا ثبت عنده عن النبى صلى الله عليه وسلم وعن اصحابه۔ و كان عارفاً بحديث اهل الكوفة وفقه اهل الكوفة شديد الاتباع لما كان عليه الناس ببلد" (موفق ج ا ص ۸۹-۹۰)

۱۶۳ ابو زہرہ ص ۲۳۶۔

۱۶۴ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۱۸۸۔

۱۶۵ "ان الصلوة تنهى عن الفحشاء و المنكر" سورۃ العنکبوت ۲۹-۱۔

۱۶۶ سورہ بقرہ آیت ۱۹۳۔

۱۶۷ سورہ بقرہ آیت ۱۸۳۔

۱۶۸ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۱۹۰۔

۱۶۹ ایضاً ج ۲ ص ۱۹۳۔

۱۷۰ ایضاً ج ۲ ص ۱۹۵۔

۱۷۱ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

۱۷۲﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۹۶-۱۹۷۔

۱۷۳﴾ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ امام ابوحنیفہ اور دیگر مجتہدین نے قیاس وعقل سے (بالخصوص) نماز کے ارکان متعین کئے ہیں۔ ائمہ نے ان ارکان کے ثبوت کے لئے عموماً احادیث کی تصریحات اور اشارات سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ ہر مجتہد کے نقلی دلائل کتب فقہ میں تفصیل سے مذکور ہیں (شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۱۹۶)

۱۷۴﴾ سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۸۵۔

۱۷۵﴾ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷۔

۱۷۶﴾ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۱۹۷۔

۱۷۷﴾ "عن عائشة رضی اللّٰه عنها انها قالت ماخیر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بین أمرین قط الاّ اخذ ایسر هما مالم یکن اثما فان کان اثماً کان أبعد الناس منه" (امام بخاری، ج ۸ ص ۵۵، باب قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یسر وا ولا تعسر وا وکان یحب التخفیف والیسر علی الناس)۔

۱۷۸﴾ سورۃ الحدید آیت نمبر ۲۷ (پارہ ۲۷)۔

۱۷۹﴾ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۱۹۷۔

۱۸۰﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۹۸-۱۹۹۔

۱۸۱﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۹۹۔

۱۸۲﴾ ابن ابی لیلیٰ، محمدؒ بن عبدالرحمٰن مشہور فقیہہ تھے اور تینتیس (۳۳) برس کوفہ کے قاضی رہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے ہم عصر تھے۔ ایک دن مجلس قضاء ختم کر کے اٹھے، گھر جاتے ہوئے راستے میں ایک عورت کو کسی سے جھگڑتے دیکھا تو کھڑے ہو گئے، اثنائے گفتگو اس عورت نے اپنے مقابل شخص کو "یا ابن الزانتین" یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے کہدیا۔ قاضی صاحب نے فوراً عورت کی گرفتاری کا حکم دے دیا، پھر مجلس قضاء میں واپس آئے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑا کر کے درے لگائے جائیں اور دو حدیں ماری جائیں۔ امام ابوحنیفہؒ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ قاضی صاحبؒ نے اس فیصلہ میں کئی غلطیاں کی ہیں:- (۱) مجلس قضاء سے اٹھ کر واپس آئے اور دوبارہ اجلاس کیا، یہ آئین عدالت کے خلاف ہے، (۲) مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا حالانکہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، (۳) عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہیے قاضی صاحب نے اس کے خلاف کیا، (۴) ایک لفظ سے ایک ہی حد لازم آتی ہے اور اگر دو حدیں لازم بھی آئیں تو ان کا نفاذ بیک وقت نہیں ہو سکتا۔ ایک حد کے بعد مجرم کو چھوڑ دینا چاہیے حتیٰ کہ زخم بھر جائیں پھر ہی دوسری حد کی تعمیل ہو سکتی ہے اور (۵) جس کو گالی دی گئی ہے اس نے جب دعویٰ نہیں کیا تو قاضی صاحبؒ کو مقدمہ قائم کرنے کا کیا اختیار تھا۔ (خطیب ج ۱۳ ص ۳۵۰-۳۵۱) اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فصل قضایا میں درپیش نزاکتوں سے، جو ابھی طے ہونا باقی تھیں، کس قدر آگاہ وخبردار تھے۔ (شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۱ ص ۸۴)۔

۱۸۳﴾ شبلی لکھتے ہیں کہ ایک مشہور محدث نے فقہاء پر طعن کیا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک جب کسی زمین کا دعویٰ کسی عدالت میں پیش کیا جائے تو ضروری ہے کہ عرضی دعویٰ میں زمین کا موقع بتایا جائے۔ اس کی حدود اربعہ دکھائی جائیں۔ حیثیت اور صورت کی تفصیل ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان جزئیات یا قیدوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ شبلی لکھتے ہیں کہ محدث موصوف کے نزدیک یہ بڑے الزام کی بات ہے لیکن اگر ان کو کسی ترقی یافتہ ملک میں رہنے کا اتفاق ہوتا اور معاملات سے بھی کام پڑتا تو معلوم ہوتا کہ جن چیزوں کو وہ الزام کہہ رہے ہیں ان کے بغیر زندگی بسر کرنا نہایت مشکل ہے۔ (ایضاً، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۲۰۰)۔

۱۸۴﴾ (یہی باعث ہے کہ) بقول ابن خلدون امام مالک کا مذہب انہی ممالک میں رواج پا سکا جہاں تمدن نے وسعت

www.toobaaelibrary.com

حاصل نہیں کی تھی۔ (ابن خلدون، علامہ عبدالرحمٰن: مقدمۃ العلامۃ ابن خلدون، مطبعۃ التقدم مصر قاہرہ ۱۳۲۹ھ، ج۱ص۴۹۲)۔

۱۸۵﴾ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شبلی، سیرت امام اعظم، ج۲ص ۱۹۹ تا ۲۰۹۔

۱۸۶﴾ مصر میں ایک مدت تک حکومت شافعی المذہب تھی اور اس کے نتیجے میں عیسائی اور یہودی قوم میں اکثر بغاوت کرتی رہتی تھیں (شبلی، سیرت امام اعظم، ج۲ص ۲۱۲)۔

۱۸۷﴾ اتنی فیاضی سے کسی حکومت نے کسی غیر قوم کو حقوق نہیں دیئے۔ یورپ جسے اپنے قانون، انصاف اور حقوق انسانی پر بڑا ناز ہے اس کا زبانی دعوئ تو کر سکتا ہے عملی ثبوت نہیں پیش کر سکتا۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کے یہ احکام اسلامی حکومتوں میں عموماً نافذ تھے بلکہ خلیفہ ہارون الرشید کی وسیع حکومت انہی احکام کی پابند تھی۔

۱۸۸﴾ امام رازی نے مناقب الشافعی میں احناف پر طعناً لکھا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ایک ذمی کا خون برابر ہے یعنی اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کسی ذمی کو بغیر جرم عمداً قتل کر دیں تو احناف کے نزدیک وہ قتل کئے جائیں گے۔ حالانکہ احناف نے اس مسئلہ کی تعمیم میں یہ مثال کہیں نہیں دی ہے لیکن بلاشبہ انصاف اور حق کی حکومت میں بقول (شبلی، سیرت امام اعظم، ج۲ص ۲۱۰) شاہ و گدا، مقبول و مردود کا رتبہ ایک سا ہے۔ خود صحابہؓ کا قول و فعل اس کی تائید میں ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں "من کانت لہ ذمتنا فدمہ کدمائنا ودیتہ کدیتنا" (ایضاً، ج۲ص ۲۱۱)۔ حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے حضرت عبیداللہؓ نے حضرت عمرؓ کے زخمی ہونے پر شبہ میں دو کافروں کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عثمانؓ جب مسند خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے مہاجرین و انصار کو بلایا اور اس بارے میں رائے پوچھی۔ تمام نے بالاتفاق کہا کہ عبیداللہ کو قتل کرنا چاہیے۔ (ایضاً)۔

۱۸۹﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۰۔

۱۹۰﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۲۔

۱۹۱﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۱۔

۱۹۲﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۲۔

۱۹۳﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۱۔

۱۹۴﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۲۔

۱۹۵﴾ تفصیل کے لئے دیکھئے: ایضاً ج۲ص ۲۱۱-۲۱۳۔

۱۹۶﴾ ایضاً۔

۱۹۷﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۲-۲۱۳۔

۱۹۸﴾ مزید تفصیل کے لئے بلاحظہ ہو ایضاً ج۲ص ۲۱۳ تا ۲۱۵۔

۱۹۹﴾ یہ وجہ صاحب ہدایہ نے بتائی ہے لیکن ایسا درست نہیں ہے (ایضاً ج۲ص ۲۱۳-۲۱۴)۔

۲۰۰﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۳۔

۲۰۱﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۴ بحوالہ جامع صغیر امام محمد۔

۲۰۲﴾ ایضاً ج۲ص ۲۱۴ بحوالہ کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف۔ قاضی صاحب نے اس بارہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ذمیوں کے بارہ میں یہی احکام صادر فرمائے تھے اور اس کی وجہ میں انہوں نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ذمیوں کی وضع مسلمانوں سے الگ رہے۔ (ایضاً)۔

۲۰۳﴾ بلاشبہ حضرت عمرؓ کا ایک طبعی مذاق تھا کہ وہ قومی امتیاز کو پسند فرماتے تھے۔ انہوں نے اہل فوج کو اکثر فرامین میں لکھا ہے "وہ جاڑوں میں دھوپ کھانا چھوڑ دیں، گھوڑوں پر رکاب کے سہارے سوار نہ ہوں۔ موٹے کپڑے استعمال

www.toobaaelibrary.com

کریں''۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ اہل عرب اپنے ملک اور وطن کی خصوصیتوں کو محفوظ رکھیں۔ اسی بناء پر انہوں نے اہل عجم کو جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تاکید کی کہ وہ اپنی قومی خصوصیتوں کو ضائع نہ ہونے دیں۔ اہل عجم زمانۂ اسلام سے پہلے زنار باندھتے تھے۔ لمبی لمبی ٹوپیاں اوڑھتے تھے۔ ان کے زین آج کل (شبلی کے زمانے) کے انگریزی زینوں سے مشابہ ہوتے تھے۔ ان کی عورتیں اونٹوں پر سوار نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ انہی عادات اور رسومات کی بابت حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اہل ذمہ ان کی پابندی کریں (شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۲۱۴-۲۱۵)۔

۲۰۴ وجہ صاف ظاہر ہے کہ اول تو اس قسم کے اختلافی مسائل نہایت کثرت سے ہیں پھر ہمارا موضوع بھی ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اور یہ بھی کہ ان بحثوں کا فیصلہ نہایت مشکل ہے کیونکہ ایک تو حدیث کی صحت اور عدم صحت کا مسئلہ ہے جس کے باعث فقہاء مسائل و آراء میں باہم مختلف ہیں۔ ایک حدیث جو ایک کے نزدیک قابل حجت ہے دوسرے کے نزدیک نہیں ہے۔ پھر ایک بڑا مسئلہ اسماء الرجال کا ہے۔ ان کی مشہور کتب (تہذیب الکمال للمزی، تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال، طبقات الحفاظ اور تہذیب الاسماء واللغات وغیرہ) میں جرح و تعدیل کے متعلق ائمہ کے جو اقوال مذکور ہیں اکثر ان کا سلسلۂ سند مذکور نہیں ہے۔ اس لئے ان کے ثبوت اور عدم ثبوت کا فیصلہ بھی ممکن نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اکثر جروح مبہم ہیں اور جن جرحوں کو مفسر قرار دیا گیا ہے وہ بھی ابہام سے خالی نہیں ہیں۔ قدماء نے اس فن میں تفصیلات لکھی ہیں لیکن ہمارا موضوع ہمیں اس طوالت سے روکتا ہے۔ فقہاء احناف نے خاص اس بحث پر کہ حنفی فقہ کے مسائل احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، کثرت سے کتابیں لکھی ہیں وہاں سے بھی رجوع کیا جا سکتا ہے لیکن ہم اپنی بحث کو مختصر رکھتے ہوئے اس سے گریز کریں گے۔

۲۰۵ سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۶۔

۲۰۶ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۲۲۰-۲۲۱۔

۲۰۷ سورۃ النساء آیت نمبر ۴۳ و ایضاً آیت نمبر ۶۔

۲۰۸ لطف کی بات تو یہ ہے اسی لفظ کا ہم معنی لفظ ''مس'' ہے جس کے معنی چھونا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ''مَـا لَـم تـمـسُّـوھـن'' جماع کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور خود امام شافعی تسلیم کرتے ہیں کہ وہاں جماع ہی مراد ہے لیکن یہاں اسے چھونے کے معنی میں لیتے ہیں جو درست نہیں ہے۔

۲۰۹ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۲۲۲۔

۲۱۰ ایضاً۔

۲۱۱ سورۃ الاعلیٰ آیت نمبر ۱۵۔

۲۱۲ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۲۲۲-۲۲۳۔

۲۱۳ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴۔

۲۱۴ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۲۲۳۔

۲۱۵ شبلی لکھتے ہیں ''تعجب ہے کہ شافعیہ نے ایسی صاف اور صریح آیت کے مقابلے میں حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں خود متعارض ہیں۔ جس درجے کی وجوب قرأت کی حدیثیں موجود ہیں اسی درجے کی ترک قرأت کی بھی ہیں (ایضاً ج ۲ ص ۲۲۳)۔

۲۱۶ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۷۳۔

۲۱۷ امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں ''ہڈی کو مردہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے'' من یحیی العظام'' یعنی ہڈی کو کون زندہ کرے گا۔ اور زندہ وہی چیز ہو سکتی ہے جو پہلے مر چکی ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین کو بھی مردہ کہا ہے۔ (شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۲۲۴) شبلی لکھتے ہیں ''امام رازی کی تاویل نہایت تعجب خیز ہے،

www.toobaaelibrary.com

اس قسم کے اطلاقات مجازی ہیں جن پر احکام کی تفریع نہیں ہو سکتی۔ امام رازی نے زمین کا مردہ ہونا قرآن مجید سے ثابت کیا ہے تو کیا اس طرح زمین اور خاک کا استعمال بھی ناجائز قرار دے دینا چاہیے'' (شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۲۲۴)۔

۲۱۸ ایضاً۔

۲۱۹ سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۵۔

۲۲۰ شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۲۲۴ - ۲۲۵۔

۲۲۱ شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ، بریلی۔ ص ۱۳۳-۱۳۴۔ اس دوسری قسم میں وہ حدیثیں ہیں جو آپ ﷺ نے طب کے متعلق ارشاد فرمائیں اور اس قسم میں وہ افعال داخل ہیں جو آپ ﷺ سے عادۃً صادر ہوئے نہ عبادۃً اور اتفاقاً واقع ہوئے نہ قصداً، اور اسی قسم میں وہ حدیثیں داخل ہیں جو آپ ﷺ نے اپنی قوم کے گمان کے موافق بیان کیں، مثلاً ام زرع کی حدیث اور خرافہ کی حدیث۔ اور اسی قسم میں وہ امور داخل ہیں جو آپ ﷺ نے اس وقت مصلحت جزوی کے موافق اختیار فرمائے اور وہ سب لوگوں پر واجب العمل نہیں ہیں، مثلاً فوجوں کی تیاری اور شعار کی تعیین۔ اسی بناء پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا ''اب رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جس قوم کو دکھانے کے لئے ہم رمل کرتے تھے، اس کو خدا نے ہلاک کر دیا''، اور آپ ﷺ کے بہت سے احکام اسی قسم میں داخل ہیں، مثلاً یہ حکم کہ ''جہاد میں جو شخص کسی کافر کو قتل کرے تو اس کے ہتھیار کا مالک بھی وہی ہوگا'' (شبلی، سیرت امام اعظم، ج ۲ ص ۱۷۴)۔

۲۲۲ ایضاً۔

۲۲۳ ایضاً ج ۲ ص ۱۷۵۔ طلاق کے مسئلے میں قاضی شوکانی نے حضرت عمرؓ کا قول نقل کر کے لکھا ہے ''رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں بیچارے عمرؓ کی کیا حقیقت ہے''، لیکن قاضی شوکانی یہ نہ سمجھے کہ حضرت عمرؓ قاضی صاحب سے زیادہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے (ایضاً ج ۲ ص ۱۷۶)۔

۲۲۴ ایضاً۔ (خضری ص ۹۲)

www.toobaaelibrary.com

باب سوم

فقہ حنفی کا فروغ وشیوع / اشاعتِ عام

فقہ حنفی کے فروغ وشیوع اور اشاعتِ عام میں علاوہ دیگر کے تین عوامل نہایت اہم ہیں اور ان پر ہی اس فقہ کی اشاعت وفروغ کا زیادہ تر انحصار ہے۔ ان میں اولاً سب سے اہم تو خود حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی شخصیت ہے، ثانیاً مجلس تدوین فقہ کے ارکان ہیں جنہوں نے فقہ حنفی کی تدوین، ترتیب، تبویب اور فروغ میں اپنا کردار ادا کیا اور ثالثاً وہ تلامذہ ہیں جن کے ذریعے فقہ حنفی کی اشاعت ہوئی، اس کی روایات کا شیوع ہوا اور مختلف بلاد وامصار میں اسے ان کے باعث حسن قبول حاصل ہوا۔

۱﴿ امام ابوحنیفہ ؒ کی شخصیت

امام ابوحنیفہ ؒ کو اپنے علمی شغف اور فقہی بصیرت کی بدولت اپنے استاد امام حماد ؒ کی مجلس درس میں اہم مقام اور مرتبہ حاصل تھا۔ آپ امام حماد ؒ کے شاگردوں میں سب سے نمایاں، اکمل اور افقہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام حماد ؒ کی رحلت کے بعد جب کوفہ کی مسندِ درس وافتاء خالی ہوئی تو امام حماد کے اکابر اصحاب مثلاً عبداللہ بن المبارک، داؤد الطائی، ابوبکر النھشلی ؒ، ابو بردہ ؒ، ابو حصین ؒ، حبیب ؒ (عقود الجمان میں بجائے حبیب کے یزید لکھا ہے) ﴿۱﴾ ابن ابی ثابت ؒ اور ابواسحاق الشیبانی ؒ وغیرہ کی نظریں آپ کی طرف اٹھیں ﴿۲﴾۔ موفق لکھتے ہیں:-

"لما مات حماد اجتمع اصحاب حماد الی ابی حنیفة فقالوا له اجلس قال فقال ابو حنیفة اجلس لی ان یضمن لی عشرة منکم ان یلزمونی سنة قال فضمنوا له ووفوا" ﴿۳﴾.

یعنی جب امام حماد ؒ کی وفات ہوگئی تو ان کے اصحاب جمع ہو کر امام ابوحنیفہ ؒ کے پاس پہنچے اور ان سے امام حماد کی مجلس درس کی صدر نشینی کی درخواست کی۔ موفق کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر تیار ہوں اگر تم میں سے دس افراد سال بھر کے لئے میرے ہمراہ رہیں جسے انہوں نے خوش دلی سے قبول کر لیا اور حلقہ بگوش ہو کر

www.toobaaelibrary.com

اس مسند کی آبرومندی پر متفق ہو گئے۔ امام حمادؒ کی مسند پر امام ابوحنیفہؒ کا فائز ہونا عوام و خواص دونوں کو متاثر کرنے کے لئے کافی تھا۔ یہاں محمد بن صبیح العجلی ابوسماکؒ، جن کا شمار کوفہ کے کبار فقہاء میں ہوتا تھا، کا یہ قول قابل ذکر ہے کہ کوفہ کے اوتاد چار تھے؛ یعنی سفیان ثوریؒ، مالک بن مغولؒ، داؤد طائیؒ اور ابوبکر النہشلیؒ۔ ان چاروں حضرات نے حضرت امام ابوحنیفہ کی مصاحبت بھی اختیار کی اور ان سے روایت بھی کی۔

"کلهم جالس ابا حنيفة و حدث عنه" ﴿۴﴾.

امام ابوحنیفہؒ کے تفقہہ اور تعلم کی خوشبو کوفہ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ مملکت کے گوشہ گوشہ میں ان کی مسند حمادؒ پر جلوہ افروزی مشہور ہوئی۔ عوام الناس، علماء اور حکام و امراء سب کے ہاں اس مجلس کا تذکرہ تھا ﴿۵﴾۔ علمی حلقوں میں مجلس ابوحنیفہؒ کو درجہ استناد حاصل ہو گیا تھا۔ فضیل بن موسیٰ السینانیؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حجاز و عراق کے مشائخ کی صحبت سے فیض اٹھایا لیکن کوئی محفل اپنی وسعت، برکت اور فیوض میں ابوحنیفہؒ کی مجلس سے بڑھ کر نہ تھی ﴿۶﴾ اور پھر یہ شہرت اور فیض عام بڑھتا ہی چلا گیا۔ جب بھی آپ حج کیلئے تشریف لے جاتے تو مشرق و مغرب کے علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کے علم و فضل سے استفادہ کرتے۔ ابراہیم بن فیروز اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:۔

"رایتُ ابا حنيفة جالسافی المسجد الحرام و يفتي اهل المشرق و المغرب والناس يو مئذ ناس يعني الفقهاء الكبار و خيار الناس حضوره" ﴿۷﴾.

اس کثرت سے لوگوں اور لوگ بھی "فقہاء اور خیار الناس" کا امام ابوحنیفہ سے استفادہ اور وہ بھی مکہ معظمہ جیسے علمی مرکز میں جہاں اجل علماء و فقہاء موجود تھے۔ پھر ان حجاج اور علماء و فقہاء کی اپنے اپنے علاقوں کو واپسی، مختلف بلاد و امصار میں امام ابوحنیفہؒ کی شہرت اور ان کی آراء کی مقبولیت میں روز افزوں اضافے کے طور پر سامنے آتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ جب کوفہ میں قیام پذیر ہوتے تو عوام و خواص، طلباء، اساتذہ اور تشنگان علم کا ہجوم ان کے گرد ہوتا۔ موفق، ابوبحر المعتصمی کی روایت بیان کرتے ہیں کہ میں تین سال تک ابوحنیفہؒ کا ہمسایہ رہا، میں ساری ساری رات نماز میں امام صاحبؒ کی قرأت سنتا رہتا اور جب صبح ہوتی تو ان کے اصحاب و تلامیذ کا ہجوم ہو جاتا اور فقہ کے ابواب کی تدریس شروع ہو جاتی ﴿۸﴾۔ خطیب نے امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں مسعر بن کدامؒ کی روایت لکھی ہے۔ مسعر کہتے ہیں کہ میں ابوحنیفہؒ کی مسجد میں گیا۔ میں نے انہیں فجر کی نماز کے بعد دیکھا۔ نماز فجر کے بعد ان کے درس (مجلس) کا آغاز ہو گیا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر مجلس درس قائم ہوئی اور عصر تک یہ سلسلہ رہا۔ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد امام صاحب پھر بیٹھ گئے اور مغرب تک مجلس جاری رہی۔ نماز مغرب کے بعد عشاء کی نماز تک پھر مجلس برپا رہی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص اس قدر مصروف ہے تو درس و افتاء

www.toobaaelibrary.com

کے بعد عبادت کے لئے کیسے وقت نکالے گا۔ میں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ عشاء کی نماز کے بعد مجلس سے لوگ اٹھ کر چلے گئے تو امام ابوحنیفہؒ نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ پھر آپ گھر گئے، کپڑے تبدیل کئے اور پھر مسجد میں آگئے اور فجر کی نماز ادا کی اور پھر ظہر تک مجلس درس چلتی رہی پھر عصر مغرب سے لے کر عشاء تک مجلس درس چلتی رہی۔ میں نے دل میں کہا کہ کیا یہ شخص اس رات بھی گزشتہ رات والا معمول دہرائے گا۔ اور پھر جب رات ہوئی تو ان کا طرز عمل پہلی رات کا سا رہا۔ اگلا دن بھی ایسے ہی (مصروف) گزرا جیسے کہ پہلے دو دن گزرے تھے۔ پھر آنے والی رات میں بھی ان کا معمول حسب سابق رہا اور دن بھر وہ اپنی مجلس درس میں بھی حسب دستور مصروف و منہمک رہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اب ان کی صحبت اپنے اوپر لازم کرلوں گا یہاں تک کہ ان کی رحلت ہوجائے یا میں فوت ہوجاؤں اور پھر میں انہی کا ہو رہا﴿۹﴾۔

موفق امام صاحبؒ کے ایک اور ہمسائے کی روایت بیان کرتے ہیں۔

"رایت ابا حنیفة یصلی اللیل کله ویبکی والنهار کله یصح یعنی یناظر اصحابه فی الفقه"﴿۱۰﴾۔

یعنی میں نے ابوحنیفہؒ کو ساری ساری رات نماز و گریہ میں اور دن میں اپنے اصحاب کے ساتھ فقہ میں مناظرہ کرتے پایا۔

علی بن یزید الصدائی امام ابوحنیفہ کی شب زندہ داری کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:-

"وعامة النهار و هوفی فتیاه و مسائله مع اصحابه" ﴿۱۱﴾۔

موفق لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ ابتداء میں ایک قرآن پاک روزانہ ختم کیا کرتے تھے لیکن جب فقہ کی طرف ان کی مشغولیت بڑھ گئی تو ان کے لئے تین دن سے قبل قرآن پاک ختم کرنا ممکن نہ رہا﴿۱۲﴾۔

بلا شبہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے امام ابوحنیفہؒ سے علم حاصل کیا۔ ابن حجر لکھتے ہیں:- "صحیح طور پر امام صاحب کے تلامذہ اور ان لوگوں کی تعداد کا اندازہ لگانا دشوار ہے جنہوں نے امام صاحب سے علمی استفادہ کیا۔ شاید اسی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ کے اصحاب و تلامیذ کی جتنی کثرت ہے اس کی نظیر مسلمانوں کے دوسرے آئمہ میں مشکل سے ہی مل سکتی ہے" ﴿۱۳﴾۔ پھر امام ابوحنیفہ کی شخصیت اور مصروفیات کے ضمن میں ہم بیان کرچکے ہیں کہ دن اور رات کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جب لوگ آپ سے حصول علم و فن میں مصروف نہ ہوں یا شریک درس ہونے کے منتظر نہ بیٹھے ہوں۔ اور پھر صبح ہوتے ہی لوگوں کا جم غفیر امام ابوحنیفہؒ سے دن بھر برابر فقہ و حدیث اور دیگر علوم کی تحصیل میں مشغول رہتا۔ یہ تو وہ لوگ تھے جن کا بقول سیوطی شمار ممکن نہ تھا﴿۱۴﴾۔ الکردری نے مناقب الامام الاعظم میں سات سو تیس (۷۳۰) تلامذۂ امام کی فہرست بقید نام و نسب دی ہے جن سے حدیث اور فقہ حنفی کی روایت کا شیوع عام ہوا﴿۱۵﴾۔ خوازمی م ۶۶۵ھ نے جامع المسانید میں تین سو (۳۰۰) اصحاب الامام اور تلامذہ

www.toobaaelibrary.com

کے نام دیئے ہیں جو امام ابو حنیفہؒ سے فقہ وحدیث کی روایت کرتے ہیں ﴿۱۶﴾۔ ان اسماء کا اعادہ ٹونکی نے معجم المصنفین میں کیا ہے ﴿۱۷﴾۔ ان تین سو (۳۰۰) میں سے ایک سو پچاس (۱۵۰) تو وہ ہیں جن کا ذکر الکردری نے مناقب میں کیا ہے۔ اسی طرح الکردری اور خوارزمی کے نام ملا کر آٹھ سو اسی (۸۸۰) بنتے ہیں۔ علامہ عینی نے معانی الاخیار میں ان کا ذکر کیا ہے ﴿۱۸﴾۔ حافظ ابوالمحاسن الشافعی نے نو سو اٹھارہ (۹۱۸) تلامذۂ امام کے نام بقید نسب لکھے ہیں ﴿۱۹﴾ جو امام ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس سے مستفید ہوئے اور جن سے فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت ہوئی۔

امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ کی کثرت اختلاف بلاد و امصار کی بھی مشارُ الیہ ہے۔ معلوم اسلامی دنیا کو کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں سے لوگ کھنچ کر امام ابو حنیفہ کے حلقۂ درس تک نہ پہنچے ہوں۔ بلا مبالغہ امام صاحب کے دائرہ درس و تدریس اور حلقۂ تلامذہ کی حدود خلیفۂ وقت کی حدودِ حکومت سے زیادہ وسیع تھیں۔ الکردری نے بحوالہ موفق، مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، واسط، موصل، الجزیرہ، رقہ، نصیبین، دمشق، رملہ، مصر، یمن، یمامہ، بحرین، بغداد، الاہواز، کرمان، اصفہان، حلوان، استراباد، ہمدان، نہاوند، رے، دامغان، قومس، طبرستان، جرجان، نیشا پور، سرخس، نساء، مرو، بخارا، سمرقند، کش، صغانیاں، ترمذ، ھرات، بلخ، قہستان، بجستان، رم، خوارزم جیسے قریب و بعید علاقوں اور یہاں سے امام صاحب تک پہنچنے والے شاگردوں کے نام دیئے ہیں ﴿۲۰﴾۔ یہ تصریح جہاں امام ابو حنیفہ کے حلقۂ درس واستفادہ کی وسعت پر دلیل ہے وہیں مختلف بلاد و امصار میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت اور عوام الناس میں اس کے حُسنِ قبول کی طرف بلیغ اشارہ بھی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ خود امام صاحب کی شخصیت، ان کا علم و فضل اور پھر اس کی ترویج واشاعت کے لئے ان کی ہمہ تن مصروفیت ایسے عوامل ہیں جن کے سبب ان کے ارشادات، آراء اور مسلک کو قبول عام حاصل ہوا اور ان سے بہر نوع استفادہ کرنے والے جہاں کہیں بھی گئے، ان کی پیروی پر مجبور ہوئے۔ جو جتنا بہرہ مند ہوا اس نے اس درجہ اعترافِ کمال میں بخل نہ برتا۔ چنانچہ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ کی قوت دلیل کے معترف تھے ﴿۲۱﴾۔ امام شافعی تمام لوگوں کو فقہ میں امام ابو حنیفہ کا عیال (محتاج) کہتے تھے ﴿۲۲﴾۔ محدث عصر جناب عبداللہ بن المبارک آپ کو علم کا مغز اور خلاصہ سمجھتے تھے ﴿۲۳﴾۔ مشہور محدث وکیع بن الجراح امام ابو حنیفہ کی احادیث پر نظر اور ان کے رد و قبول میں امام صاحب کے معیار کے معترف تھے ﴿۲۴﴾۔ مصنف عقود الجمان حافظ محمد یوسف الصالح الشافعی رقمطراز ہیں کہ ابو حنیفہ کبار حفاظ اور ناموروں میں سے تھے۔ اگر آپ کی علمی توجہ کا مرکز حدیث نہ ہوتی تو مسائل فقہیہ کا استنباط ہی ناممکن تھا ﴿۲۵﴾۔ اہل حق علماء و محدثین نے آپ کی شخصیت اور فقہی خدمات پر کثرت سے کتب تحریر کی ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

۲۔ مجلس تدوین فقہ

فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں خود امام ابوحنیفہ کی شخصیت کے علاوہ ایک اور اہم عامل مجلس تدوین فقہ کے ارکان تھے جن کا کردار اس فقہ کے فروغ وارتقاء میں از بس اہم ہے۔ مجلس تدوین فقہ کے ان ارکان کی تعداد چالیس تھی جو مختلف اوقات میں اس رفیع الشان کارنامے سے وابستہ رہے۔ امام ابوحنیفہ کے ان چالیس اصحاب و تلامذہ کے ناموں کے تعین اور تلاش میں ہمارے سامنے بہت سی مشکلات تھیں جن کی تفصیل کے یہ صفحات متحمل نہیں ہوسکتے، بہرحال اس سلسلے میں ہم نے کچھ اصول اور معیار بنائے ہیں جو حسب موقع دوران بحث سامنے آجائیں گے۔ اس ضمن میں ہمارے پیش نظر مختلف مہمات کتب تاریخ ورجال رہیں۔ مثلاً خطیب کی تاریخ بغداد، حافظ مزی کی تہذیب الکمال، جس میں ایک سو (۱۰۰) اور ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب، جس میں صرف تئیس (۲۳) اصحاب امام کا تذکرہ ہے اور جو بوجوہ نامکمل ہے۔ اس کتاب میں عبداللہ بن المبارک، حسن بن زیاد، داؤد الطائی، یزید بن ہارون، سعد بن الصلت، عبیداللہ بن موسیٰ اور ابومطیع بلخی جیسے کبار اصحاب وتلامذۂ امام کا تذکرہ تک نہیں ہے۔ حالانکہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان سب کو امام صاحب کے اصحاب وتلامیذ میں شامل کیا ہے۔ پھر ذہبی نے حافظ کبیر عبدالرزاق بن ہمام، ضحاک بن مخلد، مکی بن ابراہیم، فضل بن موسیٰ، حفص بن غیاث، یحیٰ القطان، وکیع بن الجراح، مسعر بن کدام، ابراہیم بن طہمان، قاسم بن معن، فضیل بن عیاض، یزید بن زریع، عبداللہ بن ادریس اور علی بن مسہر وغیرہ جیسے اصحاب امام کا تذکرہ تو نہایت ارفع واعلیٰ القاب وآداب کے ساتھ کیا ہے لیکن ان کے امام صاحب کے ساتھ صحبت وشاگردی کے تعلق کو حذف کردیا ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے پاس طبقات حنفیہ پر مہمات کتب بھی نہیں ہیں۔ الجواہر المضیئہ اور فوائد البہیہ' جو طبقات احناف پر معروف کتب ہیں میں تو بعض کبار اصحاب الامام کا تذکرہ تک نہیں ہے، مثلاً الجواہر میں ہمیں ہشیم بن بشیر الواسطی، ہشام بن یوسف، مکی بن ابراہیم البلخی، ھیاج بن بسطام، یزید بن ہارون اور عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ کا ذکر تک نہیں ملتا ہے۔ پھر الفوائد البہیہ، الجواہر المضیئہ، طاش کبری زادہ کی طبقات الفقہاء، اور بستان المحدثین کے کام کی اکثر نوعیت نقل واختصار کی ہے۔ علامہ عینی نے معانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار تین جلدوں میں لکھی ہے جو اس سلسلے میں کسی حد تک معاون ہے۔ البتہ موفق اور الکردری کے مناقب الامام الاعظم سے ہمیں اس ضمن میں کچھ مفید مطلب اور مطلوب مواد ملا ہے۔ متذکرہ بالا کتب کے تناظر اور تقابل سے ہم نے ترجیحات (Merits) پر بحث وتمحیص کے بعد چالیس اصحاب وتلامذۂ امام ابوحنیفہ کے ناموں کا کھوج لگایا ہے جو تدوین فقہ اور فروغ فقہ حنفی کے عظیم الشان کام میں امام ابوحنیفہ کے شریک کار اور دست وبازو بنے رہے۔

شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے چالیس خاص تلامذہ، جو کہ تدوین فقہ کے کام میں شریک تھے ان میں

www.toobaaelibrary.com

سے ہم صرف چند شخصوں کا نام معلوم کر سکے ہیں، یعنی ابو یوسف، زفر، اسد بن عمرو، عافیہ الاودی، داؤد الطائی، قاسم بن معن، علی بن مسہر، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حبان اور مندل ﴿۲۶﴾۔ شبلی نے یہ نام تاریخ بغداد از خطیب ترجمہ امام ابو یوسف سے لئے ہیں ﴿۲۷﴾۔ یہ کل دس افراد ہوئے۔

اسد بن الفرات کی روایت ہے:-

"كان اصحاب ابي حنيفة الذين دونوا الكتب اربعين رجلا فكان في العشرة المتقدمين ابويوسف وزفرو داؤد الطائي و اسد بن عمرو ويوسف بن خالد السمتي و يحيىٰ بن زكريا بن ابي زائده" ﴿۲۸﴾۔

اسد کی متذکرہ بالا روایت سے پتہ چلتا ہے کہ:

﴿۱﴾ مجلس تدوین فقہ کے ارکان چالیس ہی تھے۔

﴿۲﴾ ان میں دس سب پر مقدم تھے، یعنی "عشرۃ متقدمین"۔

﴿۳﴾ اس روایت میں چھ (۶) اصحاب کے نام ہیں اور یہ سب کے سب عشرۃ متقدمین میں سے ہیں۔

﴿۴﴾ تصریح بالا میں خطیب کے دیئے گئے ناموں میں سے ایک نیا نام یوسف بن خالد السمتی کا ہے۔

﴿۵﴾ دونوں تصریحات میں پانچ نام:- ابو یوسف، زفر، اسد بن عمرو، داؤد الطائی اور یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ تو مشترک ہیں جبکہ عافیہ، قاسم بن معن، علی بن مسہر، حبان اور مندل کے نام پہلی تصریح میں ہیں لیکن دوسری تصریح میں نہیں ہیں۔

خوارزمی م ۶۶۵ھ نے جامع المسانید الامام الاعظم میں امام ابوحنیفہ کے ایک مشہور خطاب کا ذکر کیا ہے۔ جس میں امام صاحب نے اپنے چالیس خاص تلامذہ کے بارے میں "انتم مسار قلبي و جلاء حزني" کے الفاظ کہے تھے ﴿۲۹﴾۔ موفق نے اسی خطاب میں چھتیس (۳۶) تلامذہ کے بارے میں ان الفاظ کو روایت کیا ہے اور ان میں تخصیص کا ذکر بھی کیا ہے کہ ان میں سے اٹھائیس (۲۸) قاضی اور چھ (۶) مفتی بننے کے اہل ہیں جبکہ دو (۲) امام ابو یوسف اور امام زفر قضاۃ اور ارباب فتویٰ کی تہذیب و تربیت کر سکتے ہیں ﴿۳۰﴾۔

تصریحات بالا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ:-

﴿۱﴾ امام صاحب نے مجلس تدوین فقہ کے ارکان کے بارے میں "انتم مسار قلبي و جلاء حزني" کے الفاظ کہے تھے۔

﴿۲﴾ ان میں سے اٹھائیس (۲۸) قاضی بننے کے اہل تھے جبکہ چھ (۶) ارباب فتویٰ میں شمار ہوتے تھے۔

﴿۳﴾ امام ابو یوسف اور امام زفر اقران تھے یعنی دونوں کا تعلق بلحاظ علم ایک ہی طبقے سے تھا۔

www.toobaaelibrary.com

اب ہم دیکھیں گے کہ متذکرہ بالا خصوصیات کن تلامذۂ امام میں پائی جاتی ہیں، لیکن پہلے ''عشرۂ متقدمین'' کا فیصلہ کرلیا جائے۔ موفق نے مناقب میں ان دس افراد کے نام دیئے ہیں جو عشرۂ متقدمین میں سے تھے۔

﴿۱﴾ ابو یوسف القاضی ولد ۱۱۳ھ م ۱۸۲ھ۔
﴿۲﴾ زفر بن الهذیل ولد ۱۱۰ھ م ۱۵۸ھ۔
﴿۳﴾ اسد بن عمرو البجلی م ۱۸۸ھ۔
﴿۴﴾ عافیہ الاودی م ۱۸۰ھ۔
﴿۵﴾ داؤد الطائی م ۱۶۰ھ۔
﴿۶﴾ القاسم بن معن المسعودی م ۱۷۵ھ۔
﴿۷﴾ علی بن مسہر م ۱۸۹ھ۔
﴿۸﴾ یحیٰ بن زکریا بن ابی زائدہ م ۱۸۴ھ۔
﴿۹﴾ حبان م ۱۷۲ھ۔
﴿۱۰﴾ مندل ولد ۱۰۲ھ م ۱۶۸ھ (یہ دونوں علی العنزی الکوفی کے بیٹے تھے) ﴿۳۱﴾۔

درج بالا تصریح سے امام ابو حنیفہ کے خاص الخاص اصحاب / تلامذہ، یعنی عشرۂ متقدمین کی فہرست مکمل ہوگئی ہے۔ البتہ اس میں اور خطیب ﴿۳۲﴾ کی فہرست میں یوسف بن خالد السمتی کا نام نہیں ہے۔ ان کا نام صرف القرشی نے الجواہر المضیئہ میں دیا ہے ﴿۳۳﴾۔

امام ابو حنیفہ کے بارہ خاص اصحاب / تلامذہ کی ایک فہرست موفق نے دی ہے۔ اس میں مذکورہ بالا عشرۂ متقدمین کے علاوہ نئے نام یہ ہیں:-

﴿۱۱-۱﴾ امام محمد بن الحسن ولد ۱۳۲ھ۔ م ۱۸۹ھ۔ ﴿۱۲-۲﴾ امام حسن بن زیاد م ۲۰۴ھ۔
﴿۱۳-۳﴾ وکیع بن الجراح م ۱۹۷ھ۔ ﴿۱۴-۴﴾ عبداللہ بن المبارک المروزی م ۱۸۱ھ۔
﴿۱۵-۵﴾ بشر بن غیاث المریسی۔ ﴿۱۶-۶﴾ یوسف بن خالد السمتی م ۱۸۹ھ۔
﴿۱۷-۷﴾ مالک بن مغول البجلی م ۱۵۹ھ۔ ﴿۱۸-۸﴾ نوح بن ابی مریم الجامع م ۱۷۳ھ ﴿۳۴﴾۔

ہماری تحقیق کے مطابق اب تک اٹھارہ (۱۸) افراد کے نام دیئے جاچکے ہیں اور یہ سب کے سب مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔

عبدالقادر القرشی نے امام ابو حنیفہ کے اٹھائیس اصحاب، جن کے بارے میں امام صاحب نے ''یصلحون للقضاء'' کے الفاظ کہے تھے، میں سے بارہ افراد کے نام دیئے ہیں جو درج ذیل ہیں:-

www.toobaaelibrary.com

۱﴾ ابو یوسف القاضی۔ ۲﴾ اسد بن عمرو القاضی۔
۳﴾ حسن بن زیاد القاضی۔ ۴﴾ نوح بن ابی مریم القاضی۔
۵﴾ نوح بن دُراج القاضی۔ ۶﴾ عافیہ القاضی۔
۷﴾ علی بن ظبیان القاضی۔ ۸﴾ علی بن حرملہ القاضی۔
۹﴾ حماد القاضی (بن دُلیل)۔ ۱۰﴾ قاسم بن معن القاضی۔
۱۱﴾ یحیٰ بن زکریا بن ابی زائدہ القاضی ﴿۳۵﴾۔

مذکورہ بالا فہرست میں امام زفر کا نام شامل نہیں ہے۔ بلحاظ ترتیب و ترجیح ان کا نام دوسرے نمبر پر ہونا چاہیئے تھا گو کہ انہوں نے منصب قضا قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن بہر حال وہ اس منصب کے اہل ضرور تھے۔ ویسے بھی اس فہرست میں گیارہ نام ہیں بارہ نام امام زفر کا نام شامل کر کے پورے ہوں گے۔

اس فہرست میں اب تک حاصل کیے گئے ناموں میں سے مزید چار نام یہ ہیں:۔

۱۹-۱﴾ نوح بن دراج القاضی م ۱۸۲ھ۔ ۲۰-۲﴾ علی بن ظبیان القاضی م ۱۹۲ھ۔
۲۱-۳﴾ علی بن حرملہ القاضی۔ ۲۲-۴﴾ حماد بن دُلیل القاضی۔

اب تک کی بحث سے پچھلے اٹھارہ (۱۸) ناموں میں مذکورہ بالا اسماء اصحاب ملا کر ہم بائیس (۲۲) نام درج کر چکے ہیں۔

خطیب کے ہاں ہمیں مجلس تدوین فقہ کے دو اور ارکان کے ناموں کا پتہ چلتا ہے:۔

۲۳-۲۴﴾ ایک حفص بن غیاث م ۱۹۴ھ اور دوسرے فضیل بن عیاض م ۱۸۷ھ، ان میں حفص بن غیاث قاضی تھے اور ہمارے خیال میں یہ اُن اٹھائیس افراد کے زمرے میں داخل ہیں جن کے لئے "یصلحون للقضاء" کے الفاظ کہے گئے تھے۔ خطیب کی درج ذیل تصریح سے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔

"امام وکیع بن الجراح (جو خود مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے) سے کسی نے کہا کہ ابوحنیفہ نے خطا کی، تو انہوں نے فرمایا کہ ابوحنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ ابو یوسف و زفر جیسے قیاس کرنے والے، یحیٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان و مندل ایسے حفاظ حدیث اور قاسم بن معن جیسے لغت و عربیت کے ماہر اور داؤد الطائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد اور متورع لوگ ہیں" ﴿۳۶﴾۔

ان میں سے حفص بن غیاث کے بارے میں القرشی نے لکھا ہے کہ یہ ان اصحاب میں تھے جن کے بارے میں "انتم مسار قلبی و جلاء حزنی" کے الفاظ کہے گئے تھے ﴿۳۷﴾۔

اس سے قبل شمار کیے گئے بائیس ناموں میں یہ دو (۲) نام مزید شامل کرتے ہم اب تک چوبیس (۲۴) نام

www.toobaaelibrary.com

درج کر چکے ہیں۔
خوارزمی نے جامع المسانید الامام الاعظم میں ان اٹھارہ خاص تلامذۂ امام ابوحنیفہ کے نام دیئے ہیں جن سے فقہ حنفی اطراف واکناف عالم میں پھیلا۔ ٹونکی نے معجم المصنفین میں ان ناموں کو بعینہ نقل کیا ہے اور فہرست کے نویں نمبر کے نام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو دونوں نے محمد بن زکریا بن ابی زائدہ لکھا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ نام یہ ہیں:۔

(۱) ابو یوسف۔	(۲) محمد بن الحسن
(۳) زفر بن الھذیل	(۴) حسن بن زیاد
(۵) وکیع بن الجراح	(۶) عبداللہ بن المبارک
(۷) داؤد بن نصیر الطائی	(۸) حفص بن غیاث
(۹) محمد (صحیح نام یحییٰ ہے) بن زکریا بن ابی زائدہ	(۱۰) حماد بن ابی حنیفہ م ۱۷۶ھ
(۱۱) یوسف بن خالد السمتی	(۱۲) عافیہ بن یزید الاودی
(۱۳) حبان	(۱۴) مندل
(۱۵) علی بن مسہر	(۱۶) القاسم بن معن المسعودی
(۱۷) اسد بن عمرو البجلی	(۱۸) نوح بن ابی مریم الجامع ﴿۳۸﴾۔

درج بالا اسماء اصحاب میں سے سترہ (۱۷) نام تو وہی ہیں جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں، البتہ ایک نام نیا ہے اور وہ حماد بن الامام الاعظم م ۱۷۶ھ ہے۔ یہ اپنے والد کے زمانہ میں ہی فتویٰ دینے لگے تھے اور ان کا شمار امام ابویوسف وزفر ومحمد وحسن بن زیاد کے طبقے میں ہوتا ہے ﴿۳۹﴾۔

القرشی کے ہاں ہمیں مجلس تدوین فقہ کے دو اور ارکان کے ناموں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک خالد بن سلیمان ابو معاذ البلخی م ۱۹۹ھ (بعمر ۸۴ سال) ہیں۔ القرشی لکھتے ہیں، "من تلامذة الامام واحد من عدہ الامام للفتوی" ﴿۴۰﴾۔ یعنی یہ ان (چھ) میں سے ایک ہیں جنہیں امام ابوحنیفہ نے ارباب فتویٰ میں شمار کیا تھا۔ دوسرا نام الفضل بن موسیٰ السینانی م ۱۹۲ھ کا ہے۔ ان کا شمار امام صاحب کے ان اصحاب میں ہوتا ہے جو اپنی عمر، فیض صحبت اور جلالت علمی کے باعث مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔ القرشی کہتے ہیں "کان من اقران ابن المبارک فی العلم و السن" ﴿۴۱﴾۔ یہ امام حماد کے اصحاب وتلامذہ میں سے تھے اور بعد میں امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں شامل ہو گئے۔ اسی طرح ایک اور نام عبدالعزیز بن خالد الترمذی کا ہے۔ جو امام اہل ترمذ وصغانیاں اور وہاں کے قاضی تھے۔ امام صاحب سے فقہ حاصل کیا اور فقہ حنفی کو خراسان میں پھیلایا۔ یہ نوح بن ابی مریم

www.toobaaelibrary.com

الجامع کے اقران میں سے تھے ﴿۴۲﴾۔ اور غالباً ان کا شمار ان اصحاب میں ہوتا ہے جو قضا کے اہل تھے۔

پہلے سے شمار کردہ چوبیس (۲۴) اسمائے اصحاب میں ان چار مزید ناموں کا اضافہ کرنے کے بعد مجلس تدوین فقہ کے ارکان کے حاصل کردہ نام اٹھائیس (۲۸) ہوگئے ہیں۔

۲۹ ﴿ عمرو بن میمون البلخی ابو علی م ۱۷۱ھ

خطیب نے ان کا تذکرہ لکھا ہے، یہ بلخ کے قاضی تھے انہوں نے امام صاحب سے فقہ حاصل کی اور امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کا شمار ہمارے خیال میں امام صاحب کے ان اٹھائیس اصحاب میں ہوتا ہے جن کے لئے "یصلحون للقضاء" کے الفاظ امام صاحب نے کہے تھے۔ ابو علی بیس سال تک بلخ کے قاضی رہے ﴿۴۳﴾۔ یحیٰی بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ مزی نے "تہذیب الکمال" میں ان کا تذکرہ کیا ہے ﴿۴۴﴾ ان سے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو ﴿۴۵﴾ نے، جو کہ نیشاپور کے قاضی ہوئے، اور خلق کثیر نے روایت کی ہے ﴿۴۶﴾۔

۳۰ ﴿ شریک بن عبداللہ القاضی م ۱۷۷ھ:-

ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ یہ امام صاحب کے خاص اصحاب میں سے تھے اور انہوں امام اعظم سے ہی فقہ اخذ کی۔ ابو حنیفہ انہیں کثیر العقل کہتے تھے۔ الاعمش اور شعبہ نے ان سے روایت کی اور ان سے امام ابن المبارک اور یحیٰی بن سعید القطان نے حدیث سنی۔ یحیٰی نے ان کی توثیق کی ہے۔ ۱۵۰ھ میں انہیں واسط کا قاضی بنا دیا گیا اس کے بعد یہ کوفہ کے قاضی بنائے گئے ﴿۴۷﴾۔ یقیناً یہ امام ابو حنیفہ کے "یصلحون للقضاء" والے اصحاب میں داخل ہیں۔ پھر امام ابو حنیفہ کی ان کے لئے مدح "کثیر العقل" بھی ان کی جلالت علمی پر دال ہے۔ یہ بھی مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔ بخاری نے ان سے روایت کی ہے اور ان کی متابعت میں مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

۳۱ ﴿ یحیٰی بن سعید القطان، ولد ۱۲۰ھ۔ م ۱۹۸ھ

امام صاحب کے اجل اصحاب میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ امام صاحب کی مجلس درس میں حاضر ہوتے تھے۔ خطیب نے ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ ان کا شمار ائمہ رجال میں ہوتا ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ یحیٰی کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ کی صحبت سے فیض یاب ہوا ہوں اور میں نے ان سے حدیث سنی ہے ﴿۴۸﴾۔ یحیٰی نے امام ابو حنیفہ کے علاوہ امام مالک، ابن عیینہ اور شعبہ سے روایت کی ہے جو ان کی شانِ عالی کا اظہار ہے۔ یحیٰی سے امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی اور ابن معین نے روایت کی ہے۔ یہ ثقہ، مامون، رفیع اور حجت تھے

www.toobaaelibrary.com

﴿۴۹﴾۔ ان کے مناقب، شہرت، علمیت، تفقہ اور امامت پر اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔

﴿۳۲﴾ الحکم بن عبداللہ ابو مطیع البلخی م ۱۹۷ھ/ ۱۹۹ھ قاضی بلخ

ابو مطیع البلخی کا شمار امام ابوحنیفہ کے ارشد تلامذہ، صاحب نظر فقیہہ اور کبیر علماء میں ہوتا تھا۔ ابو مطیع امام ابوحنیفہؒ سے الفقہ الاکبر کے راوی ہیں۔ حدیث ابن عون، ھشام بن حسان، امام مالک بن انس اور ابراہیم بن طہمان سے روایت کی ہے ان سے احمد بن منیع، خلاد بن اسلم الصفار اور جماعت کثیر نے روایت کی۔ خطیب نے ان کا تذکرہ لکھا ہے﴿۵۰﴾۔ القرشی لکھتے ہیں "تفقه به اهل الدیار" ﴿۵۱﴾۔ یعنی ان سے ان کے اہل دیار نے فقہ حاصل کی۔ ابن المبارک ان کے علم، دین اور تقویٰ کے باعث ان کی عزت کرتے تھے یوں یقیناً یہ ابن المبارک کے اقران میں ہیں۔ پھر یہ سولہ سال بلخ کے قاضی بھی رہے اس طرح یقیناً یہ امام صاحب کے تلامذہ "یصلحون للقضاء" میں سے ہوں گے۔ چوراسی (۸۴) برس کی عمر پاکر ۱۹۷ھ میں راہی ملک عدم ہوئے۔ ذھبی نے العبر میں ۱۹۹ھ میں ان کی وفات کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے "فیها توفی ابو مطیع البلخی صاحب ابی حنیفة و صاحب کتاب الفقه الاکبر ولی قضاء بلخ" ﴿۵۲﴾۔ ان کا تذکرہ اور مناقب اور جلالت علمی اس بات پر شاہد ہے کہ یہ مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔

﴿۳۳﴾ مسعر بن کدام العامری الکوفی م ۱۵۳ھ/ ۱۵۵ھ

مسعر بن کدام نے امام ابوحنیفہ، عطاء اور قتادہ سے روایت حدیث کی ہے۔ امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی۔ امام صاحب سے ان کی عقیدت، وابستگی اور صحبت طویلہ کی روایت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی صحبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا یہاں تک کہ مسجد ابوحنیفہ میں بحالت سجدہ ان کی رحلت ہوئی۔ امام مسعر بن کدام سے سفیانان (سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ) نے روایت کی ہے جو ان کی ثقاہت، فقاہت اور علمی شان پر دلیل ہے۔ مسعر حلقہ، علماء میں میزان کے نام سے مشہور تھے۔ ابراہیم بن سعد کہتے ہیں کہ جب شعبہ اور سفیان کسی مسئلے میں باہم مختلف ہوتے تو کہتے کہ آؤ میزان کے پاس چلیں یعنی مسعر بن کدام۔ ثوری کہتے ہیں کہ ہم جب کسی مسئلہ میں مختلف ہوتے تو مسعر سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ یہ امام ابوحنیفہ سے کثیر الاخذ اور قدیم الصحبت تھے﴿۵۳﴾۔ یوں یہ اپنی جلالت علمی اور فیض صحبت کے باعث مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔

﴿۳۴﴾ محمد بن القاسم الاسدی البخاری:-

الاسدی اہل بخارا کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی اور آپ سے ہی روایت کرتے تھے۔

www.toobaaelibrary.com

الکردری مناقب الامام الاعظم میں رقمطراز ہیں کہ یہ چالیس (۴۰) سال تک امام ابو حنیفہ کے ساتھ رہے ﴿۵۴﴾۔ اس طرح یہ اصحاب الامام میں سب سے قدیم الصحبت ہیں۔ الکردری بخارا کے اصحاب الامام کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ایک جماعت کثیر نے جس کا تعلق بخارا سے ہے اصحاب امام ابوحنیفہ سے فقہ اور حدیث کا علم حاصل کیا۔ ان اصحاب الامام میں الکردری نے محمد بن القاسم کا ذکر بطور خاص کیا ہے۔ پھر انہیں امام اہل بخارا کے لقب سے یاد کیا ہے جو ان کی جلالت علمی پر دلیل ہے۔ امام ابوحنیفہ سے سب سے زیادہ قدیم الصحبت اور کثیر الاخذ ہونے کی وجہ سے محمد بن القاسم مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔

﴿۳۵﴾ حفص بن عبدالرحمٰن ابو عمر البلخی قاضی نیشاپور م ۱۹۹ھ

ابو عمر بلخی اور ان کے والد دونوں ہی نیشاپور کے قاضی تھے۔ حفص بن عبدالرحمٰن کا شمار خراسان کے افقہ علماء میں ہوتا تھا۔ انہوں نے اسرائیل بن یونس، حجاج بن ارطاۃ اور ثوری سے حدیث روایت کی ہے۔ ابو حاتم اور نسائی نے انہیں صدوق کہا ہے۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے ﴿۵۵﴾۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے کہ انہیں نیشاپور کا قاضی بنایا گیا پھر اس پر انہیں ندامت ہوئی تو یہ دوبارہ عبادت کی طرف لوٹ آئے۔ ان کی جلالت علمی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث امام عبداللہ بن المبارک جب نیشاپور تشریف لاتے تو ان سے ملے بغیر نہ جاتے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ ابن المبارک کے اقران میں سے تھے مزی نے تہذیب الکمال میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوداؤد اور نسائی نے ان سے روایت کی ہے ﴿۵۶﴾۔ یہ امام ابوحنیفہ کے افقہ اور اخص اصحاب میں سے تھے۔ "وحفص هذا هو شريكه في التجارة صحبه ثلاثين سنة و كان من نيشا پور روى عنه الحديث والفقه و كان رجلا صالحاً" ﴿۵۷﴾۔ حفص مجلس تدوین فقہ کے ان ارکان میں سے تھے جن سے مختلف امور و معاملات کے سلسلہ میں ضروری مشورہ کیا جاتا تھا اور درپیش معاملات میں ان سے توثیق و رہنمائی حاصل کی جاتی ہوگی۔ ان کی جلالت قدر اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ ہمارے خیال میں علاوہ ابن السبارک کے اقران ہونے کے ان کا شمار ان اصحاب الامام ابوحنیفہ میں ہوتا تھا جن کے لئے امام صاحب نے "یصلحون للقضاء" کے الفاظ استعمال کئے تھے ﴿۵۸﴾۔ اس طرح یہ بھی یقیناً مجلس تدوین فقہ کے رُکن تھے۔

﴿۳۶﴾ یزید بن ہارون قاضی واسط ولد ۱۱۷ھ - ۱۱۸ھ م ۲۰۶ء

الامام الکبیر ابو خالد السلمی الواسطی نے امام ابوحنیفہ، امام مالک، ثوری اور حمادین (حماد بن زید بن درھم اور حماد بن سلمہ بن دینار) سے حدیث سنی۔ ان کی جلالت قدر کیلئے یہ لکھنا کافی ہے کہ ان سے امام احمد بن حنبل، یحیٰ

www.toobaaelibrary.com

بن معین اور علی بن المدینی کھڑے ہو کر حدیث کی سماعت کرتے تھے۔ ان سب نے یزید بن ہارون کی توثیق اور ثنا کی ہے۔ ان کا شمار امام ابو حنیفہ کے خاص اصحاب میں ہوتا تھا۔ خطیب نے تاریخ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے ﴿۵۹﴾۔ مجلس تدوین فقہ میں یزید بن ہارون جیسے اجل اصحاب حدیث بھی شامل تھے جن سے وقتاً فوقتاً درپیش مسائل میں مشورہ اور رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔

۳۷﴿ ابراہیم بن میمون الصائغ المروزی م ۱۳۱ھ

امام ابوحنیفہ نے تدوین فقہ کا کام امام حماد کی رحلت کے بعد ہی شروع کر دیا تھا۔ روایات میں ہے کہ تدوین فقہ کا کام تیس برس تک ہوتا رہا اور یہ بھی کہ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ تیس سال تک مجلس تدوین فقہ میں تحریر و کتابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ﴿۶۰﴾۔ ابراہیم الصائغ (زرگر) امام ابوحنیفہ کے اجل اصحاب خراسان میں سے تھے۔ اور شروع سے ہی تدوین فقہ کے کام میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ شامل تھے۔ حنفی طبقات کی کتابوں میں ان کا نام ائمہ مرو کے ذیل میں آتا ہے ﴿۶۱﴾۔ ان کو ابو مسلم خراسانی نے ۱۳۱ھ میں کلمہ حق کہنے کی پاداش میں شہید کروادیا تھا ﴿۶۲﴾۔ لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ یہ مجلس تدوین فقہ کے رکن نہیں تھے۔ امام ابوحنیفہ نے ان کی شہادت پر گریہ کرتے ہوئے کہا تھا "واللّٰه كان رجلاً عاقلاً" ﴿۶۳﴾۔ اور جس کے عاقل ہونے کی ابوحنیفہ جیسا فطین شخص گواہی دے رہا ہو وہ کیونکر مجلس تدوین فقہ کا رکن نہ ہوگا۔ خطیب نے ان کا ترجمہ لکھا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ اور عطاء سے روایت کی ہے اور ان سے حسان بن ابراہیم نے روایت کی ہے اور ان سے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے ﴿۶۴﴾۔ ابن حبان نے انہیں فقیہ فاضل لکھا ہے ﴿۶۵﴾۔ نسائی نے "لا باس به" کہا ہے۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے ﴿۶۶﴾۔ ابوحاتم نے کہا ہے کہ یہ حدیث لکھتے تھے اور اس سے احتجاج کرتے تھے۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے ﴿۶۷﴾۔ ان کے زہد و تقویٰ کے بارے میں ابن المبارک ابوحنیفہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ (ابراہیم) بڑے سخت پرہیزگار اور حق تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جان چھڑکنے والوں میں سے تھے ﴿۶۸﴾۔ یہ بھی مجلس تدوین فقہ کے رُکن تھے۔

۳۸﴿ عبدالعزیز بن ابی رزمہ م ۲۰۶ھ

عبدالعزیز بن ابی رزمہ کا شمار امام ابوحنیفہ کے اخص اور افقہ اصحاب فتویٰ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے۔ یہ مرو کے کبار محدثین میں سے تھے اور تدریس و فتویٰ ان کی ذمہ داری تھی۔ موفق لکھتے ہیں۔

"وعبدالعزيز هذا صاحب ابى حنيفة وروى عنه وهو من المحدثين الكبار وكان من مرو وفوض اليه التدريس والفتوى فيها" ﴿۶۹﴾

www.toobaaelibrary.com

ہمارے خیال میں (اور جیسا کہ اس روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ) ان کا شمار امام ابوحنیفہ کے ان چھ اصحاب میں ہوتا تھا جن کے بارے میں حضرت الامام نے فرمایا تھا کہ یہ فتویٰ دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مجلس تدوین فقہ کے رکن بھی ٹھہرے۔

۳۹ ﴿ ھیاج بن بسطام م ۱۷۷ھ

الامام، المحدث، الفقیہ، ھیاج بن بسطام کا شمار امام ابوحنیفہ کے خاص اصحاب وتلامذہ میں ہوتا تھا۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے مسانید میں روایت کی ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے کہ ھیاج بن بسطام اعلم الناس، احلم الناس، افقہ الناس، اشجع الناس، اسخی الناس اور ارحم الناس تھے۔ ابوحاتم نے کہا ہے کہ ان کی حدیث لکھی جاتی تھی۔ سعید بن ھناد کا قول ہے کہ میں نے ھیاج سے افصح شخص نہیں دیکھا۔ انہوں نے جب بغداد میں حدیث کا درس دیا تو ایک لاکھ آدمی جمع ہو گئے جو ان سے حدیث لکھتے تھے اور ان کی فصاحت پر تعجب کرتے تھے۔ محمد بن یحییٰ ذھلی کہتے ہیں کہ ھیاج ثقہ ہیں۔ ان کا شمار امام ابوحنیفہ کے ارشد، کثیر الاخذ اور قدیم الصحبت تلامذہ میں ہوتا ہے۔ علامہ عینی معانی الاخیار میں لکھتے ہیں کہ ھیاج بن بسطام اھل ھرات کے امام تھے۔ یہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ بارہ سال تک رہے اور امام صاحب سے فقہ وحدیث کا بہت سارا علم حاصل کیا ﴿۷۰﴾۔ اس بناء پر اور درج بالا تصریحات سے بھی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ھیاج مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔

۴۰ ﴿ ضحاک بن مخلد ابوعاصم النبیل البصری ولد ۱۲۲ھ م ۲۱۲

امام ابوحنیفہ کے اصحاب وتلامذہ میں ابوعاصم النبیل محدث، ثقہ، فاضل، معتمد اور فقیہ کامل تھے۔ انہوں نے امام شعبہ، ابن جریج، ثوری اور جعفر بن محمد سے روایت کی ہے۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی ہے۔ ان کا لقب نبیل مشہور ہوا۔ حافظ ذھبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا ذکر "حافظ الحدیث" اور "شیخ الاسلام" کے القاب سے کیا ہے اور آپ کو "احد الاثبات" کہا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے ثقہ ہونے پر سب کا اجماع ہے ﴿۷۱﴾۔ اپنی ثقاہت، جلالت علمی، حفظ اور کاملیت کی بناء پر یہ بھی مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔

یوں یہ چالیس اصحاب وفقہ مسند امام ابوحنیفہ ہوئے۔ جن کا ہم نے احصاء کیا ہے اور یہ سب کے سب مجلس تدوین فقہ کے رُکن تھے۔

۳ ﴿ تلامذہ

فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کا کردار از بس نہایت اہم ہے۔ ان تلامذہ کی امام صاحب کے ہاتھوں علمی تہذیب وتربیت ہوئی تھی۔ یہ نہ صرف اچھے مُدَوِّن، مُعلِّم، مفتی، مجتہد، فقیہہ وقاضی بلکہ

www.toobaaelibrary.com

قاضی گر بھی تھے۔ امام ابوحنیفہ کے بعد عالم اسلام میں سند علمی کا بیشتر سلسلہ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ سے ہی عبارت ہے۔ شافعی اور حنبلی مکتبہ فکر کے بانی امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ دونوں امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کے تلامذہ تھے۔ امام شافعیؒ امام محمدؒ کے شاگرد تھے، امام احمد بن حنبلؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے ایک بار شتر علم حاصل کیا﴿۷۲﴾۔

جرجی زیدان لکھتے ہیں:-

"وجاء بعد مالک من اصحاب مذهبه محمد بن ادريس المطلبی الشافعی فرحل الی العراق و خالط اصحاب ابی حنيفة واخذ عنهم. ثم جاء بعده' احمد بن حنبل وكان من علية المحدثين و قرأ اصحابه علی اصحاب الامام ابو حنيفة"﴿۷۳﴾.

یعنی امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے علم حاصل کیا اس کے بعد احمد بن حنبل آئے جو محدثین میں بڑے مرتبے کے مالک تھے۔ انہوں نے بھی اصحاب امام ابوحنیفہ سے علم حاصل کیا۔ امام بخاری اور امام مسلم بھی امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے شاگرد تھے﴿۷۴﴾۔ اس طرح جو لوگ فقہ، حدیث، لغت، عربیت اور اسماء الرجال جیسے علوم کے ارکان تھے ان میں سے اکثر امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے اور اپنے زمانہ کی نہایت نامور عالم اور استاد مانے جاتے تھے۔ امام ابو یوسف، حفص بن غیاث، داؤد الطائی، حبان اور مندل علاوہ دوسرے علوم کے حدیث و آثار میں کمال رکھتے تھے، امام زفر باوجود شیخ الحدیث ہونے کے قوت استنباط میں مشہور تھے اور قاسم بن معن اور امام محمد بن الحسن کو علاوہ دیگر علوم کے فقہ، عربیت اور ادب میں کمال حاصل تھا﴿۷۵﴾۔ یحییٰ بن سعید القطان فن جرح و تعدیل کے امام تھے۔ عبدالرزاق بن ہمام، جن کی جامع کبیر سے امام بخاری نے استفادہ کیا﴿۷۶﴾، امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ یزید بن ہارون، تلمیذِ امام اعظم، امام احمد بن حنبل کے استاد تھے﴿۷۷﴾۔ وکیع بن الجراح کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے حفظِ اسناد و روایت میں ان کا ہمسر نہیں پایا﴿۷۸﴾۔ عبداللہ بن المبارک امیر المومنین فی الحدیث مشہور تھے﴿۷۹﴾۔ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو علی بن المدینی (امام بخاری کے استاد) منتہائے علم مانتے تھے﴿۸۰﴾۔ یہ اور ان جیسے بہت سے لوگ مدتوں امام ابوحنیفہؒ کے دامن علم سے وابستہ رہے۔ حدیث، رجال اور فقہ کی کتابوں میں ان حضرات کا امام ابوحنیفہ سے شرف تلمذ معروف و مشہور ہے۔ یوں جس پائے کے شاگرد امام ابوحنیفہ کو ملے اسلامی تاریخ میں اس مرتبے کا حامل اور کوئی نظر نہیں آتا۔

فقہ حنفی کا مستقبل

امام ابوحنیفہ کو تدوین فقہ کے کام کی ضرورت، اہمیت اور مستقبل قریب میں ہی اس کے عام چلن اور رواج کا

www.toobaaelibrary.com

بخوبی اندازہ تھا۔ اپنی آخیر عمر میں آپ نے دور دراز کے علاقوں سے اپنے ایک ہزار سے زائد خاص تلامذہ کو جمع کیا، ان میں سے چالیس ایسے تھے جو مرتبہ اجتہاد کو پہنچ چکے تھے ﴿۸۱﴾، اور فرمایا:-

''میرے دل کی مسرتوں کا سارا سرمایہ صرف تم لوگوں کا وجود ہے۔ تمہاری ہستیوں میں میرے حزن اور غم کے ازالے کی ضمانت پنہاں ہے۔ ------ میں فقہ کی زین تم لوگوں کے لئے کس کر تیار کر چکا ہوں۔ اس کے منہ پر تمہارے لئے لگام بھی چڑھا چکا ہوں۔ اب جس وقت تمہارا دل چاہے تم اس پر سوار ہو سکتے ہو۔ میں نے ایک ایسا حال پیدا کر دیا ہے کہ لوگ تمہارے نقش قدم کی جستجو کریں گے، اور اسی پر چلیں گے۔ تمہارے ایک ایک لفظ کو اب لوگ تلاش کریں گے۔ میں نے گردنوں کو تمہارے لئے جھکا دیا ہے اور ہموار کر دیا ہے۔'' ﴿۸۲﴾ -----۔

پھر چالیس خاص شاگردوں کا قریب کیا اور فرمایا:-

''بس اب وہ وقت آ گیا ہے کہ آپ لوگ میری مدد کریں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم (چالیس-۴۰) میں سے ہر ایک عہدۂ قضا کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی پوری صلاحیت اپنے اندر پیدا کر چکا ہے اور دس آدمی تو تم میں ایسے ہیں جو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قاضیوں کی تربیت و تہذیب کا کام بخوبی سرانجام دے سکتے ہیں'' ﴿۸۳﴾۔

پھر فرمایا:-

''بہر حال ضرورت دیکھ کر اس عہدے کی ذمہ داریوں کو تم میں سے جو قبول کرے گا میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ خدا کی عام مخلوق اور اپنے درمیان روک ٹوک کی چیزوں (مثلاً دربان، حاجب وغیرہ) کو حائل نہ ہونے دے۔ اُسے چاہیے کہ جماعت کے ساتھ وہ شہر کی جامع مسجد میں پانچوں وقت کی نماز ادا کیا کرے اور نماز کے اوقات میں سے ہر وقت اس کا اعلان کرائے کہ کسی قسم کی حاجت اور ضرورت اگر کوئی پیش کرنا چاہتا ہو تو پیش کرے۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد تین دفعہ با آواز بلند اس اعلان کا اعادہ کرائے۔ اس کام سے فارغ ہو کر گھر جائے ------ اور امام (مسلمانوں کا حکمران/امیر) اگر مخلوق خدا کے ساتھ کوئی غلط رویہ اختیار کرے تو اس امام سے قریب ترین قاضی پر فرض ہوگا کہ اس سے باز پرس کرے'' ﴿۸۴﴾۔

اس تقریر سے پتہ چلتا ہے کہ:-

۱﴾ امام ابوحنیفہ نے فقہ حنفی کے شاندار مستقبل اور عام چلن کو بھانپ لیا تھا اور اعلان کر دیا تھا کہ اس کے لئے زمین تیار ہو چکی ہے۔

۲﴾ یہ کہ امام صاحب کے تلامذہ کس مرتبہ کے حامل تھے اور امام صاحب نے انہیں کس ارفع واعلیٰ مقصد کے لئے تیار کیا تھا۔ اور یہ بھی کہ امام صاحب کے دل میں ان کے علمی مرتبہ کی وجہ سے ان کی کتنی قدر و منزلت تھی۔

www.toobaaelibrary.com

۳﴾ نہ صرف یہ کہ تدوین فقہ کا کام مکمل ہو چکا تھا بلکہ (i) لوگوں کے درمیان اس کی شدید احتیاج بھی پیدا ہو چلی تھی، (ii) عمال و حکام اور حکمران، امراء و علماء سب ہی اس کو قبول کر چکے تھے اور (iii) مستقبل قریب ہی میں اس فقہ کے فروغ، قبولیت عام اور پسندیدگی کے امکانات خوب روشن اور واضح ہو چکے تھے۔

۴﴾ دس افراد ان میں ایسے تھے جو کہ نہ صرف قاضی تھے بلکہ قاضیوں کی تہذیب و تربیت کا فریضہ بھی بخوبی سرانجام دے سکتے تھے یعنی مستقبل میں اس فقہ کے فروغ و نفاذ کا مستقل اہتمام کر لیا گیا تھا۔ اولاً قضا کے ذریعے اس کی عملداری اور نفاذ اور ثانیاً درس و افتاء اور املاء و تصنیف و تالیف کے ذریعے اس کے فروغ مسلسل کا اہتمام۔

۵﴾ دادرسی کا اہتمام مسلسل، تاکہ اس کے ذریعے عوام الناس کی مشکلات کا ازالہ کیا جا سکے اور اس کا اعلیٰ ترین معیار یہ کہ بادشاہ/خلیفہ تک سے باز پرس کا بندوبست۔ لیکن اس میں درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے وہی قاضی اس کا ذمہ دار ہے جو کہ بادشاہ کے قریب ترین ہو۔۔۔۔۔ (یعنی قاضی القضاۃ)۔

امام ابوحنیفہ نے اپنے شاگردوں کے لئے زمین تیار کر دی تھی اور شاگردوں نے بھی پوری دل جمعی اور صمیم قلب کے ساتھ فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور اسے پار لگا دیا۔ انہی تلامذہ نے فقہ حنفی کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیا۔ اس طرح تلامذہ نے دو سطح پر فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں بھرپور حصہ لیا، ایک عملی سطح پر دوسرے علمی سطح پر:-

عملی سطح/سرکاری سرپرستی

عملی سطح پر فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار بالخصوص امام ابو یوسف اور بالعموم ان تلامذۂ امام ابوحنیفہ کا ہے جن کا وقتاً فوقتاً منصب قضاء پر تقرر ہوتا رہا۔ امام اعظم کے تلمیذِ خاص امام ابو یوسف کو اولاً بغداد کا قاضی اور بعد ازاں خلیفہ ہارون الرشید نے قاضی القضاۃ بنایا۔ اس نئی ذمہ داری کے نتیجے میں مملکتِ عباسیہ کے طول و عرض میں قضاۃ کے تقرر و تنزل کا اختیار ان کے پاس تھا۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:-

"فولی قضاء القضاۃ ایام ہارون الرشید فکان سببا لظھور مذھبہ و القضاء بہ فی اقطار العراق و خراسان و ماوراء النھر" ﴿۸۵﴾۔

یوں بلاد اسلامیہ میں اقصائے مشرق سے لے کر شمالی افریقہ تک صرف وہی قاضی مقرر بن سکتا تھا جس کی امام ابو یوسف سفارش کریں اور بلاشبہ ان کی نگاہ انتخاب کا مرکز وہی عالم و فقیہہ ٹھہرتا تھا جو اجتہاد و افتاء میں امام ابوحنیفہ کے طریقے پر عامل ہو۔ اس طرح امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ، خود اپنے اور دیگر اصحاب امام ابوحنیفہ کے اصحاب و تلامذہ کے تقرر کے ذریعے مملکت کے طول و عرض میں فقہ حنفی کے فروغ کا ماحول پیدا کر دیا۔ ابوزھرہ

www.toobaaelibrary.com

لکھتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف کی وجہ سے فقہ حنفی نے سرکاری حیثیت حاصل کر لی، یہی وجہ تھی کہ اس مذہب کو قبول عام اور فروغ دوام حاصل ہوا ﴿۸۶﴾۔

ابن حزم کہتے ہیں:-

''دو مذہب ایسے ہیں جو شروع سے ہی حکومت کے زیر سایہ اشاعت پذیر ہوئے۔ حنفی مذہب مشرق میں اور مالکی مذہب اندلس میں'' ﴿۸۷﴾۔

علمی سطح/تصنیف وتدریس وتالیف

علمی سطح پر فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کا سہرا امام محمد بن الحسن کے سر بندھتا ہے جنہوں نے مذہب حنفی کی تدوین میں نمایاں کردار ادا کیا۔ امام محمد نے جن کتابوں کی تدوین کی ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو بطریق شہرت وتواتر مروی ہیں، انہیں کتب ستہ یا کتب ظاہر الروایہ یا مسائل اصول کا نام دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسری قسم کی کتب کا نام کتب النوادر یا مسائل النوادر ہے۔ یہ وہ کتب ہیں جو امام محمد سے بطریق احاد مروی ہیں اور انہیں شہرت وتواتر میں کتب ظاہر الروایہ کی طرح مرتبہ حاصل نہیں ﴿۸۸﴾۔

کتب ظاہر الروایہ چھ (۶) ہیں:- المسبوط، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، السیر الکبیر، السیر الصغیر اور زیادات۔ یہ کتب ستہ ابو الفضل المروزی الحاکم الشہید م ۳۴۴ھ نے اپنی تصنیف الکافی ﴿۸۹﴾ میں جمع کر دی ہیں۔ شمس الائمہ سرخسی م ۴۹۰ھ نے اپنی کتاب المسبوط کے تیس (۳۰) اجزاء میں کافی کی شرح کی ہے۔ کتب النوادر جو امام محمد سے روایت کی گئی ہیں یہ ہیں:- کتب امالی محمد فقہ میں، یا کیسانیات جسے شعیب بن سلیمان الکیسانی نے روایت کیا ہے۔ کتاب الرقیات، اس میں وہ مسائل درج ہیں جو رقہ میں قاضی بننے کے بعد امام محمد کو پیش آئے۔ اس کے علاوہ ہارونیات، کتاب الخارج فی الحیل، زیادۃ الزیادات اور کتاب نوادر بروایت ابن رستم ﴿۹۰﴾۔

اس طرح فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں خود امام ابو حنیفہ کی شخصیت نہایت اہم عامل ہے پھر مجلس تدوین فقہ کے ارکان کی قابلیت وصلاحیت، اور اصحاب وتلامذہ امام کا پورے شد و مد سے فقہ حنفی کی تصنیف وتدوین وتالیف میں انہماک اور سرکاری سرپرستی کے باعث اسے اس قدر تیزی سے فروغ حاصل ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اکثر اسلامی ممالک میں یہ مذہب پھیل گیا اور مصر وشام، روم وخراسان اور عراق وماوراء النہر تک یہ مذہب چھا گیا۔

مشاہیر تلامذہ:-

اب ہم ان مشاہیر تلامذہ کو زیر بحث لائیں گے جن کا فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں بے پناہ حصہ ہے۔ ان میں نمایاں ترین حضرات امام ابو یوسف، امام محمد بن الحسن، امام زفر بن الھذیل اور حسن بن زیاد اللؤلؤی ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

☆امام ابو یوسف القاضی ولد ۱۱۳ھ م ۱۸۲ھ

امام ابو حنیفہؒ کے تلامذۂ خاص میں امام ابو یوسف القاضی کا نام نامی علمی، فقہی اور دینی حلقوں میں سب سے زیادہ معروف ومشہور ہے۔ قاضی ابو یوسف اگرچہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد خاص اور حنفی مکتب فکر سرخیل تھے لیکن بایں ہمہ وہ خود بھی اپنے وقت کے ایک بہت بڑے امام اور مجتہد تھے۔ امام ابو یوسف مسلسل تین خلفاء؛ مہدی، ہادی اور ہارون کے زمانے میں منصب قضاء پر فائز رہے﴿۹۱﴾۔ آپ کی ذات اوصاف حمیدہ اور کمالات گوناگوں کا مجموعہ تھی۔ آپ ایک عظیم مفسر، حافظ حدیث، فقیہہ اور مجتہد عصر ہونے کے علاوہ نہ صرف علوم عربیہ، ایام عرب اور انساب کے بہت بڑے ماہر تھے بلکہ شعر وادب پر بھی آپ کی نہایت گہری نظر تھی۔ بلا مبالغہ آپ جامع علوم وفنون شخصیت تھے۔

آپ کی کنیت ابو یوسف اور یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد نام تھا۔ آپ نسباً انصاری تھے﴿۹۲﴾۔ کوفہ میں ۱۱۳ھ میں امام ابو یوسف کی ولادت ہوئی اور یہیں انہوں نے تعلیم وتربیت کے مراحل طے کئے۔ ۱۸۲ھ میں بغداد میں راہی ملک عدم ہوئے﴿۹۳﴾۔

امام ابو یوسف کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا لیکن علم کی لگن اور شوق کے سبب آپ مجلس علماء میں حاضری دیا کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ سے شرف تلمذ سے قبل آپ ابن ابی لیلیٰ کی مجلس درس میں جایا کرتے تھے۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کی مجلس کا شہرہ سن کر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے ہی ہو رہے﴿۹۴﴾۔ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ دیگر علماء وفضلاء اور محدثین کرام سے بھی علم حاصل کیا چنانچہ کتب مناقب میں ایسے علماء ومحدثین کی ایک طویل فہرست ہے۔ اساتذۂ امام ابو یوسف کے کچھ نام خطیب بغدادی نے دیئے ہیں﴿۹۵﴾۔ علاوہ امام ابو حنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ کے چند نام ہم بھی دے رہے ہیں!۔ ابان بن عیاش، اسرائیل بن ابی اسحاق یونس، اسمٰعیل بن خالد، اسمٰعیل بن مسلم، ایوب بن عتبہ، ابوبکر بن عبداللہ الھذلی، ثابت ابوحمزہ الشمالی، سلمان تیمی، ابو اسحاق شیبانی، حجاج بن ارطاۃ، الحسن بن دینار، حصین بن عبدالرحمٰن، حسین بن عمرو بن میمون، حنظلہ بن ابی سفیان، سعید بن ابی عروبہ، سفیان بن عیینہ، سلیمان بن مہران الاعمش، سماک بن حرب، عاصم بن ابی النجود، عاصم الاحول، عبیداللہ بن عبداللہ المسعودی، عطاء بن السائب، العلاء بن کثیر، عمرو بن دینار، عمرو بن میمون، اللیث بن سعد، امام مالک بن انس، مالک بن مغول، محمد بن اسحاق صاحب المغازی، محمد بن سائب الکلبی، مسعر بن کدام، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید الانصاری اور یحییٰ بن عمرو بن مسلم وغیرھم﴿۹۶﴾۔

امام ابو یوسف کو اللہ تعالیٰ نے لاثانی قوت حفظ سے نوازا تھا۔ ابو الفرج ابن جوزی نے اپنی کتاب اخبار الحفاظ میں امام یوسف کو ان یگانۂ روزگار سو (۱۰۰) حفاظ حدیث میں محسوب کیا ہے جن کی قوت حفظ لاثانی تھی۔ وہ

www.toobaaelibrary.com

لکھتے ہیں کہ ابو یوسف ایک سماع میں ساٹھ ستر احادیث یاد کر لیتے تھے اور پھر پورے اسناد کے ساتھ انہیں سنا دیا کرتے تھے ﴿۹۷﴾۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب الرائے میں ابو یوسف سے زیادہ ''اثبت فی الحدیث'' کوئی اور شخص نہیں دیکھا ﴿۹۸﴾۔ امام احمد بن حنبل، جو قاضی ابو یوسف کو ''منصف فی الحدیث'' کہتے تھے، کہتے ہیں کہ جب پہلے پہل میں نے کتابت حدیث پر توجہ کی تو امام ابو یوسف کی خدمت میں حاضر ہوا۔۔۔۔ میں نے ان سے بہت سی حدیثیں لکھیں ﴿۹۹﴾۔ اخبار القضاۃ میں ہے کہ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور علی بن المدینی اس امر پر متفق تھے کہ ابو یوسف ثقہ اور عدول ہیں ﴿۱۰۰﴾۔ نسائی نے ان کی توثیق کی ہے اور انہیں ثقہ فی الحدیث مانا ہے ﴿۱۰۱﴾۔

ابن حبان کتاب الثقات میں رقمطراز ہیں،

''ابو یوسف شیخ وقت، متقی اور پرہیز گار تھے، ان میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو ان کی ثقاہت کو کمزور کرتی ہو، یا انہیں مجروح کرتی ہو، یا انہیں سزاوار قدح قرار دیتی ہو۔۔۔۔ ہم نے زفر اور ابو یوسف کو ثقات میں داخل کیا ہے کیونکہ روایت حدیث کے سلسلے میں ان کی ثقاہت ہم پر ظاہر ہو چکی ہے اور ہم انہیں عدول تسلیم کرنے پر مجبور ہیں'' ﴿۱۰۲﴾۔

ہلال الرائے کہتے ہیں،

''ابو یوسف تفسیر کے فن میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے، مغازی میں ان کا جواب نہ تھا، ایام عرب کے بھی وہ ماہر تھے اور فقہ بھی ان علوم میں سے ایک تھا جس کے وہ ماہر تھے'' ﴿۱۰۳﴾۔

''ذھبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابو یوسف کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہی ذھبی لکھتے ہیں، ''امام ابو یوسف کے علم و سیادت کا چرچا ہر گاہ ہے۔ میں نے ان کے اور امام محمد کے لئے جو ان کے اصحاب میں سے تھے خاص طور پر ایک رسالہ لکھا ہے'' ﴿۱۰۴﴾۔

اسد بن الفرات کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو یوسف بیمار پڑ گئے، زندگی کی کوئی امید نہ رہی۔ امام ابو حنیفہ ان کی عیادت کے لئے آئے جب وہاں سے واپس ہوئے تو فرمایا، ''اگر یہ نوجوان مر گیا تو روئے زمین پر اپنے پیچھے اپنے سے زیادہ بڑا فقیہہ چھوڑ کر نہ جائے گا'' ﴿۱۰۵﴾۔

امام ابو یوسف سیادت علمی، دینداری، تفقہہ اور حلقہ علماء میں نیک نامی کی دولت سے مالا مال تھے، چنانچہ خلیفہ مہدی نے ۱۶۶ھ میں ان کو قاضی کی ذمہ داری سونپی، ہادی نے اپنے عہد خلافت میں انہیں اس منصب پر برقرار رکھا، پھر اس کے جانشین خلیفہ ہارون الرشید نے تاریخ میں پہلی مرتبہ قاضی القضاۃ کا منصب قائم کر کے امام ابو یوسف کو اس پر فائز کر دیا ﴿۱۰۶﴾۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ انہیں پوری عباسی مملکت میں قاضیوں کے تقرر و تنزل کا اختیار حاصل ہو گیا۔

www.toobaaelibrary.com

امام ابوحنیفہ کی رحلت کے بعد مہدی و ھادی کے زمانہ میں قاضی اور ھارون الرشید کے زمانہ میں قاضی القضاۃ مقرر ہونے تک کا درمیانی عرصہ امام ابو یوسف کی علمی اور تصنیفی مصروفیات کا بھی زمانہ ہے۔ اس سارے عرصے میں امام ابو یوسف نے اپنے استاد اور مربی امام ابوحنیفہ کے علمی اور تعلیمی کام کو نہایت شاندار طریقے سے جاری رکھا اور فقہ کے اکثر و بیشتر موضوعات پر الگ الگ کتابیں مرتب کر دیں۔ اس طرح ابو یوسف نے اپنی مختلف النوع کاوشوں سے فقہ حنفی کے فروغ کے لئے مستقل بنیادیں فراہم کر دیں۔ چنانچہ ابن خلکان طلحہ بن محمد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہ کے تمام بنیادی شعبوں پر حنفی مذہب کے مطابق کتابیں مرتب کر دیں اور ابوحنیفہ کے علم کو روئے زمین پر ہر طرف پھیلا دیا ﴿۱۰۷﴾۔ افسوس یہ ہے کہ امام ابو یوسف کی تمام تالیفات ہم تک نہیں پہنچ سکیں ان میں سے (الف) کچھ تو امتداد زمانہ کے ہاتھوں ناپید و مفقود ہو چکی ہیں البتہ (ب) چند موجود و معروف ہیں۔ ذیل میں ان کتابوں کے نام دیئے جا رہے ہیں جو اگرچہ دستیاب نہیں ہیں تاہم ان کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں:-

کتاب فی اصول الفقہ

اس کتاب کا ذکر خطیب نے تاریخ بغداد ﴿۱۰۸﴾، سمعانی نے الانساب ﴿۱۰۹﴾، ابن خلکان نے وفیات الاعیان ﴿۱۱۰﴾، ابن قطلوبغا نے تاج التراجم ﴿۱۱۱﴾، طاش کبری زادہ نے مفتاح السعادۃ ﴿۱۱۲﴾ اور طبقات الفقہاء ﴿۱۱۳﴾، التمیمی نے الطبقات السنیہ ﴿۱۱۴﴾ میں اور ابن العماد الحنبلی نے شذرات الذھب میں کیا ہے ﴿۱۱۵﴾۔

کتاب فی ادب القاضی

اس کتاب کا ذکر حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ﴿۱۱۶﴾ میں، رضا کحالہ نے معجم المصنفین ﴿۱۱۷﴾ میں اور صاحب مناقب ابی یوسف و محمد الشیبانی ﴿۱۱۸﴾ نے کیا ہے۔

کتاب المبسوط

اس کتاب کا ذکر حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ﴿۱۱۹﴾، بغدادی نے ہدیۃ العارفین ﴿۱۲۰﴾ اور ابن عابدین نے رسائل ﴿۱۲۱﴾ میں کیا ہے۔

کتاب الجوامع

اسے یحییٰ بن خالد نے تالیف کیا تھا۔ یہ چالیس کتابوں/اجزاء پر مشتمل تھی۔ اس کا ذکر ابن الندیم نے الفہرست ﴿۱۲۲﴾ اور بغدادی نے ہدیۃ العارفین ﴿۱۲۳﴾ میں کیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

کتاب اختلاف الامصار

اس کا ذکر صرف ابن الندیم نے الفہرست میں کیا ہے ﴿۱۲۴﴾۔

کتاب الرد علی مالک بن انسؒ

اس کتاب کا ذکر ابن الندیم نے الفہرست ﴿۱۲۵﴾ اور بغدادی نے ہدیۃ العارفین ﴿۱۲۶﴾ میں کیا ہے۔

کتاب الامالی

اس کی روایت بشیر بن الولید القاضی نے کی ہے۔ یہ چھتیس (۳۶) کتابوں/ اجزاء پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں:۔ کتاب الصلوۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکاۃ، کتاب المناسک، کتاب الفرائض، کتاب الوصایا، کتاب البیوع، کتاب الوکالۃ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الغضب، کتاب الاستبراء اور کتاب الحدود۔ ان کا تذکرہ ابن الندیم نے الفہرست ﴿۱۲۷﴾، عبدالقادر القرشی نے الجواہر المضیۃ ﴿۱۲۸﴾، طاش کبری زادہ نے طبقات الفقہاء ﴿۱۲۹﴾، علی القاری نے ذیل الجواہر المضیۃ ﴿۱۳۰﴾، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ﴿۱۳۱﴾، ابن عابدین نے رسائل (عابدین) ﴿۱۳۲﴾ اور صاحب مناقب ابی یوسف ومحمد الشیبانی نے کیا ہے ﴿۱۳۳﴾۔

کتاب النوادر

اس کا ذکر عبدالقادر القرشی نے الجواہر المضیۃ ﴿۱۳۴﴾ اور محمد عبدالحئ الکھنوی نے الفوائد البھیۃ ﴿۱۳۵﴾ میں کیا ہے۔

مسند الامام ابی یوسف

اس کا ذکر حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ﴿۱۳۶﴾، اور محمد سلام نے المدخل للفقہ الاسلامی ﴿۱۳۷﴾ میں کیا ہے۔

امام ابو یوسف کی جو کتابیں معروف اور متداول ہیں ان کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔

کتاب الآثار

اس کتاب ﴿۱۳۸﴾ کو امام ابو یوسف کے بیٹے اپنے والد سے اور وہ اسے امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اس کی سند کو آپ ﷺ یا کسی صحابیؓ یا تابعی تک پہنچاتے ہیں جو امام ابو حنیفہ کے نزدیک معتبر ہوں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں ایک کثیر حصہ ان فتاویٰ کا ہے جن کا انتخاب ابو یوسف نے فقہائے کوفہ کے اقوال میں سے کیا ہے۔ یہ کتاب فقہی عنوانات کے تحت ترتیب دی گئی ہے اور متعدد ابواب مثلاً وضو، غسل،

www.toobaaelibrary.com

جنابت، العدۃ، الصید اور البیوع پر مشتمل ہے۔ یہ ایک ہزار سڑسٹھ (۱۰۶۷) احادیث اور انتالیس (۳۹) ابواب پر مشتمل ہے اور نامکمل ہے۔ اس کتاب سے ان لوگوں کے بیان کی بھی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ محض سترہ (۱۷) احادیث جانتے تھے، اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام ابوحنیفہ حدیث مرسل سے احتجاج کرتے تھے اور فتاویٰ صحابہ و تابعین کو نظیر بناتے تھے۔ کتاب الآثار بوجوہ نہایت قابل قدر علمی و فقہی سرمایہ ہے۔

۱۔ اس کتاب میں امام ابوحنیفہ کی روایات کی ایک خاصی بڑی تعداد موجود ہے جن سے امام صاحب احکام و فتاویٰ کے وقت استنباط کرتے تھے۔

۲۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ روایات پر اعتبار کے لئے کس قسم کی شرائط عائد کرتے تھے۔

۳۔ یہ ایک ایسا فقہی مجموعہ ہے جس کی روایات و فتاویٰ فقہائے عراق کے مابین معروف اور متداول تھے۔ وہ اس کی دراست کرتے تھے اور اس پر اپنے استدلال کی عمارت تعمیر کرتے تھے۔

اختلاف ابن ابی لیلیٰ وابی حنیفہ ﴿۱۳۹﴾

امام ابویوسف کو پہلے ابن ابی لیلیٰ سے تلمذ تھا بعد ازاں وہ مجلس ابوحنیفہ میں آ گئے۔ اس منتقلی پر انہوں نے خیال کیا کہ جو مسائل ابن ابی لیلیٰ القاضی اور امام ابوحنیفہ میں مختلف ہیں انہیں یکجا کر دیا جائے۔ یہ تصنیف اسی خیال کا نتیجہ ہے۔ کتاب ہذا مختلف ابواب فقہیہ پر مشتمل ہے، مثلاً باب الغضب، باب الاختلاف فی العیب، باب بیع الثمار قبل ان یبدو اصلاحھا، باب الودیعۃ۔ باب القضاء، باب النکاح، باب الحدود، باب الوصایا اور باب المواریث وغیرہ۔ یہ کتاب امام شافعی کی کتاب "الام" کے ساتھ شائع ہو چکی ہے اور اس کا نام "ھذا ما اختلف فیہ ابوحنیفۃ و ابن ابی لیلیٰ عن ابی یوسف" ہے ﴿۱۴۰﴾۔

الرد علیٰ سیر الاوزاعی

زیر نظر کتاب ﴿۱۴۱﴾ کے موضوعات احکام حرب، امان، صلح اور غنائم وغیرہ کا احاطہ کرتے ہیں۔ یہ کتاب امام ابویوسف نے امام اوزاعی کے ان مسائل کے رد میں تصنیف کی ہے جن میں وہ امام ابوحنیفہ سے اختلاف کرتے ہیں۔ یہ کتاب امام ابوحنیفہ کے ادلّہ، طریق استنباط اور مسلک استدلال کی شکل صحیح طور پر واضح کرتی ہے۔ مثلاً مسئلہ امان عبد، امام ابوحنیفہ غلام کی امان کا صرف اسی صورت میں اعتبار کرتے ہیں جب وہ اپنے مولیٰ کے ساتھ مل کر جہاد کرے۔ جبکہ امام اوزاعی بہر صورت غلام کی امان کو چاہے وہ جنگ کرے یا نہ کرے جائز تصور کرتے ہیں۔ امام ابویوسف لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ غلام جب اپنے مولیٰ کے ساتھ مل کر جہاد کرے گا تو اس کی امان جائز تصور ہوگی ورنہ اس کی امان باطل ہے۔ امام اوزاعی کہتے ہیں کہ بہر صورت اس کی امان جائز تصور ہوگی

www.toobaaelibrary.com

کیونکہ حضرت عمرؓ نے اس کی امان کو جائز رکھا ہے اور اس کے مقاتل یا غیر مقاتل ہونے کا ذکر نہیں کیا تھا۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا قول صحیح ہے کہ غلام کو امان اور شہادت کا حق نہیں ہے۔ جب وہ خود کسی چیز کا مالک نہیں ہے، نہ کچھ خرید سکتا ہے اور نہ نکاح کر سکتا ہے تو مسلمانوں پر اس کے امان نامہ کو کس طرح عائد کیا جاسکتا ہے جب کہ ذاتی طور پر اسے کسی قسم کے تصرف کا کوئی حق نہیں ہے۔ بتایئے اگر وہ غلام کافر ہو اور اس کا آقا مسلمان ہو تو کیا وہ امان نامہ نافذ ہو سکے گا؟ اسی طرح اگر اہل حرب کا غلام ہے اور فرار ہو کر دارالسلام چلا آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے، پھر تمام اہل حرب کو امان نامہ لکھ دیتا ہے تو کیا یہ امان نامہ معتبر ہوگا؟ پھر اگر غلام مسلمان ہو اور اس کا مولیٰ ذمی ہو اور وہ اہل حرب کو امان دے دے تو کیا وہ امان معتبر ہوگی؟

حضرت عمرؓ نے جس امان کو جائز رکھا ہے اس کی روایت عاصم نے فضیل بن زید سے کی ہے کہ ہم ایک قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کسی غلام نے تیر پر امان نامہ لپیٹ کر دشمن کے پاس پھینک دیا چنانچہ حضرت عمرؓ نے وہ امان نامہ جائز رکھا۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ یہ روایت ہمارے ہاں مقاتل (فوجی) پر محمول ہے اور اگر یہ اثر نہ ہوتا تو ہم اس کے امان نامہ کو جائز نہ رکھتے خواہ وہ مقاتل ہو یا غیر مقاتل۔

آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ "تمام مسلمان دوسروں پر ایک ہاتھ کی طرح ہیں، ان کے خون برابر ہیں اور ان کا ادنیٰ شخص بھی ساری قوم کی طرف سے ذمہ داری قبول کر سکتا ہے"۔

اس روایت سے مسئلہ دیت مستثنیٰ ہے کہ دیت میں غلام اور آزاد برابر نہیں ہو سکتے۔ بعض اوقات غلام کی دیت ایک سو درہم تک بھی نہیں پہنچتی۔ لہٰذا یہ حدیث آزاد لوگوں کے متعلق ہے اور غلام کا خون آزاد کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس طرح اگر مسلمان قیدی بنا کر لائیں اور ان میں سے ایک لڑکا مسلمان ہو کر امن کا اعلان کر دے حالانکہ وہ دارالحرب میں ہے تو کیا مسلمانوں کو اس امان نامہ کی پابندی کرنا پڑے گی؟ قطعاً نہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے! ﴿۱۴۲﴾۔

درج بالا مسئلے میں امام ابو یوسف نے جو نکات بیان کئے ہیں اس سے ان کی دقت نظری، وسعت علمی، فکر عمیق اور تمحیص و تحقیق کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب الخراج ﴿۱۴۳﴾

کتاب الخراج دراصل ایک رسالہ/مکتوب ہے جو امام ابو یوسف نے خلیفہ ہارون الرشید کے استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا۔ امام ابو یوسف اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں، "امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے چاہا ہے کہ میں ان کے لئے ایک جامع کتاب تحریر کروں جس کے مطابق خراج، عشور، صدقات اور جزیوں کی تحصیل میں اور دوسرے ان معاملات میں جن کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری ان پر ہے انہوں نے کچھ امور کے متعلق

www.toobaaelibrary.com

مجھ سے سوالات کیئے ہیں جن کا انہیں مفصل جواب درکار ہے تا کہ آئندہ ان امور پر عمل درآمد ہو" ﴿۱۴۴﴾۔
کتاب کے نام "الخراج" (Revenue) سے بظاہر اس کے صرف مالیات سے متعلق ہونے کا پتہ چلتا ہے لیکن یہ کتاب اپنے اندر دیگر بہت سے موضوعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے، مثلاً تصور حکومت ﴿۱۴۵﴾، تصور جوابدہی/احتساب ﴿۱۴۶﴾، خلیفہ کے فرائض ﴿۱۴۷﴾، مسلمانوں کے فرائض ﴿۱۴۸﴾، بیت المال ﴿۱۴۹﴾، ضرب محاصل کے اصول ﴿۱۵۰﴾، غیر مسلموں کے حقوق ﴿۱۵۱﴾، بندوبست اراضی ﴿۱۵۲﴾، انسداد ظلم و ستم ﴿۱۵۳﴾، عدل وانصاف ﴿۱۵۴﴾، شخصی آزادی وتحفظ ﴿۱۵۵﴾ اور اصلاحاتِ جیل ﴿۱۵۶﴾ وغیرہ۔

امام ابو یوسف زیر نظر کتاب میں ہر معاملہ، مسئلہ یا سوال کے جواب میں قرآن وسنت سے استدلال کرتے ہیں، یا پھر نظائر لاتے ہیں تو حضرات ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنھم اجمعین کے قضایا اور دور حکومت وفتاویٰ سے، یا عہد عمر بن عبدالعزیزؒ کو حوالہ بناتے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب اپنے اندر کتاب وسنت اور فتاوائے صحابہ کا معتدبہ ذخیرہ سمیٹے ہوئے ہے اور بلاشبہ کتاب الخراج محاصل اور دیگر مسائل پر ایک وقیع علمی وفقہی سرمایہ ہے۔

درج بالا تفصیلات وتصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے اپنے منصب قضاء اور تصنیف وتالیف وتدریس کے ذریعے فقہ حنفی کے فروغ اور اشاعت میں بھرپور حصہ لیا اور اسے اطراف عالم میں پھیلا دیا۔

ذیل میں ہم ان سینکڑوں ہزاروں میں سے چند اصحاب ابی یوسف کے نام لکھ رہے ہیں جو فقہ حنفی کے فروغ میں امام ابو یوسف کے شانہ بشانہ سرگرم عمل رہے۔

۱) ابراہیم بن الجراح القاضی م ۲۱۷ھ ﴿۱۵۷﴾۔
۲) ابراہیم بن یوسف بن میمون بن قدامہ البلخی شیخ بلخ م ۲۳۹ھ/ ۲۴۱ھ ﴿۱۵۸﴾۔
۳) احمد بن محمد بن عیسیٰ السکونی ﴿۱۵۹﴾۔
۴) اشرف بن سعید النیشاپوری القاضی ﴿۱۶۰﴾۔
۵) بشر بن الولید الکندی القاضی م ۲۳۸ھ ﴿۱۶۱﴾۔
۶) بشر بن یزید ابی الازھر النیشاپوری القاضی م ۲۱۳ھ ﴿۱۶۲﴾۔
۷) توبہ بن سعد بن عثمان القاضی ﴿۱۶۳﴾۔
۸) الحسن بن ایوب ابوعلی الرمجاری النیشاپوری ﴿۱۶۴﴾۔
۹) الحسن بن ابی مالک م ۲۰۴ھ ﴿۱۶۵﴾۔
۱۰) الحسین بن ابراہیم بن الحر ابوعلی العامری اشکاب م ۲۱۰ھ ﴿۱۶۶﴾۔
۱۱) الحسین بن حفص بن الفضل ابو محمد الھمدانی الاصبھانی م ۲۱۲ھ ﴿۱۶۷﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۱۲) حیان بن بشر بن المخارق ابو بشر القاضی م ۲۳۷ھ/ ۲۳۸ھ (۱۶۸)۔

۱۳) خلف بن ایوب العامری البلخی ابو سعید (۱۶۹)۔

۱۴) سورۃ بن الحکم القاضی (۱۷۰)۔

۱۵) شعیب بن سلیمان بن سلیم بن کیسان م ۲۰۴ھ (۱۷۱)۔

۱۶) شفیق بن ابراہیم ابو علی البلخی، شہید ۱۹۴ھ (۱۷۲)۔

۱۷) عبدالرحمٰن بن مسہر القاضی (۱۷۳)۔

۱۸) علی بن جعد الجوہری ابو الحسن م ۲۳۰ھ (۱۷۴)۔

۱۹) علی بن المدینی (۱۷۵)۔

۲۰) فرات بن نصر ابو جعفر الفقیہ القُہندزی الھروی م ۲۳۶ھ (۱۷۶)۔

۲۱) فرج مولیٰ ابی یوسف القاضی (۱۷۷)۔

۲۲) محمد بن بکر بن خالد ابو جعفر القصیر م ۲۴۰ھ النیشاپوری الاصل (۱۷۸)۔

۲۳) محمد بن خالد الحنظلی الرازی ابو عبداللہ (۱۷۹)۔

۲۴) محمد بن سماعہ القاضی (۱۸۰)۔

۲۵) المعلی بن منصور ابو یحییٰ الرازی م ۲۱۱ھ (۱۸۱)۔

۲۶) نصر بن بجیر الذہلی القاضی (۱۸۲)۔

۲۷) نصر بن عبدالکریم ابو سہل عرف بالصیقل م ۱۶۹ھ (۱۸۳)۔

۲۸) ھشام بن عبیداللہ الرازی (۱۸۴)۔

۲۹) ھلال بن یحییٰ بن مسلم الرائی البصری م ۲۴۵ھ، صاحب کتاب احکام الوقف (۱۸۵)۔

۳۰) الھیثم بن موسیٰ (۱۸۶)۔

۳۱) یوسف بن یعقوب بن ابراہیم م ۱۹۳ھ (۱۸۷)۔

۳۲) ابو علی الرازی (۱۸۸)۔

یہ فہرست محض نمونہ کے طور پر دی گئی ہے۔ اس میں اپنے زمانے کے نامور علماء وفقہاء کے نام دیئے گئے ہیں جو امانت، دیانت، تقویٰ، خدا ترسی، علم وعمل اور تفقہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے امام ابو یوسف کے ہمراہ فقہ حنفی کی ترویج واشاعت اور فروغ وارتقاء میں گراں قدر حصہ لیا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ اہل علم کی ایک بہت بڑی تعداد نے امام ابو یوسف سے کسب فیض کیا۔ ان لوگوں میں وہ لوگ بھی نظر آتے ہیں جو بعد میں مرتبہ امامت د

www.toobaaelibrary.com

اجتہاد پر فائز ہوئے ﴿۱۸۹﴾۔

☆امام محمد بن الحسن الفرقد الشیبانی ولد ۱۳۲ھ۔م ۱۸۹ھ

امام محمد بن الحسن الفرقد الشیبانی، ابوعبداللہ، ۱۳۲ھ میں واسط کے مقام پر پیدا ہوئے ﴿۱۹۰﴾۔ان کے والد حسن ایک متمول شخص تھے۔انہوں نے اپنے بیٹے محمد کی ولادت کے بعد غالباً اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت کے خیال سے جہاں گردی ترک کر کے مستقلاً کوفہ میں رہائش اختیار کر لی۔کوفہ میں ہی امام محمد کی تعلیم وتربیت ہوئی ﴿۱۹۱﴾ اور یہیں انہوں نے بلوغ وشعور کے مراحل طے کئے۔چودہ برس کی عمر میں امام محمد نے قرآن پاک حفظ کر لیا پھر کامل یکسوئی کے ساتھ امام ابوحنیفہ کی مجلس درس میں حاضری اختیار کی اور انتہائی استغراق وانہماک سے تحصیل فقہ میں مصروف ومشغول ہو گئے ﴿۱۹۲﴾۔

امام ابوحنیفہ کی رحلت کے بعد ۱۵۰ھ میں امام محمد نے امام ابو یوسف کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا ﴿۱۹۳﴾۔امام ابو یوسف کے علاوہ انہوں نے امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی سے بھی علم حاصل کیا ﴿۱۹۴﴾۔امام محمد نے تین سال مدینہ منورہ میں امام دار الھجرت مالک بن انسؒ کے پاس رہ کر ان کی فقہ و روایت اور آراء کا خصوصی علم حاصل کیا اور ان سے ان کی مؤطا کی روایت کی ﴿۱۹۵﴾۔اس کے علاوہ امام محمد نے کوفہ، بصرہ، مدینہ، مکہ، شام اور بلاد عراق کے دیگر مشائخ سے بھی علم حدیث حاصل کیا ﴿۱۹۶﴾۔امام محمد نے جن جن شیوخ سے استفادہ کیا ان کا شمار اپنے وقت کے نامور شیوخ حدیث میں ہوتا تھا۔اس سے امام محمد کے طلب علمی اور ذوق فراواں کا ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ہر ہر چشمۂ صافی سے استفادہ کر کے اپنے علم کو مضبوط اور مستند کیا اور جلد ہی اپنی طلب خالص، ذوق وشوق اور رحمت ربی کے طفیل مرجع خاص وعام اور امام ومجتہد ٹھہرے۔

امام محمد کی زندگی تفقہ، تدیّن، انکسار، فروتنی، جلال علم اور جمال سیرت ایسی صفات حسنہ سے عبارت تھی۔ امام شافعی فرماتے ہیں، ''میں نے ان سے بڑھ کر قرآن کا عالم نہیں پایا'' اور یہ کہ۔۔۔۔''میں نے ان سے بڑھ کر حلال وحرام اور ناسخ ومنسوخ کا عالم نہیں دیکھا'' اور یہ بھی کہ۔۔۔۔''میں نے ان سے ایک بار شتر مسائل تحریر کئے ہیں'' ﴿۱۹۷﴾۔خطیب، ابراہیم الحربی کی روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ آپ نے یہ دقیق مسائل کہاں سے سیکھے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ امام محمد کی کتابوں سے ﴿۱۹۸﴾۔ایک دفعہ امام مالک نے اپنے اصحاب حدیث کی موجودگی میں فرمایا کہ مشرق سے ہمارے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں آیا جو صاحب فکر ونظر ہو۔حاضرین میں امام محمد بھی تھے امام مالک نے ان پر نظر ڈالی اور فرمایا سوائے اس نوجوان کے ﴿۱۹۹﴾۔

آپ فقہ وحدیث میں درجۂ امامت پر فائز تھے، لغت وعربیت اور قرأت میں آپ کو تخصص حاصل تھا۔جملہ

www.toobaaelibrary.com

علوم ضروریہ پر امام محمد کی مجتہدانہ نظر تھی۔ یہی باعث ہے کہ ان کے ہاں تعبیر مسائل، توضیح بیان، تفصیل احکام اور تفریع وتدلیل کے جوہر بطور خاص نمایاں نظر آتے ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں ''محمد بن الحسن کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں اور صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، ذکاء مفرط، عقل تام، ذہن عالی، فکر رفیع اور چشم بینا، نیز کثرت تلاوت قرآن کریم ان کی خصوصیات تھیں ﴿۲۰۰﴾۔ خود خلیفہ ہارون الرشید ان کی علمیت، تفقہ اور بلندیٔ کردار کا معترف تھا۔ ۱۸۰ھ میں ہارون نے جب الرقّہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا تو انہیں وہاں کا قاضی مقرر کر دیا ﴿۲۰۱﴾۔ ۱۸۹ھ میں خلیفہ ہارون الرشید امام محمد کو اپنے ساتھ سفر خراسان پر لے گیا اور خلیفہ نے انہیں خراسان کا قاضی مقرر کر دیا ﴿۲۰۲﴾۔ نحو کے امام کسائی ﴿۲۰۳﴾ بھی اس سفر میں خلیفہ کے ہمراہ تھے۔ عجب اتفاق یہ ہوا کہ دونوں اماموں کی ایک دو دن کی تقدیم وتاخیر سے رحلت ہوئی۔ ہارون اس اتفاق پر بار بار کہتا، ''میں نے رے کی سرزمین میں فقہ اور لغت دونوں کو دفن کر دیا'' ﴿۲۰۴﴾۔ ابن عبدالبر نے الانتقاء میں لکھا ہے کہ امام محمد کو یاد کر کے ہارون یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اسیت علی قاضی القضاة محمد

فذرفت د معی و الفواد عمید ﴿۲۰۵﴾۔

یعنی میں قاضی القضاۃ (امام) محمد کی وفات پر غمگین ہوں۔ میرے آنسو جاری ہیں اور دل بے چین ہے۔

تصنیفات امام محمد

امام محمد اپنی سیرت وکردار اور علمی کاملیت کے باعث جلد ہی سب کی نگاہوں کا مرکز اور عوام وخواص کا مرجع بن گئے۔ حنفی، مالکی اور امام اوزاعی کی فقہ پر وہ مستند مانے جاتے تھے۔ تفریع مسائل پر انہیں عبور حاصل تھا۔ بیس برس کی عمر سے ہی وہ مسندِ درس پر متمکن ہو چکے تھے ﴿۲۰۶﴾۔ عنان بیان ان کے قبضے میں تھی۔ تالیف وتدوین کی غیر معمولی صلاحیت ان میں بدرجہ اتم موجود تھی اور ایک دور اندیش فقیہہ ہونے کے ناطے وہ اپنی مستقبل کی ذمہ داریوں سے کماحقہٗ آگاہ وخبردار تھے۔ یہی وجہ تھی کہ امام محمد نے اپنے اہل خانہ سے کہہ دیا تھا:-

" لاتسالونی حاجة من حوائج الدنيا تشغلوا قلبی و خذوا ماتحتاجون اليه من وكيلی فانه اقل لهمی، وافرغ لقلبی" ﴿۲۰۷﴾.

یعنی مجھ سے کوئی دنیاوی فرمائش نہ کرو۔ جو ضرورت ہو میرے مختار کار سے لے لو تا کہ میرا قلب فارغ البال رہے اور میں بے فکر رہوں۔ اس طرح امام محمد نے اپنے آپ کو مستقلاً فقہ حنفی کی نقل وتوسیع واشاعت میں مشغول ومنہمک کر لیا۔ بلاشبہ امام محمد کی پیہم کاوشوں سے فقہ حنفی کا سرمایہ اخلاف تک منتقل ہوا۔

ابن الندیم نے امام محمد کی درج ذیل کتب کے نام دیئے ہیں:-

"كتاب فی الاصول، كتاب الصلاة، كتاب الزكوة، كتاب المناسک، كتاب نوادر

www.toobaaelibrary.com

الصلاة، كتاب النكاح، كتاب الطلاق، كتاب العتاق و أمهات الاولاد، كتاب السلم والبيوع، كتاب المضاربة الكبير، كتاب المضاربة الصغير، كتاب الاجارات الكبير، كتاب الاجارات الصغير، كتاب الصرف، كتاب الرهن، كتاب الشفعه، كتاب الحيض، كتاب المزارعة الكبير، كتاب المزراعة الصغير، كتاب المفاوضة و هي الشركة، كتاب الوكالة، كتاب العارية، كتاب الوديعة، كتاب الحوالة، كتاب الكفالة، كتاب الاقرار، كتاب الدعوىٰ والبينات، كتاب الحيل، كتاب المأذون الصغير، كتاب القسمة، كتاب الديات، كتاب جنايات المدبر و المكاتب، كتاب الولاء، كتاب الشرب، كتاب السرقة و قطاع الطريق، كتاب الصيد و الذبائح، كتاب العتق في المرض، كتاب العين والدين، كتاب الرجوع عن الشهادات، كتاب الوقوف و الصدقات، كتاب الغضب، كتاب الدور، كتاب الهبة و الصدقات، كتاب الايمان و النذور و الكفّارات، كتاب الوصايا، كتاب حساب الوصايا، كتاب الصلح و الخنثىٰ والمفقود، كتاب أجتهاد الرأى، كتاب الاكراه، كتاب الاستحسان، كتاب اللقيط، كتاب اللقطة، كتاب الآ بق، كتاب الجامع الصغير، كتاب اصول الفقه، كتاب الحج (يحتوى على كتب كثيرة)، كتاب الجامع الكبير، كتاب أمالي محمد في الفقه (وهي الكيسانيات)، كتاب الزيادات، كتاب زيادة الزيادات، كتاب التحرى، كتاب المعاقل، كتاب الخصال، كتاب الاجارات الكبير، كتاب الردعلى أهل المدينه، كتاب نو ادر محمد (روايته ابن رستم)﴿۲۰۸﴾.

فقہ حنفی کی جن کتابوں کی تدوین امام محمد نے کی ہے ان کی دو قسمیں ہیں:-

۱) کتب ظاہر الروایہ، یعنی کتب ستہ (ان کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں)۔

۲) کتب النوادر۔

کتب ستہ کے علاوہ کتاب الآ ثار اور کتاب الرّد علیٰ اہل مدینہ بھی پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہیں۔ اوّل الذکر میں امام محمد نے ان آ ثار کا ذکر کیا ہے جن سے علمائے احناف احتجاج کرتے ہیں اور ثانی الذکر کو امام شافعی نے روایت کیا ہے﴿۲۰۹﴾۔ اس طرح اس کی سند روایت نہایت عالی ہے۔

ثانی الذکر کتب النوادر یا مسائل النوادر﴿۲۱۰﴾ میں درج ذیل کتب شامل ہیں:-

الرّقیات

امام محمد سے اس کتاب کی روایت محمد بن سماعہ نے کی ہے۔ اس کتاب کے مسائل کی تفریع امام محمد نے اس

www.toobaaelibrary.com

زمانہ میں کی جب ہارون الرشید نے انہیں رقّہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔

کیسانیات

امام محمد سے اس کتاب کی روایت شعیب بن سلیمان الکیسانی نے کی ہے۔ اسے امالی فقہ امام محمد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب کاملاً کہیں موجود نہیں ہے۔ اس کا ایک حصہ حیدر آباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ اور ایک اسی شہر کے کتب خانہ دائرۃ المعارف میں موجود ہے۔

جرجانیات

امام محمد سے اس کتاب کی روایت علی بن صالح الجرجانی نے کی ہے۔

ھارونیات

یہ کتاب متفرق مسائل پر مشتمل ہے۔

کتاب النوادر

یہ کتاب ابراہیم بن رستم کی روایت کردہ ہے۔

الکسب

شمس الائمہ سرخسی نے اس کتاب کی شرح لکھی ہے۔ اس کا تذکرہ ابن قطلو بغا نے تاج التراجم میں کیا ہے۔ یہ کتاب دار الکتب مصریہ میں موجود ہے اور مکاسب کے مباحث پر مشتمل ہے۔

المخارج فی الحیل:- ﴿۲۱۱﴾۔

زیادۃ الزیادات

اس کتاب کو امام محمد نے الجامع الکبیر اور زیادات کے بعد تالیف فرمایا۔ سبب تالیف یہ ٹھہرا کہ جو مسائل ان دو کتب میں تحریر ہونے سے رہ گئے تھے وہ اس میں درج کر دیئے جائیں۔ اس کی شرحوں کے متعدد نسخے استنبول کے کتب خانوں میں ہیں ﴿۲۱۲﴾۔

الحجج

یا الحجۃ اس کا پورا نام "الحجج فی الاحتجاج علیٰ اھل المدینۃ" ہے۔ یہ کتاب حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے ﴿۲۱۳﴾۔

مؤطا امام محمد

امام محمد کی وہ کتاب جس میں روایت حدیث کا حصہ سب سے زیادہ ہے مؤطا ہے۔ امام مالک سے مؤطا کی

www.toobaaelibrary.com

بلفظ سماعت کے بعد امام محمد نے اسے مدوّن کیا۔اس کی روایت تمام روایات سے عمدہ ہے﴿۲۱۴﴾۔امام محمد نے اس میں احادیث کے ابواب بیان کرنے کے بعد حنفی مسلک کی وضاحت کی ہے اوراس کی حدیث سے مطابقت ثابت کی ہے۔اگر کہیں حنفی مسلک اس کے برعکس ہے تو اس تخالف کی بنیاد دو وجوہات اوراس سلسلہ کی احادیث بھی بیان کی ہیں۔

دراصل احادیثِ احکام علماء امصار کے مابین نہ صرف مشترک بلکہ معلوم ومعروف اور مشہور ومتداول تھیں کیونکہ یہ بار بار پڑھی، پڑھائی اور دھرائی جارہی تھیں۔اس لئے ان میں غلطی کا امکان باقی ہی نہیں رہا تھا۔لہٰذا اس بات کی معرفت آسان تھی کہ مسائل واحکام میں فقہاء نے ان احادیث میں سے کون سی احادیث کا انتخاب کیا ہے اور کون سی ترک کی ہیں اوراس اخذ وقبول کی بنیاد کیا ہے اور جن احادیث کو ترک کیا گیا ہے ان کے سلسلے میں وہ کیا دلائل رکھتے ہیں۔امام محمد نے اپنی مؤطا میں سب سے اہم اور بڑا کام یہی کیا ہے کہ پوری تحقیق وتدقیق سے کام لے کر، انتہائی شرح وبسط کے ساتھ یہ بتادیا ہے کہ اخذ حدیث کے اسباب وعلل کیا ہیں، اور ترک حدیث میں کون کون سے عوامل ومحرکات کارفرما ہیں۔اس کتاب سے فقہ حنفی اور دیگر فقہوں کے مابین احادیث کے ردوقبول کے معیارات اور شروط کا پتہ چلتا ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس سلسلے میں جس امکانی احتیاط اور تحقیق سے کام لیا ہے اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اس کتاب میں لگ بھگ ایک ہزار (۱۰۰۰) سے زیادہ امام مالک سے مروی احادیث اور موقوف اور مرفوع آثار ہیں۔تقریباً ایک سو پچہتر (۱۷۵) احادیث ایسی ہیں جو امام مالک کے علاوہ دوسرے شیوخ سے مروی ہیں۔ یہ مؤطا ابوالولید الباجی کے مسموعات میں سے ہے جو ابوذر الھروی سے سماعت شدہ ہیں﴿۲۱۵﴾۔

المبسوط

الاصل کے نام سے معروف چھ جلدوں پر مشتمل یہ ایک ضخیم کتاب ہے اور مسائل فقہیہ کے دس ہزار فروع پر محیط ہے جن میں حلال وحرام کی تفصیل دی گئی ہے۔امام محمد اس کتاب کے ہر باب کو اپنے آثار سے شروع کرتے ہیں جن کی صحت ثابت ہو چکی ہے۔اس کے بعد سوالات اور جوابات ہیں۔کبھی کبھی ابن ابی لیلیٰ کے اختلاف کا بھی تذکرہ ہے۔اس طرح اس میں جمہور فقہاء کا مسلک بھی آ گیا ہے۔کتاب کا ایک حسن، اس میں آثارِ صحابہ وتابعین کا بکثرت بیان ہے۔

المبسوط کو امام محمد سے بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے۔ان رواۃ میں ایک احمد بن حفص الکبیر البخاری ہیں۔لیکن سب سے بہتر نسخے کے راوی ابوسلیمان جوزجانی ہیں﴿۲۱۶﴾۔یہ دونوں امام محمد کے خاص اصحاب میں داخل تھے۔دنیا کے مختلف کتب خانوں میں اس کے نسخے موجود ہیں﴿۲۱۷﴾۔

www.toobaaelibrary.com

الجامع الصغیر

الجامع الصغیر کے مسائل کو امام محمد نے امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے۔ اس کے مسائل کی تعداد ساڑھے پندرہ سو (1550) کے قریب ہے جس میں ایک سو ساٹھ (۱۶۰) اختلافی ہیں۔ اسے امام محمد سے عیسیٰ بن ابان، ابو سلیمان جوز جانی، ابو حفص الکبیر البخاری، محمد بن سماعہ اور علی بن معبد نے روایت کیا ہے۔ اس کتاب کو امام محمد نے یکجا ضرور کیا ہے لیکن اس کی ترتیب وتبویب ان کی نہیں ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی تائید کتاب الخراج کے مصری نسخے کے مقدمے میں درج بیان کی ہوتی ہے:-

''حمد وصلواۃ کے بعد محمد بن حسن نے فقہ میں یہ کتاب تالیف کی اور اس کا نام الجامع الصغیر رکھا۔ یہ کتب فقہ کی چالیس کتابوں پر مشتمل ہے اور انہوں نے اس کی کسی کتاب کے ابواب قائم نہیں کئے جس طرح کہ المبسوط کے ابواب قائم کئے ہیں ﴿۲۱۸﴾۔

اس کتاب کی تبویب کے سلسلہ میں دو نام لئے جاتے ہیں اور دونوں ہی صحیح ہیں: ایک نام قاضی ابو طاہر دباس کا ہے۔ مصری نسخے کے مقدمے میں جو کتاب الخراج کے حاشیے پر چھپا ہے یہ بھی لکھا ہے:-

'' پھر ان (امام محمد) کے بعد قاضی ابو طاہر دباس نے اس کی تبویب کی اور اسے مرتب کیا'' ﴿۲۱۹﴾۔

اس سلسلہ میں دوسرا نام حسن بن احمد کا ہے، الفوائد البھیہ میں ہے:-

''حسن بن احمد زعفرانی م ۳۴۸ھ، جو کہ بڑے ثقہ امام تھے، نے امام محمد بن حسن کی جامع الصغیر کو مرتب کیا اور جو مسائل امام محمد نے امام ابو یوسف سے روایت کئے تھے اور ان کی تبویب نہیں ہوئی تھی ان کی تبویب کر دی'' ﴿۲۲۰﴾۔

الجامع الکبیر

الجامع الکبیر ایک گراں قدر علمی وفقہی سرمایہ ہے۔ یہ کتاب اپنی ترتیب اور جامعیت کے لحاظ سے بلاشبہ لاجواب ہے۔ ابن شجاع کہتے ہیں کہ اسلام میں فقہ واصول کے فن پر اس سے اچھی اور گراں بہا کوئی اور کتاب نہیں ہے ﴿۲۲۱﴾۔ اخفش جو کہ نحو کے امام تھے کہتے ہیں ''یہ کتاب صرف ونحو اور زبان دانی کے اعتبار سے بھی لاجواب ہے'' ﴿۲۲۲﴾۔ اس کتاب کی تدوین میں امام محمد نے امام ابو یوسف کے علاوہ دیگر فقہاء کے مسائل سے بھی استفادہ کیا ہے۔

امام محمد نے الجامع الکبیر کی دو مرتبہ تالیف کی، پہلی مرتبہ ابو حفص الکبیر البخاری، ابو سلیمان جوز جانی، ھشام بن عبید اللہ الرازی اور محمد بن سماعہ نے امام محمد سے اس کی روایت کی پھر امام محمد نے اس میں مزید ابواب ومسائل داخل

www.toobaaelibrary.com

کر کے کئی ایک مقامات میں عبارت کی ترمیم واصلاح کی جس سے نہ صرف اس کے اسلوب وعبارت میں نکھار پیدا ہوا بلکہ یہ کتاب ہر اعتبار سے جامع بن گئی تو دوسری بار امام محمد کے مذکورہ بالا اصحاب نے اسے پھر ان سے روایت کیا﴿۲۲۳﴾۔ یہ کتاب اپنی اہمیت، جامعیت اور کاملیت کے باعث ہر دور میں فقہاء اور علماء کے پیش نظر رہی اور کثرت سے اس کی شرحیں لکھی گئیں﴿۲۲۴﴾۔

السیر الصغیر والسیر الکبیر

امام محمد کی ان دونوں کتابوں میں احکام جہاد کا بیان ہے کہ کن حالات میں جہاد جائز ہے اور کن حالات میں ناجائز، پھر معاہدات وغیرہ کے احکام مذکور ہیں اور یہ کہ نقض معاہدہ کن صورتوں میں ہوتا ہے اور کون لوگ امان دینے کے اہل ہیں۔ بعدازاں غلامی، فدیہ اور غنائم کے مسائل کا تذکرہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ سے سیر کے احکام کی روایت مشہور ہے۔ امام ابو یوسف نے الرد علی سیر الاوزاعی، حسن بن زیاد اللؤلؤی اور امام محمد نے السیر الصغیر اور السیر الکبیر میں ان مسائل کو روایت کیا ہے۔ السیر الصغیر امام محمد نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے جبکہ اس کے برخلاف السیر الکبیر میں ابو یوسف کی کوئی روایت نہیں ہے۔ اس کتاب کو ابوسلیمان جوزجانی اور اسمٰعیل بن توبہ قزوینی نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اپنے دونوں بیٹوں (امین ومامون) کو اس کی سماعت کا حکم دیا﴿۲۲۵﴾۔

الزیادات

زیادات کی وجہ تالیف وہ زوائد مسائل ہیں جو اس سے قبل ذکر کردہ کتب ظاہر الروایہ میں درج یا روایت ہونے سے رہ گئے تھے۔ زیادات کا نمبر کتب ظاہر الروایہ میں چھٹا ہے۔ بعض علماء اسے کتب ظاہر الروایہ کے درجے میں داخل نہیں سمجھتے جب کہ اس کے برخلاف علماء کی اکثریت اسے کتب ظاہر الروایہ ہی میں شمار کرتی ہے﴿۲۲۶﴾۔

درج بالا کتب ستہ کے علاوہ امام محمد کی دو اور اہم کتابیں ہیں، ایک ''الرّد علی اہل المدینہ'' اور دوسری ''کتاب الآثار''

الرد علی اہل المدینہ

اس کتاب میں امام محمد نے بعض مسائل میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف اور بعض میں اتحاد (اتفاق) کیا ہے۔ بعض مسائل ایسے ہیں جن میں انہوں نے اہل مدینہ کی موافقت کی ہے۔ یہ کتاب بوجوہ نہایت اہم ہے۔

﴿ا﴾ یہ کتاب روایت اور سند کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ اسے امام شافعی نے امام محمد سے اپنی

www.toobaaelibrary.com

کتاب ''الام'' میں بعینہ روایت کیا ہے﴿۲۲۷﴾۔

۲﴾ اس کتاب میں سنت، آثار اور قیاس سے استدلال کیا گیا ہے۔

۳﴾ اس کتاب کو اگر امام شافعی کی تعلیقات اور موازنہ سے ملا دیا جائے تو بجا طور پر اسے فقہ کے تقابلی جائزے کا عنوان دیا جا سکتا ہے۔

۴﴾ اس کتاب کو امام ابو حنیفہ کی مسند کے طور پر بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔

کتاب الآثار

کتاب الآثار میں امام محمد نے اہل عراق کی احادیث اور آثار کو جمع کیا ہے۔ اس میں امام ابو حنیفہ سے موقوف﴿۲۲۸﴾، مرفوع﴿۲۲۹﴾ اور مُرسل﴿۲۳۰﴾ احادیث کی روایت کی گئی ہے۔ کتاب الآثار میں امام ابراہیم نخعی کی بہت سی مرویات بھی شامل ہیں۔ درج بالا دونوں شیوخ کے علاوہ اس میں کم و بیش مزید بیس (۲۰) شیوخ کی روایات بھی ہیں۔ بہت سی روایات میں امام محمد کی کتاب الآثار، امام ابو یوسف کی کتاب الآثار سے مماثلت رکھتی ہے۔ یہ کتاب کئی وجوہات کی بناء پر نہایت اہم اور گراں مایہ ہے:-

۱﴾ اس کتاب کو بطور مسند امام ابو حنیفہ لیا جا سکتا ہے﴿۲۳۱﴾۔

۲﴾ یہ کتاب اس بات کا میزان ہے کہ امام ابو حنیفہ اپنے استدلال میں کس حد تک احادیث و آثار پر اعتماد کرتے تھے اور ان کے ہاں قبول روایت کی شرائط کیا تھیں، اور

۳﴾ اس کتاب میں چونکہ ایسے تمام قضایا اور فتاویٰ جمع ہیں جو نص سے ماخوذ ہیں۔ پھر امام ابو حنیفہ نے ان نصوص کی عِلل کا استنباط کر کے قیاس سے کام لیا ہے اور پھر اصول و فروع پر ان کی بنیاد رکھ کر قواعد وضع کیے ہیں۔اس طرح یہ کتاب اصول اور فقہ میں نمایاں اہمیت کی حامل ہے﴿۲۳۲﴾۔

کتب ستہ، جن کا اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے کے علاوہ متذکرہ بالا دونوں کتب (الرد علیٰ اھل المدینہ اور کتاب الآثار) بھی کتب ظاہر الروایہ میں داخل ہیں﴿۲۳۳﴾۔ یہی کتب فقہ حنفی کا مرجع سمجھی جاتی ہیں۔ اس لحاظ سے چند مستثنیات کو چھوڑ کر جو کچھ ان کتابوں میں ہے وہی حنفی مذہب ہے۔ چنانچہ علمائے احناف نے کثرت سے ان کتابوں کی شرحیں لکھیں ہیں اور مسائل کی تخریج کے اصول بنائے ہیں اور ان پر تفریعات قائم کی ہیں۔ ان کاوشوں کا نتیجہ بدیہی طور پر فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت اور فروغ و ارتقاء کی صورت میں نمودار ہوا۔

تلامذۂ امام محمد

امام محمد کو اپنے علم و تفقہ اور راستی و بلند کرداری کے باعث جلد ہی شہرت عام حاصل ہو گئی اور وہ مرجع عوام بن

www.toobaaelibrary.com

گئے۔ امام محمد مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے۔ وہ دراصل امام ابوحنیفہ کے فضل وکمال، تحقیق واجتہاد اور عرفان وآگہی کے اپنے عہد میں سب سے بڑے وارث اور امام صاحب کی فکر کے امین تھے۔ امام محمد کی تصانیف ہر چہار اطراف و جوانب میں پھیل چکی تھیں۔ بیس برس کی عمر سے انہیں مسند درس سنبھالنے کا اعزاز حاصل ہو چکا تھا۔ طالبان و تشنگان علم وفقہ مملکت کے کونے کونے سے کھنچ کر پروانہ واران کے حلقہ درس کی طرف لپک رہے تھے اور اس سر چشمہ علم وفقہ سے اپنی اپنی پیاس بجھا کر اپنے اپنے علاقوں کو واپس لوٹ کر وہاں پر فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں اپنی مصروفیت اور انہماک ظاہر کر رہے تھے۔ امام محمد کے اصحاب وتلامیذ، ان کے علمی کارناموں اور اخلاف تک حنفی فقہ کے علمی سرمائے کی منتقلی کا ضروری تذکرہ اور اس پر تبصرہ تو حسب موقع آگے آئے گا تاہم ہم یہاں چند اہم اور نمایاں تلامذہ واصحاب کا نام ضرور موقع کی مناسبت سے بیان کریں گے۔

۱) ابراہیم بن رستم ابوبکر المروزی م ۲۱۱ھ ﴿۲۳۴﴾۔
۲) احمد بن حاج ابوعبداللہ العامری النیشاپوری م ۲۲۷ھ ﴿۲۳۵﴾۔
۳) احمد بن حفص المعروف ابی حفص الکبیر البخاری الامام المشہور ﴿۲۳۶﴾۔
۴) احمد بن محمد بن عیسیٰ بن یزید السکن ابوجعفر السکونی ﴿۲۳۷﴾۔
۵) احمد بن محمد بن مہران ابوجعفر ﴿۲۳۸﴾۔
۶) اسمٰعیل بن توبہ ابوسہل القزوینی ﴿۲۳۹﴾۔
۷) اسمٰعیل بن سعید ابواسحاق الطبری الاصل الجرجانی الشالنجی م ۲۳۰ھ/ ۲۴۶ھ ﴿۲۴۰﴾۔
۸) ایوب بن الحسن ابوالحسین النیشاپوری م ۲۵۱ھ ﴿۲۴۱﴾۔
۹) الحسن بن حرب ﴿۲۴۲﴾۔
۱۰) الحسن بن حماد الحضرمی المعروف بسجادۃ ﴿۲۴۳﴾۔
۱۱) الحسن بن مسہر ﴿۲۴۴﴾۔
۱۲) حماد بن سلیمان بن المرزبان ابوسلیمان النیشاپوری ﴿۲۴۵﴾۔
۱۳) خلف بن ایوب العامری البلخی م ۲۲۰ھ ﴿۲۴۶﴾۔
۱۴) داؤد بن رشید م ۲۳۹ھ ﴿۲۴۷﴾۔
۱۵) سلیمان بن شعیب الکیسانی م ۲۷۸ھ ﴿۲۴۸﴾۔
۱۶) شعیب بن سلیمان بن سلیم بن کیسان وشعیب الکیسانی م ۲۰۴ھ ﴿۲۴۹﴾۔
۱۷) عبدالرحمٰن بن علقمہ ابوزید السعدی المروزی ﴿۲۵۰﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۱۸) علی بن معبد بن شداد م ۲۱۸ھ﴿۲۵۱﴾۔
۱۹) عیسیٰ بن ابان بن صدقہ ابو موسیٰ الامام الکبیر م ۲۲۱ھ﴿۲۵۲﴾۔
۲۰) فرات بن نصر ابو جعفر القہندزی م ۲۳۶ھ﴿۲۵۳﴾۔
۲۱) محمد بن سماعہ بن عبداللہ بن ہلال بن وکیع بن بشر التمیمی ابو عبداللہ ولد ۱۳۰ھ م ۲۳۳ھ﴿۲۵۴﴾۔
۲۲) محمد بن علی بن عبدک (عبدک کا نام عبدالکریم الجرجانی تھا)﴿۲۵۵﴾۔
۲۳) محمد بن مقاتل الرازی﴿۲۵۶﴾۔
۲۴) معبد بن شداد﴿۲۵۷﴾۔
۲۵) المعلّٰی بن منصور ابو یحییٰ الرازی م ۲۱۱ھ﴿۲۵۸﴾۔
۲۶) موسیٰ بن سلیمان ابو سلیمان الجوزجانی م ۲۰۱ھ﴿۲۵۹﴾۔
۲۷) موسیٰ بن نصر الرازی ابو سہل﴿۲۶۰﴾۔
۲۸) نصر بن زیاد بن نہیک م ۲۳۳ھ﴿۲۶۱﴾۔
۲۹) یحییٰ بن صالح الوحاظی ابو زکریا ولد ۱۴۹ھ م ۲۲۲ھ﴿۲۶۲﴾۔

☆ امام زفر بن الھذیل ولد ۱۱۰ھ م ۱۵۸ھ

امام زفر بن الھذیل بن قیس العنبری البصری، ابو الھذیل، ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۸ھ میں بصرہ میں بعمر اڑتالیس (۴۸) برس راہی ملک عدم ہوئے﴿۲۶۳﴾۔

امام ابو الھذیل زفر کا شمار امام اعظم کے خاص الخاص اور کبار اصحاب میں ہوتا ہے۔انہوں نے امام صاحب سے ہی فقہ حاصل کی۔ تحصیل فقہ سے ان کا قبل حدیث کی طرف میلان تھا۔امام نووی نے انہیں تہذیب الاسماء و اللغات میں صاحب الحدیث لکھا ہے﴿۲۶۴﴾۔امام ابو حنیفہ نے ان کے خطبۂ نکاح میں ان کے بارے میں فرمایا تھا"ھذا زفر بن الھذیل من ائمۃ المسلمین وعلم من اعلا مھم و شرفہ و حسبہ و علمہ "﴿۲۶۵﴾۔ان کے لئے امام اعظم نے"ھو اقیس اصحابی " کے الفاظ کہے تھے﴿۲۶۶﴾۔اور ابو یوسف کے علاوہ ان کے مرتبہ علم کے بارے میں امام صاحب نے فرمایا تھا"یہ دو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قاضیوں کی تربیت و تہذیب کا کام بھی کر سکتے ہیں"﴿۲۶۷﴾۔ان کے بارے میں" زفر صاحب الرائے ثقہ مامون "﴿۲۶۸﴾،"کان متقنا حافظا"﴿۲۶۹﴾،"کان زفر ذا عقل و دین و فھم وورع و کان ثقہ فی الحدیث"﴿۲۷۰﴾ کے الفاظ اصحاب رجال نے کہے ہیں۔

میزان الاعتدل میں ہے۔

www.toobaaelibrary.com

''زفر بن الھذیل العنبری احد الفقهاء العباد و صدوق و ثقه ابن معین و غیر واحد'' ﴿۲۷۱﴾.

امام زفر ایک عبقری شخصیت تھے۔ وہ نہایت سریع الفہم اور اعلیٰ درجہ کے فقیہہ تھے۔ ان کا حافظہ نہایت عمدہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ فقہ کے مسائل کے چار حافظ تھے جیسے کہ قرآن کے حافظ ہوتے ہیں یعنی امام زفر، یعقوب، اسد بن عمرو اور علی بن مسہر ﴿۲۷۲﴾۔ زفر اور داؤد الطائی میں برادرانہ اتحاد تھا۔ داؤد نے عبادت کے ساتھ خلوت کو اختیار کرلیا جبکہ زفر نے عبادت کے ساتھ خلوت اور جلوت کو جمع کرلیا ﴿۲۷۳﴾۔

امام زفر کے سامنے قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن انہوں نے اس سے انکار کر دیا ﴿۲۷۴﴾ اور ابوحنیفہ کے طریقے پر ہمیشہ تعلیم و تعلم میں یکسو رہے۔ ان کی مجلس درس اپنی فیوض و برکات میں بے مثال تھی۔ وکیع کہتے ہیں کہ میں نے جتنا فیضِ مجلسِ زفر سے حاصل کیا اور کہیں سے حاصل نہیں کیا ﴿۲۷۵﴾۔

فقہ حنفی کی نشرواشاعت میں ان کے فہم و تدبر اور فکر عالی کا نہایت اہم کردار ہے۔ الکردری بصرہ میں فقہ حنفی کے نشروشیوع میں ان کے کردار اور فہم عالی کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ یوسف بن خالد السمتی کا شمار امام ابوحنیفہ کے کبار اصحاب میں ہوتا تھا۔ یہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ امام ابوحنیفہ سے کوفہ آکر علم حاصل کیا اور تحصیل علم کے بعد بصرہ واپس جانے لگے تو امام اعظم نے نصیحت کی کہ اب تم بصرہ جاؤ گے تو تمہارا واسطہ ایسے لوگوں سے ہوگا جو تم سے پہلے مسند علم و فضل کے حامل ہوں گے لہٰذا تم مسند درس سنبھالنے کی جلدی نہ کرنا کہ یہ بیٹھ کر کہنے لگو کہ ابوحنیفہ نے ایسا کہا اور ابوحنیفہ نے یہ کہا۔ اگر ایسا کرو گے تو وہاں جم نہ سکو گے اور نکال دیئے جاؤ گے۔ یوسف بصرہ پہنچے، علم وافر تھا، امام صاحب کی نصیحت ذہن سے محو ہوگئی، جلد ہی مسند درس سنبھال کر امام ابوحنیفہ کے اقوال بیان کرنے لگے۔ عثمان بتیؒ بصرہ کے مشہور امام اور محدث تھے۔ یوسف نے ان کے اصحاب و تلامذہ سے بحثیں کیں اور انہیں امام ابوحنیفہ کے دلائل سے مغلوب کرنا چاہا۔ ان لوگوں سے برداشت نہ ہوسکا اور وہ مخالفت پر اتر آئے یہاں تک کہ انہیں مسجد سے اٹھا دیا گیا، یہ خاموش ہوگئے۔ پھر امام زفر تک کسی کو وہاں جرأت نہ ہوئی کہ وہاں فقہ حنفی کا نام بھی لیتا۔ جب امام زفر بصرہ پہنچے تو چونکہ دماغ عالی تھا۔ انہوں نے فقہ حنفی کے فروغ اور نشر کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ امام زفر وہاں کے شیوخ کی مجلس میں جاتے، ان کے مسائل سنتے اور ان کی اصل کے خلاف کچھ فروعی مسائل نکال کر سوال کرتے کہ آپ نے ان مسائل میں اپنی اصل کو کیوں چھوڑ دیا۔ عثمان بتیؒ اور ان کے اصحاب و تلامذہ جواب سے عاجز ہوتے تو کہتے کہ اس باب میں دوسری اصل اس اصل سے بہتر ہے، اور دلائل سے اس کی بہتری اور جامعیت منوا لیتے۔ جب وہ مان جاتے تو کہتے کہ یہ اصل امام ابوحنیفہ کی قائم کی ہوئی ہے۔ پھر کبھی ایسا کرتے کہ ان ہی مشائخ بصرہ کے اقوال کے اثبات میں ایسے دلائل دیتے جو ان کے دلائل سے زیادہ قوی ہوتے،

www.toobaaelibrary.com

وہ اس پر خوش ہوتے تب امام زفر کہتے کہ یہاں ایک دوسرا قول بھی ہے جو تمہارے اقوال کے علاوہ ہے، اس کو بیان کر کے اس کے لئے اور بھی زیادہ اعلیٰ اور قوی دلائل دیتے، جب وہ تسلیم کر لیتے تو بتلاتے کہ یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہے۔ وہ بے ساختہ کہہ اٹھتے کہ یہ قول واقعی بہت اچھا ہے خواہ یہ کسی کا بھی ہو۔ اس طرح امام زفر لوگوں کے ذہنوں اور دلوں کو برابر امام ابوحنیفہ کے اقوال سے مانوس کرتے رہے یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں عثمان بتی جیسے شیوخ کو ان کے تلامذہ چھوڑ کر امام زُفر کے حلقۂ دَرس میں شامل ہو گئے ﴿۲۷۶﴾۔ یوں بجا طور پر امام زفر کے حسن تدبّر اور سیاست سے بصرہ میں فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت ممکن ہوئی، اور یہاں بھی بغداد و کوفہ اور دیگر بلاد اسلامیہ کی طرح فقہ حنفی کا طوطی بولنے لگا۔

الکردری لکھتے ہیں۔

"کان زفر شدید الورع و الاجتهاد و العبادة قلیل الکتاب یحفظ ما یسمع حسن القیاس" ﴿۲۷۷﴾۔

یوں امام زفر نے تصنیف و تالیف کی راہ کی بجائے درس و تدریس کے طریقے کو اپنایا۔ شبلی لکھتے ہیں کہ فقہ میں ان کا رتبہ اگرچہ امام محمد سے زیادہ مانا جاتا ہے لیکن چونکہ ان کی کوئی تصنیف موجود نہیں اور ان کے حالات بھی بہت کم معلوم ہیں اس لئے انہیں صاحبین سے مؤخر رکھا جاتا ہے ﴿۲۷۸﴾۔

تلامذۂ امام زفر

ذیل میں ہم چند اصحاب و تلامذۂ امام زفر کے نام دے رہے ہیں جو فقہ حنفی کے شیوع میں ان کے معاون رہے۔

۱) خلف بن ایوب العامری البلخی م ۲۱۰ھ ﴿۲۷۹﴾۔

۲) شداد بن حکیم البلخی م ۲۱۰ھ ﴿۲۸۰﴾۔

۳) عبیداللہ بن عبدالمجید ﴿۲۸۱﴾۔

۴) محمد بن بسطام السھمی ﴿۲۸۲﴾۔

۵) محمد بن عبداللہ بن عبدالمثنیٰ بن عبداللہ بن انس بن مالک ابوعبداللہ الانصاری، القاضی، م ۲۱۵ھ، اکبر شیخ امام بخاری ﴿۲۸۳﴾۔

۶) محمد البصری ﴿۲۸۴﴾۔

۷) النعمان بن عبدالسلام بن حبیب ال النیشاپوری م ۱۸۳ھ ﴿۲۸۵﴾۔

۸) ھلال بن یحییٰ بن مسلم الرأی البصری م ۲۴۰ھ ﴿۲۸۶﴾۔

www.toobaaelibrary.com

☆امام حسن بن زیاد اللؤلؤی م ۲۰۴ھ

امام حسن بن زیاد اللؤلؤی ابو علی کوفہ کے رہنے والے اور انصار کے آزاد کردہ غلام تھے ﴿۲۸۷﴾۔ امام ابو حنیفہ کی رحلت کے بعد پہلے امام ابو یوسف اور پھر امام محمد کے اصحاب میں شامل ہو گئے ﴿۲۸۸﴾۔ آپ ایک بیدار مغز، دانش مند فقیہہ اور شریف النفس انسان تھے ﴿۲۸۹﴾۔ ۱۹۴ھ میں حفص بن غیاث کی رحلت کے بعد کوفہ کی مسند قضاء پر ان کا تقرر کیا گیا لیکن جلد ہی امام حسن نے اس منصب سے استعفیٰ دے دیا ﴿۲۹۰﴾۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حد درجہ محب اور متبع تھے ﴿۲۹۱﴾۔ نہایت اعلیٰ کردار کے حامل تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو فتویٰ دیا پھر جانا کہ مجھ سے خطا ہوئی تو منادی کرادی کہ میں نے فلاں روز فلاں مسئلے کے جواب میں خطا کی تھی جس نے مجھ سے مسئلہ پوچھا تھا آ کر تصحیح کر لے ﴿۲۹۲﴾۔ محمد بن سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن زیاد کو کہتے سنا ہے کہ میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار ایسی احادیث لکھی ہیں جن میں سے ہر ایک کا ہر فقیہہ محتاج ہے ﴿۲۹۳﴾۔ امام حسن بن زیاد امام ابوحنیفہ کی روایات کے حافظ تھے ﴿۲۹۴﴾۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے حسن بن زیاد سے افقہ کسی کو نہیں پایا ﴿۲۹۵﴾۔ شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ امام حسن بن زیاد سوال اور تفریع میں مقدم تھے ﴿۲۹۶﴾۔

امام حسن کی مجلس درس نہایت وسیع، بابرکت اور فیوض و برکات کی حامل تھی۔ ان کی تدریسی مصروفیات اور فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں غایت درجہ اشتغال وانہماک کا اندازہ نصیر بن یحییٰ کی روایت سے ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ امام حسن بن زیاد نے دن کو مختلف اوقات میں بانٹا ہوا تھا۔ صبح سے ہی ان کی مجلس درس کا آغاز ہو جاتا تھا۔ نماز فجر کے بعد سے زوال تک مسائل کی تفریعات میں مذاکرہ ہوتا رہتا، پھر امام حسن بن زیاد گھر چلے جاتے اور ظہر تک گھر میں رہ کر ضروری امور نمٹاتے پھر ظہر کے لئے نکلتے اور ظہر کی نماز کے بعد سے لے کر عصر تک مجلس واقعات برپا رہتی۔ پھر عصر کی نماز ادا کر کے امام حسن ہمارے سامنے بیٹھ جاتے اور اصول میں ہم سے غروب آفتاب تک مناظرہ کرتے، پھر مغرب کی نماز پڑھ کر گھر چلے جاتے۔ پھر جب گھر سے نکلتے تو عشاء تک ہم سے مذاکرہ کرتے جب نماز عشاء پڑھ لیتے تو مسائل الدور والوصایا کے لئے ایک تہائی رات گزرنے تک بیٹھ رہتے ﴿۲۹۷﴾۔ وہ کسی لحہ علم کے فروغ سے فارغ نہ ہوتے حتیٰ کہ آپ کی ایک لونڈی تھی (جو کہ یقیناً عالمہ ہو گی) جو امام حسن بن زیاد کو کھانے، وضو اور دیگر امور میں مشغولیت کے وقت مسائل بتاتی رہتی حتیٰ کہ امام حسن ضروری مشغولیات سے فراغت حاصل کر لیتے ﴿۲۹۸﴾۔ اس غایت درجہ کی مصروفیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام حسن بن زیاد کی زندگی کا ہر ہر لحہ فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں بسر ہو رہا تھا اور وہ اپنے استاد امام ابوحنیفہ کا علم پھیلانے میں ہمہ تن مصروف اور یکسو تھے۔

امام حسن بن زیاد نے فقہ حنفی پر کتب تالیف کی ہیں۔ ابن الندیم نے ان کی درج ذیل کتب کے نام

www.toobaaelibrary.com

دیئے ہیں:-

کتاب المجرد (لابی حنیفہ روایۃ)، الامالی، کتاب ادب القاضی، کتاب الخصال، کتاب معانی الایمان، کتاب النفقات، کتاب الخراج، کتاب الفرائض اور کتاب الوصایا (۲۹۹)۔ لیکن ان کی آراء اور کتب کو وہ مقام اور درجہ حاصل نہ ہو سکا جو امام محمد کی کتب اور آراء کو حاصل ہوا۔

تلامذہ امام حسن بن زیاد

۱) اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ القاضی م ۲۱۲ھ (۳۰۰)۔

۲) حسن بن بشر بن القاسم القاضی م ۲۴۴ھ (۳۰۱)۔

۳) عمرو بن مہیر الخصاف الامام (۳۰۲)۔

۴) محمد بن شجاع الثلجی م ۲۶۶ھ (۳۰۳)۔

دیگر تلامذۂ امام ابو حنیفہ

مشاہیر تلامذہ کے تذکرے اور فقہ حنفی کے فروغ وارتقاء میں ان کے کردار کو زیر بحث لانے کے بعد اب ہم ذیل میں امام ابو حنیفہ کے ان چند خاص الخاص اصحاب وتلامذہ کا اجمالی تذکرہ کریں گے جن سے علمی دنیا میں تالیف وتصنیف وتدریس اور سند وروایت کا سلسلہ چلا۔ بالفاظ دیگر ہم فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں ان کے کردار کو موضوع بحث بنائیں گے۔ ہم اس بحث کو مکانی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔ پہلے حصے میں وسط ایشیا کے علاوہ دیگر بلاد وامصار سے تعلق رکھنے والے شہیر تلامذہ کے نام دیں گے، کیونکہ اصلاً ہمارے موضوع کا تعلق وسط ایشیا میں فقہ حنفی کے فروغ وارتقاء سے متعلق ہے اور ہم طوالت بے جا کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ بعد ازاں وسط ایشیا سے تعلق رکھنے والے اصحاب وتلامیذ کا اس علاقے میں فقہ حنفی کے فروغ کے سلسلے میں کردار متعین کیا جائے گا۔ اثنائے بحث میں ہم مختلف علاقوں میں فقہ حنفی کے فروغ کا بحیثیت مجموعی بھی ذکر کریں گے۔ بلاشبہ تلامذۂ امام کی تعداد حد شمار سے باہر ہے اور واقعات وامثال بھی اس حساب سے بے شمار ہیں لیکن ہم کوشش کریں گے کہ اختصار اور جامعیت اور موضوع کی حدود کو پیش نظر رکھتے ہوئے کم از کم تصریحات اور واقعات سے فقہ حنفی کے فروغ وارتقاء کی منظر کشی کر دیں۔

وسط ایشیا کے علاوہ دیگر علاقوں کے تلامذہ

کچھ تلامذۂ امام کا تذکرہ ارکان مجلس تدوین کے ضمن میں بھی ہو چکا ہے، تکرار سے بچتے ہوئے ہم دیگر تلامذہ کے نام دیں گے۔ تلامذۂ امام کی ایک فہرست الکردری سے مناقب الامام ابو حنیفہ ج ۲ میں ص ۲۱۹ تا

www.toobaaelibrary.com

۲۴۴ بھی دی ہے۔

۱) ھوزہ بن خلیفہ بن عبداللہ ثقفی ﴿۳۰۴﴾۔
۲) ھریم بن سفیان البجلی ابو محمد الکوفی ﴿۳۰۵﴾۔
۳) محمد بن میمون ابو حمزہ السکری م ۱۶۸ھ ﴿۳۰۶﴾۔
۴) شعیب بن اسحاق الدمشقی م ۱۹۸ھ ﴿۳۰۷﴾۔
۵) موسیٰ بن نافع الاسدی ابوشھاب الحناط ﴿۳۰۸﴾۔
۶) عبدالمجید بن عبدالرحمٰن الحمانی م ۲۰۲ھ ﴿۳۰۹﴾۔
۷) یونس بن بکیر م ۱۹۹ھ ﴿۳۱۰﴾۔
۸) ابو غالب نضر بن عبداللہ الازدی ﴿۳۱۱﴾۔
۹) مصعب بن المقدام م ۲۰۳ھ ﴿۳۱۲﴾۔
۱۰) محمد بن خالد الوھبی ویقال ابن موسیٰ ﴿۳۱۳﴾۔
۱۱) قاسم بن الحکم العرنی م ۲۰۸ھ، قاضی ھمدان ﴿۳۱۴﴾۔
۱۲) عبدالرزاق بن ھمام م ۲۱۱ھ ﴿۳۱۵﴾۔
۱۳) صلت بن الحجاج الکوفی ﴿۳۱۶﴾۔
۱۴) عمرو بن محمد العنقزی م ۱۹۹ھ ﴿۳۱۷﴾۔
۱۵) علی بن عاصم الواسطی ﴿۳۱۸﴾۔
۱۶) عبیداللہ بن موسیٰ ﴿۳۱۹﴾۔
۱۷) عبداللہ بن عمرو الرقی ﴿۳۲۰﴾۔
۱۸) صباح بن محارب التیمی الکوفی ﴿۳۲۱﴾۔
۱۹) ابراہیم بن محمد ابواسحٰق الفزاری م ۱۸۶ھ ﴿۳۲۲﴾۔
۲۰) عبدالسلام بن حرب بن سلم کوفی م ۱۸۷ھ ﴿۳۲۳﴾۔
۲۱) عیسیٰ بن یونس السبیعی م ۱۸۹ھ ﴿۳۲۴﴾۔
۲۲) ولید بن مسلم دمشقی م ۱۹۵ھ ﴿۳۲۵﴾۔
۲۳) حمزہ بن حبیب الزیات قاری ﴿۳۲۶﴾۔
۲۴) ابوقطن عمرو بن الھیثم القطعی البصری ﴿۳۲۷﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۲۵) عائذ بن حبیب العبسی ﴿۳۲۸﴾۔

۲۶) ابو نعیم فضل بن دکین ﴿۳۲۹﴾۔

۲۷) عبدالوارث م ۱۸۰ھ بن سعید ابن ذکوان البصری ﴿۳۳۰﴾۔

۲۸) عباد بن العوام م ۱۸۵ھ ﴿۳۳۱﴾۔

۲۹) محمد بن بشر العبدی ﴿۳۳۲﴾۔

۳۰) المعافی بن عمران الموصلی م ۲۰۴ھ ﴿۳۳۳﴾۔

۳۱) یزید بن زریع ﴿۳۳۴﴾۔

۳۲) محمد بن ربیعہ ﴿۳۳۵﴾۔

۳۳) محمد بن خازم ﴿۳۳۶﴾۔

۳۴) محمد بن عمر الواقدی ﴿۳۳۷﴾۔

۳۵) محمد بن یزید الواسطی ﴿۳۳۸﴾۔

۳۶) محمد بن صبیح بن السماک ﴿۳۳۹﴾۔

۳۷) محمد بن عبید اللہ ابو عبید اللہ الطنافسی الکوفی م ۲۰۳ھ ﴿۳۴۰﴾۔

۳۸) محمد بن جعفر ابو عبداللہ البصری ﴿۳۴۱﴾۔

۳۹) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم ﴿۳۴۲﴾۔

۴۰) اسرائیل بن یونس ابی اسحاق السبیعی ﴿۳۴۳﴾۔

۴۱) الحسن بن عمارہ م ۱۵۳ھ ﴿۳۴۴﴾۔

۴۲) حکام بن سلمہ ﴿۳۴۵﴾۔

۴۳) الحسن بن فرات التیمی ﴿۳۴۶﴾۔

۴۴) الحسن بن المسیب ﴿۳۴۷﴾۔

۴۵) خالد بن عبداللہ الواسطی ﴿۳۴۸﴾۔

۴۶) زائد بن قدامہ ﴿۳۴۹﴾۔

۴۷) شیخ الاسلام مقری ﴿۳۵۰﴾۔

درج بالا تلامذہ واصحاب امام ابو حنیفہ کا تعلق وسط ایشیا کے علاوہ دیگر علاقوں سے ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کتب حدیث میں امام صاحب سے روایت کی ہے اور فقہ حنفی کے فروغ وشیوع کا ذریعہ بنے۔ امام صاحب کے

www.toobaaelibrary.com

ارشد تلامذہ میں ایک نام عبداللہ بن فروخ الخراسانی ولد ۱۱۵ھ کا بھی ہے۔ یہ ۱۷۴ھ میں مصر چلے گئے تھے اور وہاں سے افریقہ کے مشہور شہر قیروان گئے، مقریزی نے کتاب الخطط میں لکھا ہے کہ افریقہ میں لوگ پہلے کسی خاص مسلک کے پابند نہ تھے عبداللہ بن فروخ نے امام ابوحنیفہ کے مذہب کو افریقہ میں پھیلایا ﴿۳۵۱﴾۔ موفق، عبداللہ بن عبیداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں (عبداللہ) نے اپنے والد (عبیداللہ) کو دیکھا کہ مسجد حرام میں ایک شخص سے بحث کر رہے ہیں۔ یہ ایک پردیسی مسافر معلوم ہوتا تھا لیکن باتیں بڑے پتے کی پوچھ رہا تھا۔ میرے والد نے اس کے سوالات کی گہرائیوں کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اس کا تعلق کہاں سے ہے؟۔ اس نے کہا کہ میرا وطن طنجہ ہے۔ (طنجہ اس زمانے میں اسلام کی حدود کا آخری علاقہ تھا اور مکہ معظمہ سے ہزاروں میل دور تھا)۔ میرے والد نے اس سے پوچھا کہ یہ باتیں تمہیں کس کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہیں جو تم پوچھ رہے ہو؟۔ اس نے کہا کہ ابوحنیفہ کے اقوال سے، اور آخر میں اس نے کہا کہ ہمارے ہاں امام مالک اور امام اوزاعی کے اقوال کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے لیکن فتویٰ عموماً امام ابوحنیفہ کے قول پر دیا جاتا ہے ﴿۳۵۲﴾۔

مصنف الفوائد البھیہ لکھتے ہیں:۔

”وشاع مذهب ابی حنيفة الى بلاد بعيدة و مدن عديدة كنواحی بغداد و مصر و الروم وبلخ و بخارا و سمر قند و اصبهان و شيراز و آذربيجان و جرجان و زنجان و طوس وبسطام و استرا بادو مرغينان و فرغانه و دامغان و خوارزم و غزنه و كرمان و اكثر بلاد الهند و السند والدكن و بعض بلا داليمن و غيرها من الاطراف الشاسعة والا كناف الواسعة“ ﴿۳۵۳﴾۔

وسط ایشیا کے نامور تلامذہ

بلاشبہ مشرق و مغرب کے بڑے بڑے شہروں میں سے کوئی ایسا شہر نہ تھا جہاں فقہ حنفی کا چلن نہ ہو اور جہاں کے اہل علم اپنے اپنے علاقوں میں اس فقہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف و منہمک نہ ہوں۔ گیلانی لکھتے ہیں کہ مغربی علاقوں کی نسبت مشرقی علاقوں میں لوگوں کا رجحان امام ابوحنیفہ اور فقہ حنفی کی طرف زیادہ تھا ﴿۳۵۴﴾۔ ہمارے خیال میں گیلانی کی رائے صائب ہے، واقعتاً اس وقت ایسا ہی احوال تھا۔ ذیل میں اب ہم وسط ایشیا سے تعلق رکھنے والے اصحاب و تلامذۂ امام ابوحنیفہ کا ضروری تذکرہ کریں گے اور بتائیں گے کہ ان علاقوں میں روایت حدیث اور فروغ فقہ حنفی میں ان کا کردار کیا تھا۔

ابراہیم بن طہمان م ۱۶۳ھ

الامام الحافظ، عالم خراسان، صحیح الحدیث اور کثیر الروایت تھے۔ اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔ امام یحییٰ بن اکثم ان کو ”اوثق“ اور ”اوسع العلم“ کہتے تھے۔ انہوں نے صفوان بن سلیم اور امام ابوحنیفہ سے

www.toobaaelibrary.com

روایت کی ہے۔ اسحق ابن راھویہ نے انہیں صحیح الحدیث اور کہا ہے کہ خراسان میں ان جیسا عالم نہ تھا۔ خراسان میں اکثر احادیث ان کی ہی روایت کردہ ہیں۔ مسانید الامام میں ان کی روایات ہیں ﴿۳۵۵﴾۔

توبہ بن سعد

اہل مرو کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے تھے اور امام صاحب سے ہی فقہ حاصل کی۔ مرو کے قاضی تھے ﴿۳۵۶﴾ اور فقہ حنفی کے فروغ و شیوع میں سرگرم تھے۔

الجارود بن ضحاک

ابوالضحاک الجارود بن یزید نیشاپوری، امام ابوحنیفہ کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ یہ فقیہہ تھے ﴿۳۵۷﴾ اور ان کی اولاد میں سے ان کے بیٹے سلمہ، پوتے نضر اور پڑپوتے محمد سب کے سب فقیہہ و فاضل تھے ﴿۳۵۸﴾۔ خطیب نے ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

الجامع نوح بن ابی مریم

ابوعصمہ المروزی نوح بن ابی مریم الجامع م ۱۷۳ھ قاضی اور عالم اہل مرو تھے۔ الجامع ان کا لقب تھا اور اس کی دو وجہیں بیان کی جاتی ہیں: ایک یہ کہ ان کا شمار فقہ حنفی کے جامعین میں ہوتا ہے، ہم نے مجلس تدوین فقہ کے ارکان میں ان کا نام دیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ جامع العلوم شخصیت تھے اور ان کے ہاں چار مجلسیں: مجلس اثر، مجلس اقاویل ابی حنیفہ، مجلس نحو اور مجلس شعر برپا رہتی تھیں۔ نوح، امام زہری اور مقاتل بن حیان سے روایات کرتے تھے۔ خلیفہ منصور کے زمانے میں انہیں مرو کا قاضی بنایا گیا اور یہ تاحیات اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ جب یہ مرو میں قاضی تھے تو امام ابوحنیفہ نے انہیں نصائح پر مشتمل ایک خط لکھا تھا۔ ابوعصمہ نے امام ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ سے فقہ حاصل کی۔ حدیث، حجاج بن ارطاۃ سے روایت کی۔ تفسیر الکلبی اور مقاتل (بن حیان) سے پڑھی اور مغازی ابن اسحاق سے۔ ان سے نعیم بن حماد نے، جو کہ امام بخاری کے شیخ تھے، حدیث روایت کی ہے۔ ان سے جماعت کثیر اور جم غفیر نے علم حاصل کیا ﴿۳۵۹﴾۔

جریر بن عبدالحمید الرازی ولد ۱۱۰ھ م ۱۸۰ھ

ابوعبداللہ جریر بن عبدالحمید نے امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی اور یحییٰ بن سعید الانصاری، امام مالک، امام ثوری اور الاعمش میں سے حدیث سنی۔ ان سے عبداللہ بن المبارک، قتیبہ، احمد اور ابن المدینی نے حدیث روایت کی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ ثقہ اور کثیر العلم تھے اور لوگ ان سے علم حاصل کرنے دور دراز سے آیا کرتے تھے۔ طبری کہتے ہیں کہ ان کی ثقاہت پر اجماع ہے۔ ان سے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے ﴿۳۶۰﴾۔

www.toobaaelibrary.com

حسن بن سلیمان بلخی

ان کا شمار بلخ کے کبار فقہاء میں ہوتا تھا۔ امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی۔ بلخ بن ایوب جوان کے شاگرد تھے کہتے ہیں کہ ''ہم نے ان کے پاس امام ابوحنیفہ کا بہت سا علم پایا اور ان کے مصحف سے ہم نے احادیث لکھی ہیں'' ﴿۳۶۱﴾۔

حسن بن محمد بلخی

ابومحمد حسن بن محمد البلخی امام اہل بلخ تھے۔ خطیب نے ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے تھے۔ امام صاحب سے سماعت حدیث کی اور امام صاحب سے ہی فقہ حاصل کی ﴿۳۶۲﴾۔

حفص بن مسلم

ابومقاتل سمرقندی حفص بن مسلم امام ابوحنیفہ کے ساتھ بہت طویل عرصہ تک رہے۔ یہ اہل سمرقند کے امام تھے۔ یہ اکثر امام ابوحنیفہؒ سے ہی روایت حدیث وفقہ کرتے تھے۔ ابومقاتل نے تقریباً ان ہی مشائخ سے سماعت حدیث کی ہے جن سے امام ابوحنیفہ نے سماعت کی؛ مثلاً ایوب سختیانی، عمرو بن عبید، ھشام بن حسان، سعید بن ابی عروبہ، عمرو بن دینار وغیرہ۔ موفق اور الکردری لکھتے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے علم کو ماوراء النھر میں پھیلایا ﴿۳۶۳﴾۔ ان کے ساتھ اسحاق بن ابراہیم قاضی سمرقند ﴿۳۶۴﴾ اور یونس بن صبیح سمرقندی ﴿۳۶۵﴾ بھی فروغ وشیوع فقہ حنفی میں مصروف عمل تھے۔

عبداللہ بن المبارک م ۱۸۱ھ

ابوعبدالرحمٰن المروزی الحنظلی، عبداللہ بن المبارک الامام الربانی الزاھد (ولد ۱۱۸ھ م ۱۸۱ھ) کا شمار امام ابوحنیفہؒ کے خاص الخاص اصحاب میں ہوتا تھا۔ عبداللہ بن المبارک کی والدہ خوارزم کی تھیں اور والد ترکی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی اور حدیث سنی۔ امام صاحب کے علاوہ سفیانین (سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ) سے بھی حدیث سنی۔ ان سے امام محمد بن الحسن اور ابن مہدی نے روایت کی ہے۔ امام عبداللہ بن المبارک کی ذات میں علم، فقہ، ادب، نحو، لغت، زہد، شعر، فصاحت، ورع، انصاف، قیام اللیل، عبادت، سلامتی رائے اور قلت کلام جیسی صفات جمع تھیں۔ امام موصوف مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔ صحاح ستہ کے ائمہ رواۃ و اجل شیوخ میں ابن المبارک جلیل القدر امام حدیث تھے۔ ابن مہدی، جو کہ ان سے روایت کرتے تھے اور امام بخاری کے شیخ تھے، نے انہیں چار کبار ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔ امیر المومنین فی الحدیث ان کا لقب تھا۔ ابن مہدی کہتے ہیں کہ جس حدیث کو ابن مبارک نہ جانتے ہوں ہم بھی اسے نہیں پہچانتے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ

www.toobaaelibrary.com

اپنے زمانہ میں ان سے زیادہ علم کو جمع کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ صاحب حدیث حافظ تھے۔ان کی کتابوں میں بیس ہزار (۲۰،۰۰۰) احادیث موجود تھیں۔امام نسائی کا قول ہے کہ ابن مبارک کے زمانہ میں ان سے زیادہ جلیل القدر ،بلند مرتبہ اور تمام خصائل کا جامع ہمارے علم میں نہیں۔باوجود اپنے بلند مرتبہ کے ابن المبارک نے امام ابوحنیفہ کی صحبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔خطیب لکھتے ہیں کہ امام صاحب کی وفات تک یہ امام صاحب سے جدا نہ ہوئے ﴿۳۶۶﴾۔

ابن المبارک امام ابوحنیفہ سے تلمذ پر فخر کرتے تھے۔امام ابوحنیفہ سے مسانید میں بکثرت ان کی روایات موجود ہیں۔انہوں نے بہت سی کتب تصنیف کیں۔سفیان سے کسی مشرقی باشندے نے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے حیرت سے اس سے کہا کہ کیا تم میں عبداللہ بن المبارک، جو اہل مشرق و مغرب میں سب سے زیادہ عالم ہیں، نہیں ہیں جو تم مجھ سے مسئلہ پوچھتے ؟ ﴿۳۶۷﴾۔

امام عبداللہ بن المبارک سے ایک جماعت کثیر نے روایت کی ہے۔اس طرح ابن المبارک نے وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں سرگرمی سے حصہ لیا۔

عبدالعزیز بن خالد ترمذی

امام اہل ترمذ و صغانیاں عبدالعزیز بن خالد الترمذی امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے تھے۔ان کا شمار امام نوح بن ابی مریم الجامع کے اقران میں ہوتا تھا ﴿۳۶۸﴾۔یہ مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔وسط ایشیا میں فقہ حنفی کے فروغ وشیوع میں ان کا کردار نہایت اہم ہے۔موفق لکھتے ہیں،

"عبد العزیز بن خالد امام اهل ترمذ و صغانیان وقاضیهم وقد تفقه علی ابی حنیفة و کتب کتبه و حملها و بثها بخراسان" ﴿۳۶۹﴾.

عمرو بن میمون بلخی

خطیب نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے ابوعلی عمرو بن میمون بلخ کے قاضی تھے۔ابوعمرو المستملی نے کہا ہے کہ یہ بغداد آئے، مجالس امام میں حاضر ہوئے اور امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی۔ان سے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر اور خلق کثیر نے روایت کی ہے۔خطیب لکھتے ہیں کہ یہ بلخ کی قضاء پر بیس سال تک فائز رہے۔یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔مزی نے تہذیب الکمال میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ترمذی نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔یہ بلخ میں ۱۹۱ ھ میں راہی ملک عدم ہوئے۔ یہ امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے ﴿۳۷۰﴾۔ بلخ میں جو دار الفقہ تھا، ان کی اور ان جیسے دوسرے بہت سے اصحاب امام اعظم کی کوششوں سے فقہ حنفی کا گڑھ بن گیا تھا۔

www.toobaaelibrary.com

عیسیٰ بن موسیٰ

عیسیٰ بن موسیٰ م ۱۸۶ھ ابواحمد التیمی الغنجار الکبیر البخاری، بخارا کے رہنے والے اور اہل بخارا کے امام تھے۔ امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی اور اسے وسط ایشیا میں پھیلایا۔ بخارا میں فقہ حنفی کے فروغ میں ان کی خدمات اور کردار کا اعتراف الکردری نے "بث علم الامام بما وراء النهر" ﴿۳۷۱﴾ کے الفاظ سے کیا ہے۔ جامع المسانید میں انہوں نے امام اعظم سے روایت کی ہے﴿۳۷۲﴾۔

فضل بن موسیٰ السینانی

ابوعبداللہ، فضل بن موسیٰ السینانی، ۱۱۵ھ میں سینان، مرو کے ایک قریے، میں تولد ہوئے۔ یہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تھے۔ علم اور عمر میں ان کا شمار امام ابن المبارک کے اقران میں ہوتا تھا۔ یہ مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے، تہذیب التہذیب میں ہے کہ ان سے اسحاق بن راہویہ، محمود بن غیلان، یحییٰ بن اکثم اور علی بن حجر نے روایت کی ہے۔ ذھبی نے میزان الاعتدال میں ان کا تذکرہ علماء ثقات میں کیا ہے۔ ان سے خلق کثیر نے روایت کی ہے۔ اپنے عہد میں ان کی ذات مرجع خلائق تھی اور دور دور سے لوگ ان کے علم و فضل کے باعث ان سے علم حاصل کرنے آتے تھے﴿۳۷۳﴾۔

فضیل بن عیاض

ابوعلی فضیل بن عیاض م ۱۸۷ھ عالم، زاہد اور فقیہ و فاضل تھے۔ محدث صیمری لکھتے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی اور ان سے ہی روایت کرتے تھے۔ یہ مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے۔ ان سے امام شافعی نے روایت کی ہے۔ اس طرح فضیل بن عیاض نے ایک عظیم امام (ابوحنیفہ) سے روایت کی اور ان سے ایک عظیم امام (شافعی) نے روایت کی، اور یہ خود بھی امام عظیم تھے۔ ان سے دو عظیم اماموں، بخاری اور مسلم نے بھی روایت کی ہے۔ ذھبی نے ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ فضیل خراسان (ابیورد) میں پیدا ہوئے۔ کبر سنی میں کوفہ آئے، منصور سے حدیث سنی، بعد میں تعبد کی راہ اختیار کر لی اور مکہ چلے آئے یہیں ۱۸۷ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔ ان سے اصحاب سنن نے روایت کی ہے۔ ان سے القطان، ابن مہدی (شیخ کبیر امام بخاری) اور خلق کثیر نے روایت کی ہے﴿۳۷۴﴾۔

کنانہ بن جبلہ الھروی

امام اہل ھرات کنانہ بن جبلہ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ امام صاحب سے فقہ اخذ کی۔ موفق لکھتے ہیں:۔

www.toobaaelibrary.com

"كنانه بن جبله الهروى امام اهل هراة اكثر عن ابى حنيفة رواية الحديث و نشر فقهه بهراة"﴿۳۷۵﴾۔

فقہ حنفی کے ھرات میں نشر و فروغ میں ان کے کردار کا اعتراف موفق کی درج بالا تصریح سے ہوتا ہے۔

المتوکل بن حمران

المتوکل بن حمران، امام اہل بلخ تھے۔ بلخ کے زھاد اور کبار فقہاء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ امام ابوحنیفہ نے ان کی تعریف کی ہے۔ متوکل کہتے ہیں کہ میں چار سال امام ابوحنیفہ کی صحبت میں رہا﴿۳۷۶﴾۔ یوں متوکل نے امام اعظم سے علم حاصل کر کے بلخ میں اس کی نشر و اشاعت کی۔

معروف بن حسان

معروف بن حسان اہل سمرقند کے امام تھے، امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ موفق لکھتے ہیں:۔

"وهم الذين نقلوا علم ابى حنيفة الى سمرقند و نشروه بما وراء النهر وهم مع فقههم ائمة الحديث بما وراء النهر"﴿۳۷۷﴾۔

یعنی یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے فقہ حنفی کو سمرقند و ماوراء النھر میں پھیلایا اور فقیہہ ہونے کے علاوہ ان کا شمار ماوراء النھر کے ائمہ حدیث میں ہوتا تھا۔ یہ تصریح یہ بات بھی واضح کر رہی ہے کہ ان کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں تلامذۂ امام فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں مصروف تھے۔

نصر بن عبدالکریم ابوسہل صیقل بلخی م ۱۶۹ھ

صیقل بلخی کا تذکرہ خطیب نے تاریخ بغداد میں کیا ہے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ نے فقہ حاصل کی اور ان سے ثوری اور موسیٰ بن عبید نے روایت کی ہے "وكان فقيها براوية الاحاديث، قياساً صاحب مجلس، صحب ابا حنيفه فاكثر عنه"﴿۳۷۸﴾۔ انہوں نے بھی وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی نشر و اشاعت میں اپنا کردار ادا کیا۔

سلم بن سالم

ابو محمد سلم بن سالم امام اہل بلخ کا شمار امام ابوحنیفہ کے چنیدہ اصحاب میں ہوتا تھا۔ انہوں نے امام صاحب کی صحبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ یہ امام صاحب سے کثرت سے روایت کرتے تھے، خطیب نے تاریخ بغداد میں ان کا ترجمہ لکھا ہے﴿۳۷۹﴾۔

www.toobaaelibrary.com

سعدان بن سعید خلمی

امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ خُلم کے رہنے والے تھے جو کہ بلخ کا گاؤں تھا۔ ان کا شمار بلخ کے ائمہ میں ہوتا تھا۔ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تھے۔ حَم بن نوح البلخی کہتے ہیں کہ سعدان فرماتے تھے کہ ابوحنیفہ اس امت کے طبیب ہیں۔ ان سے کثیر تعداد میں لوگوں نے فقہ حنفی کا علم حاصل کیا ﴿۳۸۰﴾۔

نصر الامام السمرقندی ابن ابی عبد الملک العتکی

نصر الامام کا شمار سمرقند کے حدیث وفقہ میں مابہ الامتیاز رجال میں ہوتا تھا۔ یہ ابومقاتل کے شریک تھے۔ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے تھے اور امام صاحب سے ہی روایت کرتے تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے مشائخ سے بھی استفادہ کیا۔ موفق لکھتے ہیں:۔

"وبث علم ابی حنیفة بما وراء النهر" ﴿۳۸۱﴾.

یعنی انہوں نے امام ابوحنیفہ کے علم کو ماوراء النھر میں پھیلایا۔

سہل بن مزاحم

اہل مرو کے امام اور فقیہہ تھے۔ امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی۔ مامون نے اپنے عہد میں عہدہ قضاء پر مقرر کرنا چاہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر مامون نے انہیں قید کر دیا۔ مدتوں انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن عہدۂ قضاء قبول نہ کیا۔ بالآخر مامون نے انہیں رہائی دے دی۔ وسط ایشیا میں فقہ حنفی کے فروغ اور شیوع میں ان کا کردار نہایت اہم ہے۔ کردری لکھتے ہیں۔

"الذی بث علم الامام بخراسان" ﴿۳۸۲﴾.

یونس ابو غانم المروزی م ۱۵۹ھ

ابو غانم المروزی کا شمار مرو کے کبار ائمہ میں ہوتا تھا۔ یہ فقیہہ عصر اور قاضی مرو تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کی اور یہ امام صاحب سے ہی روایت کرتے تھے۔ ابن حبان نے ان کا شمار ثقات میں کیا ہے ﴿۳۸۳﴾۔ انہوں نے عمر بن عبد العزیز اور وھب بن منبہ سے بھی روایت کی ہے۔ جامع المسانید میں خوارزمی نے ان سے روایت درج کی ہے ﴿۳۸۴﴾۔

ابو غانم المروزی مرو میں امام ابوحنیفہ کے تجارتی نمائندے بھی تھے۔ موفق لکھتے ہیں۔

" وابو غانم هذا من ائمة مرو وایضاً وهو من شرکاء ابی حنیفة ادرک عمر بن عبد العزیز و احزابه وهو استاذ ابن المبارک" ﴿۳۸۵﴾.

www.toobaaelibrary.com

اس تصریح سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب کی تجارت بھی ایک ایسا عامل تھی جس نے مغرب اور بالخصوص مشرق میں ان کی فقہ کے فروغ اور ارتقاء میں اہم کردار ادا کیا۔

محمد بن الفضل بن عطیہ

ابن عطیہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے بخارا میں رہائش اختیار کر لی اور یہیں ان کی رحلت ہوئی۔ ابن عطیہ امام ابوحفص الکبیر البخاری کے استاد تھے﴿۳۸۶﴾۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وسط ایشیا میں امام ابوحنیفہ کی فقہ اور اس کی سند و روایت کا سلسلہ علاوہ امام محمد بن الحسن کے (جن کے امام ابوحفص الکبیر البخاری شاگرد تھے) ان سے بھی چلا۔ اور ان پر ہی موقوف نہیں امام ابوحنیفہ کے تمام کے تمام شاگرد حسب لیاقت اور حسب موقع فقہ حنفی کی نقل و روایت اور فروغ میں مصروف و مشغول تھے۔

امام مکی بن ابراہیم بلخی م ۲۱۵ھ

امام اعظم کے اصحاب میں جلیل القدر امام، حافظ حدیث اور فقیہہ تھے۔ آپ سے امام احمد کے علاوہ امام بخاری، ابن معین، ابن مثنیٰ اور ابن بشار نے روایت کی ہے۔ آپ امام بخاری کے کبار شیوخ میں سے تھے۔ امام بخاری نے اکثر ثلاثیات ان ہی سے روایت کی ہیں۔ آپ نے امام ابوحنیفہ سے مسانید میں کثرت سے روایت کی ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ مکی بن ابراہیم نے بہز بن حکیم، عبداللہ ابن سعید بن ابی ھند اور ہشام بن حسان سے حدیث سنی۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی ہے﴿۳۸۷﴾۔

فقہ حنفی کا قبول عام

لاکھوں ہزاروں تلامذۂ امام ابوحنیفہ میں سے صرف چند اصحاب و تلامذۂ امام کا مختصر احوال اور حضرت امام ابو حنیفہ کی سات عشرؤں پر محیط علمی زندگی اور ان کی شہرت و مقبولیت اور فقہ حنفی کے شیوع عام کے معدودے چند حوالوں سے بھی صاف ظاہر ہے کہ اس فقہ کو امام ابوحنیفہ اور ان کے اخص اصحاب کے حین حیات ہی میں قبول عام کا مقام حاصل ہو گیا تھا اور اس کی حدودِ مقبولیت علاقوں اور ملکوں کی سرحدی قیود سے ماوراء تھیں۔ عوام الناس اس پر عامل تھے اور ہر طرف اس کا عام چلن تھا۔ موفق اس صورت حال پر ایک واقعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

" انه (نضر بن شميل) اتى الفضل بن سهل ذا الرياستين فسأله بان يكتب الى الآفاق بان لا يستعمل قول ابى حنيفة فاستشار الفضل بن سهل بعض اهل العقل والخبرة بالامور فقال ان هذا الامر لاينفذوا ينتقض جميع الملک عليكم ومن ذكر لک هذا فهو ناقص العقل فقال له الفضل بن سهل هذا ان سمعه امير المؤمنين لا يرضى به"﴿۳۸۸﴾.

www.toobaaelibrary.com

یعنی (خلیفہ مامون ۱۹۸ھ-۲۱۸ھ/۸۱۳ء-۸۳۳ء کے) وزیراعظم فضل بن سہل کو ایک (فقہ حنفی کے مخالف) شخص (نضر بن شمیل) نے مشورہ دیا کہ فقہ حنفی کی ترویج عام کو قانوناً اور حکماً بند کر دیا جائے۔ وزیراعظم نے خبردار اور معاملہ فہم لوگوں کو بلا کر رائے لی تو سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ یہ بات نہیں چل سکے گی اور سارا ملک آپ لوگوں پر ٹوٹ پڑے گا، جس شخص نے آپ کو مشورہ دیا ہے وہ ناقص العقل ہے۔ وزیراعظم نے کہا کہ میں خود بھی اس خیال سے متفق ہوں اور امیر المؤمنین بھی اس پر راضی نہ ہوں گے۔

فقہ حنفی کے شیوع عام کا ذکر کرتے ہوئے خطیب یحییٰ بن معین کا قول بیان کرتے ہیں۔

"القراءة عندی قراءة حمزة، والفقه فقه ابی حنیفة، علی هذا أدرکت الناس" ﴿۳۸۹﴾.

یعنی میرے نزدیک قرأت حمزہ کی ہے اور فقہ ابو حنیفہ کی، ہم نے لوگوں کو اسی پر پایا۔ خطیب آگے مزید لکھتے ہیں کہ امام المحدثین سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔

"شیئان ما ظننت انهما یجاوزان قنطرة الکوفة وقد بلغا الآفاق؛ قراءة حمزة ورأی ابی حنیفة" ﴿۳۹۰﴾.

یعنی میرا گمان تھا کہ دو چیزیں کوفے کے پل سے ادھر نہ جائیں گی مگر وہ آفاق پر چھا گئیں؛ حمزہ کی قرأت اور ابو حنیفہ کی رائے۔

☆☆☆☆☆

www.toobaaelibrary.com

حواشی......باب سوم

۱۔ موفق، مکی ابن احمد م ۵۶۹ھ: مناقب الامام الاعظم ابوحنیفہؒ واکرم، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد، ۱۳۲۱ھ، ج ۱ص ۱۷، بحوالہ عقود الجمان للشمس الدین محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی الشافعی۔

۲۔ موفق ج ۱ص ۱۷۔

۳۔ ایضاً ج ۱ص ۶۶۔

۴۔ ایضاً ج ۱ص ۳۹۔

۵۔ ایضاً ج ۱ص ۱۷۔

۶۔ ایضاً ج ۲ص ۵۰۔

۷۔ ایضاً ج ۲ص ۵۷، ابراہیم بن فیروز کے والد امام عبداللہ المبارک کے اصحاب میں سے تھے (ایضاً)۔

۸۔ ایضاً ج ۱ص ۲۵۰، جامع مسجد کوفہ میں امام ابوحنیفہ کا حلقۂ درس ہوتا تھا (ایضاً ج ۱ص ۲۵۳)۔

۹۔ خطیب، الحافظ ابی بکر احمد بن علی البغدادی (م ۴۶۳ھ): تاریخ بغداد، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۱ء، ج ۱۳ص ۳۵۶۔ موفق ج ۱ص ۲۳۰-۲۳۱، خطیب کہتے ہیں مسعر بن کدام کی وفات مسجد ابوحنیفہ میں بحالت سجدہ ہوئی (خطیب ج ۱۳ ص ۳۵۶)۔

۱۰۔ موفق ج ۱ص ۲۵۱۔

۱۱۔ ایضاً ج ۱ص ۲۴۱۔

۱۲۔ ایضاً ج ۱ص ۲۴۴۔

۱۳۔ ابن حجر الہیثمی المکی الشافعی، شہاب الدین احمد (م ۹۷۳ھ): الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمانؒ، ایچ ایم سعید کمپنی۔ ۱۴۱۴ھ الفصل الثامن ص ۶۰۔

۱۴۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن: تبییض الصحیفۃ بمناقب الامام ابی حنیفہ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ص ۶۳۔

۱۵۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الکردری، ابن البزاز الامام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب (م ۸۲۷ھ): مناقب الامام الاعظم، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد طبع اول ۱۳۲۱ھ ج ۲ص ۲۱۸-۲۴۵

۱۶۔ خوارزمی، محمد بن محمود بن محمد (م ۶۶۵ھ): جامع مسانید الامام الاعظم۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن طبع اول ۱۳۳۲ھ، ج ۱ ص ۳۲-۳۳۔

۱۷۔ ٹونکی، محمود حسن خاں: معجم المصنفین، مطبعہ وزنکوعراف طبارۃ فی بیروت، سوریا ۱۳۴۴ھ ج ۲ص ۵۵-۸۲۔

۱۸۔ عینی، علامہ الامام الحافظ: معانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار للامام ابی جعفر الطحاوی، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ریاض، طبع اول ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ج ۳ص ۹۹۰ تا ۹۹۷۔

۱۹۔ شبلی نعمانی: سیرت امام اعظم، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، بدون تاریخ اشاعت، ج ۲ص ۲۳۲ بحوالہ عقود الجمان از ابوالمحاسن الشافعی۔

۲۰۔ ملاحظہ ہو الکردری، ج ۲ص ۲۱۸-۲۴۵۔

۲۱۔ قال قیل لمالک بن انس: ھل رأیت ابا حنیفۃ؟ قال نعم، رأیت رجلا لو کلمک فی ھذہ

www.toobaaelibrary.com

السارية ان يحملها ذهبا لقام بحجة" (خطیب، ج۱۳ص ۳۳۷-۳۳۸)۔

۲۲﴾ خطیب نے اس سلسلے میں امام شافعی سے مختلف روایت بیان کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔
"الناس عيال على أبي حنيفة فى الفقه"۔ (خطیب ج۱۳ص ۳۴۶)۔

۲۳﴾ ایضاً ج۱۳ص ۳۴۳۔

۲۴﴾ موفق ج۱ص ۱۹۷۔"هو وكيع بن الجراح الكوفي الحافظ احد الائمة الاعلام روى عنه الامام احمد وابن معين وقال احمد مارأيتُ مثله في العلم و الحفظ والاتقان وكان امام المسلمين في وقته" (ایضاً)۔

۲۵﴾ ابوزہرہ محمد: ابوحنیفہ۔ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ، دارالفکر العربی مصر ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء ص ۴۵ بحوالہ تانیب ص ۱۵۶۔

۲۶﴾ شبلی، ج۲ص ۲۴۴۔

۲۷﴾ خطیب، ج۱ص ۲۴۵ ترجمہ امام ابویوسف القاضی، "كان اصحاب ابي حنيفة عشرة: ابو يوسف وزفر واسد بن عمر و البجلي وعافية الاودي وداؤد الطائي والقاسم بن معن المسعودي وعلي بن مسهر و يحيىٰ بن زكريا بن ابي زائده وحبان و مندل (ابنا علي العنزي)"۔ (ایضاً)۔

۲۸﴾ القرشی، محمد عبدالقادر (م ۷۷۵ھ): الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ۔ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔ ج۱ص ۱۴۰-۱۴۱۔

۲۹﴾ "انتم اجلة اصحابي ومسار قلبي وجلاء حزني" (خوارزمی ج۱ص ۳۲-۳۳)۔

۳۰﴾ "هولاء ستة وثلاثون رجلاً منهم ثمانية وعشرون يصلحون للقضاء و ستة يصلحون للفتوى و اثنان ابو يوسف وزفر يصلحان لتاديب القضاة وارباب الفتوى" (خطیب ج۱۴ص ۲۴۷-۲۴۸۔ موفق ج۲ص ۲۴۶)۔

۳۱﴾ ایضاً ج۲ص ۲۴۵۔

۳۲﴾ خطیب ج۱۴ص ۲۴۵۔

۳۳﴾ القرشی ج۱ص ۱۴۰-۱۴۱۔

۳۴﴾ موفق ج۲ص ۱۳۲-۱۳۳۔

۳۵﴾ القرشی ج۱ص ۲۲۵ نمبر ۵۶۲- بارہ اصحاب امام کے ان ناموں میں ایک نام علی بن ظبیان القاضی کا بھی تھا، لیکن موفق نے ان کا نام نہیں لکھا۔ (ملاحظہ ہو موفق ج۲ص ۱۳۲-۱۳۳۔ مزید دیکھئے القرشی ج۱ص ۳۶۳ نمبر ۱۰۰۴)۔

۳۶﴾ فقال رجل: أخطأ ابو حنيفة، فقال وكيع كيف يقدر ابو حنيفة يخطئ و معه مثل ابو يوسف وزفر في قياسهما، ومثل يحيىٰ بن ابي زائده، و حفص بن غياث، وحبان، و مندل في حفظهم الحديث، والقاسم بن معن في معرفته باللغة والعربية، وداؤ دالطائي، وفضيل بن عياض في زهد هما و ورعهما؟ من كان هولآء جلساؤه لم يكد يخطئ لأ نه أن أخطاء ردوه"۔ (خطیب ج۱۴ص ۲۴۷)۔

۳۷﴾ خوارزمی ج۲ص ۲۳۰-۲۳۰۔ القرشی ج۱ص ۲۲۱۔ ۲۲۳ نمبر ۵۵۴۔

۳۸﴾ خوارزمی ج۱ص ۳۱۔ ٹونکی ج۲ص ۵۵۔

۳۹﴾ القرشی ج۱ص ۲۲۶۔ ۲۲۷، نمبر ۵۶۷۔ لکھنوی، ص ۲۸۸ حاشیہ نمبر ۹، محمد عبدالحئی م ۱۳۰۴ھ الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ مطبع یوسفی لکھنو ۱۹۹۳ء، وطبع سوم ۱۸۹۵ء، قاہرہ طبع اوّل ۱۳۲۴ھ۔ ص ۳۲۔

۴۰﴾ القرشی ج۲ص ۲۶۶ نمبر ۱۷۴۔

www.toobaaelibrary.com

۴۱ ایضاً ج ۱ ص ۲۰۷-۲۰۸ نمبر ۱۱۳۲۔
۴۲ موفق ج ۱ ص ۶۸۔ القرشی ج ۱ ص ۳۱۸ نمبر ۸۴۸۔
۴۳ خطیب ج ۱۱ ص ۱۸۲ (۵۸۹۴)۔
۴۴ القرشی ج ۱ ص ۳۹۹ نمبر ۱۱۰۵ بحوالہ مزی، تہذیب الکمال۔
۴۵ القرشی ج ۱ ص ۲۷۹ نمبر ۷۴۳۔
۴۶ ایضاً ج ۱ ص ۳۹۹ نمبر ۱۱۰۵۔
۴۷ خطیب ج ۹ ص ۲۷۹ (۴۸۳۹)۔ القرشی ج ۱ ص ۲۵۶ نمبر ۶۶۹۔
۴۸ خطیب ج ۱۳ ص ۱۳۵ (۷۱۶۱)
۴۹ ابن سعد نے لکھا ہے، "کان ثقة مامونا رفیعا حجة "۔ (ابن سعد: -الطبقات الکبری دار صادر بیروت، م ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء ج ۷ ص ۲۹۳۔ القرشی ج ۲ ص ۲۱۲۔ ۲۱۳ نمبر ۶۶۶۔
۵۰ خطیب ج ۸ ص ۲۲۳ (۴۳۳۶)۔
۵۱ القرشی ج ۲ ص ۲۶۵۔ ۲۶۶ نمبر ۱۷۲۔ الحنبلی، ابن العماد ابی الفلاح عبدالحی: شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، مکتبۃ القدسی قاہرہ، ۱۳۵۰ھ۔ ج ۱ ص ۳۵۷۔
۵۲ ذہبی، الحافظ ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان (م ۷۴۸ھ): العبر فی خبر من غبر: التراث العربی، الکویت ۱۹۶۰ء ج ۱ ص ۳۳۰ (سنة تسع و تسعين ومئه)۔
۵۳ خطیب ج ۱۳ ص ۳۵۶۔ موفق ج ۱ ص ۲۳۰۔ ۲۳۱۔
۵۴ الکردری ج ۲ ص ۲۳۸۔
۵۵ ابن حبان، الامام الحافظ محمد ابن حبان بن احمد ابی حاتم التمیمی (م ۳۵۴ھ/ ۹۶۵ء): کتاب الثقات۔ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۲ھ ج ۸ ص ۱۹۹۔
۵۶ ذہبی، العبر ج ۱ ص ۳۲۹۔ ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی: تہذیب التہذیب، دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد، ۱۳۲۸ھ۔ ج ۲ ص ۴۰۲۔
۵۷ موفق ج ۱ ص ۲۰۰۔
۵۸ القرشی ج ۱ ص ۲۲۱ نمبر ۵۵۳۔ الحنبلی، شذرات الذهب، ج ۱ ص ۳۵۶۔
۵۹ خطیب ج ۱۴ ص ۳۳۷ (۷۶۶۱)۔ ابن حبان ج ۷ ص ۶۳۲۔ القرشی ج ۲ ص ۲۲۰۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱۱ ص ۳۶۶۔
۶۰ "کان یکتبها لهم ثلاثین سنة"۔ (القرشی ج ۲ ص ۲۱۲)۔
۶۱ موفق ج ۱ ص ۱۶۰۔
۶۲ خطیب جلد ۶ ص ۱۸۹ (۳۲۲۸)۔ ابن حبان ج ۶ ص ۱۹۔
۶۳ القرشی ج ۱ ص ۴۹۔ ۵۰۔
۶۴ خطیب ج ۶ ص ۱۸۹ (۳۲۲۸)۔ ابن حبان ج ۶ ص ۱۹۔
۶۵ ایضاً۔
۶۶ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱ ص ۱۷۳۔
۶۷ ابن حبان ج ۶ ص ۱۹۔

www.toobaaelibrary.com

۶۸﴾ الجصاص الحنفی، الامام ابی بکر احمد بن علی الرازی (م ۳۷۰ھ): احکام القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور طبع اول ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، ج ۲ ص ۳۳۔

۶۹﴾ موفق ج ۲ ص ۵۷۔ ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ایضاً ج ۸ ص ۳۹۵)۔

۷۰﴾ خوارزمی ج ۲ ص ۵۶۹۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱۱ ص ۸۸-۸۹۔ عینی ج ۳ ص ۹۹۷۔

۷۱﴾ ابن حبان ج ۶ ص ۴۸۳-۴۸۴۔ القرشی ج ۱ ص ۲۶۳-۲۶۵ نمبر ۶۹۲ وایضاً ص ۲۵۶ نمبر ۱۱۵۔

۷۲﴾ "حملتُ عن محمد بن الحسن و قربعتی کتبا" (خطیب ج ۲ ص ۱۷۶)

۷۳﴾ جرجی زیدان: تاریخ التمدن الاسلامی، مطبعۃ الھلال قاھرہ ۱۹۳۱ء، ص ۷۲۔

۷۴﴾ حضرت عبداللہ بن یزید ابو عبدالرحمٰن المقری، عجمی تھے اور امام بخاری کے اکابر شیوخ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے نوسو (۹۰۰) حدیثیں سنیں تھیں۔ "عبداللہ بن یزید المقری سمع من الامام تسع مائة حدیث" (الکردری ج ۲ ص ۲۱۹۔ امام ابوحنیفہ: مشکل الآثار، طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ج ۴ ص ۵۴۔ نعمانی عبدالرشید: ابن ماجہ اور علم حدیث۔ ناشر نور محمد کراچی ص ۳)۔ اسی طرح علی بن المدینی جو کہ امام بخاری کے شیخ ہیں تلامذۂ امام ابو حنیفہ مثلاً عبدالرزاق بن ہمام اور یزید بن ہارون سے روایت کرتے ہیں۔ عبداللہ بن المبارک بھی امام ابوحنیفہ کے خاص شاگرد تھے۔ بخاری مسلم میں ان کی روایت سے سینکڑوں حدیثیں مذکور ہیں۔ وکیع بن الجراح بھی امام ابوحنیفہ کے خاص شاگرد تھے اور ان کا شمار فن حدیث کے ارکان میں ہوتا تھا۔ بخاری و مسلم میں اکثر ان کی روایت سے حدیثیں مذکور ہیں۔ (ملاحظہ ہو ترجمہ وکیع بن الجراح از خطیب ج ۱۳ ص ۴۹۶-۵۱۲)۔ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ بھی امام ابوحنیفہ کے خاص شاگرد تھے۔ ان کی روایت سے صحاح ستہ میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ اس طرح ابو عاصم النبیل ضحاک بن مخلد تلمیذ امام ابوحنیفہ امام بخاری کے شیخ تھے۔ (شبلی، امام اعظم ج ۲ ص ۲۴۳)۔

۷۵﴾ خطیب ج ۱۴ ص ۲۴۷۔

۷۶﴾ ذھبی، الحافظ ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان (م ۷۴۷ھ): میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دار المعرفۃ بیروت۔ بدون سن اشاعت ج ۲ ص ۶۰۹-۶۱۴۔ شبلی، امام اعظم، ج ۲ ص ۲۴۳۔

۷۷﴾ خطیب ج ۱۴ ص ۳۳۸۔

۷۸﴾ ایضاً ج ۱۳ ص ۵۰۴۔

۷۹﴾ ایضاً ج ۱۰ ص ۱۵۶ ترجمہ عبداللہ بن المبارک۔

۸۰﴾ ایضاً ج ۱۴ ص ۱۱۵ ترجمہ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ۔

۸۱﴾ ٹونکی ص ۵۵۔

۸۲﴾ "فقال انتم مسار قلبی و جلاء حزنی قداسر جت لکم الفقه و الحمته فاذا شئتم فارکبوا وقد ترکت لکم الناس یطئون اعقابکم و یلتمسون الفاظکم و ذللت لکم الرقاب" (موفق ج ۲ ص ۱۰۰)۔

۸۳﴾ گیلانی، مولانا مناظر احسن: حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، نفیس اکیڈمی ۱۹۴۹ء کراچی ص ۳۸۷۔

۸۴﴾ "فان دفعته ضرورة الی الدخول فیه فلا یجعلن بینه و بین الناس حجابا ولیصل الصلوات الخمس فی الجامع و لیناد عند کل صلوة من له حاجة فاذا صلی صلوة العشاء الآخرة نادی ثلاثة اصوات من له حاجة ثم دخل الی منزله ------وایما امام غل فینا------ اقامه علیه اقرب القضاة الیه" (موفق ج ۲ ص ۱۰۰)

۸۵﴾ شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی: حجۃ اللہ البالغۃ، نور محمد اصح المطابع کراچی بدون سن اشاعت ص ۱۴۴۔

www.toobaaelibrary.com

۸۶﴾ ابوزہرہ ص ۴۶۱۔

۸۷﴾ "مذهبان انتشرافی بدء أمرهما بالرياسة والسلطان، الحنفی بالشرق، والمالكی بالأ ندلس" (ابوزہرہ ص ۴۶۱ بحوالہ ابن حزم)۔

۸۸﴾ صبحی محمصانی ڈاکٹر: فلسفۃ التشریع فی الاسلام، دار الکشاف بیروت طبع ثانی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء ص ۳۲۔

۸۹﴾ ایضاً کتاب الکافی قلمی مصر کی لائبریری میں موجود ہے (ایضاً ص ۳۲ حاشیہ نمبر ۴)۔

۹۰﴾ ابن الندیم:۔ الفہرست، مطبعۃ الاستقامۃ القاہرہ، بدون سن اشاعت ص ۲۸۷۔۲۸۸۔

۹۱﴾ خطیب ج ۱۴ ص ۲۴۲۔

۹۲﴾ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن خنیس بن سعد بن حبتۃ الانصاری (ابن عبدالبر، امام الحافظ ابی عمر یوسف (م ۴۶۳ھ): الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، مکتبۃ القدسی مصر ۱۳۵۰ھ ص ۱۷۲۔ ابن الکلبی کہتے ہیں کہ سعد بن حبتۃ، سعد بن عوف بن بجیر صحابی رسول ﷺ جو غزوۂ احد کے موقع پر رافع بن خدیج اور ابن عمرؓ کے ہمراہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے لیکن کم سنی کے باعث جہاد کی اجازت نہ ملی۔ پھر غزوۂ خندق اور دیگر غزوات میں شرکت کی۔ کوفہ آباد ہونے پر ان کا خاندان یہاں چلا آیا۔ یہیں ان کا انتقال ہوا اور زید بن ارقمؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی (خطیب ج ۱۴ ص ۲۴۳۔ ابن جوزی، ابی الفرج عبدالرحمان ابن علی بن محمد (م ۵۹۷ھ): المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء ج ۷ ص ۱۷۔۸۰ وفیات ۱۸۲ھ)۔

۹۳﴾ خطیب ج ۱۴ ص ۲۴۳، ۲۶۱۔

۹۴﴾ خطیب نے علی بن حرملہ التیمی سے روایت نقل کی ہے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں:۔ میں حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کر رہا تھا لیکن میری حالت نہایت خراب وخستہ تھی۔ ایک روز میں امام صاحب کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ میرے والد آئے۔ انہیں دیکھ کر میں اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ باہر چلا آیا۔ میرے والد نے مجھ سے کہا، بیٹا تم ابوحنیفہ کے قدم بہ قدم نہیں چل سکتے۔ خدا کے فضل سے ان کے پاس سب کچھ ہے۔ وہ جو چاہیں کھائیں جو چاہیں پیئیں۔ اس کے برعکس تمہارا کیا حال ہے؟ تم معاش کے محتاج ہو! والد کی بات میرے دل میں ترازو ہوگئی۔ میں نے حصول علم کی طرف توجہ کم کردی اور حصول معاش میں مصروف ہوگیا کیونکہ والد کی مرضی یہی تھی اور ان کی مرضی پر مجھے بہر حال چلنا تھا۔ امام صاحب نے جب دیکھا کہ ان کی مجلس میں میری حاضری گنڈے دار ہو گئی ہے تو میرے بارے میں دریافت فرمایا۔ ایک روز میں حسب معمول دیر سے پہنچا تو امام صاحب نے پوچھا تم کہاں رہتے ہو؟ پابندی سے کیوں نہیں آتے؟ میں نے جواب دیا کہ شغل معاش میں مصروف رہتا ہوں۔ والد کا حکم یہی ہے۔ پھر میں بیٹھ گیا۔ جب مجلس برخاست ہوئی اور لوگ چلے گئے تو امام صاحب نے ایک تھیلی میری طرف بڑھائی اور فرمایا اس سے اپنا کام چلاؤ۔ میں نے دیکھا تھیلی میں ایک سو درہم تھے۔ امام صاحب نے فرمایا یہ رقم جب ختم ہو جائے تو مجھے بتا دینا لیکن مجلسِ درس میں اب پابندی سے آیا کرو۔ میں نے پابندی سے مجلسِ درس میں حاضر ہونا شروع کردیا۔ کچھ مدت بعد امام صاحب نے سو درہم کی ایک تھیلی پھر مجھے عنایت فرمائی اور مجلس درس میں حاضری کی تاکید کی۔ اس کے بعد تو یہ معمول ہوگیا۔۔۔۔۔ اس داد و دہش کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری حالت بہتر ہوگئی اور میں ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرنے لگا۔ (خطیب ج ۱۴ ص ۲۴۴)۔

۹۵﴾ ایضاً ج ۱۴ ص ۲۴۲۔

۹۶﴾ ایضاً۔ ابن جوزی وفیات ۱۸۲ھ ج ۷ ص ۱۷۔۸۰۔ جعفری، سید رئیس احمد: آثار امام محمد وامام ابو یوسف، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور طبع اول ۱۹۶۰ء، ص ۴۴۰۔۴۴۶۔

۹۷﴾ ایضاً ص ۴۳۱ بحوالہ ابن جوزی اخبار الحفاظ۔ (کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں اس کتاب کا نسخہ موجود ہے صرف پہلا ورق غائب ہے (ایضاً)۔

www.toobaaelibrary.com

۹۸﴾ جعفری ص ۴۳۵۔

۹۹﴾ خطیب ج ۱۴ ص ۲۵۵ - وایضاً ج ۲ ص ۱۷۹۔

۱۰۰﴾ "قال احمد وابن معین وابن المدینی ثقة" (القرشی ص ۲۲۱ ج ۲ نمبر ۶۹۳)۔

۱۰۱﴾ جعفری ص ۴۸۷۔

۱۰۲﴾ ابن حبان ج ۷ ص ۶۴۶۔

۱۰۳﴾ الکوثری، محمد زاہد محدث: حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی، دارالانوار بیروت ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء، ص ۱۵۔

۱۰۴﴾ ذھبی، الامام الحافظ شمس الدین ابی عبداللہ (م ۷۴۸ھ): تذکرۃ الحفاظ، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۳۳ھ طبع دوم الجزء الاول ص ۲۷۰۔

۱۰۵﴾ الکردری ج ۲ ص ۱۲۶۔

۱۰۶﴾ خطیب ج ۱۴ ص ۲۴۲۔ ابن جوزی ج ۹ ص ۷۲ وفیات ۱۸۲ھ۔ "قال ابو عمر ولا اعلم قاضیا کان الیه تولیة القضاء فی الآفاق من الشرق الی الغرب الا ابا یوسف هذا فی زمانه"۔ (القرشی ج ۲ ص ۲۲۱ نمبر ۶۹۳)

۱۰۷﴾ ابن خلکان، شمس الدین احمد: وفیات الاعیان، مطبعۃ السعادۃ القاھرہ، طبع اول ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۹ء، ج ۵ ص ۴۲۴۔ خطیب ج ۱۴ ص ۲۴۵۔

۱۰۸﴾ ایضاً۔

۱۰۹﴾ السمعانی، عبدالکریم بن محمد: - الانساب، بریل لندن ۱۹۱۲ء ص ۴۳۹۔

۱۱۰﴾ ابن خلکان ج ۵ ص ۴۲۴۔

۱۱۱﴾ ابن قطلوبغا، زین الدین قاسم: تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ، مطبعۃ العانی بغداد ۱۹۶۲ء، ص ۸۱۔

۱۱۲﴾ طاش کبری زادہ، عصام الدین ابو الخیر احمد بن مصلح الدین مصطفیٰ: مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ۔ حیدرآباد دکن طبع اول، ج ۲ ص ۱۰۵۔

۱۱۳﴾ طاش کبری زادہ، عصام الدین ابو الخیر احمد بن مصلح الدین مصطفیٰ: طبقات الفقہاء، موصل طبع ثانی ۱۹۶۱ء ص ۱۶۔

۱۱۴﴾ محمود مطلوب: ابو یوسف حیاتہ وآثارہ وآراؤہ الفقہیہ، بغداد طبع اول ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء ص ۱۰۰ بحوالہ التمیمی، تقی الدین: الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ مخطوطہ دار الکتب بالقاھرۃ۔

۱۱۵﴾ الحنبلی، شذرات الذھب ج ۱ ص ۳۰۱۔

۱۱۶﴾ چلپی، ملا کاتب حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ (م ۱۰۶۷ھ): کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون۔ مکتبۃ الفیصلیۃ مکہ مکرمہ، ج ۱ ص ۴۶۔

۱۱۷﴾ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین، دمشق ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء ج ۱۳ ص ۲۴۰۔

۱۱۸﴾ محمود مطلوب ص ۱۰۰ بحوالہ مناقب الامام ابی یوسف ومناقب الا۔ محمد: ؤلف المجهول ص ۲۰۔

۱۱۹﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۵۸۱۔

۱۲۰﴾ بغدادی، اسماعیل پاشا: ہدیۃ العارفین واسماء المؤلفین وآثار المصنفین ۔ استنبول ۱۹۵۵ء۔ ج ۲ ص ۵۳۶۔

۱۲۱﴾ ابن عابدین، محمد امین: رسائل ابن عابدین، شرکۃ الصحافۃ العثمانیۃ ا۔ نبول ۱۳۲۵ھ، ج ۱ ص ۲۱۔

۱۲۲﴾ ابن الندیم ص ۳۰۰۔

۱۲۳﴾ بغدادی ج ۲ ص ۵۳۶۔

۱۲۴﴾ ابن الندیم ص ۳۰۰

www.toobaaelibrary.com

۱۲۵۔ ایضاً۔

۱۲۶۔ بغدادی ج۲ص۵۳۶۔

۱۲۷۔ ابن الندیم ص۳۰۰۔

۱۲۸۔ القرشی ج۲ص۲۲۰۔

۱۲۹۔ طاش کبری زادہ، طبقات الفقہاء، ص۱۶۴۔

۱۳۰۔ القاری، علی بن سلطان محمد: ذیل الجواہر المضیہ، حیدر آباد دکن ۱۳۳۴ھ، ج۲ص۵۲۴۔

۱۳۱۔ چلپی ج۲ص۱۶۴۔

۱۳۲۔ ابن عابدین سید محمد امین آفندی: رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء ج۱ص۱۷۔

۱۳۳۔ محمود مطلوب ص۱۰۰ بحوالہ مناقب الامام ابی یوسف ومناقب الامام محمد بن الحسن، المؤلف المجھول ص۲۰۔

۱۳۴۔ القرشی ج۲ص۲۲۰۔

۱۳۵۔ لکھنوی، محمد عبدالحیٔ: الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیہ، قاھرہ طبع اول ۱۳۲۴ھ، ص۹۴۔

۱۳۶۔ چلپی ج۲ص۱۶۸

۱۳۷۔ محمد سلام: المدخل للفقۃ الاسلامی، قاھرہ طبع اول ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰م، ص۱۵۱۔

۱۳۸۔ یہ کتاب (الآثار از ابو یوسف القاضی) احیاء المعارف النعمانیہ دکن نے چھاپی ہے۔ اس کی تصحیح وتعلیق استاذ ابوالوفا الافغانی نے کی ہے۔ کتاب الآثار مطبعۃ الاستقامہ قاھرہ سے بھی ۱۳۵۵ھ میں چھپی ہے۔

۱۳۹۔ ملاحظہ ہو ابو یوسف القاضی: الاختلاف ابن ابی لیلیٰ وابی حنیفہ، صححہ وعلق علیہ ابوالوفا الافغانی، مطبعۃ الاستقامۃ قاھرہ ۱۳۵۷ھ۔

۱۴۰۔ الشافعی، الامام ابی عبداللہ محمد بن ادریس: الام، تصحیح محمد زہری النجار شرکتہ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ، قاھرہ، طبع اول، ص۹۶-۱۶۳ و طبع بولاق مصر ج۷ص۸۷-۱۵۰۔

۱۴۱۔ دیکھئے ابو یوسف القاضی: کتاب الرد علیٰ سیر الاوزاعی، تصحیح ابوالوفا الافغانی، قاھرہ ۱۳۵۸ھ۔ اس کتاب میں امام اوزاعی (شامی) کی آراء کا مدلل طریقے سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ رد کیا گیا ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اوپر مذکور ہے قاھرہ سے چھپی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب الام از امام شافعی، طبع بولاق مصر ۱۳۴۱ھ، ج۷ص۳۰۳ تا ۳۳۶ اور طبع شرکتہ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ میں ص۳۳۳ تا ۳۶۹ اس کا پورا بیان موجود ہے۔

۱۴۲۔ الشافعی: الام، ج۷ص۳۱۹۔

۱۴۳۔ ابو یوسف القاضی: الخراج، المطبعۃ السلفیۃ قاھرہ، طبع دوم ۱۳۵۲ھ۔

۱۴۴۔ ایضاً دیباچہ۔

۱۴۵۔ ایضاً ص۳، ۵، ۸، ۱۱۷۔

۱۴۶۔ ایضاً ص۱۰-۱۲، ۱۷۔

۱۴۷۔ ایضاً ص۵-۶، ۱۳، ۱۰۸۔

۱۴۸۔ ایضاً ص۹-۱۲

۱۴۹۔ ایضاً ص۳۶، ۱۱۷، ۱۸۶۔

۱۵۰۔ ایضاً ص۱۴، ۱۶، ۲۷، ۳۲، ۱۳۲۔

۱۵۱۔ ایضاً ص۱۴، ۲۷، ۳۲، ۱۲۲-۱۲۶، ۱۳۹۔

۱۵۲۔ ایضاً ص۵۸-۶۶، ۱۰۵۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۵۳﴾ ایضاً ص ۱۰۶-۱۰۷، ۱۱۱، ۱۳۲، ۱۸۶، ۲۱۲۔
﴿۱۵۴﴾ ایضاً ص ۱۵۲-۱۵۳۔
﴿۱۵۵﴾ ایضاً ص ۱۵۱، ۱۷۵-۱۷۶۔
﴿۱۵۶﴾ ایضاً ص ۱۵۱۔
﴿۱۵۷﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج ۱ ص ۳۶ نمبر ۱۳۔
﴿۱۵۸﴾ ان کی خدمات کا جائزہ اگلے باب (چہارم) میں پیش کیا گیا ہے۔
﴿۱۵۹﴾ خطیب ج ۵ ص ۵۹ نمبر ۲۴۳۰۔ القرشی ج ۱ ص ۱۱۵ نمبر ۲۲۶۔
﴿۱۶۰﴾ ایضاً ج ۱ ص ۱۶۲ نمبر ۳۶۳۔
﴿۱۶۱﴾ خطیب ج ۷ ص ۸۰ نمبر ۳۵۱۸۔ القرشی ج ۱ ص ۱۶۶۔۱۶۷ نمبر ۳۷۴۔
﴿۱۶۲﴾ ان کا تفصیلی تذکرہ اگلے باب (چہارم) میں پیش کیا گیا ہے۔
﴿۱۶۳﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۷۵ نمبر ۳۱۹۔
﴿۱۶۴﴾ ان کا تفصیلی تذکرہ اگلے باب (چہارم) میں پیش کیا گیا ہے۔
﴿۱۶۵﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۰۴ نمبر ۵۰۳۔
﴿۱۶۶﴾ خطیب ج ۸ ص ۱۷ نمبر ۴۰۶۰۔ القرشی ج ۱ ص ۲۰۷ نمبر ۵۱۲۔
﴿۱۶۷﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۱۰ نمبر ۵۲۱۔
﴿۱۶۸﴾ خطیب ج ۸ ص ۲۸۴ نمبر ۴۳۸۳۔ القرشی ج ۱ ص ۲۲۸ نمبر ۵۷۳۔
﴿۱۶۹﴾ ان کا تفصیلی تذکرہ اگلے باب (چہارم) میں پیش کیا گیا ہے۔
﴿۱۷۰﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۵۴۔
﴿۱۷۱﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۵۷۔۲۵۸ نمبر ۶۷۳۔
﴿۱۷۲﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۵۸ نمبر ۶۷۴۔
﴿۱۷۳﴾ ایضاً ج ۱ ص ۳۰۹۔۳۱۰ نمبر ۸۲۱۔
﴿۱۷۴﴾ خطیب ج ۱۱ ص ۳۶۹ نمبر ۶۲۱۸۔ القرشی ج ۱ ص ۳۵۵ نمبر ۹۸۲۔
﴿۱۷۵﴾ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۴۲۸-۴۲۹۔
﴿۱۷۶﴾ القرشی ج ۱ ص ۴۰۵ نمبر ۱۱۲۲۔
﴿۱۷۷﴾ ایضاً ج ۱ ص ۴۰۵ نمبر ۱۱۲۳۔
﴿۱۷۸﴾ خطیب ج ۲ ص ۹۴ نمبر ۴۸۶۔ القرشی ج ۲ ص ۳۷ نمبر ۱۲۰۔
﴿۱۷۹﴾ ان کا تعارف باب چہارم میں پیش کیا گیا ہے۔
﴿۱۸۰﴾ خطیب ج ۵ ص ۳۴۱، نمبر ۲۸۵۹۔ القرشی ج ۲ ص ۵۸-۵۹ نمبر ۱۸۹۔
﴿۱۸۱﴾ ان کی خدمات کا جائزہ باب چہارم میں پیش کیا گیا ہے۔
﴿۱۸۲﴾ خطیب ج ۱۳ ص ۲۸۳، نمبر ۷۲۴۶۔ القرشی ج ۲ ص ۱۹۳ نمبر ۶۰۱۔
﴿۱۸۳﴾ خطیب ج ۱۳ ص ۲۷۸، نمبر ۷۲۴۲۔ القرشی ج ۲ ص ۱۹۵ نمبر ۶۰۷۔
﴿۱۸۴﴾ ملاحظہ ہو باب چہارم برائے تذکار ھشام بن عبید اللہ الرازی۔
﴿۱۸۵﴾ القرشی ج ۲ ص ۲۰۷ نمبر ۶۴۷۔

www.toobaaelibrary.com

۱۸۶ ایضاً ج ۲ ص ۲۰۸ نمبر ۶۵۱۔

۱۸۷ ایضاً ج ۲ ص ۲۳۴ نمبر ۷۳۰۔

۱۸۸ ملاحظہ ہو ابن الندیم: الفہرست، مطبعۃ الرحمانیہ مصر، ۱۳۴۸ھ، ص ۲۹۰۔

۱۸۹ الکوثری، ص ۲۲۔ بحوالہ ذہبی۔

۱۹۰ ابن سعد طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ محمد بن حسن جزیرہ کے باشندے تھے ان کے والد شامی فوج میں ملازم تھے پھر یہ واسط آ گئے یہیں ۱۳۲ھ میں امام محمد کی ولادت ہوئی۔ (ابن سعد ج ۷ ص ۳۳۶) خطیب لکھتے ہیں کہ محمد بن حسن دمشق کے باشندے تھے ان کے قریہ کا نام حرستا تھا۔ پھر ان کے والد حسن عراق آ کر آباد ہو گئے۔ یہیں واسط کے مقام پر ان کی ولادت ہوئی۔ (خطیب ج ۲ ص ۱۷۲) تصریحات بالا سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا خاندان دراصل جزیرہ کا رہنے والا تھا۔ ان کے والد چونکہ فوج میں ملازم تھے اس لئے وہ بسلسلہ ملازمت شام گئے۔

۱۹۱ خطیب ج ۲ ص ۱۷۲۔

۱۹۲ ابن سعد ج ۷ ص ۳۳۶۔

۱۹۳ خطیب ج ۲ ص ۱۷۲۔

۱۹۴ ایضاً۔

۱۹۵ ایضاً ج ۲ ص ۱۷۲-۱۷۳۔

۱۹۶ مثلاً کوفہ: امام ابوحنیفہ، ابویوسف، زفر بن الھذیل، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، بکیر بن عامر، ابوبکر النہشلی، اسرائیل بن یونس، سلام بن سلیمان، اسماعیل بن ابراہیم البجلی، یونس بن ابی اسحٰق السبیعی۔ مدینہ منورہ: امام مالک بن انس، عبیداللہ بن عمر بن حفص العمری، عبداللہ بن عمر بن حفص العمری، خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان، محمد بن بلال، ضحاک بن عثمان، اسامہ بن زید اللیثی، عبدالرحمٰن ابن ابی الزناد، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب۔ مکہ مکرمہ: سفیان بن عیینہ کوفی مقیم مکہ، زمعہ بن صالح، اسمٰعیل بن عبدالملک، طلحہ بن عمرو، زکریا بن اسحاق۔ بصرہ: ابوالعوام، عبدالعزیز بن الربیع البصری، ربیع بن صبیح، سعید بن ابی عروبہ، مبارک بن فضالہ، واسط: شعبہ بن الحجاج، ابومالک عبدالملک النخعی، شام: ابوعمرو عبدالرحمٰن الاوزاعی، محمد بن راشد المکحولی، اسمٰعیل بن عیاش الحمصی، خراسان: عبداللہ بن المبارک یمامہ: ایوب بن عتبہ التیمی۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جعفری ص ۵۱-۵۶)۔

۱۹۷ الفاظ مختلفہ کے ساتھ مختلف کتب رجال و تراجم میں امام شافعی کے درج ذیل کلمات تحسین آتے ہیں۔ "ما رأیتُ اعلم بکتاب اللہ عزّ وجل من محمد بن الحسن" اور "ما رأیتُ رجلا اعلم بالحلال والحرام والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن" اور "کان القرآن نزل بلغتہ" اور "حملتُ عن محمد بن الحسن وقر بختی کتبا" وغیرہ (خطیب ج ۲ ص ۱۷۵-۱۷۶)۔

۱۹۸ سألت احمد بن حنبل، قلت، ہذہ المسائل الدقائق من این لک؟ قال امن کتب محمد بن الحسن" (خطیب ج ۲ ص ۱۷۷)۔

۱۹۹ جعفری ص ۲۳۴-۲۳۵۔

۲۰۰ ایضاً ص ۲۴۷۔

۲۰۱ ابن اثیر، عزالدین ابی الحسن علی بن محمد بن محمد (م ۶۳۰ھ)۔ الکامل فی التاریخ، دار صادر بیروت ۱۳۵۸ھ/۱۹۶۵ء ج ۷ ص ۳۳۶-۳۳۷۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء ج ۱۱ ص ۸۴۳۔

۲۰۲ الکردری ج ۲ ص ۱۴۷۔

www.toobaaelibrary.com

۲۰۳﴾ کسائی، ابوالحسن علی بن حمزہ الاسدی (م ۱۸۹ھ):۔ کسائی امین الرشید کے استاد اور امام محمد کے خالہ زاد بھائی تھے (السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل (م ۴۸۳ھ): شرح السیر الکبیر، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد ۱۳۳۵ھ، ج ۱ ص ۱۶۸ باب امان اجر المسلم و الصبی والمرأۃ والعبد الذمی)۔ کسائی نے ایک مرتبہ کہا کہ کسی ایک علم کا کمال انسان پر دوسرے علوم کی راہیں بھی کھول دیتا ہے۔ امام محمد نے فرمایا اچھا بتایئے سجدۂ سہو میں اگر آدمی سے سہو ہو جائے تو کیا کرے؟ کسائی نے کہا کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ جس نام کی ایک دفعہ تصغیر ہو جائے پھر اس تصغیر شدہ نام کی تصغیر نہیں ہوتی۔ بس اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ سجدۂ سہو کے سہو میں سجدۂ سہو نہ ہوگا۔

۲۰۴﴾ "دفنت الیوم اللغة والفقه" (خطیب ج ۲ ص ۱۸۱)۔

۲۰۵﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۸۲۔

۲۰۶﴾ اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفة یقول: کان محمد ابن الحسن له مجلس فی مسجد الکوفة و هو ابن عشرین سنة" (خطیب ج ۲ ص ۱۷۴)۔

۲۰۷﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۷۶-۱۷۷۔

۲۰۸﴾ ابن الندیم، طبع مصر ۱۳۴۸ھ ص ۲۸۷-۲۸۸

۲۰۹﴾ ابوزہرہ ص ۲۱۵-۲۱۶۔

۲۱۰﴾ یہ وہ کتب ہیں جو ثقہ راویوں سے روایت نہیں کی گئی ہیں۔ (صبحی محمصانی ص ۳۲) مسائل نوادر میں وہ کتب بھی شمار کی جاتی ہیں جو اس مذہب کے ائمہ سے روایت کی گئی ہیں جیسے امام ابوحنیفہ کی 'کتاب المجرد' جس کی روایت امام ابوحنیفہ کے شاگرد حسن بن زیاد اللؤلؤی نے کی ہے۔ (ملاحظہ ہو ایضاً ص ۳۳)۔

۲۱۱﴾ امام محمد بن الحسن کی یہ کتاب حال ہی چھپی ہے۔ (جعفری ۲۷۶) لیکن دار الکتب المصریہ میں موجود اس کے نسخے پر بحیثیت مصنف امام ابو یوسف کا نام چھپا ہے۔ ذہبی کی کتاب زغل العلم میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ (جعفری ۲۷۶) لیکن اس کتاب کی نسبت امام محمد کی طرف مشکوک ہے۔ ابن ابی العوام کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی عمران سے انہوں نے محمد بن سماعہ سے انہوں امام محمد بن الحسن سے سنا کہ وہ اس کتاب "المخارج فی الحیل" کے بارے میں فرما رہے تھے کہ یہ کتاب ہماری تصنیف نہیں ہے البتہ اس میں میری کچھ باتیں ضرور ہیں (جعفری ص ۲۷۶)۔

۲۱۲﴾ جعفری ص ۲۷۷۔

۲۱۳﴾ ایضاً۔

۲۱۴﴾ ابوزہرہ ص ۲۰۸۔

۲۱۵﴾ ملاحظہ ہو الکوثری، محمد زاہد: بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: مکتبہ الخانجی مصر طبع اول ۱۳۵۰ھ ص ۶۹۔ موطا امام محمد کی کئی شرحیں ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:۔

۱) ملا علی قاری کی شرح موطا۔

۲) البیری، شارح "الاشباہ" کی شرح موطا۔

۳) عثمان الکماخی کی شرح موطا۔

موطا امام محمد ہند و پاک میں متعدد مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ اس پر مولانا عبدالحئی لکھنوی کی تعلیق نہایت عمدہ تحقیقی کام ہے۔

۲۱۶﴾ ابن عابدین ج ۱ ص ۱۷۔

۲۱۷﴾ استنبول کے کتب خانوں میں اس کی پوری چھ (۶) جلدیں موجود ہیں۔ استنبول کے مکتبہ فیض اللہ میں اس کا ایک نسخہ ناتمام (چار

www.toobaaelibrary.com

جلدیں) موجود ہیں۔ یہی نسخہ کتب خانہ جار اللہ اور کتب خانہ ولی الدین میں بھی ہے۔ قرہ مصطفیٰ پاشا کی لائبریری میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ مراد ملا کے کتب خانہ میں اس کا سب سے قدیم نسخہ موجود ہے۔ یہ تمام نسخے ابو سلیمان جوزجانی کی روایت کے مطابق ہیں۔ جامعہ الازہر قاہرہ کے کتب خانہ میں اس کا ایک نسخہ ہے۔ دار الکتب المصریہ میں اس کے کئی نسخے ہیں جو ''الاصل'' کے نام سے درج ہیں لیکن سب ناقص اور نامکمل ہیں (جعفری ص ۲۶۵)۔

۲۱۸ ابو زہرہ ص ۲۱۱ بحوالہ الجامع الصغیر نسخہ مصر در حاشیہ کتاب الخراج۔

۲۱۹ ابو طاہر کے بعد ان کے شاگرد الفقیہہ ابن عبد اللہ بن محمد نے اس کا نسخہ تحریر کیا اور ۳۲۲ھ میں اسے اپنے استاد کو پڑھ کر سنایا (چلپی ج ۱ ص ۵۶۳)۔

۲۲۰ القرشی ج ۱ ص ۱۸۹-۱۹۰ نمبر ۵۳۵۔ لکھنوی ص ۲۸۔ زعفرانی کی مرتبہ اور مبوّبہ کتاب الجامع الصغیر کی المظہر یزدی نے دو جلدوں میں شرح لکھی ہے اور اس کا نام التہذیب ہے، اس کی ایک شرح ابو القاسم یزدی نے بھی لکھی ہے (چلپی ج ۱ ص ۵۴۲)۔ لکھنؤ، استنبول اور قاہرہ سے یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ اس کی ایک مشہور شرح ''النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر'' علامہ عبد الحیٔ لکھنوی کی ہے جو مشہور اور متداول ہے (جعفری ص ۲۶۵-۲۶۷)۔

۲۲۱ ایضاً ص ۲۶۷۔

۲۲۲ ایضاً ص ۲۶۸۔

۲۲۳ استنبول کے کئی ایک کتب خانوں میں الجامع الکبیر کے متعدد نسخے موجود ہیں۔ اس کا سب سے قدیم نسخہ مکتبہ فاتح میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مکتبہ ولی الدین شیخ اور مکتبہ ینی جامع میں بھی اس کا نسخہ موجود ہے۔ (جعفری ص ۲۶۹)۔

۲۲۴ شارحین میں سے ابو حازم عبد الحمید بن عبد العزیز، علی بن موسیٰ القمی، احمد بن محمد الطحاوی، ابو الحق الکوفی، ابو عمرو محمد الطبری، ابو بکر الجصاص الرازی، ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی، ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ الجرجانی، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، ابو الیسر بزدوی، صدر الشہید حسام الدین عمرو بن مازہ، محمد بن احمد برہان علاء الدین سمرقندی، ابو حامد احمد عتابی، قاضی خان، برہان الدین مرغینانی اور جمال الدین الحصیری بطور خاص قابل ذکر ہیں (چلپی ج ۱ ص ۵۶۷-۵۷۰)۔

۲۲۵ جعفری ص ۲۷۱۔

۲۲۶ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو چلپی ج ۲ ص ۹۶۲-۹۶۳۔

۲۲۷ ملاحظہ ہو، شافعی، بولاق ۱۳۲۱ھ۔ ج ۷ ص ۲۷۷ کتاب الرد علی محمد بن الحسن باب الدیات۔

۲۲۸ ''والحدیث الموقوف هو ما أضیف إلى الصحابي من قول أو فعل أو تقریر۔ والصحابي هو من لقي النبي صلى الله عليه وسلم مؤمناً به ومات على ذلك ولو أتى بردة بين ذلك على الاصح عند العلماء، فمن حصل له اللقاء في كفره او ارتد ومات على الردة كابن خطل فلا يعد من الصحابة'' (الاثری عبد الکریم بن مراد: قصب السکر فی نظم نخبۃ الفکر للشیخ الامام الامیر محمد بن اسماعیل الصنعانی (م ۱۱۸۲ھ)، دار الثقافۃ الاسلامیہ ریاض ص ۵۰)

۲۲۹ مرفوع۔ ملاحظہ ہو باب دوم حاشیہ نمبر ۱۶۱

۲۳۰ مرسل:- ''المرسل وهو ما سقط من آخر سنده من بعد التابعي كان يقول التابعي قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا أو فعل كذا۔ وبعبارة واضحة هو ما رفعه التابعي الى النبي صلى الله عليه وسلم۔ وهو لغة من قولهم ناقة رسل أي سريعة فكان المرسل أسرع إلى الحديث فحذف بعض إسناده۔ وعد المرسل أنواع المردود للجهالة بحال من حذف من سنده لاحتماله ان يكون صحابياً او تابعياً وعلى الأخير يحتمل أن يكون ثقة او غير ثقة۔ وإلى رد المرسل ذهب الجمهور لبقاء الاحتمال وذهب البعض الى

www.toobaaelibrary.com

قبول مراسيل الائمة الثقات المعرف تحريهم۔ وعن الامام الشافعي رحمه الله تعالى انه يقبل مرسل من عرف بأنه لا يرسل الا عن ثقة كسعيد بن المسيب۔ و هذا الخلاف كله في مراسيل غير الصحابة رضي الله عنهم واما مرسل الصحابي فحجة على المختار"۔ (الاثری ص۲۹)۔

۲۳۱﴾ ابوزہرہ ص ۲۱۶۔

۲۳۲﴾ ایضاً۔

۲۳۳) ایضاً ص ۲۱۵۔

۲۳۴﴾ ان کا تفصیلی تذکرہ باب چہارم میں کیا گیا ہے۔

۲۳۵﴾ ان کا مفصل تذکرہ آگے باب چہارم میں آ رہا ہے۔

۲۳۶﴾ ان کی خدمات کا جائزہ باب (چہارم) میں دیا گیا ہے۔

۲۳۷﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۱۵ نمبر ۲۲۶۔ نیز ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۵۹ باب ہذا۔

۲۳۸﴾ ایضاً ج ۱ ص ۱۲۲ نمبر ۲۴۱۔ راوی مؤطا محمد بن الحسن (ایضاً)

۲۳۹﴾ ان کا مفصل تذکرہ باب (چہارم) میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۴۰﴾ ایضاً۔

۲۴۱﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۶۳-۱۶۴ نمبر ۳۶۹۔

۲۴۲﴾ ایضاً ج ۱ ص ۱۹۱ نمبر ۴۴۱۔

۲۴۳﴾ خطیب ج ۷ ص ۲۹۵ نمبر ۳۸۰۲۔ القرشی ج ۱ ص ۱۹۱ نمبر ۴۴۳۔

۲۴۴﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۰۴-۲۰۵ نمبر ۵۰۵۔

۲۴۵﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۲۵-۲۲۶ نمبر ۵۶۴۔

۲۴۶﴾ ان کی خدمات کا جائزہ باب چہارم میں پیش کیا جا رہا ہے۔

۲۴۷﴾ خطیب ج ۸ ص ۳۶۷ نمبر ۴۴۶۷۔ القرشی ج ۱ ص ۲۳۷ نمبر ۶۰۱۔

۲۴۸﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۵۲ نمبر ۶۵۲۔

۲۴۹﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۵۷-۲۵۸ نمبر ۶۷۳۔

۲۵۰﴾ خطیب ج ۱۰ ص ۲۵۴ نمبر ۵۳۷۰۔ القرشی ج ۱ ص ۳۰۲-۳۰۳ نمبر ۸۰۶۔

۲۵۱﴾ ایضاً ج ۱ ص ۳۷۹-۳۸۰ نمبر ۱۰۴۲۔

۲۵۲﴾ خطیب ج ۱۱ ص ۱۵۷ نمبر ۵۸۵۰۔ القرشی ج ۱ ص ۴۰۱-۴۰۲ نمبر ۱۱۱۳۔

۲۵۳﴾ القرشی ج ۱ ص ۴۰۵ نمبر ۱۱۲۲۔

۲۵۴﴾ ایضاً ج ۲ ص ۵۸-۵۹ نمبر ۱۸۹۔

۲۵۵﴾ ایضاً ج ۲ ص ۹۴ نمبر ۲۸۵۔

۲۵۶﴾ ان کا ترجمہ باب چہارم میں ملاحظہ فرمائیے۔

۲۵۷﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۷۷ نمبر ۵۴۲۔

۲۵۸﴾ ملاحظہ ہو باب چہارم برائے تذکرہ معلیٰ بن منصور ابو یحییٰ الرازی۔

۲۵۹﴾ ایضاً۔

۲۶۰﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۸۸ نمبر ۵۸۳۔

www.toobaaelibrary.com

۲۶۱ ان کا تعارف باب چہارم میں پیش کیا گیا ہے۔

۲۶۲ القرشی ج ۲ص ۲۱۳ نمبر ۶۶۹۔

۲۶۳ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔ ابن الاثیر، عزالدین ابی الحسن علی بن محمد بن محمد (م ۶۳۰ھ): اللباب فی تہذیب الانساب، مکتبہ القدسی قاہرہ ۱۳۵۸ھ ج ۳ص ۲۸۶۔ القرشی ج ۱ص ۲۴۳-۲۴۴ نمبر ۶۲۲۔ الحنبلی ج ۱ص ۲۴۳۔

۲۶۴ ابن قطلو بغاص ۲۸۔ نووی، ابی زکریا محی الدین بن شرف (م ۶۷۶ھ): تہذیب الاسماء واللغات۔ الطباعۃ المنیریہ مصر، الجزء الاول ص ۱۹۷ ترجمہ امام زفر۔

۲۶۵ القرشی ج ۱ص ۲۴۳ نمبر ۶۲۲۔

۲۶۶ ایضاً۔

۲۶۷ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۳۰ باب ھذا۔

۲۶۸ القرشی ج ۱ص ۲۴۳۔

۲۶۹ ابن حبان ج ۶ص ۳۳۹ وایضاً ج ۷ص ۲۴۶۔

۲۷۰ القرشی ج ۱ص ۲۴۳ نمبر ۶۲۲۔

۲۷۱ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۲ص ۷۱۔

۲۷۲ "کان الحفاظ للفقہ کما یحفظ القرآن اربعۃ زفر ویعقوب و اسد بن عمرو و علی بن مسہر" (الکردری ج ۲ص ۲۱۶)۔

۲۷۳ ایضاً ج ۲ص ۱۸۵۔

۲۷۴ اس انکار کی وجہ سے حکومتی حکم کے تحت ان کا گھر دو مرتبہ ڈھایا گیا لیکن یہ کسی طرح راضی نہ ہوئے آخر حکومت وقت کو ہی گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ (الکردری ج ۲ص ۱۸۳)۔

۲۷۵ ایضاً۔

۲۷۶ ایضاً ج ۲ص ۱۸۷-۱۸۸۔

۲۷۷ ایضاً ج ۲ص ۲۸۵۔

۲۷۸ شبلی سیرت امام اعظم، ج ۲ص ۲۵۵۔

۲۷۹ ملاحظہ ہو القرشی ج ۱ص ۲۳۱ نمبر ۵۸۸۔

۲۸۰ ایضاً ج ۱ص ۲۵۶ نمبر ۶۶۸۔

۲۸۱ ایضاً ج ۱ص ۳۳۸ نمبر ۹۲۶۔

۲۸۲ ایضاً ج ۲ص ۳۷ نمبر ۱۱۸۔

۲۸۳ یہ قاضی تھے، امام زفر سے فقہ حاصل کی محدث صیمری لکھتے ہیں کہ یہ امام زفر کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ (محدث صیمری، ابو عبداللہ الحسین (م ۴۳۶ھ): اخبار الامام ابی حنیفہ واخبار بعض اصحابہ من العراقین، نقل عن نسخہ مخطوطہ محمد زاہد الکوثری لائبریری مجلس علمی کراچی ص ۱۲۰) خطیب نے انہیں زفر اور ابو یوسف دونوں کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ (خطیب ج ۵ص ۴۱۲ نمبر ۲۹۲۱)۔ یہ امام مالک کی نسل سے تھے۔ ان سے امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ ان کی روایت ثلاثیات بخاری میں سے ایک ہے۔ "حدثنا محمد بن عبداللہ (بن المثنیٰ بن عبداللہ بن انس بن مالک) الانصاری حدثنا حمید ان انا حدثہم ان الربیع وھی بنت النضر کسرت ثنیۃ جاریۃ فطلبو الارش و طلبوا العفو فاتو النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر بالقصاص فقال انس بن النضر اتکسر ثنیۃ الربیع یا رسول اللہ لا والذی بعثک بالحق لا

www.toobaaelibrary.com

تکسر ثنیتھا، قال یا انس کتاب اللّٰہ قصاص فرضی القوم و عفو افقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من عباد اللّٰہ من لو اقسم علی اللّٰہ لابرہ "(القرشی ج ۲ ص ۱۷)۔ ان سے احمد اور ابن المدینی نے روایت کی ہے اور ان سے ائمہ ستہ نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے۔ (ایضاً) اس طرح ان لوگوں کا دعوی باطل ہو جاتا ہے جو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو حدیث سے خالی یا قلیل قرار دیتے ہیں۔ یحیٰی بن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن حبان نے ثقات میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔
(ابن حبان ج ۷ ص ۴۴۳۔ مزید ملاحظہ ہو، ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۷۴-۲۷۶)۔

۲۸۴﴾ خزانۃ الاکمل میں ہے کہ یہ امام زفر کے اصحاب میں سے تھے۔ (القرشی ج ۲ ص ۱۴۹ نمبر ۴۵۹ بحوالہ خزانۃ الاکمل)۔

۲۸۵﴾ ایضاً ج ۲ ص ۲۰۱-۲۰۲ نمبر ۶۲۹۔

۲۸۶﴾ ان کا لقب الرأی وسعت علمی اور کثرت تفقہ کے باعث پڑ گیا تھا۔ انہوں نے امام زفر اور امام ابو یوسف سے فقہ حاصل کی۔ یہ عن ابی عوانۃ اور عن ابن المهدی روایت کرتے تھے "روی عنه عبدالله بن قحطبه عن هلال عن ابی عوانة عن قتادة عن انس رضی الله عنه كان قبیعة (دستہ) سیف رسول الله صلی الله علیه وسلم من فضّة وكان نعله لها قبالان "۔ (القرشی ج ۲ ص ۲۹۰۷)۔ ان سے بکار بن قتیبہ، عبداللہ بن قحطبہ اور حسن بن احمد بن بسطام نے فقہ حاصل کی۔ ان کی ایک کتاب "احکام الوقف" ہے جو حلقۂ علماء میں متداول ہے۔ (ایضاً)

۲۸۷﴾ خطیب ج ۷ ص ۳۱۴۔ ابن الاثیر، اللباب فی تہذیب الانساب، ج ۳ ص ۷۲-۷۳۔

۲۸۸﴾ خضری، شیخ محمد بک: تاریخ فقہ اسلامی، ترجمہ اردو حبیب احمد ہاشمی، دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۹ء، ص ۳۰۴۔

۲۸۹﴾ " وكان راساً فی الفقه "(الحسنلی ج ۲ ص ۱۲)" كان يقظاً فطناً فقيهاً نبيهاً "(لکھنوی ص ۲۸)۔

۲۹۰﴾ سمعانی ج ۱۱ ص ۲۳۰۔ الکردری ج ۲ ص ۲۰۸۔

۲۹۱﴾ چنانچہ بحکم حدیث، "البسوهم مما تلبسون" اپنے ممالیک کو اپنے مثل کپڑے پہناتے تھے (الکردری ج ۲ ص ۲۰۸۔ خطیب ج ۷ ص ۳۱۵)۔

۲۹۲﴾ الکردری ج ۲ ص ۲۱۰۔

۲۹۳﴾ سمعانی ج ۱۱ ص ۲۳۰-۲۳۱۔ الکردری ج ۲ ص ۲۰۸۔

۲۹۴﴾ سمعانی ج ۱۱ ص ۲۳۰۔

۲۹۵﴾ لکھنوی ص ۲۸۔

۲۹۶﴾ سمعانی ج ۱۱ ص ۲۳۰-۲۳۱۔

۲۹۷﴾ الکردری ج ۲ ص ۲۰۹-۲۱۰۔

۲۹۸﴾ ایضاً۔

۲۹۹﴾ ابن الندیم ص ۲۸۸۔

۳۰۰﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج ۱ ص ۱۷۸-۱۷۹ نمبر ۳۲۹۔

۳۰۱﴾ ایضاً ج ۱ ص ۱۹۰-۱۹۱ نمبر ۳۳۹۔

۳۰۲﴾ ایضاً ج ۱ ص ۴۰۰ نمبر ۱۱۰۸۔

۳۰۳﴾ ایضاً ج ۲ ص ۶۰ نمبر ۱۹۲۔

۳۰۴﴾ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ ج ۷ ص ۳۳۹۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۴۷۔ ٹونکی، ج ۱ ص ۸۰۔

۳۰۵﴾ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۰۔

۳۰۶﴾ ذہبی، تذکرہ الحفاظ، ج ۱ ص ۲۱۲۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۹ ص ۴۸۶-۴۸۷۔ ٹونکی ج ۱ ص ۱۱۰۔

www.toobaaelibrary.com

۳۰۷﴿ القرشی ج ۱ص ۲۵۶-۲۵۷ نمبر ۶۷۱۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۴ص ۳۴۷-۳۴۸ ٹونکی ج ۱ص ۶۸۔
۳۰۸﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب جلد ۱۰ص ۳۷۴۔
۳۰۹﴿ القرشی ج ۱ص ۲۹۵-۲۹۶ نمبر ۷۸۳۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۶ص ۱۲۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۱۔
۳۱۰﴿ القرشی ج ۲ص ۲۳۶ نمبر ۷۳۶۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱۱ص ۳۳۴۔ ٹونکی ج ۱ص ۸۱۔
۳۱۱﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۱۰ص ۴۴۰۔ محمد قاسم، عبدہ الحارثی: مکانۃ الامام ابی حنیفہ بین المحدثین، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۴۱۳ھ ص ۱۵۳۔
۳۱۲﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۱۰ص ۱۶۵۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۷۔
۳۱۳﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۹ص ۱۴۳۔ ٹونکی ج ۱ص ۱۰۴۔
۳۱۴﴿ القرشی ج ۱ص ۴۱۰ نمبر ۱۱۳۷۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۸ص ۳۱۱۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۶۔
۳۱۵﴿ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۲ص ۶۰۹-۶۱۴۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۲۔
۳۱۶﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۴ص ۴۰۸۔ ٹونکی ج ۱ص ۶۹۔
۳۱۷﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۸ص ۹۸۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۵۔
۳۱۸﴿ القرشی ج ۱ص ۳۶۴ نمبر ۱۰۰۶۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۷ص ۳۴۴۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۴۔
۳۱۹﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۷ص ۵۰۔ محمد قاسم ص ۱۵۳۔
۳۲۰﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۷ص ۴۲۔ الکردری ج ۲ص ۲۳۰۔
۳۲۱﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۴ص ۴۰۸۔ ٹونکی ج ۱ص ۶۹۔
۳۲۲﴿ الرازی، شیخ الاسلام ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس المنذر التمیمی الحنظلی (م ۳۲۷ھ): کتاب الجرح والتعدیل، مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء القسم الاوّل من المجلد الاوّل ص ۱۲۸-۱۲۹۔ ابن سعد ج ۷ص ۴۸۸۔ ٹونکی ج ۱ص ۵۸-۵۹۔
۳۲۳﴿ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۲ص ۶۱۴-۶۱۵۔
۳۲۴﴿ خطیب ج ۱۱ص ۱۵۲-۱۵۶۔ نمبر ۵۸۴۷۔ القرشی ج ۱ص ۲۰۴ نمبر ۱۱۱۴۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۵۔
۳۲۵﴿ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۴ص ۳۴۷-۳۴۸۔
۳۲۶﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۳ص ۲۷۔ ٹونکی ج ۱ص ۶۲۔
۳۲۷﴿ القرشی ج ۱ص ۴۰۰ نمبر ۱۱۰۹۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۵۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۱۱۴۔
۳۲۸﴿ ایضاً ج ۵ص ۸۸۔ ٹونکی ج ۱ص ۶۹۔
۳۲۹﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج ۸ص ۲۷۰۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۶۔
۳۳۰﴿ القرشی ج ۱ص ۳۳۴ نمبر ۹۱۱۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۶ص ۴۴۱۔ محمد قاسم ص ۱۷۳۔
۳۳۱﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۵ص ۹۹۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۰۔
۳۳۲﴿ ابن سعد ج ۶ص ۳۹۴۔ الکردری ج ۲ص ۲۲۵۔
۳۳۳﴿ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۴ص ۱۳۴۔ ٹونکی ج ۱ص ۷۸۔
۳۳۴﴿ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۱۱ص ۳۲۵۔ ٹونکی ج ۱ص ۸۱
۳۳۵﴿ ابن سعد ج ۶ص ۳۹۹۔ ٹونکی ج ۱ص ۵۷۔
۳۳۶﴿ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۳ص ۵۳۳۔ ٹونکی ج ۱ص ۵۷

www.toobaaelibrary.com

۳۲۷﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج۳ ص۶۶۲-۶۶۶۔ ٹونکی ج۱ ص۵۷۔
۳۲۸﴾ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج۹ ص۵۲۷۔ ٹونکی ج۱ ص۵۸
۳۲۹﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج۳ ص۵۸۴۔ ٹونکی ج۱ ص۵۷۔
۳۳۰﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج۳ ص۶۳۹۔ ٹونکی ج۱ ص۵۸۔
۳۳۱﴾ الرازی، کتاب الجرح والتعدیل، طبع اول ۱۳۶۱ھ القسم الثانی من المجلد الثالث ص۲۲۱-۲۲۲ رقم ۱۲۲۳۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج۹ ص۹۶-۹۸ نمبر ۱۲۹۔ محمد قاسم ص۱۷۱۔
۳۳۲﴾ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، (تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف) طبع دوم ۱۳۹۵ھ ج۱ ص۳۵۔ ٹونکی ج۱ ص۵۹۔
۳۳۳﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج۱ ص۲۰۸-۲۱۰۔ الکردری ج۲ ص۲۲۳۔
۳۳۴﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج۱ ص۵۱۳۔۵۱۵۔ الکردری ج۲ ص۲۲۱۔
۳۳۵﴾ محمد قاسم ص۱۵۲۔
۳۳۶﴾ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج۲ ص۳۱۵۔ محمد قاسم ص۱۵۲۔
۳۳۷﴾ الکردری ج۲ ص۲۴۴۔
۳۳۸﴾ ٹونکی ج۱ ص۶۴۔
۳۳۹﴾ ابن سعد ج۶ ص۳۷۸۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۲۱۵-۲۱۶۔ ٹونکی ج۱ ص۶۵۔
۳۵۰﴾ ابن سعد ج۵ ص۵۰۱۔ ذہبی، تذکرہ الحفاظ ج۱ ص۳۶۸-۳۶۹۔ ٹونکی ج۱ ص۱۰۰۔
۳۵۱﴾ گیلانی ص۳۰۶-۳۰۷ حاشیہ نمبر۱ بحوالہ مقریزی کتاب الخطط ج۴ ص۱۸۱۔
۳۵۲﴾ گیلانی ص۳۰۶ بحوالہ موفق۔
۳۵۳﴾ لکھنوی ص۱۰۔
۳۵۴﴾ گیلانی ص۸۷۔
۳۵۵﴾ خطیب ج۶ ص۱۰۵ (۳۱۴۳)۔ ذہبی، میزان الاعتدال ج۱ ص۳۸-۳۹۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۲۱۳۔
۳۵۶﴾ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو موفق ج۲ ص۱۲۶۔
۳۵۷﴾ خطیب ج۷ ص۲۶۱ (۳۷۴۵)۔ القرشی ج۱ ص۱۷۶ نمبر ۳۹۲۔
۳۵۸﴾ القرشی ج۲ ص۱۳۸، ۲۰۰ و ایضاً ج۱ ص۲۵۱۔
۳۵۹﴾ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- موفق ج۲ ص۱۱۰۔ القرشی ج۱ ص۱۷۶۔۱۷۷ نمبر ۳۹۴۔ ایضاً ج۲ ص۲۵۸ نمبر ۱۲۵ باب الکنی۔ الحنبلی ج۱ ص۲۸۳۔ لکھنوی ص۹۲۔
۳۶۰﴾ خطیب ج۷ ص۲۵۳ (۳۷۴۴)۔
۳۶۱﴾ الکردری ج۲ ص۲۴۲۔ القرشی ج۱ ص۱۷۷ نمبر ۳۹۷۔
۳۶۲﴾ خطیب ج۷ ص۴۱۸ (۳۹۷۴)۔ موفق ج۱ ص۲۴۸۔ الکردری ج۱ ص۲۴۹۔
۳۶۳﴾ موفق ج۱ ص۲۴۶۔۲۴۷۔ الکردری ج۱ ص۲۴۶۔
۳۶۴﴾ ایضاً ج۲ ص۲۴۱۔
۳۶۵﴾ ایضاً۔
۳۶۶﴾ خطیب ج۱۰ ص۱۵۲ (۵۳۰۶)۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو؛ القرشی ج۱ ص۲۸۱-۲۸۲ نمبر ۷۴۸۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج۵ ص۳۱۲۔

www.toobaaelibrary.com

۳۶۷۔ الکردری ج ۲ ص ۱۷۳۔
۳۶۸۔ القرشی ج ۱ ص ۳۱۸ نمبر ۸۴۸۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۳۴۔
۳۶۹۔ موفق ج ۱ ص ۶۸۔
۳۷۰۔ خطیب ج ۱۱ ص ۱۸۲ (۵۸۹۴)۔ القرشی ج ۱ ص ۳۹۹ نمبر ۱۱۰۵۔
۳۷۱۔ الکردری ج ۲ ص ۲۳۸۔۲۳۹۔
۳۷۲۔ ٹونکی ج ۲ ص ۸۵۔۸۶۔
۳۷۳۔ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۶۰ نمبر ۶۷۵۴۔ القرشی ج ۱ ص ۴۰۷۔۴۰۸ نمبر ۱۱۳۲۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۸۷۔
۳۷۴۔ ابن سعد ج ۵ ص ۵۰۰۔ القرشی ج ۱ ص ۴۰۹۔۴۱۰ نمبر ۱۱۳۴۔
۳۷۵۔ موفق ج ۲ ص ۶۲۔۶۳۔
۳۷۶۔ موفق ج ۱ ص ۲۴۷۔ الکردری ج ۱ ص ۲۴۶ و ایضاً ج ۲ ص ۲۴۲۔
۳۷۷۔ موفق ج ۲ ص ۵۸۔
۳۷۸۔ خطیب ج ۱۳ ص ۲۷۸ (۷۲۴۲)۔ القرشی ج ۲ ص ۱۹۵ نمبر ۶۰۷۔
۳۷۹۔ خطیب ج ۹ ص ۱۴۰ (۴۷۵۵)۔ موفق ج ۱ ص ۲۴۸۔
۳۸۰۔ موفق ج ۲ ص ۶۲۔ الکردری ج ۲ ص ۲۴۲۔
۳۸۱۔ موفق ج ۱ ص ۲۴۷۔ الکردری ج ۱ ص ۲۴۶۔۲۴۷ و ایضاً ج ۲ ص ۲۴۱۔
۳۸۲۔ الکردری ج ۲ ص ۲۳۷۔ رازی نے ان کا تذکرہ اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ایضاً القسم الاول من المجلد الثانی ص ۲۰۵)۔
۳۸۳۔ ابن حبان ج ۷ ص ۶۵۰۔
۳۸۴۔ ٹونکی ج ۲ ص ۱۰۹
۳۸۵۔ موفق ج ۱ ص ۲۰۱۔۲۰۲۔ الکردری ج ۲ ص ۲۲۷۔
۳۸۶۔ الکردری ج ۲ ص ۲۳۸۔ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۰۱۔
۳۸۷۔ بجنوری، سید احمد رضا: انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری، مکتبہ ناشر العلوم دیوبند (یوپی) بدون سن اشاعت، مقدمہ۔ حصہ اول ص ۲۱۱۔
۳۸۸۔ موفق ج ۱ ص ۱۵۷۔۱۵۸۔ الکردری ج ۲ ص ۱۰۶۔۱۰۷۔
۳۸۹۔ خطیب ج ۱۳ ص ۳۴۷۔
۳۹۰۔ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

باب چہارم

وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت

گزشتہ باب میں فقہ حنفی کے فروغ و شیوع کا ہم جس تفصیل سے جائزہ لے چکے ہیں، اس کے پیش نظر یہ بات بالکل واضح ہے کہ:۔

الف)۔ فقہ حنفی کے فروغ و شیوع کا پہلا دور وہ ہے جس میں خود امام اعظمؒ اور ان کے اجل تلامذہ (امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام حسن بن زیادؒ) نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ اس دور میں نہ صرف یہ کہ تشنگان علم وفن نے امام صاحب سے براہ راست استفادہ کرنے میں جوش وخروش کا مظاہرہ کیا، بلکہ امام صاحب کا مسلک و مذہب سرکاری سرپرستی کے نتیجہ میں درس وتدریس اور حلقہ ہائے فکر ونظر سے نکل کر مملکت اسلامی کے طول وعرض میں پھیل گیا اور باشندگان ریاست کے عمل اور روزمرہ کا حصہ بن گیا۔

ب)۔ امام صاحب کی دلآویز شخصیت، اجل تلامذہ اور سرکاری سرپرستی کے سبب فقہ حنفی کا شیوع مملکت اسلامی کے اکثر بلکہ تمام علاقوں میں بالعموم اور وسط ایشیا کے مفتوحہ علاقوں میں بالخصوص تیز رفتاری کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ ایسے علماء وفقہاء کی ایک فہرست بھی پیش کی جا چکی ہے جو امام صاحبؒ سے فقہ واجتہاد میں سند فراغ حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں واپس جا کر چراغ ہدایت بن گئے اور حلقہ ہائے تلقین وارشاد کے ذریعے فقہ حنفی کی اشاعت کا باعث بنے۔

ان حقائق کے پیش نظر ہم اسے فقہ حنفی کے فروغ وشیوع کا ابتدائی دور/ دور اول/ اشاعت عام قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہماری تحقیق وتفتیش کا اصل مدعا یہ ہے کہ وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کا جائزہ لیا جائے اس لئے اس باب چہارم میں ہمارا موضوع بحث یہی قرار پائے گا اور اسے اشاعت مسلک کا دور ثانی کہا جا سکتا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

دور دوم میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کا جائزہ بدیہی طور پر امام اعظمؒ اور ان کے اجل تلامذہ سے مربوط و مسلسل ہے۔(i)۔امام اعظمؒ سے اس لئے کہ ان کے وہ وسط ایشیائی تلامذہ جنہوں نے امام اعظمؒ سے براہ راست تلمذ حاصل کر کے ان کے فکر وفن کو اپنے اپنے علاقوں میں پھیلایا اور حتی المقدور درس تدریس اور فقہ وفتاویٰ کے علاوہ تحریری طور پر بھی فقہ حنفی کی خدمت سرانجام دی، ان کا تفوق اور تقدم نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور (ii) ان کے اجل تلامذہ سے اس لئے مربوط ہے کہ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ عرصۂ دراز تک امام اعظم کی صحبت سے مستفید ہوئے، امام صاحب کے زمانہ میں تدوین فقہ میں سرگرم حصہ لیا، امام صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی مرجع خلائق رہے اور انہی کی تصنیفی وتالیفی خدمات نے فقہ حنفی کو مضبوط و مستحکم علمی بنیاد فراہم کی بلکہ آج فقہ حنفی کا تمام تر دارومدار ان ہی کی کتابوں پر ہے۔

بہر حال مجموعی طور پر دیکھا جائے تو وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی عملی ترویج واشاعت کے حوالے سے خاص الخاص بلکہ تمام تر حصہ امام صاحبؒ کے اجل تلامذہ میں سے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہی نظر آتا ہے۔امام اعظمؒ نے خود کبھی منصب قضا قبول نہیں کیا اور نہ ہی اس غرض سے خلفاء یا امراء کے مطالبات کو تسلیم کیا۔امام صاحبؒ نے فقہ اور اصول فقہ پر کوئی تصنیف بھی نہیں فرمائی۔نیز مجلس تدوین قانون اسلامی کی تمام تر سرگرمیاں بھی ارشد تلامذہ کے دم قدم سے تھیں۔البتہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں حضرات منصبِ قضاء پر بھی فائز رہے اور دونوں کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر بھی فائز کیا گیا اور دونوں حضرات نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ فقہ حنفی پر ایک عظیم الشان ذخیرہ یادگار بھی چھوڑا ہے۔اس لئے علمی اور عملی ہر دو اعتبار سے وسط ایشیا علاقوں میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں ان دونوں حضرات نے مرکزی کردار ادا کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ یہاں اگرچہ امام اعظمؒ سے شرف تلمذ رکھنے والے دیگر اصحاب بھی موجود تھے تاہم علماء، فقہاء اور مجتہدین کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو امامینؒ وصاحبینؒ کی صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ تھی۔اس طرح سے امام اعظمؒ کا فکری ورثہ اور فقہی سرمایہ انہی تلامذہ کے ذریعے نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا رہا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پھلتا پھولتا اور بڑھتا رہا، برگ وبار لاتا رہا اور اپنی وسعت، پھیلاؤ اور ٹھنڈک سے شاہراہِ فقہ واجتہاد پر سفر کرنے والوں کو آسودہ خاطر کرتا رہا۔اس اجمال کی تفصیل اور وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کا اندازہ کرنے کے لئے ناگزیر ہے کہ اس دور کے نمائندہ فقہاء، علماء (تلامذۂ صاحبین وامامین) کے حالات وکوائف کا جائزہ پیش کیا جائے۔

نامور فقہائے احناف----تعارف وخدمات

۱۔ ابراہیم بن رستم ابوبکر المروزی م ۲۱۱ھ

ابوبکر المروزی کا تعلق مرو سے تھا (۱) اور یہ خراسانی الاصل تھے۔ان کا شمار احناف کے کبار فقہاء میں ہوتا

www.toobaaelibrary.com

ہے۔ انہوں نے امام محمد سے فقہ حاصل کی اور ابو عصمہ نوح بن ابی مریم المروزی نوح الجامع اور اسد بن عمرو البجلی سے حدیث روایت کی۔ ابراہیم بن رستم سے جم غفیر نے فقہ حاصل کی۔ انہوں نے امام مالک، ثوری، شعبہ، حماد بن سلمہ، اسمعیل بن عیاش اور بقیۃ الولید سے بھی سماعت حدیث کی۔ متعدد مرتبہ بغداد آئے اور یہاں حدیث روایت کی۔ ابوبکر المروزی سے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل جیسے امام کبیر اور ابوخیثمہ زہیر بن حرب جیسے عظیم محدث نے حدیث روایت کی ﴿۲﴾ جو ابوبکر المروزی کی ثقاہت علمی پر دلیل ہے۔ یحیٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے ﴿۳﴾۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ لکھا ہے ﴿۴﴾۔ لسان المیز ان میں ان کا طویل ترجمہ ہے ﴿۵﴾۔ ابوبکر المروزی نے امام محمد کی کتب کو ان سے لکھا اور روایت کیا ہے ﴿۶﴾۔

اپنے زمانہ خلافت میں خلیفہ مامون اپنے وزیر الفضل بن سہل کے ہمراہ مرو پہنچا۔ اس زمانہ میں ابراہیم بن رستم مرو میں دباغوں (چمڑا پکانے والوں) کے محلے میں قیام کر کے ان کے بچوں کو تعلیم دے رہے تھے۔ تب مرو میں انہی کے علم و فضل کا سکہ چلتا تھا۔ مامون نے دعوت خاص دے کر انہیں دربار میں بلوایا اور بہت دیر تک ان سے محفل رہی۔ خلیفہ مامون نے انہیں عہدہ قضاء کی بھی پیشکش کی لیکن انہوں نے قبول نہ کی ﴿۷﴾۔ ابراہیم بن رستم کی سیرت و کردار کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ اک مرتبہ وزیر الفضل بن سہل ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوا۔ ابراہیم اس کی تعظیم میں کھڑے نہیں ہوئے بلکہ برابر تدریس میں منہمک رہے۔ فضل کا ایک چاپلوس مصاحب کہنے لگا ''ابراہیم، تعجب ہے کہ خلیفہ کا وزیر تمہارے پاس آیا ہے اور تم ان دباغوں کے خیال سے جو تمہارے پاس بیٹھے ہیں وزیر کی تعظیم کے لئے کھڑے بھی نہیں ہوئے۔'' ---خطیب لکھتے ہیں کہ ابراہیم کے جواب دینے سے قبل ہی ان کا ایک شاگرد بول پڑا، ''اے صاحب! ہم لوگ اب دباغ نہیں رہے بلکہ ہم اس دین کو پختہ کر رہے ہیں جس نے ابراہیم کو اس قدر بلندی بخشی کہ خلیفہ کا وزیر بھی ان کے پاس آتا ہے'' ﴿۸﴾۔

اس ایک واقعہ سے جہاں امام محمد کے شاگردوں کا وسط ایشیا میں تعلیم و تدریس میں انہماک اور ان کی سیرت و کردار کی بلندی کا پتہ چلتا ہے وہیں وسط ایشیا میں فقہ حنفی کے رواج عام اور اقتدار کے ایوانوں میں اس کی قدر و منزلت کا اندازہ بھی ہوتا۔

﴿۲﴾ ابراہیم بن یوسف بن میمون البلخی ﴿۹﴾ م ۲۳۹ھ

ابراہیم بن یوسف بن میمون بن قدامہ الباھلی البلخی الماکیانی ﴿۱۰﴾ صاحب الرأی، الامام المشہور، ''کبیر المحل عند اصحاب ابی حنیفة'' ﴿۱۱﴾ (اصحاب ابی حنیفہ میں بلند مرتبہ کے حامل)۔ شیخ بلخ، فقیہہ عصر، امام ابو یوسف کے نامور اصحاب میں سے تھے ﴿۱۲﴾۔ ان سے ان کے اہل شہر نے روایت کی ہے ﴿۱۳﴾۔ یہ امام مالک بن انس سے ایک واسطے سے عن نافع عن ابن عمر، ''کل مسکر خمرو کل خمر حرام'' کی حدیث

www.toobaaelibrary.com

روایت کرتے تھے ﴿۱۴﴾۔ نسائی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے ﴿۱۵﴾۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے ﴿۱۶﴾۔ یہ عصام بن یوسف کے بھائی تھے۔ (ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے) ان کی وفات کی ایک روایت ۲۴۱ھ کی ہے ﴿۱۷﴾ جبکہ ذہبی کے علاوہ ابواللیث سمرقندی نے اپنی کتاب النوازل کے آخر میں ان کی وفات ۲۳۹ھ لکھی ہے اور ان کے بھائی عصام بن یوسف کا سن وفات ۲۱۵ھ لکھا ہے ﴿۱۸﴾۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن ابراہیم اور بھائی محمد بن یوسف دونوں نامور فقیہ تھے اور ان کے خاندان کا وسط ایشیا میں فقہ حنفی کے ارتقاء میں اہم کردار ہے۔

﴿۳﴾ احمد بن اسحاق ابوبکر الجوز جانی

احمد بن اسحاق المعروف بابن صبیح ابوبکر الجوز جانی، امام ابوسلیمان جوز جانی (ان کی تذکرہ آگے آرہا ہے) کے مشہور شاگرد تھے۔ ابوبکر الجوز جانی علم الاصول اور علم الفروع کے جامع تھے ﴿۱۹﴾۔ ابن صبیح، ابی نصر احمد بن العباس العیاضی کے استاد تھے ﴿۲۰﴾۔ ان سے ابی نصر العیاضی کے خاندان اور وسط ایشیا میں امام محمد کی کتب کا سلسلہ روایت ہوا۔ کتاب الفرق والتمیز اور کتاب التوبہ ان کی تالیفات ہیں ﴿۲۱﴾۔

﴿۴﴾ احمد بن حاج ابوعبداللہ العامری النیشاپوری الفقیہ م ۲۳۷ھ

امام محمد بن الحسن کے اصحاب میں احمد بن حاج نہایت جلیل القدر فقیہ تھے۔ امام محمد سے ہی فقہ حاصل کی۔ ابن المبارک اور سفیان بن عیینہ سے حدیث سنی۔ ان سے ابوعبداللہ احمد بن حرب اور احمد بن نصر اللباد ﴿۲۲﴾ نے روایت کی ہے۔ ابوعبداللہ نیشاپور میں احناف کے شیخ تھے۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ ''قرآت بحظ ابی عمرو المستملی''۔ یہ ۲۳۷ھ میں راہی ملک عدم ہوئے ﴿۲۳﴾۔

﴿۵﴾ احمد بن حفص، ابوحفص الکبیر البخاری الامام المشہور ولد ۱۵۰ھ م ۲۱۵ھ ﴿۲۴﴾

احمد بن حفص نے امام محمد نے فقہ حاصل کی اور ان سے ہزاروں طالبان فقہ وحدیث نے علم حاصل کیا۔ عبدالقادر القرشی ان کے حلقۂ درس وتلامذہ کی وسعت کا ''ولہ اصحاب لا یحصون'' ﴿۲۵﴾ کہہ کر ذکر کرتے ہیں۔ سمعانی نے باب ''الخیراخزی'' میں لکھا ہے کہ یہ بخارا کے قریب کا ایک قریہ ہے اور القرشی لکھتے ہیں کہ یہاں سے ابی حفص الکبیر کے تلامذہ کی ایک کثیر جماعت کا تعلق ہے ﴿۲۶﴾ ہدایہ میں ہے کہ ''لہ اصحاب و اتباع کثیرون'' ﴿۲۷﴾۔

فقیہ مشرق، ابوحفص الکبیر ماوراء النہر کے عالم بے بدل اور اہل بخارا کے شیخ تھے۔ ثقہ، زاہد، امام، صاحب سنت اور متقی تھے ﴿۲۸﴾۔ فوائد البھیہ میں ہے ''انتہت الیہ ریاست الاصحاب ببخارا'' ﴿۲۹﴾۔

www.toobaaelibrary.com

ابو حفص الکبیر، امام محمد بن اسمٰعیل بخاری کے ہم عصر تھے۔ محمد بن احمد بن حفص، ابو حفص الصغیران کے بیٹے تھے جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

امام ابو حفص الکبیر البخاری نے بخارا میں مدرسہ قائم کیا ﴿۳۰﴾ اور نہایت انہاک سے فقہ حنفی کے فروغ و ارتقاء میں حصہ لیا اور درس و تدریس میں انتہائی اشتغال کا اظہار کیا۔ انہوں نے امام محمد کی کتب کو کثرت سے روایت کیا ہے ﴿۳۱﴾۔ ان کے اصحاب و تلامذہ کی کثرت اس کا بین ثبوت ہے۔

۶ ﴾ احمد بن العباس ابو نصر العیاضی

احمد بن العباس بن الحسین بن جبلۃ بن غالب بن جعفر بن نوفل بن عیاض ابن یحیٰ بن قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری الخزرجی الفقیہہ السمرقندی ابو نصر العیاضی ﴿۳۲﴾۔

ابو نصر العیاضی نے ابو منصور الماتریدی ﴿۳۳﴾ کے ہمراہ امام ابو بکر احمد بن اسحاق الجوزجانی ﴿۳۴﴾ سے فقہ حاصل کی۔ احمد بن العباس سے کثیر تعداد میں لوگوں نے فقہ حاصل کی ﴿۳۵﴾۔ بلاد مختلفہ سے علماء و فقہاء ان سے اخذ فقہ کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس طرح احمد بن العباس اور ان کے خاندان کا وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں گراں قدر حصہ ہے۔ الادریسی تاریخ سمرقند میں لکھتا ہے کہ یہ مجاہد و عالم تھے ان کے دو بیٹے محمد بن احمد م ۳۶۱ ھ ﴿۳۶﴾ اور نصر بن احمد ﴿۳۷﴾ اصحاب ابی حنیفہ میں امام اور مذہب حنفی کے نہایت شدت سے پابند تھے۔ ابو نصر العیاضی، نصر بن احمد بن اسد بن سامان کے عہد حکومت میں کافروں کے محاصرے میں آکر شہید ہوئے۔ اپنے زمانے میں علم و ورع، کتابت، جلاوت و شہامت میں ابی نصر العیاضی کی کوئی مثال نہ تھا۔ یہ اور ابو منصور الماتریدی علم و فضل میں ہم پلہ تھے ﴿۳۸﴾۔ الحکیم ابی القاسم السمرقندی کہتے ہیں "ماخرج من خراسان الی ماوراء النهر منذماته سنة مثل الفقيه ابی نصر العياضی" ﴿۳۹﴾ یعنی ایک پوری صدی میں خراسان سے ماوراء النہر تک ابی نصر العیاضی کی مثل کوئی فقیہہ پیدا نہیں ہوا۔ ان سے امام محمد کی کتب ابو بکر الجوزجانی عن ابو سلیمان جوزجانی روایت ہوئیں۔

۷ ﴾ احمد بن عمرو (وقیل) عمرو بن مہیر الامام ابو بکر خصاف ﴿۴۰﴾ م ۲۶۱ ھ

احمد بن عمر (عمر کی بجائے عمرو بھی لکھا، بولا اور پڑھا جاتا ہے) بن مہیر (انہیں مہران الشیبانی بھی کہا جاتا ہے) اپنے والد عمرو بن مہیر سے روایت کرتے تھے۔ ابو بکر الخصاف ان کی کنیت تھی۔ انہوں نے اپنے والد کے علاوہ ابی عاصم النبیل، ابی داؤد الطیالیسی، مسدد بن مسرھد، القعنبی، یحیٰ بن عبد الحمید الحمانی، علی بن المدینی، عارم محمد بن الفضل اور ابی نُعیم الفضل بن دُکین سے حدیث روایت کی ﴿۴۱﴾۔ ابن الندیم نے الفہرست میں

www.toobaaelibrary.com

ان کا ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں ''کان فاضلا فارضا حاسبا عارفا بمذهب اصحابه'' ﴿۴۲﴾۔ یعنی یہ فاضل فقیہہ، ماہر فرائض وحساب اور اصحاب ابی حنیفہ کے مذہب کے عالم تھے۔ خلیفہ مہتدی کے ہاں انہیں اس درجہ تقرب وتقدم حاصل تھا کہ لوگ کہتے تھے کہ یہ شخص اقتدار ابن ابی داؤد کا احیاء کرے گا۔ خصاف نے مہتدی کے لئے کتاب الخراج بھی لکھی۔ لیکن جب مہتدی قتل ہو گیا تو خصاف بھی سلب ونہب کا شکار ہو گئے ان کی زندگی اجیرن کر دی گئی۔ اس دوران ان کی کئی کتابیں ضائع ہو گئیں جن میں سے ایک مناسک پر ہے ﴿۴۳﴾۔ ابن الندیم نے ان کی درج ذیل کتب کا ذکر کیا ہے:۔

کتاب الحیل ﴿۴۴﴾ (دو جلدیں)، کتاب الوصایا، کتاب الشروط الکبیر، کتاب الشروط الصغیر، کتاب الرضاع، کتاب المحاضر والسجلات، کتاب ادب القاضی، کتاب الخراج للمہتدی، کتاب النفقات، کتاب اقرار الورثۃ بعضھم لبعض، کتاب العصیر واحکامہ وحسابہ، کتاب النفقات علی الاقارب۔ کتاب احکام الوقوف، کتاب ذرع الکعبۃ والمسجد والقبر ﴿۴۵﴾۔

ابن ماکولا نے ان کی کتب میں سے کتاب الشروط، احکام الوقوف، ادب القاضی، الرضاع اور النفقات کا ذکر کیا ہے ﴿۴۶﴾۔ ذھبی نے ان کی کتب میں ہے الخراج للمہتدی، الحیل، الشروط الکبیر، الشروط الصغیر، الرضاع، ادب القاضی، العصیر واحکامہ، احکام الوقوف اور ذرع الکعبۃ والمسجد والقبر کا ذکر کیا ہے ﴿۴۷﴾۔

ذھبی نے سیر اعلام النبلاء میں ان کا تذکرہ لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ یہ انتہائی زاہد ومتورع عالم تھے اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے ﴿۴۸﴾۔ شمس الائمہ حلوانی نے کہا'' الخصاف رجل كبير في العلم وهو ممن يصح الاقتداء'' ﴿۴۹﴾۔ یعنی خصاف بہت بڑے عالم تھے اور وہ ایسے تھے کہ جن کی اقتداء کرنا صحیح ہے، تقریباً اسی برس کی عمر پا کر ۲۶۱ھ میں انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا ﴿۵۰﴾۔

۸ ﴿ احمد بن محمد بن نصر ابو نصر الفقیہہ عرف اللباد الفقیہہ النیشاپوری م ۲۸۰ھ

انہوں نے احمد بن حاج تلمیذ امام محمد بن الحسن سے فقہ حاصل کی اور روایت کی۔ ان کی عرفیت اللباد الفقیہہ تھی۔ انہوں نے ابو نُعیم الفضل بن دکین اور بشر بن ولید القاضی سے سماعت حدیث کی ﴿۵۱﴾۔ اللباد سے ابراہیم بن محمد بن سفیان اور ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ البزار نے روایت کی ہے۔ تاریخ نیشاپور میں الحافظ ابو عبداللہ نے ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانے میں اہل الرائے کے شیخ اور ان کے رئیس (سرپنچ، سربراہ) تھے ﴿۵۲﴾۔ القرشی نے الجواہر المضیہ میں ان کا مکرر ذکر احمد بن نصر ابو نصر اللباد النیشاپوری جلد اص ۱۲۹ زیر نمبر ۲۶۹ بھی کیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۹﴾ اسمٰعیل بن توبہ ابو سہل القزوینی ﴿۵۳﴾

اسمٰعیل بن توبہ کا شمار امام محمد کے خاص اصحاب میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ابو سلیمان جوز جانی (ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے) کے ہمراہ امام محمد سے السیر الکبیر کی روایت کی ہے۔ "کان یحضر لسماع السیر علی محمد فاتفق انہ لم یبق من الرواۃ غیرہ وغیر ابی سلیمان رحمھم اللہ تعالی" ﴿۵۴﴾۔ یعنی یہ دونوں السیر الکبیر کی سماعت کے لئے اکٹھے امام محمد کے پاس حاضر ہوتے تھے اور ان دونوں (یعنی اسمٰعیل بن توبہ اور ابو سلیمان جوز جانی) کے سوا السیر الکبیر کی امام محمد سے کسی اور کی کوئی روایت نہیں ہے۔ عبدالرحیم بن داؤد السمعانی ﴿۵۵﴾ نے اسمٰعیل بن توبہ عن امام محمد السیر الکبیر کی روایت کی ہے اور ان سے مشہور فقیہ اور مسند امام اعظم کے مؤلف عبداللہ بن یعقوب محمد الحارثی السبذمونی م ۳۴۰ھ ﴿۵۶﴾ نے روایت کی ہے ﴿۵۷﴾۔

ابو سہل القزوینی خلیفہ کی اولاد کو تعلیم دیتے تھے ﴿۵۸﴾۔ اس کا لازمی نتیجہ مستقبل کے حکمرانوں پر فقہ حنفی کے مثبت اور دوررس اثرات کی صورت میں نمودار ہوا اور فقہ حنفی عباسی حکمرانوں کے دلوں اور ذہنوں میں رچ بس گئی۔

﴿۱۰﴾ اسمعیل بن سعید شالنجی ﴿۵۹﴾ م ۲۳۰ھ

قاضی جرجان، اسمعیل بن سعید ابو اسحاق الطبری، جرجانی الاصل تھے اور شالنجی ان کی عرفیت تھی۔ یہ استراباد ﴿۶۰﴾ میں آباد ہوئے۔ امام محمد بن الحسن سے فقہ حاصل کی۔ یہ امام محمد کے علاوہ ابن عیینہ، یحیٰی بن القطان اور عیسٰی بن یونس سے روایت حدیث کرتے تھے ﴿۶۱﴾۔ ان سے الضحاک بن الحسین الاسترابادی الازدی الفقیہ اور ابو العباس احمد بن العباس بن محمد المسعودی نے روایت کی ہے۔ اسمٰعیل شالنجی نے استراباد میں حدیث بیان کی۔ سمعانی لکھتے ہیں "وکان (امام فاضل) اسمعیل شالنجی ینتحل مذھب الامام الاعظم" ﴿۶۲﴾۔ اہل استراباد ان کے توسط سے حدیث وفقہ روایت کرتے تھے۔ موصوف جرجان کے قاضی بھی رہے۔ انہوں نے خلفائے راشدین کے فضائل بھی سپرد قلم کئے۔ فقہ میں کتاب البیان لکھی۔ حمزہ بن یوسف نے تاریخ جرجان میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔ الفضل بن عبیداللہ الحمیری کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے خراسان کے رجال کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سوائے اسحاق بن راہویہ کے میں نے اسمٰعیل بن سعید شالنجی جیسا عالم وفقیہ نہیں دیکھا ﴿۶۳﴾۔ داؤد بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے اسمٰعیل شالنجی کو دیکھا ہے وہ استراباد میں اخبار کی املاء کراتے تھے اور ان کی مجلس میں کئی مستملی ہوئے تھے اور وہاں چالیس سے زیادہ فقہاء، اہل علم اور اہل حدیث (علاوہ املاء کرنے والے طالب علموں کے) ہوتے تھے ﴿۶۴﴾۔ اس تصریح سے

www.toobaaelibrary.com

اسمٰعیل شاشی کے حلقۂ درس کی وسعت، عظمت، اور فقہ حنفی کے نشر وارتقاء میں ان کی شاندار خدمات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

حمزہ بن یوسف اور ابوسعید الادریسی، اسمٰعیل بن محمد البجلی سے روایت کرتے ہیں کہ اسمٰعیل شاشی ۲۴۰ھ میں راہی ملک عدم ہوئے جبکہ ابومحمد الغطریفی کہتے ہیں کہ اسمٰعیل شاشی ربیع الاول ۲۴۶ھ میں دھستان میں فوت ہوئے ﴿۶۵﴾۔

۱۱﴿ بشرویہ ابوسہل الفقیہہ السلمی الھروی النیشاپوری

بشر بن القاسم بن حماد بن عبدربہ ابوسہل بشرویہ نے حضرت امام مالک بن انسؒ، لیث بن سعدؒ، ابن لھیعۃؒ، شریک بن عبداللہؒ القاضی اور حماد بن زیدؒ سے حدیث سنی۔ بشرویہؒ سے ایوب بنؒ الحسن اور ان کے تین بیٹوں سہل بن بشر، ﴿۶۶﴾ الحسن بن بشر، ﴿۶۷﴾ اور الحسین بن بشر ﴿۶۸﴾ نے روایت کی ہے۔ ان کے تینوں بیٹے قاضی تھے اور ان کا شمار نیشاپور کے مشہور حنفی قضاۃ میں ہوتا تھا۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں ان کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے ابوعمرو المستملی کے خط میں قرأت کی۔ ان کا انتقال ۲۱۵ھ میں ہوا ﴿۶۹﴾۔

۱۲﴿ بشر بن الازھر القاضی م ۲۱۳ھ

بشر بن الازھر کا نام یزید النیشاپوری تھا اور ان کی کنیت ابوسہل تھی۔ امام ابویوسف سے فقہ حاصل کی۔ ابن المبارک، ابویوسف، شریک اور آخرین میں سے ابن وھب سے سماع حدیث کیا۔ ان سے الامام علی بن المدینی اور محمد بن یحییٰ الذھلی نے حدیث روایت کی۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں انہیں حنفی فقہاء کے اعیان میں گنا ہے۔ انہوں نے ابی عمرو المستملی کے خط میں قرأت کی۔ لوگوں نے ان سے کثرت سے فقہ، نوادر اور مسائل حاصل کئے۔ یہ امام ابویوسف سے ان کی کتب اور امالی روایت کرتے تھے ﴿۷۰﴾۔

۱۳﴿ جعفر بن احمد الاستراباذی ابوحنیفہ المعروف شہید

جعفر بن احمد بن بہرام الباھلی الفقیہہ الاستراباذی ابوحنیفہ کی عرفیت شہید تھی۔ ان کا شمار استراباد کے کبار فقہاء احناف میں ہوتا تھا اور استراباد میں ان کا فتویٰ چلتا تھا۔ شہید نے ابی نُعیم فضل بن دُکین سے حدیث سنی۔ کتاب الحیل اور کتاب النوادر ان کی تالیفات ہیں۔ الادریسی نے لکھا ہے کہ حاکم شہر نے بغض کی وجہ سے انہیں جیل میں قید کر دیا۔ وہیں ان کا انتقال ہوا تو اس نے حکم دیا کہ ان کی میت کو پھانسی (صلیب) پر لٹکا دیا جائے۔ اس پر اہل جرجان نے رات کے وقت ان کی میت چوری کر لی اور جرجان میں ہی ان کو دفن کر دیا ﴿۷۱﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۱۴ حاتم بن نصر الغجدوانی (۷۲)

حاتم بن نصر بن مالک بن سمعان ابوسعید نے ابوحفص الکبیر البخاری سے فقہ حاصل کی اور ابونُعیم فضل بن دکین، ھوذۃ بن خلیفہ، الکبراوی، احمد بن حفص اور محمد بن سلام سے حدیث روایت کی۔ ان سے ابراھیم بن ہارون المھلب نے روایت کی ہے اور ان سے ابویعقوب یوسف بن حاتم، ان کے بیٹے، پوتے محمد بن یوسف اور یوسف بن محمد بن یوسف بن حاتم نے روایت کی ہے۔ یوسف بن حاتم نے اپنے والد حاتم بن نصر اور ابی عبداللہ احمد بن ابی حفص اور ارطاۃ بن اسباط سے روایت کی ہے۔ ان سے ان کے بیٹے ابوبکر محمد بن یوسف نے روایت کی ہے (۷۳)۔

۱۵ حامد بن محمود بن معقل نیشاپوری

ابن معقل نیشاپوری امام محمد کی کتب عن زیاد بن عبدالرحمٰن عن ابی سلیمان جوزجانی عن امام محمد روایت کرتے تھے (۷۴)۔ اس طرح ابن معقل وسط ایشیا میں کتب امام محمد کی روایت اور فقہ حنفی کے ارتقاء وترویج کا ایک اہم واسطہ ہیں۔

۱۶ الحسن بن ایوب ابوعلی الرمجاری نیشاپوری

ابوعلی الرمجاری نے امام ابویوسف القاضی سے فقہ حاصل کی اور ہشیم اور ابن عیینہ سے حدیث سنی۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں ان کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بشر بن الازھر القاضی کے ہمراہ امام ابویوسف سے فقہ حاصل کی اور یہ ان کے اقران میں سے تھے۔ ابی عمرو المستملی کے خط میں الرمجاری نے قرأت بھی کی۔ حسام کہتے ہیں کہ ہم نے الحسن بن ایوب سے حدیث روایت کی، یہ ثقہ تھے اور رمجار میں رہتے تھے (۷۵)۔

۱۷ الحسن بن بشر بن قاسم م۲۴۴ھ

الحسن، حسین بن بشر (۷۶) اور سہیل بن بشر (۷۷) کے بھائی تھے۔ یہ علماء وفضلاء کا خاندان تھا۔ انہوں نے اپنے والد بشر بن قاسم (۷۸) سے فقہ حاصل کی اور سماع حدیث بھی کیا۔ الحسن کی کنیت ابوعلی النیشاپوری تھی اور یہ نیشاپور کے قاضی تھے۔ ان کا شمار نیشاپور کے ان کبار احناف فقہاء میں ہوتا تھا جن سے فتوٰی لیا جاتا تھا۔ انہوں نے علاوہ اپنے والد کے امام حسن بن زیاد اللؤلؤی سے بھی فقہ حاصل کی۔ ان کی ابن عیینہ اور وکیع سے ملاقات بھی تھی۔ بایں ہمہ انہوں نے تحصیل علم کے لئے رحلت بھی اختیار کی۔ اسی طرح کا ایک سفر انہوں نے مصر کا بھی کیا۔ یہاں انہوں نے اللیث کے کاتب عبداللہ بن صالح سے بھی سماع حدیث کیا (۷۹)۔

www.toobaaelibrary.com

۱۸﴾ خلف بن ایوب العامری البلخی م ۲۱۵ھ

مفتی اہل بلخ، ابوسعید خلف بن ایوب العامری البلخی، احد الفقہاء، احد الاعلام۔ ذھبی نے لکھا ہے "کان خلف بن ایوب احد الفقهاء الاعلام ببلخ" ﴿۸۰﴾۔ پہلے امام زفر اور پھر امام محمد سے فقہ حاصل کی۔ ابراہیم بن ادھم کی صحبت میں تربیت نفس کی منازل طے کیں ﴿۸۱﴾۔ نہایت متقی، پارسا، متدین اور علم و عمل کا حسین امتزاج تھے۔ عوف الاعرابی، معمر، اسد بن عمرو البجلی صاحب الامام الاعظم، اسرائیل بن یونس اور کبار محدثین سے روایت حدیث کی۔ ان سے احمد، ابوکریب، یحیٰ بن معین اور ایوب بن الحسن الفقیہ الزاھد الحنفی نے روایت کی ہے ﴿۸۲﴾۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ جب ۲۰۳ھ میں نیشاپور آئے تو یہاں کے مشائخ نے ان سے حدیث لکھی ﴿۸۳﴾۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے ﴿۸۴﴾۔ المزی نے تہذیب الکمال میں ان کا تذکرہ لکھا ہے ﴿۸۵﴾۔

ایوب بن الحسن ان سے روایت کرتے ہیں۔

" صار العلم من الله تعالیٰ الی محمد صلی الله علیه وسلم ----- ثم صار الی الصحابة رضی الله عنهم ----- ثم صار الی التابعین، ثم صار الی ابی حنیفة فمن شآء فلیرض ومن شآء فلیسخط " ﴿۸۶﴾.

یعنی علم اللہ تعالیٰ سے محمد ﷺ کو پہنچا۔ آپ سے یہ علم صحابہ کرامؓ کو پہنچا ان سے تابعین اور ابوحنیفہ تک پہنچا۔ اب چاہے کوئی اس پر خوش ہو یا ناخوش۔

ذھبی نے بحوالہ محدث صمیری (م ۴۳۶ھ) ان کا سن وفات ۲۰۵ھ لکھا ہے ﴿۸۷﴾ الحاکم الشہید نے لکھا ہے کہ یہ ۲۱۵ھ میں فوت ہوئے ﴿۸۸﴾۔ الحنبلی نے شذرات الذھب میں یہی سن وفات لکھا ہے ﴿۸۹﴾ جبکہ ابن جوزی نے المنتظم میں ۲۲۰ھ سن وفات درج کیا ہے ﴿۹۰﴾ صحیح یہ ہے کہ خلف بن ایوب العامری ۲۱۵ھ میں راہی ملک عدم ہوئے۔

۱۹﴾ زید بن اسامہ

الفقیہ زید بن اسامہ نے الجامع الکبیر کی ابوسلیمان جوزجانی سے قرأت کی۔ امام محمد کی الجامع الکبیر کی روایت زید بن اسامہ سے وسط ایشیا میں علامہ اسحاق بن ابراہیم الشاشی القاضی ﴿۹۱﴾ نے کی ہے ﴿۹۲﴾۔

۲۰﴾ سہل بن عمار ابو یحیٰ النیشاپوری م ۲۶۷ھ

سہل بن عمار بن عبداللہ العتکی ابو یحیٰ النیشاپوری کا تذکرہ منتخب تاریخ ھراۃ میں ہے۔ ابو یحیٰ حنفی المذھب

www.toobaaelibrary.com

فقیہہ اور قاضی ھرات تھے۔ سہل نے یزید بن ہارون سے حدیث روایت کی اور ان سے عباس بن حمزہ اور ابو یحییٰ البزاز نے روایت کی ہے۔ پہلے انہیں طوس میں قضاء کی ذمہ داری سونپی گئی بعد ازاں انہیں ھرات کا قاضی بنایا گیا۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں ان کا ذکر کیا ہے﴿۹۳﴾۔

۲۱﴾ عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن یوسف بن قدامہ بلخی

عبدالرحمٰن کے والد ابرہیم بن یوسف کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔ یہ امام ابو یوسف کے شاگرد تھے۔ عبدالرحمٰن نے اپنے والد ابراہیم جو کہ عصام بن یوسف،﴿۹۴﴾ (ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے) کے بھائی تھے، سے فقہ کا علم حاصل کیا اور ان سے ہی روایت کی﴿۹۵﴾۔ ان کے ایک اور چچا محمد بن یوسف﴿۹۶﴾ کا بھی تذکرہ آگے آرہا ہے۔ وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں اس خاندان کے علماء وفقہاء کا نہایت اہم کردار ہے۔ اس خاندان میں ایسے بہت سے نامور علماء وفقہاء گزرے ہیں جن سے وسط ایشیا کے لوگوں نے فقہ کا علم حاصل کیا۔ یوں اس خاندان کے ذریعے وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی خوب اشاعت ہوئی۔

۲۲) عبدالرحمٰن بن رجاء بن القاسم البُزْ دِیغَزِی﴿۹۷﴾م ۲۹۰ھ

ابن رجاء نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ ان کا شمار یہاں کے کبار فقہاء احناف میں ہوتا تھا۔ عبدالرحمٰن بن رجاء، ایوب بن الحسن تلمیذ امام محمد اور احمد بن حرب کے کبار اصحاب میں سے تھے۔ اس طرح یہ وسط ایشیا میں کتب امام محمد کی روایت کے پاسدار تھے۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں ان کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے عمرو بن زرارۃ اور محمد بن رافع سے سماع حدیث کیا۔ ان سے ابوالعباس احمد بن ہارون الفقیہہ (م ۳۴۰ھ)﴿۹۸﴾ اور ابوجعفر محمد بن سلیمان نے روایت کی ہے﴿۹۹﴾۔

۲۳﴾ عبدالرحیم بن داؤد السمعانی

عبدالرحیم بن داؤد ابو محمد السمعانی نے اسمٰعیل بن توبہ قزوینی سے امام محمد بن الحسن کی کتاب السیر الکبیر روایت کی۔ ان سے السیر الکبیر کی روایت عبداللہ بن یعقوب ابن محمد الحارثی السبذمونی نے کی﴿۱۰۰﴾ السبذمونی سے، علاوہ دیگر کے، السیر الکبیر کی روایت کا سلسلہ وسط ایشیا میں عبدالکریم بن محمد بن موسیٰ ابو محمد المغنی (م ۳۹۸ھ) ﴿۱۰۱﴾ تک پہنچتا ہے﴿۱۰۲﴾۔

۲۴﴾ عبداللہ بن جعفر ابو علی الرازی

ابو علی الرازی، مشہور فقیہہ محمد بن سماعہ م (۲۳۳ھ)﴿۱۰۳﴾ تلمیذ امام محمد کے افقہ اصحاب میں سے تھے۔ ابو علی الرازی نے امام محمد کی کتب عن محمد بن سماعہ روایت کی ہیں﴿۱۰۴﴾۔ اس طرح امام محمد کی کتب کی روایت

www.toobaaelibrary.com

علاوہ دیگر وسط ایشیائی تلامذہ کے ابوعلی الرازی سے بھی وسط ایشیا میں ہوئی۔

﴿۲۵﴾ عبداللہ بن سلمہ م ۲۹۸ھ

عبداللہ بن سلمہ بن یزید ابو محمد سلمو یہ الفقیہہ النیشا پوری، نیشاپور کے قاضی تھے۔ سلمو یہ شروط میں امام تھے۔ خراسان میں اسحاق بن راہویہ اور محمد بن رافع سے حدیث سنی اور عراق میں یحییٰ بن طلحہ الیربوعی اور محمد بن شجاع الثلجی جو کہ احناف کے شیخ تھے سے حدیث سنی۔ ان سے ابوسعد عبدالرحمٰن بن الحسین (م ۳۰۹) ﴿۱۰۵﴾ اور ابو العباس احمد بن ہارون الفقیہہ (م ۳۴۹ھ) ﴿۱۰۶﴾ جو کہ احناف کے شیخ تھے، روایت کرتے تھے ﴿۱۰۷﴾۔

﴿۲۶﴾ عصام بن یوسف ابوعصمہ بلخی م ۲۱۰ھ

عصام بن یوسف بن میمون بن قدامہ بلخی ابراہیم بن یوسف کے بھائی تھے۔ ان سے ان کے اہل شہر نے روایت کی ہے ﴿۱۰۸﴾ اور یہ دونوں اپنے زمانہ میں احناف کے شیخ تھے۔ سمعانی نے بلخ کی نسبت سے ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے ابن المبارک سے حدیث روایت کی ہے۔ یہ صاحب الحدیث اور ثبت فی الحدیث تھے ﴿۱۰۹﴾۔ ان کے بیٹے اور بھائی سب کے سب عالم وفاضل وفقیہہ تھے۔ عصام کہتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ پر جمع تھے یہاں چار اصحاب ابوحنیفہ یعنی زفرؒ، ابو یوسفؒ، عافیہؒ اور امام محمدؒ موجود تھے۔ انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ہمارے قول پر بلا یہ جانے فتویٰ دے کہ ہم نے وہ بات کس موقع پر کہی تھی ﴿۱۱۰﴾۔ ذھبی کہتے ہیں انہوں نے شعبہ اور ثوری سے روایت کی ہے ﴿۱۱۱﴾ اور ان سے ان کے بھتیجے عبداللہ بن ابراہیم بن یوسف اور ان کے اہل شہر نے روایت کی ہے۔ ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے ﴿۱۱۲﴾۔ لسان المیز ان میں ہے کہ خلیلی نے انہیں صدوق کہا ہے ﴿۱۱۳﴾۔ ذھبی اور ابن حجر عسقلانی نے ان کا سن وفات ۲۱۵ھ لکھا ہے ﴿۱۱۴﴾ جبکہ ابن حبان اور سمعانی نے ۲۱۰ھ میں ان کی رحلت کا ذکر کیا ہے ﴿۱۱۵﴾۔ اسی کا تتبع عبدالقادر القرشی نے الجواہر المضیہ میں کیا ہے ﴿۱۱۶﴾۔

﴿۲۷﴾ علی بن موسیٰ بن یزداد (وقیل) یزید القمی م ۳۰۵ھ

علی بن موسیٰ / یزید القمی اپنے زمانہ میں امام الحنفیہ تھے۔ احکام القرآن ان کی تصنیف تھی۔ یزید القمی نے محمد بن حمید الرازی وغیرہ سے حدیث سنی اور ان سے ابوالفضل احمد بن احمد الکاغذی نے روایت کی ہے ﴿۱۱۷﴾۔ ابو اسحاق نے کتاب الطبقات میں ان کے حالات اور سوانح تفصیل سے لکھے ہیں اور اصحاب الشافعی کے رد میں لکھی گئی ان کی تصنیفات / کتب کا ذکر کیا ہے۔ حاکم نے احمد بن محمد بن حامد م (۳۷۲ھ) سے روایت کی ہے کہ احمد بن ہارون الحنفی (م ۳۴۹ھ) کہتے ہیں کہ علی بن موسی القمی نیشاپور تشریف لائے تو ہم سب نے اس بات پر

www.toobaaelibrary.com

اتفاق کیا کہ اصحاب احناف میں ان سے بڑھ کر اور کوئی فقیہہ نہیں ہے﴿۱۱۸﴾۔ احمد بن ہارون کا یہ قول علی بن موسیٰ القمی کے وفور تفقہہ پر دلیل ہے۔ سمعانی نے ان کا تذکرہ لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ۳۰۵ھ میں راہی ملک عدم ہوئے﴿۱۱۹﴾۔

۲۸﴾ غسان بن محمد ابو یحییٰ النیشا پوری

غسان بن محمد بن عبید اللہ بن سالم کا شمار نیشا پور کے کبار فقہاء میں ہوتا تھا۔ غسان نے ابوسلیمان جوز جانی سے فقہ حاصل کی۔ موطا امام مالک، عبداللہ بن نافع سے سنی اور سماع حدیث محمد بن عمر الواقدی سے کیا﴿۱۲۰﴾۔ وسط ایشیا میں امام محمد کی کتب، عن ابی سلیمان جوز جانی کی روایت ان سے بھی ہوئی۔

۲۹﴾ محمد بن احمد بن حفص ابو حفص الصغیر م ۲۶۴ھ

محمد بن احمد بن حفص کی دو کنیتیں تھیں، ابو حفص الصغیر البخاری اور ابو عبداللہ البخاری۔ ذھبی نے سیر اعلام النبلاء میں ان کا ترجمہ لکھا ہے اور انہیں محدثین کے چودھویں طبقے (الطبقة الرابعة عشر) میں داخل کیا ہے﴿۱۲۱﴾۔ ان کے والد کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔ ابو حفص الصغیر شیخ الحنفیہ اور عالم ماوراء النہر تھے۔ انہوں نے اپنے والد سے فقہ حاصل کی اور امام محمد کی کتب کو وسط ایشیا میں روایت کیا۔ ابو حفص الصغیر نے ابوالولید الطیالیسی، الحمیدی اور یحییٰ بن معین وغیرہ سے حدیث روایت کی۔ یہ ثقہ، امام، صاحب ورع، صاحب سنت، زاہد اور عالم ربانی تھے۔ کتاب الاھواء والاختلاف اور الرد علی اللفظیہ ان کی تصانیف ہیں﴿۱۲۲﴾۔

۳۰﴾ محمد بن خالد الحنظلی الرازی ابو عبداللہ

ابو عبداللہ کا لقب مسومة یا مشوبة تھا انہوں نے امام ابو یوسف سے فقہ حاصل کی۔ امام مالک سے ملاقات کی اور ان سے حدیث لکھی۔ یہ متورع اصحاب احناف میں سے تھے۔ ابو عبداللہ نے استراباد میں رہائش اختیار کی اور یہاں حدیث روایت کی۔ الحنظلی نے استراباد میں ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔ ان کا شمار استراباد کے ان اولین فقہاء میں ہوتا ہے جنہوں نے یہاں کے لوگوں کو فقہ حنفی سے روشناس کرایا﴿۱۲۳﴾۔ اس طرح وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں ان کا کردار از بس اہم ہے۔

۳۱﴾ محمد بن خزیمہ ابو عبداللہ القلاسنی م ۳۱۴ھ

محمد بن خزیمہ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب امام الائمہ تھا۔ ان کا شمار بلخ کے کبار شیوخ میں ہوتا تھا۔ القرشی نے لکھا ہے "له اختيارات فى المذهب"﴿۱۲۴﴾۔

ابن خزیمہ، امام محمد بن النضر بن سلمہ الجارودی کے شاگرد تھے۔ الجارودی سے ہی فقہ حاصل کی اور روایت

www.toobaaelibrary.com

کی۔ان سے مروی ایک مشہور مسئلہ یہ ہے کہ جب تک خوں رواں نہ ہو نجس نہیں ہوتا اور یہ ابو یوسف کا قول ہے ﴿۱۲۵﴾۔ ابوعبداللہ ابن خزیمہ ۳۱۴ھ میں راہی ملک عدم ہوئے ﴿۱۲۶﴾۔

۳۲﴾ محمد بن سلمہ الفقیہہ ابوعبداللہ ولد ۱۹۲ھ م ۲۷۸ھ

ابوعبداللہ بلخ کے رہنے والے تھے۔ ابی سلیمان جوز جانی سے فقہ حاصل کی اور ان سے ابو بکر محمد بن احمد الاسکاف البلخی (م ۳۶۲ھ) نے فقہ حاصل کی۔ ابوعبداللہ نے شداد بن حکیم بلخی سے بھی فقہ حاصل کی۔ یعقوب نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابوعبداللہ، شیخ الطحاوی احمد بن ابی عمران کے استاد تھے ﴿۱۲۷﴾۔

۳۳﴾ محمد بن شجاع الثلجی ﴿۱۲۸﴾ ولد ۱۸۱ھ م ۲۶۶ھ

ابوعبداللہ محمد بن شجاع الثلجی امام حسن بن زیاد للؤلوی کے اصحاب میں افقہ تھے۔ ان کے علاوہ ثلجی نے حسن بن ابی مالک سے بھی فقہ حاصل کی اور موسیٰ بن سلیمان ابی سلیمان جوز جانی سے کتب امام محمد کی قرأت کی۔ ثلجی نہایت عابد، زاہد، تہجد گزار اور تلاوت کے شائق فقیہہ تھے۔ یہ اپنے زمانے کے فقہاء احناف میں نامور اور ممتاز تھے۔ فقہ و حدیث میں انہیں تقدم حاصل تھا۔ ثلجی نے یحییٰ بن آدم، وکیع، اسمٰعیل بن علیہ، ابی اسامہ اور محمد بن عمر الواقدی سے روایت کی اور ان سے یعقوب بن شیبہ اور محمد بن احمد بن یعقوب نے روایت کی ﴿۱۲۹﴾۔ ذہبی نے سیر النبلاء میں انہیں محدثین کے چودھویں طبقے (الطبقة الرابعته عشر) میں داخل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ صاحب تعبد و تہجد و تلاوت اور علم کا سمندر تھے ﴿۱۳۰﴾۔ابن الندیم لکھتے ہیں کہ ابن شجاع ثلجی اپنے زمانہ میں اپنے تمام ہم پایہ لوگوں میں نمایاں فوقیت کے حامل تھے۔ فقیہہ، پارسا، اپنی آراء پر پختہ اور ثابت قدم رہنے والے تھے۔ انہوں نے فقہ ابوحنیفہ کو منقح کیا، اس کی دلائل مہیا کیے اس کے علل کو واضح کیا، ان کو احادیث سے تقویت پہنچائی اور اسے لوگوں کے سینوں میں اتارا ﴿۱۳۱﴾۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے ابن حجاز کی تحریر میں پڑھا ہے کہ محمد بن شجاع نے کہا کہ مجھ سے میرے دوست اسحاق بن ابراہیم مصعبی نے کہا کہ مجھے امیر المومنین نے بلا کر کہا کہ میرے لئے فقہاء میں سے ایسے شخص کا انتخاب کرو جس نے احادیث کو پڑھا اور لکھا ہو اور وہ فقہ میں مجتہدانہ بصیرت کا حامل ہو اور ساتھ ہی بلند قامت، خوبصورت اور ایسا خراسانی نژاد ہو جو ہمارے ملک کا تربیت یافتہ ہو۔ میں اسے محکمۂ قضاء پر فائز کرنا چاہتا ہوں۔ وہ کہتا ہے، میں نے عرض کی ''میں محمد بن شجاع کے سوا اور کسی شخص میں ان اوصاف کو نہیں پاتا۔ میں یہ بات ان کے سامنے رکھوں گا'' خلیفہ نے کہا کہ ہاں ایسا ہی کرو۔ اگر وہ بات مان لے تو اسے میرے پاس لے آو۔ میں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین میں منصب قضاء کا محتاج نہیں ہوں۔ اس منصب کی خواہش تین افراد کے

www.toobaaelibrary.com

لئے موزوں ہے:۔

۱) جو اکتساب مال کا خواہش مند ہو،

۲) جو عزت وجاہ کا آرزومند ہو،

۳) جو ناموری اور شہرت کا متمنی ہو۔

میری حالت یہ ہے کہ میرے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے اور میں اس سے بے نیاز ہوں۔ امیر المومنین نے مجھے بہت زیادہ مال و دولت سے نوازا ہے تاکہ میں اسے لوگوں میں پھیلاتا رہوں۔ اگر اس سلسلہ میں میں کچھ احتیاج محسوس کروں گا تو آپ سے اور لے لوں گا۔ رہی ناموری اور شہرت، تو میرے لئے وہی کافی ہے، جو میرے پاس طالبان علم وفقہ کے آنے سے مجھے حاصل ہے ﴿۱۳۲﴾۔

ابن ثلجی صاحب تصنیف فقیہہ تھے۔ حاکم نے کہا کہ میں نے محمد بن احمد بن موسیٰ القمی کے پاس عن ابیہ عن محمد، محمد بن شجاع کی کتاب المناسک دیکھی ہے جو اکسٹھ (۶۱) اجزاء پر مشتمل تھی۔ ان کی ایک اور ضخیم کتاب ”کتاب الآثار“ بھی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب النوادر، کتاب المضاربہ اور کتاب الرد علی مشتبہہ بھی انہی کی تصنیفات ہیں۔ ابن الندیم نے ان کی تصنیفات میں سے تصحیح الآثار الکبیر، کتاب النوادر اور کتاب المضاربہ کا ذکر کیا ہے ﴿۱۳۳﴾۔

خطیب کہتے ہیں کہ ابوعبید اللہ الھروی نے کہا کہ مجھ سے ابن ثلجی نے کہا کہ میں رمضان ۱۸۱ھ میں پیدا ہوا ﴿۱۳۴﴾۔ ابن ثلجی بقول سمعانی ۲۶۶ھ ماہ ذی الحجہ میں فوت ہوئے اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابن ثلجی بعمر پچاسی (۸۵) برس ۲۶۶ھ میں راہی ملک عدم ہوئے ﴿۱۳۵﴾۔ جبکہ ابن الندیم نے ان کی وفات ۱۰ ذی الحجہ ۲۵۶ھ بیان کی ہے ﴿۱۳۶﴾۔

﴿۳۴﴾ محمد بن مقاتل الرازی

ابن مقاتل الرازی کا تعلق امام محمد کے اصحاب میں سے سلیمان بن شعیب ﴿۱۳۷﴾ اور علی بن معبد ﴿۱۳۸﴾ کے طبقے سے تھا۔ یہ رے کے قاضی تھے اور ابن مطیع سے روایت کرتے تھے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ ابن مقاتل نے وکیع اور ان کے طبقے سے روایت کی ہے ﴿۱۳۹﴾۔ احمد بن محمد بن مقاتل الرازی ابوبکر ان کے بیٹے تھے۔ احمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور ان سے عبدالباقی بن قانع اور ابو القاسم الطبرانی نے روایت کی ہے ﴿۱۴۰﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۳۵﴿ محمد بن النضر ابوبکر الجارودی النیشاپوری م ۲۹۱ھ

الامام الأوحد، صدر خراسان، الحافظ، محمد بن النضر بن سلمہ بن الجارود بن یزید ابوبکر الجارودی النیشاپوری کے جد امجد الجارود بن یزید ابوالضحاک الفقیہ النیشاپوری امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے تھے ﴿۱۴۱﴾ محمد بن النضر کے والد نضر بن سلمہ ﴿۱۴۲﴾ اور دادا سلمہ بن جارود ﴿۱۴۳﴾ سب کے سب فقیہ اور فقہ حنفی کے عارف تھے۔ خاندان جارود میں فقہ حنفی کی روایت کا سلسلہ نسل در نسل چلا اور کئی نسلوں تک یہ خاندان وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں شریک رہا۔ القرشی لکھتے ہیں، ''وکان هو (محمد بن نضر) وابوه (نضر) وجده (سلمه) و الجارود جدابيه صاحب ابی حنيفة كلهم راهبون'' ﴿۱۴۴﴾۔ ذہبی لکھتے ہیں'' اهل بيته حنفيون'' ﴿۱۴۵﴾۔

ابوبکر الجارودی نے اسحاق بن راہویہ، عمرو بن زرارۃ، سوید بن سعید اور ابا کریب وغیرہ سے حدیث سنی۔ ان سے امام الائمہ ابن خزیمہ (م ۳۱۴ھ) نے روایت کی ہے ﴿۱۴۶﴾۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے ان سے رے میں حدیث سنی ہے، یہ حفاظ میں صدوق تھے ﴿۱۴۷﴾۔

۳۶﴿ محمد بن یزید ابوعبداللہ البلخی م ۲۵۹ھ

محمد بن یزید بن عبداللہ النیشاپوری ابوعبداللہ البلخی کا لقب محمش تھا اور یہ نیشاپور میں اصحاب ابی حنیفہ کے شیخ تھے۔ انہوں نے مشہور محدث نضر بن شمیل کو دیکھا لیکن ان سے حدیث نہیں سنی۔ محمش نے ماوراء النہر میں عصام بن یوسف اخو ابراہیم اور جارود بن یزید جو کہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے تھے، سے حدیث سنی اور فقہ اخذ کی ﴿۱۴۸﴾۔

۳۷﴿ محمد بن یوسف ابوعلی الباھلی

محمد بن یوسف بن میمون بن قدامہ ابوعلی الباھلی کا شمار بلخ کے مشہور حنفی فقہاء میں ہوتا تھا ﴿۱۴۹﴾۔ ابراہیم بن یوسف اور عصام بن یوسف، جن کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں، محمد بن یوسف کے بھائی تھے۔ ان کے بھتیجے عبدالرحمٰن بن ابراہیم اور عبداللہ بن ابراہیم دونوں نامور فقیہ تھے۔ اس خاندان کے بیشتر افراد فقیہ و فاضل اور عالم ومحدث تھے اور یہ سب کے سب اپنے زمانے میں اصحاب احناف کے سرخیل تھے۔ ان سے وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی روایت کا سلسلہ چلا اور یہ خاندان فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کے ضمن میں اپنے خدمات کے حوالے سے اس علاقے میں احناف کی پہچان بن گیا۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۳۸﴾ المعلٰی بن منصور ابو یحیٰ الرازی م ۲۱۱ھ

معلٰی، امام ابو یوسف اور امام محمد کے افقہ اصحاب میں سے تھے۔ یہ اصحاب امام محمد میں نقل و روایت کرنے والے ثقات میں شمار ہوتے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے معلٰی کو امام بخاری کے شیوخ میں گنا ہے ﴿۱۵۰﴾۔ یہ ثقہ، نبیل اور صاحب سنت فقیہہ تھے۔ متعدد مرتبہ انہیں قضاء کی پیشکش ہوئی لیکن ہر مرتبہ انہوں نے انکار کر دیا ﴿۱۵۱﴾۔

صاحب الھدایہ نے کہا ہے کہ انہوں نے امام ابو یوسف اور امام محمد سے روایت کی ہے اور امام محمد سے ان کی کتب، امالی اور نوادر روایت کئے ہیں۔ المعلٰی بن منصور اور ابو سلیمان جوز جانی شریک سبق تھے اور یہ دونوں اپنے تورع، علم دین اور حفظ الفقہ والحدیث کی بدولت اصحاب امام محمد میں ممتاز اور نہایت اعلیٰ وارفع مقام کے حامل تھے۔ معلٰی نے امام مالک، لیث اور شریک سے روایت کی ہے ﴿۱۵۲﴾۔ ابو زکریا کہتے ہیں کہ جب معلٰی اور اسحاق بن الطباع کسی حدیث عن مالک میں اختلاف کریں تو معلٰی اثبت ہوں گے اور ان سے بہتر ہوں گے ﴿۱۵۳﴾۔ احمد بن عبداللہ نے کہا کہ یہ ثقہ اور صاحب سنت تھے۔ ابن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد نے انہیں صدوق، صاحب الرأی والحدیث والفقہ کہا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ میں نے ان سے کسی منکر حدیث کی روایت نہیں پائی۔ ان سے ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔ یہ ۲۱۱ھ میں فوت ہوئے ﴿۱۵۴﴾۔

صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے سب کا تعلق وسط ایشیا سے تھا۔ ان عظیم مؤلفین میں سے سوائے امام مسلم اور امام نسائی کے سب نے ہی معلٰی بن منصور سے حدیث روایت کی ہے جو محدثین کے حنفی فقہاء پر اعتماد کا ایک بین ثبوت ہے۔ ان کے بیٹے یحیٰ بن معلٰی بن منصور بھی نامور فقیہہ تھے۔

﴿۳۹﴾ مکحول النسفی م ۳۱۸ھ

عالم، فقیہہ، فاضل، مصنف کتاب الشعاع ﴿۱۵۵﴾ اور کتاب اللؤلؤیات ﴿۱۵۶﴾ مکحول ابی المعین النسفی، محمد بن مکحول کے والد اور احمد بن محمد بن مکحول ابو البدیع المکحول (ولد ۳۳۱ م ۳۷۹ھ بخارا) اور معتمد بن محمد بن مکحول کے دادا تھے ﴿۱۵۷﴾ مکحول النسفی نے امام ابو سلیمان جوز جانی سے فقہ اخذ کی اور یہ انہی سے روایت کرتے تھے ﴿۱۵۸﴾۔ وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں اس خاندان کی خدمات نہایت اہم ہیں۔

﴿۴۰﴾ موسیٰ بن سلیمان ابو سلیمان جوز جانی ﴿۱۵۹﴾ م ۲۱۰ھ

ابو سلیمان جوز جانی امام محمد بن الحسن کے اصحاب میں افقہ تھے۔ امام محمد سے ہی فقہ حاصل کی۔ امام محمد کے علاوہ ابن المبارک اور امام ابو یوسف سے سماع حدیث کیا ﴿۱۶۰﴾۔ انہی سے وسط ایشیا میں امام محمد کی کتب کی روایت کا سلسلہ چلا۔ امام محمد سے ابو سلیمان جوز جانی نے مسائل الاصول اور امالی لکھیں۔ جوز جانی، معلٰی سے عمر

www.toobaaelibrary.com

بن بڑے اور زیادہ معروف تھے۔ انہیں مامون الرشید نے قاضی بنانا چاہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا ﴿۱۶۱﴾۔
ابو حاتم الرازی نے انہیں ''صدوق'' کہا ہے ﴿۱۶۲﴾۔

ابن الندیم لکھتے ہیں کہ جوز جانی پارسا، متدین، فقیہہ و محدث تھے۔ یہ کوچہ اسد میں رہتے تھے۔ لوگ ان کے حلقہ درس میں امام محمد کی کتب قرأت کیا کرتے تھے۔ ہنگامہ امین کے زمانے میں انہوں نے کوچہ اسد کو چھوڑ کر طاقات عکی میں ایک واقعہ ﴿۱۶۳﴾ کے باعث رہائش اختیار کر لی۔ یہیں ابن ثلجی نے ان سے امام محمد کی کتب کا سماع کیا ﴿۱۶۴﴾۔

ابن الندیم لکھتے ہیں کہ ان کی کوئی اپنی تصنیف نہیں ہے اور انہوں نے صرف امام محمد کی کتب روایت کی تھیں ﴿۱۶۵﴾ جبکہ عبد القادر القرشی نے ان کی تصنیفات میں سے السیر الکبیر، السیر الصغیر، کتاب الصلوۃ اور کتاب الرہن کا ذکر کیا ہے ﴿۱۶۶﴾۔ مؤلف الفوائد البھیہ نے ان کی تصانیف میں سے السیر الصغیر اور کتاب النوادر کا ذکر کیا ہے ﴿۱۶۷﴾۔

۴۱﴾ نصر بن زیاد بن نہیک ابو محمد م ۲۳۳ھ

نصر بن زیاد بن نہیک بن حسک ابو محمد قاضی القضاۃ النیشاپوری، امام محمد بن الحسن کے شاگرد تھے۔ امام محمد سے ہی فقہ حاصل کی۔ عبد اللہ بن المبارک اور جریر بن عبد الحمید الضبیی سے حدیث سنی۔ ان سے ان کے بیٹے محمد اور احمد اور نواسے ابو محمد احمد بن ابراہیم بن عبد اللہ نے حدیث روایت کی۔ حاکم نے کہا کہ انہیں نیشاپور کی قضاء پر فائز کیا گیا۔ نصر بن زیاد ۲۳۳ھ میں چھیانوے (۹۶) سال کی عمر میں فوت ہوئے ﴿۱۶۸﴾۔

۴۲) ھشام بن عبید اللہ الرازی

ھشام بن عبید اللہ الرازی نے امام ابو یوسف اور امام محمد سے فقہ حاصل کی۔ الرازی، امام محمد بن الحسن کی کتاب الاصل کے راوی ہیں۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ انہوں نے امام مالک اور ابن ابی ذئب سے روایت حدیث کی اور ان سے ابو حاتم اور احمد بن فرات اور گروہ کثیر نے روایت کی ہے ﴿۱۶۹﴾ ھشام کہتے تھے ''میں سترہ سو (۱۷۰۰) شیوخ سے ملا ہوں اور میں نے حصول علم پر سات لاکھ (۷۰۰۰۰۰) درہم خرچ کئے ہیں'' ﴿۱۷۰﴾۔ ابو حاتم نے انہیں صدوق کہا ہے اور کہا ہے کہ میں نے دمشق میں ابی مسہر اور رے میں ھشام بن عبید اللہ الرازی سے زیادہ مرتبے والا شخص نہیں دیکھا ﴿۱۷۱﴾ نوادر اور صلاۃ الاثر ان کی تصانیف ہیں ﴿۱۷۲﴾۔

www.toobaaelibrary.com

حواشی......باب چہارم

﴿۱﴾ مرو کو مرو شاہجان بھی کہا جاتا ہے یہ ۳۰ھ میں فتح ہوا۔ (سمعانی، ابی محمد عبدالکریم بن محمد، م ۵۶۲ھ: الانساب۔ دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد طبع اول ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، ج ۲ ص ۲۰۷

﴿۲﴾ القرشی، محمد عبدالقادر م ۷۷۵ھ: الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، میر محمد کتب خانہ کراچی ج ۱ ص ۳۷-۳۸ نمبر ۱۹۔ ابن جوزی، ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد م ۵۹۸ھ: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، دارالکتب العلمیہ بیروت ج ۱۰ ص ۲۳۵-۲۳۶ نمبر ۱۱۸۶۔

﴿۳﴾ ابن جوزی ج ۱۰ ص ۲۳۵-۲۳۶ نمبر ۱۱۸۶۔ ذهبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان م ۷۴۸ھ: میزان الاعتدال فی نقد الرجال۔ مطبع دار المطر فہ بیروت۔ سن اشاعت غیر مذکور ج ۱ ص ۳۰-۳۱ نمبر ۸۷۔

﴿۴﴾ ابن حبان، الحافظ ابی حاتم محمد بن حبان بن احمد التمیمی البستی م ۳۵۴ھ/ ۹۶۵ء: کتاب الثقات، مطبع دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳، ج ۸ ص ۷۰۔

﴿۵﴾ ملاحظہ ہو ابن حجر العسقلانی، شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی م ۸۵۲ھ: لسان المیزان، طبع موسسۃ الأعلمی للمطبوعات بیروت طبع ثانی ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۱ء، ج ۱ ص ۵۶-۵۸ نمبر ۱۴۳۔

﴿۶﴾ ایضاً۔

﴿۷﴾ خطیب، الحافظ ابی بکر احمد بن علی بغدادی م ۴۶۳ھ: تاریخ بغداد، طبع مطبعۃ السعادۃ ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۱ء ج ۶ صفحہ ۸۲-۸۴ نمبر ۳۱۰۷۔

﴿۸﴾ ایضاً۔

﴿۹﴾ بلخ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتح ہوا (سمعانی ج ۲ ص ۳۰۴)۔

﴿۱۰﴾ "وما کبان قریۃ من قری بلخ"۔ ذهبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان م ۷۴۷ھ: سیر اعلام النبلاء، موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۴۰۵ھ ج ۱۱ ص ۶۲۔

﴿۱۱﴾ القرشی ج ۱ ص ۵۱-۵۲ نمبر ۶۱۔

﴿۱۲﴾ ایضاً۔

﴿۱۳﴾ "روی عنه اهل بلده" (ابن حبان ج ۸ ص ۷۶)۔

﴿۱۴﴾ ایضاً۔ القرشی ج ۱ ص ۵۲۔

﴿۱۵﴾ ذهبی، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۷۶ نمبر ۲۵۹۔

﴿۱۶﴾ ابن حبان، کتاب الثقات ج ۸ ص ۷۶۔

﴿۱۷﴾ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۸ ذہبی، سیر اعلام النبلاء ج۱۱ص ۶۳۔

﴿۱۹ القرشی ج اص ۶۰ نمبر ۷۷۔ ان کا نام القرشی نے دوبارہ اسی صفحے پر زیر نمبر ۷۹ لکھا ہے اور سہ بارہ ان کا نام اسی کتاب میں جلد دوم صفحہ نمبر ۴۴۶ نمبر ۴۵ پر ہے۔

﴿۲۰ ایضاً ج اص ۷۰-۷۱ نمبر ۱۷ اور ایضاً ج اص ۶۰ نمبر ۷۹۔

﴿۲۱ ایضاً ج اص ۶۰ نمبر ۷۷

﴿۲۲ ایضاً ج اص ۱۲۲-۱۲۳، ۱۲۹ نمبر ۲۴۴، ۲۶۹۔

﴿۲۳ ایضاً ج اص ۶۲-۶۳ نمبر ۹۳۔

﴿۲۴ ذہبی، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ص ۱۵۸-۱۵۹ نمبر ۲۲۔

﴿۲۵ القرشی ج اص ۶۷ نمبر ۱۰۵، ایضاً ج ۲ص ۲۴۹ نمبر ۶۶۔

﴿۲۶ "خیزاخزی هی قریة من قری بخاری فیها جماعة من الفقهاء من اصحاب ابی حفص الکبیر" (سمعانی ج ۵ص ۲۵۳-۲۵۵۔ القرشی ج ۲ص ۲۴۹ نمبر ۶۶۔

﴿۲۷ ایضاً بحوالہ ھدایہ۔

﴿۲۸ ذہبی، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ص ۱۵۷-۱۵۹ نمبر ۲۲۔

﴿۲۹ لکھنوی، محمد عبدالحئی (ولد ۱۲۶۴ھ م ۱۳۰۴ھ، بعمر ۴۰ سال): الفوائد البهیہ فی تراجم الحنفیہ، مطبع یوسفی لکھنؤ۔ ۱۸۹۵ء، طبع سوم ۱۸۹۵ء ص ۱۳۔

﴿۳۰ القرشی ج ۲ص ۱۸ نمبر ۴۷۔

﴿۳۱ لکھنوی ص ۲۶۔

﴿۳۲ القرشی ج اص ۷۰-۷۱ نمبر ۱۱۷۔

﴿۳۳ ملاحظہ ہو لکھنوی ص ۱۴۔

﴿۳۴ القرشی ج اص ۶۰ نمبر ۷۷، ۷۹۔

﴿۳۵ ایضاً ج ا ص ۷۰ نمبر ۱۱۷۔

﴿۳۶ ایضاً ج اص ۱۳-۱۴ نمبر ۳۴۔

﴿۳۷ ایضاً ج ۲ص ۱۹۲ نمبر ۵۹۹۔

﴿۳۸ ایضاً ج اص ۷۰-۷۱ بحوالہ الادریسی تاریخ سمرقند۔

﴿۳۹ القرشی ج ۲ص ۱۹۲ حاشیہ نمبر ۱۔

﴿۴۰ "ذکرہ صاحب الهدایة فی الودیعة بلقبه الخصاف" (القرشی ج اص ۸۷-۸۸ نمبر ۱۶۱)۔ سمعانی نے ج ۵ص ۱۳۹ پر اسے تشدید کے ساتھ خصاف لکھا ہے اور یہی صحیح ہے (ابن ماکولا علی بن ھبۃ اللہ ابی نصر م ۴۷۵ھ: الاکمال، مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۰ء، ج ۳ص ۱۶۱)۔

﴿۴۱ القرشی ج اص ۸۷-۸۸ نمبر ۱۶۱۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۴۲ ابن الندیم: الفہرست۔ مطبعۃ الرحمانیہ مصر ۱۳۴۸ھ، ص ۲۹۰۔

﴿۴۳ ایضاً۔

﴿۴۴ یہ کتاب المانیہ میں مشہور مستشرق الھولندی یوسف شخت نے شائع کی ہے (ملاحظہ ہو ذھبی، سیر اعلام النبلاء، ج ۱۳ ص ۱۲۴ حاشیہ نمبر ۱۔

﴿۴۵ ابن الندیم ص ۲۹۰۔۲۹۱۔

﴿۴۶ ابن ماکولا ج ۳ ص ۱۶۱۔

﴿۴۷ ذھبی، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۱۲۳۔۱۲۴ نمبر ۶۲۔

﴿۴۸ ایضاً۔

﴿۴۹ القرشی ج ۱ ص ۸۸ نمبر ۱۶۱۔

﴿۵۰ ایضاً۔

﴿۵۱ ایضاً ج ۱ ص ۱۲۲۔۱۲۳ نمبر ۲۴۴۔

﴿۵۲ ایضاً بحوالہ تاریخ نیشاپور۔

﴿۵۳ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو یاقوت حموی، شہاب الدین ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ: معجم البلدان، دار الکتب العربیہ بیروت لبنان، سن اشاعت غیر مذکور ج ۴ ص ۳۴۲-۳۴۴۔

﴿۵۴ القرشی ج ۱ ص ۱۴۷ نمبر ۳۲۶۔

﴿۵۵ حالات وسوانح کے لئے ملاحظہ ہو، القرشی ج ۱ ص ۳۱۱ نمبر ۸۲۸۔

﴿۵۶ ترجمہ کے لئے ملاحظہ ہو، القرشی ج ۱ ص ۲۸۹-۲۹۰ نمبر ۷۶۲۔

﴿۵۷ ایضاً۔

﴿۵۸ ایضاً ج ۱ ص ۱۴۷ نمبر ۳۲۶۔

﴿۵۹ "هذه النسبة إلى بيع الاشياء من الشعر كالمِخلاة و المِقْود و الحُلّ" (سمعانی ج ۸ ص ۲۸-۲۹)۔

﴿۶۰ "وهي بلدة من بلاد مازندران بين ساوة و جرجان" (سمعانی ج ۱ ص ۱۹)۔

﴿۶۱ ابن جوزی ج ۱ ص ۱۵۵ نمبر ۱۳۳۰۔

﴿۶۲ سمعانی نے انہیں امام فاضل لکھا ہے (سمعانی ج ۸ ص ۲۸)۔

﴿۶۳ "قال الفضل بن عبيد الله الحميرى سألت احمد بن حنبل عن رجال خراسان فقال اما اسحاق بن راهو يه فلم نر مثله و اما اسمعيل بن سعيد الشالنجى ففقيه عالم" (القرشی ج ۱ ص ۱۴۹-۱۵۰ نمبر ۳۳۳)۔

﴿۶۴ ایضاً۔

﴿۶۵ ایضاً۔

﴿۶۶ ایضاً ج ۱ ص ۲۵۳ نمبر ۶۵۸۔

﴿۶۷ ایضاً ج ۱ ص ۱۹۰ نمبر ۴۳۹

www.toobaaelibrary.com

۶۸﴾ ایضاً ج اص ۲۰۸ نمبر ۵۱۶۔

۶۹﴾ ایضاً ج اص ۱۶۶ نمبر ۳۷۲۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کی امام مالک سے روایت کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو، (ذہبی، میزان الاعتدال ج اص ۳۲۴ نمبر ۱۲۱۷)۔

۷۰﴾ ابن جوزی ج ۱۰ ص ۲۵۳-۲۵۴ نمبر ۱۲۰۰۔ القرشی ج اص ۱۶۸ نمبر ۳۷۶۔

۷۱﴾ ایضاً ج اص ۱۷۸ نمبر ۳۹۹۔

۷۲﴾ "نسبة الی غجدوان قریة من قری بخارا" (سمعانی ج ۱۰ ص ۱۷-۱۸)۔

۷۳﴾ ایضاً۔ القرشی ج اص ۱۸۲ نمبر ۴۱۴۔

۷۴﴾ لکھنوی ص ۲۸۔

۷۵﴾ القرشی ج اص ۱۹۰ نمبر ۴۳۸۔

۷۶﴾ حالات وسوانح کے لئے ملاحظہ ہو، القرشی ج اص ۲۰۸ نمبر ۶۱۶۔

۷۷﴾ حالات وسوانح کے لئے ملاحظہ ہو، القرشی ج اص ۲۵۳ نمبر ۶۵۷۔

۷۸﴾ حالات وسوانح کے لئے ملاحظہ ہو، القرشی ج اص ۱۶۶ نمبر ۳۷۲۔

۷۹﴾ ایضاً ج اص ۱۹۰-۱۹۱ نمبر ۴۳۹۔

۸۰﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج اص ۶۵۹ نمبر ۲۵۳۴۔

۸۱﴾ ابن جوزی لکھتے ہیں، "والزهد عن ابراهيم بن ادهم" (ابن جوزی ج ۱۱ ص ۵۸۔۵۹ نمبر ۱۲۵۳۔ الحنبلی ابن العماد، ابی الفلاح عبدالحئی: شذرات الذهب۔ مکتبۃ القدسی قاھرہ (مصر) طبع ۱۳۵۰ھ، ج ۲ ص ۳۴)۔

۸۲﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج اص ۶۵۹ نمبر ۲۵۳۴۔

۸۳﴾ القرشی ج اص ۲۳۱-۲۳۲ نمبر ۵۸۸۔

۸۴﴾ ابن حبان، ج ۸ ص ۲۲۷۔ خلف بن ایوب روایت کرتے ہیں، "خصلتان لاتجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقه فی دین" (ایضاً)۔

۸۵﴾ ملاحظہ ہو المزی، جمال الدین ابی الحجاج یوسف م ۷۴۲ھ:- تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، طبع مؤسسۃ الرسالہ بغداد، طبع اول ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء، ج ۸ ص ۲۷۳-۲۷۵ نمبر ۱۷۰۱۔

۸۶﴾ موفق ج ۲ ص ۶۱۔

۸۷﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج اص ۶۵۹ نمبر ۲۳۴ بحوالہ محدث صیمری۔

۸۸﴾ القرشی ج اص ۲۳۱-۲۳۲ نمبر ۵۸۸ بحوالہ الحاکم الشہید۔

۸۹﴾ الحنبلی، شذرات الذھب ج ۲ ص ۳۴۔

۹۰﴾ ابن جوزی، ج ۱۱ ص ۵۸-۵۹ نمبر ۱۲۵۳۔

۹۱﴾ القرشی ج اص ۱۳۶ نمبر ۲۹۴۔

۹۲﴾ ایضاً ج اص ۲۳۶ نمبر ۶۲۹۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۹۳ ایضاً ج ا ص ۲۵۳ نمبر ۶۹۸۔
﴿۹۴ ایضاً ج ا ص ۳۴۷ نمبر ۹۶۱۔
﴿۹۵ ایضاً ج ا ص ۲۹۹ نمبر ۷۹۳۔
﴿۹۶ ایضاً ج ۲ ص ۱۴۸ نمبر ۴۵۴۔
﴿۹۷ "نسبة الی بزد بغزقرية من قرى نيشاپور" (سمعانی ج ۲ ص ۲۰۷)۔
﴿۹۸ حالات وسوانح کے لئے ملاحظہ ہو، سمعانی، ج ۲ ص ۲۰۷۔۲۰۸۔ القرشی ج ا ص ۱۲۹-۱۰۳ انمبر ۲۸۰۔
﴿۹۹ سمعانی، ج ۲ ص ۲۰۷-۲۰۸۔ القرشی ج ا ص ۳۰۰-۳۰۱ نمبر ۷۹۹۔
﴿۱۰۰ ایضاً ج ا ص ۳۱۱ نمبر ۸۲۸۔
﴿۱۰۱ ایضاً ج ا ص ۳۲۶ نمبر ۸۷۸۔
﴿۱۰۲ ایضاً۔
﴿۱۰۳ حالات وسوانح کے لئے ملاحظہ ہو القرشی ج ۲ ص ۵۸-۵۹ نمبر ۱۸۹۔
﴿۱۰۴ ایضاً ج ا ص ۲۷۲-۲۷۳ نمبر ۷۲۴۔ ابوعلی الرازی نے امام ابویوسف سے عن ابوحنیفہ عن عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی "من تفقه فی دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لا يحتسب" کی حدیث روایت کی ہے (ایضاً)۔
﴿۱۰۵ حالات وسوانح کے لئے ملاحظہ ہو، القرشی ج ا ص ۳۰۰ نمبر ۷۹۸۔
﴿۱۰۶ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ القرشی ج ا ص ۱۲۹-۱۳۰ انمبر ۲۸۰۔
﴿۱۰۷ ایضاً ج ا ص ۲۷۶-۲۷۷ نمبر ۷۳۳۔
﴿۱۰۸ ابن حبان، ج ۸ ص ۵۲۱۔
﴿۱۰۹ ایضاً۔
﴿۱۱۰ القرشی ج ا ص ۳۴۷-۳۴۸ نمبر ۹۶۱۔
﴿۱۱۱ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان ج ۴ ص ۱۶۸ نمبر ۴۱۳۔
﴿۱۱۲ ابن حبان ج ۸ ص ۵۲۱۔
﴿۱۱۳ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان ج ۴ ص ۱۶۸ نمبر ۴۱۳۔
﴿۱۱۴ ذھبی، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۶۷ نمبر ۵۶۲۸۔ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان ج ۴ ص ۴۱۳۔
﴿۱۱۵ ابن حبان ج ۸ ص ۵۲۱۔ سمعانی ج ۲ ص ۳۰۴۔
﴿۱۱۶ القرشی ج ا ص ۳۴۷-۳۴۸ نمبر ۹۶۱۔
﴿۱۱۷ سمعانی ج ۱۰ ص ۴۸۶ بعنوان القمی۔
﴿۱۱۸ "يقول قدم علينا علی بن موسى القمی الحنفی بنيشاپور فاجتمعنا على انالم نر قبله اصحابنا افقه منه" (القرشی ج ا ص ۳۸۰-۳۸۱ نمبر ۱۰۴۶)۔
﴿۱۱۹ سمعانی ج ۱۰ ص ۴۸۶ بعنوان القمی۔

www.toobaaelibrary.com

۱۲۰﴾ القرشی ج اص ۴۰۴ نمبر ۱۱۱۹۔

۱۲۱﴾ لکھنوی ص ۱۳ بحوالہ ذھبی سیر اعلام النبلاء۔

۱۲۲﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۰ نمبر ۲۶۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، لکھنوی ص ۱۳۔

۱۲۳﴾ القرشی ج ۲ ص ۵۳ نمبر ۱۷۰۔

۱۲۴﴾ ایضاً ج ۲ ص ۵۳ نمبر ۱۷۱ ۔

۱۲۵﴾ "ان کل دم لایکون حدثالا یکون نحسا" (القرشی ج ۲ ص ۵۳ نمبر ۱۷۱)۔

۱۲۶﴾ ایضاً۔

۱۲۷﴾ ایضاً ج ۲ ص ۵۶-۵۷ نمبر ۱۸۴۔ ابوعبداللہ نماز با جماعت کے شدت سے پابند تھے۔ کہتے ہیں کہ میری تکبیر اُولی چالیس سال تک قضا نہیں ہوئی سوائے ایک دن کے جب میری والدہ فوت ہوئیں۔ میں نے اس پر پچیس نمازیں اس کے ثواب کے برابر پڑھیں۔ جب میری آنکھ لگی تو میں نے سنا "اے محمد تم نے پچیس نمازیں تو پڑھ لیں لیکن آمین بالملائکہ کا کیا کرو گے" فوائد البھیہ میں ہے کہ یہ واقعہ نماز با جماعت کی فضیلت پر دلیل ہے (لکھنوی ص ۶۸)۔

۱۲۸﴾ سمعانی ج ۳ ص ۱۴۴۔

۱۲۹﴾ خطیب، ج ۵ ص ۳۵۰-۳۵۲ نمبر ۲۸۶۹۔ سمعانی ج ۳ ص ۱۴۴-۱۴۵ بحوالہ محدث صیمری۔ ذھبی، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۷۷-۵۷۹ نمبر ۷۶۶۴۔

۱۳۰﴾ "وکان من بحور العلم وکان صاحب تعبد وتھجد وتلاوۃ" (ذھبی، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۳۸۰)۔ طبقات القاری میں ہے "وھو فقیہ اھل العراق فی وقتہ والمقدم فی الفقہ والحدیث وقراۃ القرآن مع ورع وعبادۃ (لکھنوی ص ۶۹-۷۰)۔

۱۳۱﴾ ابن الندیم ص ۲۹۱۔

۱۳۲﴾ ایضاً۔

۱۳۳﴾ ایضاً۔

۱۳۴﴾ خطیب ج ۵ ص ۳۵۰ نمبر ۲۸۶۹۔

۱۳۵﴾ سمعانی ج ۳ ص ۱۴۵۔ ذھبی، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۷۷-۵۷۹ نمبر ۷۶۶۴۔

۱۳۶﴾ ابن الندیم ص ۲۹۱۔ ان کی نماز جنازہ ابوعبداللہ محمد بن طاہر نے طاہرہ بنت عبداللہ بن طاہر کے مکان پر پڑھائی۔ ابن ثلجی جس مکان میں سکونت پذیر تھے وہیں ان کی تدفین عمل میں لائی گئی (ایضا)۔

۱۳۷﴾ حالات وسوانح کے لئے ملاحظہ ہو: سمعانی ج ۱۱ ص ۱۹۴-۱۹۵۔ القرشی ج اص ۲۴۷ نمبر ۶۴۳۔ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان ج ۲ ص ۹۵-۹۶۔

۱۳۸﴾ حالات وسوانح کے لئے ملاحظہ ہو القرشی ج اص ۳۷۹ نمبر ۱۰۴۲۔

۱۳۹﴾ ذھبی، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۷۴ نمبر ۸۲۰۱۔

۱۴۰﴾ القرشی، ج اص ۱۲۱ نمبر ۲۳۸ (صحیح نمبر ۲۳۹ بنتا ہے)۔ مزید ملاحظہ ہو، ایضاج ۲ ص ۱۳۴ نمبر ۴۱۱۔

www.toobaaelibrary.com

۱۴۱ ذھبی، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۴۱-۵۴۳ نمبر ۲۷۳۔ القرشی ج ۱ ص ۱۷۶ نمبر ۳۹۲۔
۱۴۲ ایضاً ج ۲ ص ۲۰۰ نمبر ۶۲۳۔
۱۴۳ ایضاً ج ۱ ص ۲۵۱ نمبر ۶۴۹۔
۱۴۴ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۸ نمبر ۴۲۱۔
۱۴۵ ذھبی، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۵۴۱-۵۴۳ نمبر ۲۷۳۔
۱۴۶ ایضاً۔
۱۴۷ ایضاً۔
۱۴۸ القرشی ج ۲ ص ۱۴۴ نمبر ۴۴۱۔
۱۴۹ ایضاً ج ۲ ص ۱۴۸ نمبر ۴۵۴۔
۱۵۰ ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی: تہذیب التہذیب، دائرہ معارف نظامیہ حیدرآباد طبع ۱۳۲۷ھ، ج ۱۰ ص ۲۳۸-۲۴۰ نمبر ۴۳۶۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ذھبی، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۱۵۱-۱۵۲۔ نمبر ۸۶۷۶۔ ذھبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان م ۷۴۷ھ: الکاشف، مطبع دار الکتب العلمیہ بیروت، طبع اول ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳م، ج ۳ ص ۱۴۵ نمبر ۵۶۶۳۔
۱۵۱ ذھبی، امام ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان: تذکرۃ الحفاظ، النسخہ المحفوظۃ فی مکتبۃ الحرم المکی۔ طبع ثالث مجلس دائرۃ المعارف عثمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵م ج ۱ ص ۳۷۷ نمبر ۳۷۴۔ ذھبی نے ان کی کنیت ابو یعلیٰ لکھی ہے جو درست نہیں، ان کی کنیت ابو یحییٰ تھی۔ ان کے بیٹے کا ذکر آگے ہے۔
۱۵۲ ابن جوزی ج ۱۰ ص ۲۴۶-۲۴۷ نمبر ۱۱۹۴۔
۱۵۳ "قال ابوزکریا اذا اختلف معلی و اسحاق بن الطباع فی حدیث عن مالك فالقول قول معلی و کل حدیث معلی اثبت منه و خیره منه" (القرشی ج ۲ ص ۱۷۸ نمبر ۵۴۵)
۱۵۴ ذھبی، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۷۷ نمبر ۳۷۴۔
۱۵۵ ایضاً ج ۲ ص ۱۸۰ نمبر ۵۵۳۔
۱۵۶ ایضاً۔
۱۵۷ لکھنوی ص ۲۰-۲۱۔ و ایضاً ص ۹۰۔
۱۵۸ ایضاً۔
۱۵۹ "مدینۃ خراسان مما یلی بلخ یقال لھا الجوز جانان" (سمعانی ج ۳ ص ۴۰۰)۔ جوزجان حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بدست اقرع بن حابس فتح ہوا۔ ابوسلیمان جوزجانی یہاں کے رہنے والے تھے۔ (ایضاً)۔
۱۶۰ خطیب ج ۱۳ ص ۳۶-۳۷ نمبر ۶۹۹۳۔ ابن جوزی ج ۱۰ ص ۲۴۶ نمبر ۱۱۹۳
۱۶۱ "لما عرض علیه المامون القضاء قال یا امیر المؤمنین، احفظ حقوق الله فی القضاء ولا تول علی امانتك مثلی، فانی والله غیر مامون الغضب، ولا ارضی لنفسی ان احکم فی عباده، قال صدقت و قد اعفیناك" (خطیب

www.toobaaelibrary.com

ج ۱۳ص ۳۷ نمبر ۶۹۹۳۔ ابن جوزی ج ۱۰ص ۲۳۶ نمبر ۱۱۹۳)۔

﴿۱۶۲﴾ ایضاً۔

﴿۱۶۳﴾ ابن الندیم کہتے ہیں کہ میں نے حجازی کی تحریر میں پڑھا ہے کہ ہنگامۂ امین کے زمانہ میں جوز جانی نے ایک شخص کو دیکھا کہ بھاگا جا رہا ہے اور ایک آدمی شمشیر برہنہ لئے اس کے پیچھے "اسے پکڑو" کا شور مچاتے ہوا دوڑا جا رہا ہے۔ چنانچہ اسے پکڑ لیا گیا اور تعاقب کنندہ نے آ کر اسے قتل کر دیا۔ جوز جانی نے لوگوں سے کہا کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو؟، انہوں نے جواب دیا کہ ہم ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں جانتے۔ جوز جانی نے کہا کہ تم ایک شخص کو اس لئے پکڑ لیتے ہو کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اس واقعہ کی وجہ سے انہوں نے ان لوگوں میں رہائش نہ رکھنے کی قسم کھالی اور طاقات العکی چلے گئے (ابن الندیم ص ۲۹۰)۔

﴿۱۶۴﴾ ایضاً۔

﴿۱۶۵﴾ ایضاً۔

﴿۱۶۶﴾ القرشی ج ۲ص ۱۸۶-۱۸۷ نمبر ۵۸۰۔

﴿۱۶۷﴾ لکھنوی ص ۹۰۔

﴿۱۶۸﴾ القرشی ج ۲ص ۱۹۳ نمبر ۶۰۳۔

﴿۱۶۹﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۴ص ۳۰۰۔۳۰۱ نمبر ۹۲۳۰۔

﴿۱۷۰﴾ ایضاً۔

﴿۱۷۱﴾ "مارأیت اعظم قدراً منه بالرّی و من ابی مسهر بدمشق" (ذہبی، میزان الاعتدال ج ۴ص ۳۰۰۔ نمبر ۹۲۳۰)۔

﴿۱۷۲﴾ القرشی ج ۲ص ۲۰۵-۲۰۶ نمبر ۶۴۳۔

❀❀❀❀

www.toobaaelibrary.com

باب پنجم

وسط ایشیا میں فقہ حنفی کا ارتقاء (چوتھی صدی ھجری)

گذشتہ باب سوم (۳) و چہارم (۴) میں ہم فقہ حنفی کی عام ترویج واشاعت اور بطور خاص وسط ایشیا میں تیسری صدی ہجری تک، اس کے فروغ وارتقاء کا جائزہ لے چکے ہیں۔ اس دوران فقہ حنفی کی اس نوعیت واہمیت کو صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے کہ یہ ایک محدود یا کسی طبقہ جاتی یا گروہی مسلک کی حیثیت سے بہت بلند ہو کر عامۃ المسلمین کی اکثریت میں مقبول اور مملکت اسلامی کے طول وعرض میں متداول قانون کے طور پر جاری وساری تھا۔ اس سلسلہ میں اگرچہ سرکاری سرپرستی کا بہت کچھ عمل دخل تھا، تاہم حضرت العلامہ امام ابوحنیفہؒ نیز امامین وصاحبینؒ (قاضی القضاۃ امام ابویوسفؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ) اور دیگر تلامذۂ امام اعظم اور دوسرے مرحلہ میں نسلاً بعد نسلٍ ان تمام حضرات کے بے شمار شاگردوں نے اس کی نشوونما میں بھرپور حصّہ لیا۔ مساجد ومدارس میں جگہ جگہ ان کے حلقہ ہائے افتاء ودرس قائم تھے۔ عوام سے ان کا رابطہ براہ راست اور ان کی دینی رہنمائی کے لئے فقہی اجتہادی سرگرمیاں، تصنیفات وتالیفات، فتاویٰ، قضاۃ کے فیصلے، اصحاب وتلامذہ کے اقوال وغیرہ فروغ واشاعت کے اہم ذرائع تھے۔ اس ضمن میں نمایاں ترین علماء، فضلاء اور مجتہدین کا تعارف، علمی خانوادوں، روایات کے سلسلوں اور اہم مؤلفات ومصنفات کی نشاندہی گذشتہ صفحات میں حسبِ ضرورت کی جاچکی ہے۔

فروغ واشاعت کے یہ تمام ذرائع اور ادارے پھلتے پھولتے رہے۔ نتیجتاً فقہ حنفی کے فروغ کا یہ سلسلہ چوتھی صدی ہجری میں بھی قائم رہا۔ اس وقت تک فقہ حنفی عالم اسلام میں وقیع اور امتیازی مکتبہ فکر کی حیثیت سے نمایاں ترین مقام حاصل کر چکا تھا اور دوسرے متعدد سُنّی وشیعی مذاہب فقہیہ کی موجودگی کے باوجود یہ وسط ایشیا میں خصوصاً توسیع وترقی کے مدارج طے کر رہا تھا۔ نیز کسی مکتبہ فکر اور مذہب فقہیہ کی توسیع وترقی کے جو بھی ذرائع اور علامات ہوسکتی ہیں ان تمام پہلوؤں سے بھی فقہ حنفی مالا مال رہا۔ علماء، فضلاء، فقہاء، عباد وزہاد وقضاۃ، مدرسین، مجتہدین

www.toobaaelibrary.com

اور محدثین کی کثرت تھی۔ مدارس، حلقہ ہائے درس وتدریس، مراکز افتاء حد شمار سے باہر اور تصنیفات و تالیفات ان گنت تھیں۔ اسی باعث اسے عوام وخواص میں بے انتہاء مقبولیت حاصل تھی۔ لہٰذا سرزمین وسط ایشیا میں اس کے اثرات تمام طبقہ ہائے معاشرت و مذہب پر نمایاں رہے۔

اس زمانے تک پہنچتے پہنچتے فقہ حنفی کے اصول و قواعد وضع ہو کر اور تجربہ و تعامل کے بعد مستحکم ہو گئے تھے۔ مذہب حنفی کی معتبر کتابوں کی تدوین اور استخراج مسائل کا کافی کام ہو چکا تھا۔ کتب ظاہر الروایہ (یا مسائل اصول) اور کتب النوادر (یا مسائل النوادر) اور دوسرے مصنفات و مؤلفات منظر عام پر آ چکے تھے اور ان کی روایات، نقل و املاء کا سلسلہ جاری تھا۔ تدوین مسائل اور اجتہادات میں روح شریعت کا خیال اور ضروریات حال و مستقبل کی رعایت ہمیشہ رکھی گئی۔ استخراج و استنباطِ احکام اور پیش آمدہ نیز امکانی و تقدیری مسائل کے حل کے لئے اصلاً کتاب و سنت نیز اقوال صحابہ اور تبعاً اجماع و قیاس اور ضمناً استحسان و عرف کو سامنے رکھا گیا۔ اصول و فروع میں مطابقت، مصلحت عام اور منفعت دوام، عُسر کے بجائے یُسر کی ترجیح ہر دور میں قائم رہی۔ فقہاء و مجتہدین نے علم و فن کا بہترین استعمال کیا، اصلی اور ضمنی مصادر شریعت سے روشنی حاصل کی، آئمہ مجتہدین ماسلف کے اجتہادات کو پیش نظر رکھا اور گنجائش کے مطابق نئے راستے بھی تلاش کئے۔

اگر ہم مختلف صدیوں میں آنے والے فقہاء کے کام کا مجموعی حصہ معلوم کرنا چاہیں تو پھر علامہ ابن عابدین کی تصریح کے مطابق طبقات فقہاء کا لحاظ کرنا پڑے گا۔ اس اعتبار سے طبقۂ اول اور دوم کا زمانہ تو پہلے ہی گزر چکا تھا۔ طبقۂ اول چونکہ مجتہد مطلق یا مجتہد فی الشرع پر حاوی ہوگا جبکہ مجتہد منتسب اور مجتہد فی المذہب کا اطلاق ان پر ہوگا جو اپنے امام کے فقہی مکتب فکر اور اس کے وضع کردہ اصول اجتہاد و طرزِ استدلال کے تابع ہوں۔ حنفی فقہ کے حوالے سے اول طبقہ میں امام صاحب اور دوسرے طبقہ میں انکے جانشین، یعنی امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور دوسرے اجل تلامذہ کا شمار ہوگا۔ یہاں بقول ابوزہرہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ طبقۂ دوم سے تعلق رکھنے والے فقہاء، مجتہد مطلق یعنی حضرت امام ابو حنیفہ کی تعلیم و تدریس کے مرہون منت ہونے کے باوجود اپنے اخبار و آراء اور اجتہاد میں بہر حال آزاد تھے۔ ﴿۱﴾ علاوہ ازیں طلب و تحصیل علمی سے وہ کبھی غافل نہیں رہے۔ ان کے ہاں علم کے ساتھ ساتھ قضاء کے تجربوں اور احکام و فیصلہ جات کی مدد سے ندرت و معرفت پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ استاد کی رائے سے اتفاق یا اختلاف کرنے کے قابل ہو گئے۔ لیکن یہ اتفاق و اختلاف دلیل کی بناء پر تھا نہ کہ ان کی پسند و ناپسند کے سبب۔

طبقۂ سوم کے فقہاء یعنی مجتہدین فی المسائل کا تعلق اس زیر بحث چوتھی صدی ہجری سے ہے۔ وقت گزرنے اور حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ فقہی و اجتہادی سرگرمیوں کے لحاظ سے یہ عہد بھی بہت سازگار ثابت ہوا۔ حنفی علماء، فقہاء اور مجتہدین کی ایک بہت بڑی تعداد کا اس علم و فن سے وابستہ ہونا بجائے خود فروغ و اشاعت کی دلیل

www.toobaaelibrary.com

ہے جس کا اندازہ اس منتخب فہرست سے بخوبی کیا جاسکتا ہے جو بطور ضمیمہ ''ج'' اس مقالہ کے آخر میں شامل ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں فقہاء کی تعداد اور کمیت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ کیفیت اور معیار کے حوالہ سے یہ حقیقت نظروں سے اوجھل نہ ہونی چاہیے کہ علم و فضل، تعمق و تفقہہ کی جو توانائیاں طبقۂ اول و دوم کے فقہاء کے ہاں پائی جاتی تھیں اور مسائل کے ادراک اور ان کے حل کے لئے جو ذہنی و فکری بلوغ اور بصیرت و دانائی کا وفور طبقہ ہائے ماسلف کے فقہاء و مجتہدین میں پایا جاتا تھا وہ بطور امر واقعہ خلف کے لئے ذہنی مرعوبیت کا باعث بنا۔ علاوہ ازیں طبقہ ہائے اول و دوم کے ائمہ و مجتہدین پیش آمدہ مسائل کے علاوہ امکانی اور تقدیری مسائل کے ضمن میں اتنی اجتہادی جولانیاں دکھا چکے تھے کہ طبقۂ سوم و چہارم کے لئے بتدریج میدان تنگ و تاز محدود سے محدود تر ہو گیا تھا۔

بہر حال یہ بات طے ہے کہ ان مجتہدین فی المسائل نے اس دور میں اہم کام سرانجام دیئے چنانچہ بقول ابوزہرہ ان فقہاء نے ان مسائل میں اجتہاد کیا جن میں امام صاحبؒ اور اصحابؒ سے کوئی روایت منقول نہیں تھی۔ انہوں نے غیر منصوص مسائل کے احکام کو حنفی مذہب کے اصول مقررہ کے مطابق استنباط کیا۔ جبکہ مخصوص مسائل میں ان کا اعتماد ایک خاص دائرہ میں محدود رہا۔ ان فقہاء نے فروعات کو قواعد و ضوابط میں جمع کیا اور انہیں استنباطِ مسائل کی اساس اور معیار قرار دیا۔ نیز ان قواعد کی اساس پر غیر مصرح احکام کا استنباط کیا تا کہ وہ فقہ حنفی کی راہ پر جادہ پیما رہیں اور اس سے منحرف نہ ہوں۔ انہوں نے تخریج مسائل اور فقہی اقوال کے مطابق مسائل استنباط کرنے کے قواعد وضع کئے۔ اساساتِ ترجیح و توازن، تقابلِ آراء، تصحیح و تضعیفِ اقوال کے اصول مقرر کئے اور اس طرح فقہ حنفی کو امتیاز خصوصی بخشا ﴿۲﴾۔

یہی وجہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں فتاویٰ اور مسائل کی بے شمار کتابیں منصۂ شہود پر آئیں اور گزشتہ زمانوں کے مصنفات و مؤلفات کے مطالعہ اور تحقیق اور شرح اور اخذ و تلخیص وغیرہ کے رجحانات میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ مثلاً کتب ظاہر الروایہ کی تمام کتابیں (المبسوط، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، کتاب السیر الکبیر، کتاب السیر الصغیر اور زیادات) ابوالفضل البلخی المروزی، جن کا لقب الحاکم الشہید (م ۳۳۴ھ) ہے نے اپنی تصنیف ''الکافی فی فروع الفقہ'' میں جمع کر دیں۔ بعد میں آنے والوں میں سے شمس الائمہ ابوبکر محمد بن ابی سہل احمد سرخسی (م ۴۸۳ھ) نے کتاب المبسوط میں تیس (۳۰) جلدوں میں کافی کی شرح لکھی۔ حاکم الشہید کی دوسری کتابوں میں سے ''المنتقی فی الفروع'' اور ''اصول الفقہ'' بھی قابل ذکر ہیں۔ یا مثلاً ابوالقاسم البلخی م ۳۱۹ھ صاحب التصنیف فقیہہ تھے۔ انہوں نے عیون المسائل نو (۹) جلدوں میں مُرتب کئے۔ یا مثلاً اسی صدی کے فقیہہ ابواللیث نصر سمرقندی (م ۳۷۳ھ) نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں لکھیں، مثلاً کتاب النوازل فی الفقہ، العیون والفتاویٰ، شرح الجامع الصغیر، مختلف الراویہ (فی الخلافیات بین ابی حنیفہؒ و مالکؒ والشافعیؒ)، حصر المسائل فی الفروع، نوادر الفقہ وغیرہ

www.toobaaelibrary.com

وغیرہ۔ انہیں کے ایک اور ہم عصر اور کثیر التصانیف بزرگ، مفسر، محدث، فقیہہ اور احناف کے خاص نمائندے احمد بن علی الجصاص ابو بکر الرازی م ۳۷۰ھ تھے۔ ان کی مشہور ترین کتاب احکام القرآن کے علاوہ بھی متعدد کتابیں مشہور تھیں۔ ان میں بعض کتابیں اب بھی ملتی ہیں، مثلاً شرح مختصر الکرخی، شرح مختصر الطحاوی، شرح الجامع، (لمحمد بن الحسن) یعنی کتاب الاصول، مختصر فی الفقہ اور جوابات المسائل وغیرہ۔

فتاویٰ، فروعات اور مسائل کی ریل پیل کے باوجود ایسے علماء وفقہاء اور مجتہدین بھی وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اصول وکلیات اور مآ خذ ومصادر کی اہمیت کو قرار واقعی اجاگر کیا اور بار بار یاددہانی کے طور پر کتابیں لکھتے رہے اور یہ باور کراتے رہے کہ فروعات اور مسائل وفتاویٰ کی فراوانی کے باوجود اصولوں کی طرف سے بے توجہی نہیں برتی جاسکتی۔ اصولوں کو سمجھنا اور سمجھانا اس لئے بھی ضروری تھا کہ مسائل کے حل میں اصول وکلیات کی کارفرمائی اور منطق کو زیادہ سریع الفہم بنایا جاسکے۔ اس ضمن میں اگرچہ اصول وکلیات میں تصانیف کی تعداد بہت ہے تاہم اس قسم کی تصنیفات میں جو قدر ومنزلت اور شہرتِ عام اور بقائے دوام اسحاق بن ابراہیم الشاشی ﴿۳﴾ م ۳۲۵ھ کی کتاب ﴿۴﴾ ''اصول الشاشی'' کو ملی وہ عزت کسی اور کے حصہ میں نہ آسکی۔ فقہِ حنفی ہی نہیں بلکہ فقہ اسلامی سے دلچسپی رکھنے والا شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جو اصول الشاشی سے نابلد ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اصول فقہ کے ضمن میں چوتھی صدی ھجری کی اس تالیف کو ایسا قبول عام حاصل ہوا کہ ہزار سال گزرنے کے بعد بھی اس کی تازگی میں فرق نہیں آیا۔

اصول الشاشی کا غالباً سب سے بڑا امتیاز اس کا ایجاز واختصار ہے۔ مصنف نے انتہائی مختصر جملوں میں دریا بہ کوزہ کے مانند تمام تفصیلات کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ چنانچہ مثلاً چند تمہیدی جملوں میں ہی جہانِ معانی سمو دیا ہے۔

> ''الحمد لِلّٰہِ الَّذِی اعلیٰ منزلة المئومنین بکریم خطابہٖ و رفع درجة العالمین بمعانی کتابہٖ و خص المستنبطین منھم بمزید الاصابة و ثوابہ والصلواة علی النبی واصحابہٖ والسلام علی ابی حنیفة واحبابہٖ وبعد فان اصول الفقة اربعة'' کتاب اللّٰہ تعالیٰ و سنة رسولِہٖ واجماع الامة والقیاس فلا بدّ من البحثہ فی کل واحدٍ من ھٰذہٖ الاقسام لیعلم بذلک طریق تخریج الاحکام'' ﴿۵﴾.

ان چند جملوں میں اس وقت کے اسلامی معاشرہ کی خصوصیات اور مسلمانوں میں جاری وساری چال چلن بھی سامنے آگیا ہے کہ عوام ہوں یا خواص آغاز کار وکلام بسم اللہ سے کرتے ہیں۔ مصنف نے بھی اس عادت مستمرہ کے مطابق کتاب کی ابتداء حمد سے کی۔ ''الحمد للّٰہ الذی اعلیٰ منزلة المومنین''. حمد زبان سے کسی اچھی چیز کی تعریف کو کہتے ہیں، خواہ اس کا تعلق عطایا ونعم سے ہو یا اوصاف ذاتیہ سے جیسے علم وسخاوت۔ جب کہ شکر اپنے منعم

www.toobaaelibrary.com

کے انعام کے سبب ہوتا ہے، خواہ اس تعظیم کا اظہار زبان سے کرے یا اس کا اعتقاد رکھے اور اس سے محبت کرے یا اس کی خدمت کرے۔ حمد صرف زبان سے ادا ہوگی دل یا دیگر اعضاء سے نہیں ہوسکتی بخلاف شکر کے کہ وہ تمام اعضاء سے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حمد خاص ہے اور شکر عام۔ تاہم حمد نعمت اور غیر نعمت سب کے مقابل آتی ہے اور شکر صرف نعمت کے مقابل گویا شکر خاص ہے اور حمد عام۔ اظہار حمد کی نزاکتوں میں الفاظ کا انتخاب بہت اہم ہے۔

اللہ اسم خاص ہے، ذات خداوندی کے لئے، جو تمام صفات وکمالات کو گھیرے ہوئے ہے۔ اکثر سلف کے نزدیک یہ اسم ذات ہے، اول اس وجہ سے کہ اس کے ساتھ دوسرے کو موسوم نہیں کر سکتے۔ دوم اس لئے کہ خدا کے لئے بھی ایسے اسم کی ضرورت ہے جس پر اس کی صفات کو جاری کیا جا سکے اور سوائے لفظ اللہ کے اور کوئی لفظ اس کے لئے موزوں نہیں۔ سوم اس لئے کہ اگر اسم ذات نہیں ہوگا بلکہ اسم صفت ہوگا تو پھر لا الہ الا اللّٰہ کلمۂ توحید نہیں رہے گا جیسا کہ لا الٰہ الا الرحمن کلمہ توحید نہیں ہے کیونکہ شرکت سے مانع نہیں ہے۔ اس کے بعد الف لام استغراق کے لیے ہے کہ مصنف نے الحمد للخالق یا للرزاق نہیں کہا بلکہ اعلیٰ کہا تا کہ یہ احتمال نہ رہے کہ ایک پہلو سے تعریف مقصود ہے جبکہ دوسرے سے نہیں۔ الذی اعلیٰ میں سب کچھ آ گیا، پھر بمنزلة المومنین اللہ کی صفت ہے اور مقصود اس صفت سے ثناء ہے تخصیص یا توضیح نہیں ہے۔ تخصیص اس سبب نہیں کہ غیر اللہ اس میں شریک نہیں، توضیح اس وجہ سے نہیں کہ بغیر اس صفت کے بھی واضح بلکہ اظہر من الشمس ہے۔

"بکریم خطابہ" اصل میں خطابہ الکریم تھا جیسے 'اعطیت جوامع الکلم' کہ الکلمۃ الجامع تھا۔ کریم سے مراد خیر کثیر ہے کیونکہ جس چیز کا نفع زیادہ ہو اس کو کریم کہہ دیا جاتا ہے، جیسے کتابِ کریم، اجر کریم۔ بہر حال صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔ اس صفت سے کافروں کا خطاب خارج کرنا مقصود ہے کہ ان کے لئے خطاب کریم نہیں بلکہ "ایھا الکافرون" ہے۔

"ورفع درجة العالمین". رفع کا عطف اعلیٰ پر ہے۔ تخصیص بعد تعمیم ہے، تا کہ علماء امت علماء علوم قرآن کی خصوصیت سے مدح سرائی ہو اور ان کے علوء مرتبت کا اظہار ہو۔ عالمین کو جمع قلت کے ساتھ بیان کیا۔ جمع کثرت کا صیغہ استعمال نہیں کیا، تا کہ اشارہ اس طرف ہو کہ علماء کی تعداد جہلاء کے مقابل بہت ہی کم ہے (گو فی حد ذاتہ بہت ہوں)۔

"معانی کتابه" سے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ جو قرآنی علوم کا عالم ہو حقیقتاً تمام چیزوں کا عالم ہے۔ کیونکہ قرآن میں تمام چیزیں ہیں۔ جس نے قرآن حاصل کر لیا اس نے گویا تمام چیزوں کو پالیا۔ اس لئے دراصل علوم کہلانے کے مستحق علوم قرآنیہ ہی ہیں اور وہ علماء نحو وصرف ومنقول کہ جنکو علوم شرعیہ حاصل نہیں زمرۂ علماء سے خارج ہیں۔ معانی کتاب میں تفسیر، فقہ، اصول فقہ، عقائد واخلاق وتصوف تمام داخل ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

www.toobaaelibrary.com

"یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات"۔﴿۶﴾

"وخصّ المستنبطین منھم بمزید الاصابۃ و ثوابہ" استنباط چشمہ سے پانی نکالنا، استنبط الماء جبکہ مشقت سے پانی نکلے۔ اس طرح اصولِ اربعہ سے علت کا نکالنا اور مسائل کا استنباط وانطباق بہت مشکل اور اہم کام ہے۔ اسی کلفت ومشقت کو ظاہر کرنے کے لئے لفظ مجتہدین فرمایا۔ مزید اصابت وثواب یہ ہے کہ مجتہد پہلے اصول وضع کرتا ہے پھر علل تلاش کرتا ہے اس کے بعد احکام کی ترتیب کرتا ہے۔ جس سے محنت شاقہ شدیدہ برداشت کرنی پڑتی ہے اور صواب کا مدار تحقیق دین میں زیادہ کاوشوں پر ہے۔ اس وجہ سے ان کو علماء پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ علماء اگرچہ بیماریٔ جہل سے الگ ہوتے ہیں لیکن مجتہدین کی صحت علمی ان سے قوی تر ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو اصابت رائے میں زیادہ حصہ ملتا ہے اور ثواب بھی زیادہ ملتا ہے۔ بخلاف عالم کے کہ وہ اگر مسئلہ غلط بتلائے تو اس کو ثواب نہیں ہوگا۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ مومنین کیلئے "اعلیٰ" اور علماء کے لئے لفظ "رفع" اور مجتہدین کے لئے لفظ "خص" فرمایا کہ علی الترتیب اول ناقص ہے دوسرا صحیح ہے اور تیسرا مضاعف ہے۔ اس سے فرقِ مراتب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مؤمنین اگرچہ نورِ اسلام سے منور ہوتے ہیں لیکن علماء کے مقابلے میں ناقص ہوتے ہیں اور علماء اگرچہ بیماریٔ جہل سے صحیح سالم ہوتے ہیں لیکن انہیں مضاعفیت حاصل نہیں ہوتی کہ یہ صرف مجتہدین کیلئے مخصوص ہے۔

مصنف کا یہ بیان ظاہر کررہا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں ہر زمانے میں تین طبقے نمایاں رہے ہیں۔ ایک عامۃ المسلمین کا طبقہ، جن کی رہنمائی علماء کا طبقہ حسب ضرورت واستطاعت کرتا رہا۔ لیکن دین وشریعت کے تقاضوں کے مطابق زندگی کے مختلف دائروں میں پیش آمدہ مسائل کا حل اور ضروریات کے مطابق عملی رہنمائی میں حضرات فقہاء ومجتہدین کا طبقہ ہی پیش پیش رہا اور اس لئے مجتہدین ومستنبطین کے اس طبقہ کو اول الذکر دونوں طبقات کے مقابلہ میں بلند مرتبہ سمجھا گیا۔

"والصلوۃ علی النبی واصحابہ والسلام علیٰ ابی حنیفۃ واحبابہ"۔ صلوۃ کی نسبت جب اللہ کی جانب ہو تو اس سے مراد رحمت ہی ہوتی ہے۔ مصنف حمد کی تکمیل درود بھیج کر فرمارہے ہیں۔ "علی النبی" کے لفظ کو رسول کے بجائے لانا اتباع قرآن کے سبب ہے۔ فرمایا گیا" ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی. ﴿۷﴾ رسول اور نبی کے درمیان جو بھی تعریف وتوضیح یا تفریق کی جائے، ہر رسول کو نبی کہہ سکتے ہیں جب کہ ہر نبی کو رسول نہیں کہہ سکتے۔ لفظ "صلوٰۃ" انبیاء ورسل اور ملائکہ پر استقلالاً جائز ہے اور غیر انبیاء وملائکہ پر استقلالاً نا جائز اور طبعاً جائز ہے۔ لہٰذا "اللھم صلی علی محمد و آلہ و صحبہ" کہہ سکتے ہیں۔ سلام، صلوۃ سے کم ہے۔ جوش اعتقاد یا غلبہ محبت ووارفتگی میں بے ساختہ "والسلام علیٰ ابی حنیفۃ واحبابہ"،

www.toobaaelibrary.com

مصنف کی محبت اور اس کے مسلک و مذہب کی طرف اشارہ ہے اور اس بات کو متعین کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہ کتاب علی سبیل الانفراد ان ہی کی تصنیف ہے۔ اس بات سے مصنف اور کتاب کی باہمی نسبت شک و شبہ سے پاک ہوگئی۔

"وبعد فان اصول الفقة اربعة" حمد و صلوٰۃ کے بعد اصول فقہ کی تصریح پہلے درجہ میں ارتقائے علم الفقہ والشریعہ کو ظاہر کررہی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں الفقہ کے مفہوم میں تمام شریعت یعنی عقائد، عبادات، معاملات اور تصوف سب داخل تھے۔ نیز اس کے دائرہ میں فقہ اور اصول الفقہ دونوں کا شمار تھا یعنی مسائل و فروعات بھی اور وہ اصول و مآخذ بھی جن پر مسائل کا اعتبار ہے اور جن سے مسائل کو ماخوذ و مستنبط کیا جائے۔ لیکن پھر علم الفقہ کی توسیع و ترقی ہوئی تو ایک طرف مسائل کی کثرت ہوتی چلی گئی اور ان کو حل کرنے کیلئے فقہاء و مجتہدین نے بے شمار کوششیں کیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء اور عوام کی اکثریت کو مسائل تواز بر ہوتے چلے گئے اور ان کی عملی زندگی کیلئے یہی مفید اور کارآمد تھا۔ جب کہ ان مسائل کا حل جن اصول و کلیات کی روشنی میں نکالا گیا اور جن مآخذ و مصادر کی بنیاد پر مستنبط کیا گیا، ان کے جاننے اور سمجھنے کی عام طور پر ضرورت نہ رہی۔ اس لئے ایسے علماء و فضلاء جنہوں نے اپنے آپ کو اصول و مآخذ "الادلة التفضيليه" یا علم الاصول کی تحصیل و معرفت کیلئے وقف کردیا حاملین اصول الفقہ یا علمائے اصول کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ جبکہ دوسری طرف علم الفقہ یعنی مسائل و فروعات کا علم الگ حیثیت اختیار کر کے علم الفقہ (الفقه علم بالمسائل الشرعيه) کہلایا جو محض فروعی (فرعیہ شرعیہ) احکام شرعی کے علم پر محیط دلائلِ تفضیلیہ سے ماخوذ تھا۔ (العلم بالاحكام الشرعية العلمية كالحلال والحرام مع استنباطها من دلائل التفضيليه) ﴿۸﴾ اور اس طرح علم الفقہ اور علم اصول الفقہ دو الگ ممتاز و ممیز حیثیت سے متداول ہوگئے اور دونوں کے علماء اپنے اپنے دائروں میں تخصّص کے درجہ پر فائز ہوگئے۔

جس عہد میں مصنف علاّم نے اصول الشاشی تحریر کی اس وقت تک علم الفقہ اور علم اصول الفقہ دونوں اپنے اپنے دائرے میں فروغ پارہے تھے۔ انہوں نے اصول الفقہ کی راہ اپنائی اور پورے یقین سے یہ تصریح کردی کہ "فان اصول الفقة اربعة"۔ اصول اصل کی جمع ہے۔ اصل کے معنی جڑ بنیاد کے ہیں، قاعدہ اور موقوف علیہ کے ہیں، اور ان سے مراد ادلۂ شرعیہ ہیں کیونکہ یہ فقہ کی جڑ، بنیاد اور اساس ہیں اور فقہ ان پر موقوف ہے۔

اصول الفقہ چار ہیں، "كتاب الله تعالىٰ و سنة رسوله و اجماع الامة والقياس" ان میں سے تین کتاب و سنت و اجماع مطلق شریعت کے اصول ہیں۔ (خواہ فقہ ہو یا علم الکلام یا تصوف)۔ چنانچہ ان کو اصول الشرع بھی کہا جاتا ہے۔ شریعت اور فقہ ایک ہی معنیٰ میں مستعمل ہوتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ شریعت محمد یہ ناسخ

www.toobaaelibrary.com

ہے جملہ شرائع کے لئے ،اس کے مفہوم میں ظاہر ہے کہ شرائع سے مراد اصول وفروع تمام نہیں ہو سکتے کہ یہ برمحل نہ تھا کیونکہ عقائد، الٰہیات، قیامت، جزا سزا، جنت و دوزخ وغیرہ یا دین کی اصولی تعلیمات میں تمام انبیاء کی تعلیم یکساں ہے۔ اس لئے گویا فروعات وتفصیلات کے اعتبار سے ہی نسخ واقع ہوگا۔ لہٰذا اس طرح شریعت فقہ کے معنیٰ میں مستعمل ہو سکتی ہے۔ اس ترادف کو ظاہر کرنے کے لئے مصنف نے اصول الفقہ کہا۔ وجہ حصر یہ ہے کہ حکم یا وحی سے ثابت ہوگا یا غیر وحی سے۔ اگر وحی سے ثابت ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں یا وحی جلی یا خفی۔ اگر جلی ہے تو کتاب اللہ۔ اگر خفی ہے تو سنت رسول اللہ ﷺ، جس میں آپ ﷺ کا قول، فعل، اور تقریر شامل ہے۔ اگر غیر وحی سے حکم ثابت ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں یا اجتہاد سے ہوگا یا غیر اجتہاد سے۔ اگر اجتہاد سے ہے تو پھر اگر تمام مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے تو اجماع، اور اگر بعض کا ہے تو قیاس۔ قیاس مطلقاً حجت نہیں بلکہ جو ادلۂ ثلاثہ سے مستنبط ہو۔ اور اگر غیر اجتہاد سے ہے تو مردود ہے۔ علاوہ ازیں ''شرائع من قبلنا'' (میں سے جو باقی ہے) وہ کتاب اللہ میں شامل ہے یا سنت رسول اللہ ﷺ میں داخل ہے۔

استحسان کی تمام اقسام اور استصحاب وغیرہ دائرہ قیاس میں شمار ہیں، جب کہ تعامل اجماع میں، اور قول صحابی اگر قیاس کے موافق ہے تو قیاس میں، ورنہ سنت میں داخل ہے۔ مختصر یہ کہ مصادر و مآخذ میں مجموعی طور پر ادلۂ اربعہ سے زیادتی نہیں ہو سکتی اور بظاہر جو دلائل علاوہ ادلۂ اربعہ ہیں ان کا مرجع و مآخذ ان ہی ادلۂ اربعہ میں پایا جاتا ہے۔

ادلۂ اربعہ (اصول الفقہ) سے متعلق اس گفتگو سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ (الفقہ) کی تمام تر بنیاد (اصول الفقہ) پر ہے۔ اور جب دونوں میں یہ ربط وتعلق واضح ہے تو مصنف کا یہ کہنا بھی اظہر من الشمس ہے کہ ''فـــلا بـدمن البحث فی کل واحدٍ من هذهِ الاقسام لیعلم بذلک طریق تخریج الاحکام''۔ چنانچہ اس تصریح کے بعد ناگزیر تھا کہ ادلۂ اربعہ کے تمام پہلوؤں اور اس کی نزاکتوں کو پوری شرح وبسط سے بیان کر دیا جائے۔ لہٰذا ان تمہیدی سطور کے بعد مصنف نے اگلے تمام تفصیلی مباحث کو اس مقصد و مدعا کیلئے وقف کر دیا ہے کہ تمام مسائل واحکام اور فتاویٰ اس سے مستنبط ہوتے ہیں۔ اس لئے ایک مجتہد کو ان تمام مباحث کا درک کلی رکھنا چاہیے۔

اوپر کی تفصیلات اور مصنف علّام کے چند جملوں کی وضاحت کے بعد کتاب کی اس خصوصیت (جس کا اظہار آغاز تعارف میں کیا جا چکا ہے) کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مصنف نے ''دریا بہ حباب اندر'' کے مانند بڑی بڑی بحثوں کو واقعی چند مختصر جملوں میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ صرف اس زمانے میں ہی اس ایجاز واختصار کا نہیں سراہا گیا بلکہ بعد میں آنے والے ادوار میں بھی اصول الفقہ کی اس مختصر کتاب کو برابر پذیرائی

www.toobaaelibrary.com

حاصل ہوتی رہی اور اصول الشاشی کا ایجاز واختصار تشنگان علم وفن کو شاد کام کرتا رہا۔

چوتھی صدی ھجری میں فقہ حنفی کے فروغ وشیوع کا مندرجہ بالا جائزہ اگرچہ مختصر اور سرسری ہے لیکن اس سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ فقہ واجتہاد کے باب میں حنفی علماء، فضلاء اور مجتہدین نے ناقابلِ فراموش خدمات سر انجام دیں اور ہر سطح پر حنفی مذہب کے فروغ واشاعت کیلئے مقدور بھر کوششیں کرتے رہے۔ ایسے نامور علماء، فضلاء اور فقہاء کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے لیکن ان میں سے نمایاں ترین شخصیات اور ان کے نام وکام کا ایک تعارف ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

نمائندہ فقہاء

﴿۱﴾ اسحاق بن ابراہیم الشاشی م ۳۲۵ھ

اسحاق بن ابراہیم الشاشی الخراسانی، السمر قندی الخطیبی ﴿۹﴾ کی کنیت ابو یعقوب تھی۔ ابن یونس نے ان کا ذکر اپنی کتاب ''الغرباء الذین قدموا مصر'' میں کیا ہے ﴿۱۰﴾۔ یہی ابن یونس کہتے ہیں کہ یہ حنفی فقیہہ تھے اور مصر میں قاضی بھی بنائے گئے تھے۔ ہم نے ان سے احادیث اور حکایات لکھی ہیں ﴿۱۱﴾۔ ابو یعقوب الجامع الکبیر عن زید بن اسامہ عن ابی سلیمان جوز جانی عن امام محمد بن الحسن الشیبانی روایت کرتے تھے ﴿۱۲﴾۔ اس طرح امام شاشی دو واسطوں سے امام محمد کے شاگرد تھے۔ لکھنوی لکھتے ہیں کہ یہ اپنے زمانے میں احناف کے شیخ اور عالم تھے ﴿۱۳﴾۔ زرکلی نے انہیں ''فقیہہ الحنفیہ فی زمانہ'' لکھا ہے ﴿۱۴﴾ اور ان کے شاش سے مصر چلے جانے اور وہاں قاضی بنائے جانے کا بھی ذکر کیا ہے ﴿۱۵﴾۔

﴿۲﴾ ابو منصور الماتریدی ﴿۱۶﴾ م ۳۳۳ھ

محمد بن محمد بن محمود ابو منصور الماتریدی کا شمار وسط ایشیا کے کبار فقہاء احناف میں ہوتا تھا۔ ''ماترید'' سمرقند کا ایک محلہ تھا ﴿۱۷﴾۔ اسے ''ماتریت'' ﴿۱۸﴾ بھی کہا جاتا تھا۔ ابو منصور یہاں کی نسبت سے مشہور ہوئے ﴿۱۹﴾۔ یہ اپنے زمانہ میں فتویٰ میں متفق ومعتبر تھے اور ان پر فقہ حنفی کی سرداری قائم تھی ﴿۲۰﴾۔ ابو منصور ''امام اهل السنة'' اور ''مصحح عقائد المسلمین'' کے طور پر مشہور تھے اور ان کا شمار علم الکلام کے الائمۃ الاعلام میں ہوتا تھا ﴿۲۱﴾۔ ابی نصر العیاضی انہیں ''امام الھدیٰ'' (یعنی روشنی اور ہدایت کے امام) کے لقب سے پکارتے تھے ﴿۲۲﴾۔

الماتریدی نے علوم متداولہ کی تعلیم وتحصیل امام محمد بن مقاتل الرازی، نصیر بن یحییٰ البلخی، امام ابو نصر العیاضی اور شیخ ابو بکر احمد الجوز جانی تلمیذ امام موسیٰ بن سلیمان جوز جانی سے کی ﴿۲۳﴾ جو کہ عن ابو موسیٰ

www.toobaaelibrary.com

جوز جانی عن امام محمد الشیبانی روایت کرتے تھے ﴿۲۴﴾۔ اس طرح الماتریدی دو واسطوں سے امام محمد بن الحسن کے شاگرد تھے۔

الماتریدی سے الحکیم القاضی اسحاق بن محمد سمرقندی، علی الرستغفنی اور ابو محمد عبد الکریم بن موسیٰ البزدوی (یہ مشہور حنفی فقیہہ اور ماہر علم الاصول فخر الاسلام علی بن محمد بن الحسین بن عبد الکریم البزدوی م ۴۲۸ھ/ ۱۰۸۹ء کے پردادا تھے) وغیرہ نے فقہ حاصل کی ﴿۲۵﴾۔

ابو منصور الماتریدی ایک کثیر التصانیف حنفی فقیہہ تھے۔ طبقات، تواریخ اور کتب رجال میں ان کی درج ذیل تالیفات کے نام ملتے ہیں:-

۱﴾ کتاب التوحید (واثبات الصفات)

اس کتاب کا ذکر القرشی نے الجواہر المضیئہ اور بغدادی نے ھدیۃ العارفین میں کیا ہے۔ ﴿۲۶﴾ چلپی نے لکھا ہے کہ اس سلسلے کی اولین تصنیف ابی بکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ النیشا پوری م ۳۳۱ھ کی ہے اور ان کے بعد محمد بن محمد ابو منصور الماتریدی م ۳۳۳ھ نے اس موضوع پر کتاب لکھی ﴿۲۷﴾۔

۲﴾ کتاب المقالات

اس کتاب کا ذکر صاحب الجواہر المضیئہ اور بغدادی نے کیا ہے ﴿۲۸﴾۔ یہ مختلف فرقوں پر لکھی ہوئی ایک کتاب ہے۔ اس سلسلے کی اولین تصنیف امام زفر بن الھذیل کی ہے۔ پھر اس موضوع پر ابی القاسم عبد اللہ بن محمد الکعبی البلخی م ۳۱۹ھ نے کتاب لکھی۔ الکعبی نے اپنی کتاب کی تالیف کا آغاز ۲۷۹ھ میں کیا۔ الکعبی کے بعد اس موضوع پر ابو منصور الماتریدی نے کتاب لکھی ﴿۲۹﴾۔

۳﴾ کتاب بیان اوھام المعتزلہ

ابو منصور الماتریدی کی اس تصنیف کا ذکر القرشی، چلپی، کحالہ اور بغدادی نے کیا ہے ﴿۳۰﴾۔

۴﴾ کتاب رد اھل الادلۃ للکعبی

الماتریدی کی اس تالیف کا ذکر القرشی، چلپی اور بغدادی نے کیا ہے ﴿۳۱﴾۔ چلپی نے اس کتاب کا نام "الرد علی تھذیب الکعبی فی الجدل" لکھا ہے ﴿۳۲﴾۔

۵﴾ کتاب تاویلات القرآن ﴿۳۳﴾

اس کتاب کا ذکر القرشی نے کیا ہے ﴿۳۴﴾۔ اس کتاب کا نام ملا کاتب چلپی نے "تاویلات اھل

www.toobaaelibrary.com

السنۃ" لکھا ہے﴿۳۵﴾۔ اس کے علاوہ کحالہ اور بغدادی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے﴿۳۶﴾۔ قرشی لکھتے ہیں "وهو كتاب لايوازيه فيه كتاب بل لابداية شيئي من تصانيف من سبقه في ذلك الفن" ﴿۳۷﴾۔ یہ کتاب معتزلہ کے تاویلات قرآن مجید کی تردید میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کو اهل السنة والجماعة کے نقطۂ نظر سے ایک ایسی کتاب قرار دیا گیا ہے جس کی نظیر نہیں ہے﴿۳۸﴾۔

﴿۶﴾ کتاب شتّٰی

قرشی نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے﴿۳۹﴾۔ یہ کتاب مسائل متفرقہ پر مشتمل ہے۔

﴿۷﴾ عقیدۃ الماتریدیہ

چلپی نے اس کتاب کا نام "عقیدۃ ابی منصور الماتریدی" لکھا ہے۔ اس کی شرح تاج الدین ابن السبکی نے کی ہے اور انہوں نے اس شرح کا نام "السیف" رکھا ہے۔ اس کا ذکر بدیع المعانی میں ہے﴿۴۰﴾۔ اس کا ذکر بغدادی نے بھی کیا ہے﴿۴۱﴾۔

﴿۸﴾ الدرر فی اصول الدین

اس کتاب کا ذکر چلپی اور بغدادی نے کیا ہے﴿۴۲﴾۔

﴿۹﴾ کتاب الجدل

چلپی نے اس کتاب کا ذکر اپنی تصنیف کشف الظنون میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کتاب اصول فقہ سے متعلق ہے﴿۴۳﴾۔ بغدادی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے﴿۴۴﴾۔

﴿۱۰﴾ ماخذ الشرائع فی اصول الفقہ

ابو منصور الماتریدی کی اس تصنیف کا ذکر چلپی، بغدادی اور کحالہ نے کیا ہے﴿۴۵﴾۔

﴿۱۱﴾ التأویلات الماتریدیہ فی بیان اصول اھل السنۃ واصول التوحید

چلپی نے اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں " وهي ماخذ منه اصحابه المبرزون تلقفا ولهذا كان اسهل تناولا من كتبه" ﴿۴۶﴾۔ اس کتاب کو الامام علاؤالدین محمد ابن احمد ابی احمد السمر قندی نے آٹھ (۸) جلدوں میں جمع کیا تھا﴿۴۷﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۱۲﴾ الرد علی القرامطہ﴿۴۸﴾

۱۳﴾ شرح الفقہ الاکبر لابی حنیفہ

امام اعظم امام ابو حنیفہ کی اس مشہور عالم تصنیف کی شرح ابو منصور الماتریدی نے کی ہے۔ یہ کتاب حیدر آباد دکن سے ۱۳۲۱ھ میں شائع ہو چکی ہے﴿۴۹﴾۔

ابو منصور الماتریدی کو "امام المتکلمین" اور "مصلح عقائد المسلمین" ﴿۵۰﴾ بھی کہا جاتا ہے۔ علم الکلام میں دو ہستیاں اہل السنۃ والجماعت کے ہاں نہایت معزز و محترم ہیں اور انہیں امامت اور ریاست کا اعزاز حاصل ہے۔ ان میں سے ایک امام ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری، شافعی المذہب ہیں اور دوسرے یہی ابو منصور الماتریدی، حنفی المذہب ہیں﴿۵۱﴾۔ اس طرح یہ دونوں فقہاء سنی علم الکلام کے قطبین اور مسلّم امام ہیں اور ان ہر دو کی آراء کے اتباع کو اہل السنۃ والجماعت کے علماء نے ہدایت پانے اور فساد و گمراہی سے اپنے عقیدے کو محفوظ کر لینے کا وسیلہ قرار دیا ہے﴿۵۲﴾۔

احناف میں الماتریدی کا علم الکلام ہی مسلّم اور معروف ہے جو اپنے فقہی مسلک میں بدیہی طور پر امام ابو حنیفہ کے پیرو تھے۔ شبلی لکھتے ہیں "امام الماتریدی نے امام اشعری سے تمام اصولوں میں اختلاف کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا علم الکلام، اشعری کے علم الکلام سے جداگانہ خیال کیا جاتا ہے" ﴿۵۳﴾۔ شبلی کا بیان ہے کہ بعضوں نے تین (۳)، بعضوں نے تیرہ (۱۳) اور بعضوں نے ان کی تعداد چالیس (۴۰) بیان کی ہے۔ لیکن علامہ ابن البیاضی نے زیادہ استقصاء کیا تو پچاس (۵۰) مسئلے مختلف فیہ نکلے۔ ان میں سے چند مہتم بالشان مسائل کا شبلی نے ذکر کیا ہے﴿۵۴﴾۔

ابو منصور الماتریدی ۳۳۳ھ میں ابی الحسن الاشعری کی وفات کے تھوڑا عرصہ بعد ہی راہی ملک عدم ہوئے۔ ان کی قبر سمرقند میں ہے﴿۵۵﴾۔

۳﴾ الحاکم الشہید ابو الفضل البلخی م ۳۳۴ھ

محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن عبدالمجید بن اسمٰعیل بن الحاکم الشہیر بالحاکم المروزی السلمی الوزیر الشہید ابو الفضل البلخی کا شمار وسط ایشیا کے کبار حنفی فقہاء و قضاۃ میں ہوتا تھا۔ انہوں نے طلب علم کے لئے کثرت سے اسفار کئے اور مرو میں ابی رجاء محمد حمدویہ الھورقانی سے سماع حدیث کیا۔ الحاکم الشہید امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن شاسویہ الذہلی وغیرہ سے روایت کرتے تھے۔ الحاکم الشہید ابو الفضل المروزی نے نیشاپور میں عبداللہ بن شیرویہ، الری میں ابراہیم بن یوسف الھسنجانی، بغداد میں الھیثم بن خلف القدوری، مکہ میں المفضل بن محمد الجندی، مصر میں علی

www.toobaaelibrary.com

بن احمد بن سلیمان المصری، اور بخارا میں حماد بن احمد بن حماد اور الحسن بن سفیان القسوی وغیرہ سے حدیث روایت کی۔ ان سے خراسان کے آئمہ اور حفاظ نے سماع حدیث کیا اور یہ ان کے سردار تھے ﴿۵۶﴾۔ الحاکم الشہید نے کثرت سے تصانیف کیں اور احادیث جمع کیں۔ سمعانی رقمطراز ہیں کہ انہیں ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) احادیث رسول اکرم ﷺ یاد تھیں اور ان کی تصانیف میں سے الکافی اور المنتقیٰ ان کے فضل و کمال پر دلالت کرتی ہیں ﴿۵۷﴾۔ الحاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے کہ میں نے اصحاب ابی حنیفہ میں ان سے بڑھ کر حافظ حدیث اور کسی کو نہیں پایا ﴿۵۸﴾۔ ابن جوزی نے انہیں فقیہہ و مناظر لکھا ہے ﴿۵۹﴾۔ سمعانی نے لکھا ہے کہ ابا عبداللہ الحاکم الحافظ صاحب المستدرک نے ان کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان سے اخذ علم کیا ہے ﴿۶۰﴾۔

الحاکم الشہید اپنے وقت میں اصحاب ابو حنیفہ کے امام تھے اور خراسان میں ''کت خدا'' ﴿۶۱﴾ اور استاد تھے اور فقہ کا درس دیتے تھے۔ انہیں بخارا میں قضاء کی ذمہ داری بھی سونپی گئی، بعدازاں امیر خراسان عبدالحمید السامانی نے انہیں وزیر بنا دیا ﴿۶۲﴾۔ یہ فقہیات کے حافظ تھے اور لوگ فقہ میں ان کے محتاج تھے۔ سفر اور حضر ہر دو حالتوں میں انہوں نے صلاۃ اللیل اور تصنیف و تالیف کا کام کبھی ترک نہیں کیا ﴿۶۳﴾۔ تلامذہ ان کے گرد بیٹھے رہتے تھے اور یہ اکثر ان کو درس دیتے رہتے اور لکھواتے رہتے تھے۔ ان کی مجلس املاء مشہور تھی ﴿۶۴﴾۔

الحاکم الشہید کی تصانیف ان کے علمی فضل و کمال پر دلیل ہیں ﴿۶۵﴾۔ ان کی تصانیف میں سے الکافی، المنتقیٰ، شرح الجامع اور اصول الفقہ کا ذکر سمعانی نے کیا ہے ﴿۶۶﴾۔ کحالہ نے ان کی تصنیفات میں سے الکافی، المستخلص اور المنتقیٰ کا ذکر کیا ہے ﴿۶۷﴾۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ سب کی سب فروع الفقہ میں ہیں ﴿۶۸﴾۔ ملا کاتب چلپی نے الحاکم کی تصانیف میں سے الکافی فی فروع الفقہ، الغرر فی الفقہ، المستخلص من الجامع فی الفروع اور المنتقیٰ فی الفروع کا تذکرہ کیا ہے ﴿۶۹﴾۔ زرکلی نے بھی درج بالا چاروں تصانیف کا ذکر کیا ہے ﴿۷۰﴾ جبکہ بغدادی نے صرف دو تصانیف الکافی اور المنتقیٰ کا ذکر کیا ہے ﴿۷۱﴾۔

﴿ الکافی فی الفروع

امام محمد کی ''کتاب الاصل'' کا خلاصہ ''المختصر الکافی'' کے نام سے محمد بن احمد الحاکم المروزی نے کیا ﴿۷۲﴾۔ امام مروزی کی مختصر الکافی کے مخطوطہ فیض اللہ (نمبر ۹۲۳) ب چھ سو ایک (۶۰۱) ورق ہیں ﴿۷۳﴾۔ الحاکم الشہید نے اپنی اس معرکتہ الآرا تصنیف میں امام محمد کی کتاب المبسوط اور جوامع (جامع الصغیر اور جامع الکبیر) کو اکٹھا کیا ہے ﴿۷۴﴾۔ چلپی لکھتے ہیں کہ نقل مذہب میں یہ کتاب معتمد اور معتبر ہے ﴿۷۵﴾۔ ٹونکی لکھتے ہیں کہ احناف کے مسائل کے تین طبقات ہیں۔ اس میں طبقہ اُولیٰ کے مسائل کو مسائل الاصول یا مسائل ظاہر الروایہ بھی کہتے ہیں۔ المبسوط، جامع الصغیر، جامع الکبیر، السیر الکبیر، السیر الصغیر اور الزیادات یہ سب اسی کی

www.toobaaelibrary.com

قبیل سے ہیں۔ کتاب الکافی جو کہ الحاکم الشہید کی تصنیف ہے اصول مذہب کی کتاب ہے ﴿۷٦﴾۔ بہت سے مشائخ نے اس کی شرح کی ہے ان میں سے ایک شمس الائمہ سرخسی ہیں جن کی کتاب کا نام "المبسوط السرخسی" ہے ﴿۷۷﴾۔ یہ کتاب مصر میں بڑی تقطیع کی تیس (۳۰) جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور اس میں جملہ ۹۳۳۵ صفحات ہیں ﴿۷۸﴾۔ اس کی ایک شرح الامام احمد بن منصور الاسبیجابی م ۴۸۰ھ نے بھی کی ہے ﴿۷۹﴾۔

۲﴿ المستخلص من الجامع

ملا کاتب چلپی لکھتے ہیں کہ الحاکم الشہید کی اس کتاب کا ذکر العمادی نے اپنی کتاب کی چھٹی فصل کے آخر میں کیا ہے۔ یہ کتاب فروع فقہ میں ہے ﴿۸۰﴾۔

۳﴿ المنتقی فی فروع الحنفیہ

بعض کتب میں اس کتاب کا نام المبتغی بھی مرقوم ہے لیکن طبقات تقی الدین میں اسے نون اور قاف سے لکھا گیا ہے ﴿۸۱﴾۔ چلپی لکھتے ہیں کہ اس میں مذہب حنفی کے نوادر کو جمع کیا گیا ہے۔ المنتقی عصر حاضر میں دستیاب نہیں ہے۔ ابو عبداللہ الحاکم لکھتے ہیں کہ میں نے اس کے تین سو جُز دیکھے ہیں۔ یہ امالی اور نوادر کے مثل ہے ﴿۸۲﴾۔ گویا کہ یہ ایک ضخیم کتاب تھی۔ چلپی نے تفصیلاً اور سمعانی نے مجملاً لکھا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے بعد الحاکم الشہید نے امام محمد کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے میری کتاب کا کیا حال کر دیا؟ الحاکم نے جواب میں کہا کہ میں دیکھتا تھا کہ فقہاء آپ کی کتب کو طوالت اور تکرار کے باعث پڑھنے میں تساہل برتتے ہیں۔ اسی لئے میں نے اس کی طوالت کو مختصر اور تکرار کو ختم کر دیا ہے۔ اس پر امام محمد نے غصے کا اظہار کیا اور کہا کہ جیسے تو نے میری کتاب کو قطع کیا ہے ایسے اللہ بھی تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے ﴿۸۳﴾۔ چلپی لکھتے ہیں کہ یہ کتاب فروع المسائل اور نوازل الوقائع میں ہے ﴿۸۴﴾ جبکہ ٹونکی نے اس کتاب کا ذکر طبقہ اُولیٰ کے مسائل الاصول میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "ومن مسائل ظاهر الرواية مسائل كتاب المنتقى للحاكم الشهيد و هو للمذهب اصل بعد كتاب محمد" ﴿۸۵﴾۔ یعنی مسائل ظاہر الروایہ میں مسائل کتاب المنتقی ہیں جو کہ الحاکم الشہید کی تصنیف ہے۔ امام محمد کی کتابوں کے بعد اس کتاب کی حیثیت مذہب میں اصل کی ہے۔

۴﴿ الغرر

ملا کاتب چلپی نے اس کتاب کا صرف نام لکھا ہے ﴿۸٦﴾ یہ کتاب فقہ پر ہے ﴿۸۷﴾۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۵﴾ شرح الجامع

اس کتاب کا ذکر سمعانی نے کیا ہے﴿۸۸﴾۔

﴿۶﴾ اصول الفقہ

اس کتاب کا نام ہمیں سمعانی کے ہاں ملتا ہے﴿۸۹﴾۔

الحاکم الشہید ابوالفضل الوزیر السلمی کو ربیع الآخر ۳۳۴ھ میں ظلم سے شہید کر دیا گیا﴿۹۰﴾ اور مرو میں ان کی تدفین عمل میں لائی گئی﴿۹۱﴾۔

﴿۴﴾ عبداللہ بن محمد ابومحمد الحارثی السُّبَذْمُوْنِی

(ولد ربیع الآخر ۲۵۸ھ، م شوال ۳۴۰ھ)

ابومحمد، عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث بن الخلیل الکلاباذی ﴿۹۲﴾ الفقیہ الحارثی السبذمونی ﴿۹۳﴾ سبذمونی، سبذمون (بخارا کے مضافات میں ایک گاؤں) ﴿۹۴﴾ کے رہنے والے تھے۔ امام ابومحمد الحارثی سبذمونی ربیع الآخر ۲۵۸ھ میں تولد ہوئے اور شوال ۳۴۰ھ میں بیاسی (۸۲) برس کی عمر پا کر اس دار فانی سے کوچ کر گئے﴿۹۵﴾۔

الحافظ الامام الحارثی نے فقہ کی تحصیل امام ابوحفص صغیر سے کی تھی﴿۹۶﴾ اور انہوں نے تحصیل فقہ اپنے والد امام ابوحفص الکبیر البخاری سے کی تھی جو امام محمد بن الحسن الشیبانی کے شاگردِ رشید تھے۔ اس طرح الحارثی دو واسطوں میں سے امام محمد اور ایک واسطے سے امام ابوحفص الکبیر سے نسبتِ تلمذ رکھتے تھے۔ علم حدیث کے لئے حارثی نے خراسان، عراق اور حجاز کے مختلف شہروں کی طرف رحلت کی اور بہت سے شیوخ سے فن حدیث کی تحصیل وتکمیل کی۔ سمعانی لکھتے ہیں۔

"رحل الی خراسان و العراق و الحجاز وادرک الشیوخ"﴿۹۷﴾.

ابومحمد الحارثی نے ابی الموجہ محمد بن الموجہ المروزی، یحییٰ بن ساسویہ المروزی، محمد بن الفضل البلخی النیشاپوری، الفضل بن محمد الشعرانی النیشاپوری، الحسین بن الفضل البجلی النیشاپوری، محمد بن یزید الکلاباذی، عبیداللہ بن واصل، سھل بن المتوکل، حمدویہ بن الخطاب، علی ابن الحسین بن الجنید الرازی، موسیٰ بن ہارون الحافظ اور محمد بن علی ابن زید الصائغ سے حدیث روایت کی اور ان سے ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید ابن عقدۃ الحافظ، ابوبکر احمد بن محمد بن السری بن ابی دارم، ابوبکر محمد بن عمر بن الجعابی، احمد بن محمد بن یعقوب الکاغذی اور ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہ الحافظ الاصبہانی جیسے نامور حفاظ حدیث اور دیگر بہت سے لوگوں نے حدیث روایت کی﴿۹۸﴾۔

www.toobaaelibrary.com

الحارثی کا شمار اپنے زمانے کے چند نامور مشاہیر آئمہ احناف میں ہوتا تھا۔ ذھبی نے انہیں المؤتلف میں ''شیخ الحنفیہ'' لکھا ہے﴿۹۹﴾۔ خطیب نے انہیں ''الفقیہ البخاری'' کے لقب سے یاد کیا ہے ﴿۱۰۰﴾۔ سمعانی نے ان کا تذکرہ لکھا ہے اور لکھا ہے کہ ''کان شیخا مکثرا من الحدیث'' ﴿۱۰۱﴾۔ یعنی یہ بڑے کثیر الحدیث شیخ تھے۔ فن حدیث میں ان کو بلند مرتبہ حاصل تھا ﴿۱۰۲﴾ اور اس فن میں ان کی رفعت شان کے اعتراف کے طور پر انہیں ''الاستاذ'' کا لقب دیا گیا تھا ﴿۱۰۳﴾۔ حافظ خلیلی لکھتے ہیں ''یعرف بالاستاذ له معرفة بهذا الشان'' ﴿۱۰۴﴾ یعنی یہ استاذ مشہور ہیں اور اس فن (حدیث) کی انہیں معرفت حاصل ہے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بضمن وفیات ۳۴۰ھ قاسم بن اصبغ کے ترجمہ میں ان کا ذکر ان شاندار الفاظ میں کیا ہے۔ ''و فیها مات (عالم ماوراء النهر و محدثه الامام العلامة) ابو محمد عبدالله بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری الملقب بالاستاذ'' ﴿۱۰۵﴾۔ (اور اسی سال، ماوراء النہر کے عالم اور محدث امام علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی بخاری جو ''الاستاذ'' کے لقب سے ملقب ہیں، نے وفات پائی)۔ ''الاستاذ'' کی عرفیت کی وجہ سمعانی نے یہ لکھی ہے کہ ابو محمد الحارثی سلطان سعید کے فقیہہ تھے ﴿۱۰۶﴾۔ اس تصریح سے فقہ حنفی کے فروغ و رواج اور ارتقاء میں ان کے اثر و حصے کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے انہیں ''حافظ الحدیث'' لکھا ہے ﴿۱۰۷﴾۔ بڑے بڑے حفاظ حدیث مثلاً حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقدۃ اور حافظ ابو بکر جعابی نے فن حدیث میں ان کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے ﴿۱۰۸﴾۔ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق و اسانید و متون پر ان کی گرفت اور وسعت نظر کا اعتراف محدث خوارزمی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

''و من طالع مسنده الذی جمعه للامام ابی حنیفة علم تبحره فی علم الحدیث و احاطته بمعرفته الطرق و المتون'' ﴿۱۰۹﴾.

یعنی جو بھی ان کی مسند کا مطالعہ کرے گا جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کی مرویات کو جمع کیا ہے وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق و اسانید و متون پر ان کی انتہائی وسعتِ نظر کا قائل ہو جائے گا۔

ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ابو محمد الحارثی صاحب تصانیف بزرگ تھے ﴿۱۱۰﴾۔ ان کی ایک کتاب ''کشف الآثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ'' تھی ﴿۱۱۱﴾۔ اس کے علاوہ انہوں نے مسند امام ابو حنیفہ بھی تالیف کی۔ ذہبی لکھتے ہیں ''جامع مسند ابی حنیفة الامام'' ﴿۱۱۲﴾۔

ابو محمد الحارثی السبذمونی جب مناقب الامام ابو حنیفہ کی املاء کراتے تھے تو ان کی مجلس املاء میں چار سو مستملی ہوتے تھے ﴿۱۱۳﴾۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ جب امام اعظمؒ کے مناقب کے بیان میں مستملیوں کی تعداد اتنی

www.toobaaelibrary.com

زیادہ ہوتی تھی تو جب آپ امام ابو حنیفہ کی مسند/ مرویات کا درس دیتے ہوں گے تو اس وقت حاضرین اور مستملیوں کی تعداد کس قدر زیادہ ہوتی ہوگی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں

"مسند ابی حنیفہ و آثار محمد بنائے فقہ حنفیہ است" ﴿۱۱۴﴾۔

(یعنی فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے)۔ اس طرح فقہ حنفی کی فروغ و ارتقاء میں امام ابو محمد الحارثی الاستاذ کے گراں قدر حصے کا پتہ بھی چلتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے رسالہ "الانتباہ" میں الاستاذ ابو محمد الحارثی السبذمونی کو فقہ حنفی کے "اصحاب الوجوہ" میں شمار کیا ہے ﴿۱۱۵﴾ اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانے میں فقہاء حنفیہ کے مرجع تھے ﴿۱۱۶﴾۔

مصنف عمدۃ الرقایہ فی شرح الوقایہ نے عبداللہ بن محمد الحارثی کا سلسلہ رُوایت یہ لکھا ہے۔

" السبذمونی عن ابی عبداللہ ابو حفص الصغیر بن ابی حفص الکبیر عن ابیه عن محمد عن ابی حنیفة " ﴿۱۱۷﴾.

السبذمونی سے سلسلہ رُوایت فقہ

السبذمونی عنه ابی بکر محمد بن الفضل عنه القاضی ابی علی النسفی عنه شمس الائمه حلوانی عنه شمس الائمه السرخسی عنه شمس الائمه زرنجری ﴿۱۱۸﴾.

علامہ خوارزمی نے ابو محمد الحارثی کی مسند کی تاریخی روایت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ روایتی طور پر مجھے باقاعدہ وقت کے چار اماموں سے یہ مسند ملی ہے:۔

۱﴿ خطیب جمال الدین ابو الفضائل عبدالکریم بن عبدالصمد الانصاری۔

۲﴿ شیخ صفی الدین اسماعیل بن ابراہیم۔

۳﴿ شمس الدین یوسف بن عبداللہ۔

۴﴿ شیخ ابو بکر بن محمد بن عمر فرغانی ﴿۱۱۹﴾۔

مسند امام ابو حنیفہ کے مؤلفین

۱﴿ الحافظ ابو محمد عبداللہ الحارثی السبذمونی

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ؛

"قد اعتنی الحافظ ابو محمد الحارثی و کان بعد الثلا ثمائة بحدیث ابی حنیفة فجمعه فی مجلدة ورتبه علی شیوخ ابی حنیفة" ﴿۱۲۰﴾.

یعنی ابو محمد الحارثی نے توجہ کی اور ۳۰۰ھ کے بعد امام ابو حنیفہ کی احادیث جمع کیں اور انہیں امام ابو حنیفہ کے

www.toobaaelibrary.com

شیوخ پر ترتیب دیا۔ بغدادی لکھتے ہیں:-

"وصنف مسند ابی حنیفة" ﴿۱۲۱﴾

۲ ﴿ حافظ محمد بن مخلد ﴿۱۲۲﴾

حافظ ابن مخلد کے بارے میں ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ؛

"لم ارفی حدیثه منکراً" ﴿۱۲۳﴾.

خطیب لکھتے ہیں:-

"روی عنه محمد بن مخلد الدوری فی جمعه حدیث ابی حنیفة" ﴿۱۲۴﴾.

۳ ﴿ حافظ ابن عقدۃ

حافظ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید المعروف حافظ ابن عقدۃ بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے:-

"الیه المنتهیٰ فی قوة الحفظ و کثرة الحدیث" ﴿۱۲۵﴾.

یعنی ان پر قوت حفظ اور کثرت حدیث ختم تھی۔ حافظ بدرالدین عینی نے تاریخ کبیر میں لکھا ہے:-

"ان مسند ابی حنیفة لا بن عقدة یحتوی وحده علی ما یزید علی الف حدیث" ﴿۱۲۶﴾

یعنی صرف ابن عقدۃ والے مسند ابی حنیفہ کی احادیث ایک ہزار سے زیادہ ہیں۔

۴ ﴿ حافظ ابن المقری م ۳۸۱ھ

حافظ محمد بن ابراہیم الاصفہانی ابن المقری کو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ''محدث اصفہان''، ''الامام الرجال'' اور ''الحافظ الثقہ'' کے خطابات و القابات سے نوازا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں

"قد صنف مسند ابی حنیفة" ﴿۱۲۷﴾

ان کی مسند حارثی کی مسند سے چھوٹی ہے۔

۵ ﴿ حافظ ابو الحسین محمد بن المظفر م ۳۷۹ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی تصانیف میں سے مسند ابی حنیفہ کا بھی ذکر کیا ہے ﴿۱۲۸﴾۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کی بابت لکھا ہے:-

"الحافظ الامام الثقة ابو الحسین البغدادی محدث العراق" ﴿۱۲۹﴾.

www.toobaaelibrary.com

۶﴾ حافظ ابن خسرو بلخی م ۵۲۳ھ

ذہبی نے حافظ ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی کو محدث مکثر کہا ہے ﴿۱۳۰﴾۔ عسقلانی نے ان کے بارے میں تحریر کیا ہے:۔

"اماالذی اعتمده الحسینی علی تخریج رجاله فهو مسند ابن خسرو" ﴿۱۳۱﴾.

یعنی حسینی نے جس مسند پر تخریج رجال کے لئے اعتماد کیا ہے وہ مسند ابن خسرو (مسند ابی حنیفہ) ہے۔

۷﴾ حافظ ابو نعیم الاصفہانی ولد ۳۲۶ھ

حافظ ابو نعیم الاصفہانی اور احمد بن عبداللہ بن احمد کے بارے میں ذہبی لکھتے ہیں:۔

"اجازله مشائخ الدنیا" ﴿۱۳۲﴾.

یعنی انہیں دنیا کے تمام مشائخ نے اجازت دی ہے۔ حلیۃ الاولیاء ان کی تصنیف ہے۔ ان کی مسند ابی حنیفہ کا ذکر محدث زاہد الکوثری نے کیا ہے ﴿۱۳۳﴾۔

۸﴾ حافظ ابن ابی العوام م ۳۳۵ھ

حافظ ابن ابی العوام عبداللہ بن محمد ابوالقاسم کی مسند کا ذکر خوارزمی نے جامع المسانید اور زاہد الکوثری نے تانیب میں کیا ہے ﴿۱۳۴﴾۔

۹﴾ حافظ ابن عدی ولد ۲۷۷ھ، م ۳۶۵ھ

ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی المعروف حافظ ابن عدی کو حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں "الامام الحافظ الکبیر" کے لقب سے یاد کیا ہے ﴿۱۳۵﴾۔ حافظ ابن عدی فن جرح و تعدیل میں "الکامل فی الجرح والتعدیل" جیسی بلند پایہ کتاب کے مصنف ہیں۔ حافظ ابن عقدہ نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ الکوثری نے ان کی مسند کا ذکر تانیب میں کیا ہے ﴿۱۳۶﴾۔ عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی لکھتے ہیں:

"ذکر ابن عدی صاحب کتاب الجرح و التعدیل فی مسند ابی حنیفة فی صدر الکتاب فی مناقب ابی حنیفة باسنادله" ﴿۱۳۷﴾.

۱۰﴾ حافظ ابوالحسن اشتانی م ۳۳۹ھ

محدث خوارزمی اور محدث زاہد الکوثری نے ان کی مسند ابی حنیفہ کا ذکر بالترتیب جامع المسانید اور تانیب الخطیب میں کیا ہے ﴿۱۳۸﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۱۱ شیخ الاسلام حافظ ابو بکر محمد بن عبد الباقی ولد ۴۴۲ھ م ۵۳۵ھ

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ بضمن وفیات ۵۳۵ھ ان کے حالات لکھے ہیں ﴿۱۳۹﴾۔ محدث خوارزمی نے ان کی مسند ابی حنیفہ کے بارے میں لکھا ہے،

"جمع مسند ابی حنیفة" ﴿۱۴۰﴾.

۱۲ حافظ طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد م ۳۸۰ھ

خطیب نے تاریخ بغداد میں حافظ طلحہ کا تذکرہ لکھا ہے اور ان کے اساتذہ کی ایک طویل فہرست دی ہے ﴿۱۴۱﴾۔ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیز ان میں لکھا ہے:-

"مشهور فی زمن دار قطنی صحیح السماع" ﴿۱۴۲﴾.

خوارزمی لکھتے ہیں:-

"وصنف المسند لابی حنیفة" ﴿۱۴۳﴾.

۱۳ حافظ ابن عساکر دمشقی

ذھبی نے انہیں "الامام الحافظ الکبیر"، "محدث شام" اور "فخر الآئمہ" جیسے القابات سے نوازا ہے ﴿۱۴۴﴾۔ ڈاکٹر کرد علی نے ان کی مسند امام اعظم کا ذکر تاریخ دمشق کے مقدمہ میں کیا ہے ﴿۱۴۵﴾۔

۱۴ محدث امام عیسیٰ مغربی

امام عیسیٰ مغربی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے استاذ الاساتذہ ہیں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے:-

"مسندی براوئے امام ابو حنیفة تالیف کردہ دراں جا عنعنہ متصلہ ذکر کردہ در حدیث" ﴿۱۴۶﴾۔

یعنی امام مغربی نے ام ابو حنیفہ کی ایسی مسند تالیف کی ہے جس میں انہوں نے اپنے سے لے کر امام صاحب تک عنعنہ متصلہ کا ذکر کیا ہے۔

درج بالا چودہ مسندوں کے علاوہ محدث زاہد الکوثری نے اپنی کتاب تانیب الخطیب میں!

۱ مسند ابی حنیفہ للدار قطنی ﴿۱۴۷﴾ اور

۲ مسند ابی حنیفہ لابی شاہین ﴿۱۴۸﴾ کا بھی ذکر کیا ہے۔

۵ الامام الفقیہ ابو جعفر الھندوانی البلخی م ۳۶۲ھ

محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمر ابو جعفر الفقیہ البلخی الھندوانی ﴿۱۴۹﴾ بلخ کے محلے ھندوان ﴿۱۵۰﴾ کے

www.toobaaelibrary.com

رہنے والے تھے﴿۱۵۱﴾ صاحب الھدایہ نے باب صفۃ الصلاۃ میں انہیں بلخ کا امام کبیر لکھا ہے﴿۱۵۲﴾۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"كان اماما فاضلا عارفا" ﴿۱۵۳﴾.

سمعانی لکھتے ہیں کہ انہیں وفور تفقہ کے پیش نظر ابو حنیفہ صغیر کہا جاتا تھا﴿۱۵۴﴾۔ ہندوانی نے استاذ ابی بکر محمد بن ابی سعید الاعمش سے فقہ حاصل کی﴿۱۵۵﴾۔ الاعمش امام ابو بکر الاسکاف کے شاگرد تھے اور الاسکاف نے محمد بن سلمہ تلمیذ امام ابو سلیمان جوز جانی سے فقہ حاصل کی تھی۔ اس طرح ہندوانی چار واسطوں (الاعمش، الاسکاف، محمد بن سلمہ اور موسیٰ بن سلیمان جوز جانی) سے امام محمد سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ ھندوانی نے علاوہ الاعمش کے محمد بن عقیل الفقیہ البلخی اور ابو القاسم احمد بن حم سے بھی روایت کی اور فقہ حاصل کی۔ ھندوانی سے علی بن احمد الفارسی، اسحاق بن عبد الرحمٰن القاری الکندی وغیرہ نے فقہ حاصل کی اور روایت کی﴿۱۵۶﴾۔ انہوں نے بلخ اور ماوراء النھر کے دوسرے شہروں میں حدیث بیان کی اور ان سے جعفر بن محمد بن حمدان الفقیہ، ابو اسحاق ابراہیم بن مسلم بن محمد بن محمد البخاری، ابو عبد اللہ طاہر ابن محمد الحدادی اور نصر بن محمد ابو اللیث الفقیہ نے روایت کی ہے﴿۱۵۷﴾۔

ہندوانی نہایت فاضل محدث وفقیہ تھے۔ القرشی ان کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے مشکلات (فقہ) کو حل کیا، معضلات کی شرح کی اور فقہ کے مشکل مقامات کو آسان کیا اور رہنمائی کی﴿۱۵۸﴾۔ ھندوانی بلخ سے بخارا بھی گئے۔ بخارا میں ان کی ملاقات محمد بن الفضل البخاری اور الفقیہ المیدانی سے ہوئی۔ جب ابو جعفر الھندوانی بخارا سے بلخ واپس آئے تو ان سے بخارا کے فقہاء کے بارے میں پوچھا گیا تو ہندوانی نے کہا کہ میں وہاں ایک (پورے) فقیہ اور ایک نصف فقیہ سے ملا ہوں۔ ان سے پوچھا گیا کہ فقیہ کون ہے اور نصف فقیہ کون؟ تو ھندوانی نے کہا کہ فقیہ تو میدانی ہیں اور نصف فقیہ محمد بن الفضل البخاری ہیں﴿۱۵۹﴾۔ لوگوں کے استفسار پر بخاری کو نصف فقیہ قرار دینے کی وجہ ھندوانی نے یہ بیان کی کہ محمد بن الفضل البخاری حسابیات کے ماہر نہیں ہیں اور میدانی اس فن میں طاق ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد محمد بن الفضل نے حسابیات کا علم حاصل کرنا شروع کیا اور بالآخر اس میں کامل ہو گئے﴿۱۶۰﴾۔

امام ہندوانی کی رحلت بخارا میں ہوئی۔ وہاں سے ان کی میت بلخ لائی گئی جہاں بروز جمعۃ المبارک، ۲۵ ذی الحجہ ۳۶۲ھ، ان کی تدفین ہوئی﴿۱۶۱﴾۔

چلپی، کحالہ اور بغدادی نے ان کی تصانیف میں سے شرح ادب القاضی لابی یوسف، الفوائد الفقہیہ اور کشف الغوامض فی الفروع کا ذکر کیا ہے﴿۱۶۲﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۱ ﴿ شرح ادب القاضی لابی یوسف

امام ابو یوسف نے ادب القاضی کی املاء کرائی تھی اور اس کی روایت ان سے بشر بن ولید المریسی، محمد بن سماعہ م ۲۳۳ھ، القاضی ابی حازم عبد الحمید بن عبد العزیز م ۲۹۲ھ اور ابی جعفر احمد بن اسحاق الانباری م ۳۱۷ھ نے کی۔ امام ابی بکر احمد الخصاف م ۲۶۱ھ نے اس کو ایک سو بائیس (۱۲۲) ابواب میں مرتب کیا۔ خصاف کے بعد اس کی شرح امام ابو جعفر الھند وانی نے کی۔ ھندوانی کے بعد ادب القاضی کی شرح امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص، پھر امام قدوری م ۴۳۷ھ، پھر امام سغدی م ۴۶۱ھ اور پھر شمس الائمہ سرخسی م ۴۸۲ھ وغیرہ نے کی ﴿۱۶۳﴾۔

۲ ﴿ الفوائد الفقہیہ

امام ابو جعفر الھند وانی کی اس تصنیف کا ذکر چلپی نے کشف الظنون میں کیا ہے ﴿۱۶۴﴾۔

۳ ﴿ کشف الغوامض فی الفروع

چلپی نے کشف الغوامض کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ فروع میں ابی جعفر الھند وانی کی تصنیف ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

" و کان شیخنا یقول ان اکثر مسائله مذکورة فی المبسوط و هذا لان مسائل هذا الکتاب تنقسم(علیٰ/إلی اصل تحریر میں یه لفظ نهیں هے) ثلاثة اقسام قسم لا یوجد لها روایة الاههنا و قسم یوجد ذکرها فی الکتب ولکن لم ینُصّ فیها ان الجواب قول ابی حنیفة ام غیره و قدنص ههنا فی جواب کل فصل علی قول ابی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ و قسم ذکرها اعادها هنا بلفظ قال و مراده بالقسم الثالث ما ذکره الفقیه ابو جعفر الهندوانی فی مصنف سماه کشف الغوامض " ﴿۱۶۵﴾.

یعنی ہمارے شیخ کہتے ہیں کہ اس (کشف الغوامض) کے اکثر مسائل المبسوط میں مذکور ہیں۔ اس کتاب کے مسائل تین طرح کے ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس کی روایت کا صرف اسی میں ذکر ہے۔ دوسری وہ ہے جس کا تذکرہ المبسوط میں ہے، لیکن انہوں نے یہ تصریح نہیں کی کہ اس کا جواب امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے یا کسی اور کے قول پر، اور انہوں نے یہاں (کشف الغوامض) میں اس کی صراحت کردی ہے کہ ہر باب میں جو مسائل لائے گئے ہیں ان کا یہ جواب ابو حنیفہ کے قول پر ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جس کو انہوں نے دوسری تعبیر کے ساتھ دہرایا ہے اور لفظ کے تغیر سے انہوں نے ایسا فائدہ نکالا ہے جو اس سے پہلے کے لفظ میں نہیں تھا، جو ان کتب میں مذکور ہے۔ اور ہمارے (چلپی کے) استاد کہتے ہیں کہ قسم ثالث سے مراد وہ مسائل ہیں جن کا ذکر الھند وانی نے اپنی کتاب کشف الغوامض میں کیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

۶﴿ الامام ابوبکر احمد بن علی ﴿۱۶۶﴾ الجصاص ﴿۱۶۷﴾ الرازی م ۳۷۰ھ

الامام، الکبیر الشان، احمد بن علی ابوبکر الرازی، معروف بہ جصاص الرازی و ابوبکر الرازی، اپنے عہد کے مشہور امام، حنفی فقیہہ اور اصحاب الرائے کے خاص نمائندہ تھے ﴿۱۶۸﴾۔ ان کا لقب فخر الدین تھا ﴿۱۶۹﴾۔ جصاص ۳۰۵ھ/۹۱۷ء میں پیدا ہوئے ﴿۱۷۰﴾۔ ۳۲۵ھ میں بغداد پہنچے، تب یہ جوان تھے۔ پہلے انہوں نے ابی سہل الزجاج مصنف کتاب الریاضہ سے فقہ حاصل کی۔ بعد ازاں امام ابوالحسن الکرخی کے دامن علم سے وابستہ ہوگئے، انہی سے فقہ حاصل کی اور سماع حدیث کیا ﴿۱۷۱﴾۔

ابوبکر الجصاص الرازی نے ابی العباس الاصم، عبدالباقی قانع (مشہور و معروف الدار قطنی کے استاد)، عبداللہ بن جعفر الاصفہانی، سلیمان بن احمد الطبرانی اور دیگر اساتذہ سے بھی حدیث کی روایت کی ﴿۱۷۲﴾۔ ابوالحسن علی الکرخی سے فقہ کی تحصیل کے بعد جصاص اھواز چلے آئے۔ پھر بغداد واپس آئے اور پھر کچھ عرصہ بعد جصاص اپنے استاد کرخی کی ہدایت پر نیشا پور چلے آئے تاکہ وہ وہاں الحاکم النیشا پوری سے اصول حدیث کی تحصیل کریں۔ جب ۳۴۴ھ میں ان کے استاد کرخی کی رحلت ہوئی تو یہ نیشا پور میں تھے۔ استاد کی رحلت پر انہوں نے نیشا پور سے بغداد مراجعت کی اور یہاں اپنے استاد کرخی کی مسندِ علم سنبھالی اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول و منہمک ہوگئے ﴿۱۷۳﴾۔

ابوبکر الجصاص الرازی علم اور ورع و زہد میں اگلوں کی طرز پر تھے۔ خطیب لکھتے ہیں۔

" انتھت الیہ الریاست و رحل الیہ المتفقھت" ﴿۱۷۴﴾۔

یعنی ان پر علم کی سرداری ختم ہوئی اور لوگ علم حاصل کرنے کے لئے ان کی خدمت میں (دور دراز سے) آیا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ میں یہ احناف کے سرخیل تھے۔ انہیں دو مرتبہ قاضی القضاۃ کے عہدے کے لئے نامزد کیا گیا لیکن یہ اس پر راضی نہ ہوئے ﴿۱۷۵﴾۔ ان سے اپنے زمانہ کے مشہور فقہاء؛ ابوبکر محمد بن موسیٰ الخوارزمی ﴿۱۷۶﴾، شیخ القدوری ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی الفقیہہ الجرجانی، ابوالفرج احمد بن محمد بن عمر المعروف با بن المسلمہ، ابوجعفر محمد بن احمد النسفی، ابوالحسین محمد بن احمد بن احمد الزعفرانی اور ابوالحسین محمد بن احمد بن الطیب الکماری والد اسمٰعیل قاضیٔ واسط نے فقہ حاصل کی ﴿۱۷۷﴾۔

ابن النجار کہتے ہیں کہ ابوبکر الجصاص الرازی ۷ ذی الحجہ ۳۷۰ھ/۱۴ اگست ۹۸۱ء میں پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر پاکر نیشا پور میں راہی ملک عدم ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ ان کے مشہور شاگرد فقیہہ ابوبکر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے پڑھائی ﴿۱۷۸﴾۔

امام ابوبکر الجصاص الرازی صاحب تصنیف فقیہہ تھے۔ ان کی تصانیف میں سے درج ذیل کا پتہ چلتا ہے:-

www.toobaaelibrary.com

۱﴿ احکام القرآن﴿۱۷۹﴾۔
۲﴿ شرح مختصر الکرخی (شیخہ ابی الحسن الکرخی)﴿۱۸۰﴾۔
۳﴿ شرح مختصر الطحاوی﴿۱۸۱﴾۔
۴﴿ شرح الجامع (لمحمد بن الحسن یعنی کتاب الاصول)﴿۱۸۲﴾۔
۵﴿ شرح الاسماء الحسنٰی﴿۱۸۳﴾۔
۶﴿ کتاب (مفید) فی احوال الفقہ﴿۱۸۴﴾۔
۷﴿ جوابات المسائل (جصاص سے پوچھے گئے مسائل کے جوابات)﴿۱۸۵﴾۔
۸﴿ ادب القاضی علی مذہب ابی حنیفہ﴿۱۸۶﴾۔
۹﴿ الھام القرآن﴿۱۸۷﴾۔

مذکورہ بالا کتب میں سے مذکورہ ذیل کتب دستیاب ہیں:-

۱﴿ احکام القرآن﴿۱۸۸﴾۔ ۲﴿ شرح الجامع﴿۱۸۹﴾۔
۳﴿ شرح مختصر الطحاوی﴿۱۹۰﴾۔ ۴﴿ مختصر فی الفقہ (للطحاوی) کے اقتباسات﴿۱۹۱﴾۔

۱﴿ احکام القرآن

چلپی لکھتے ہیں کہ اس سلسلے کی اولین تصنیف الامام المجتہد محمد بن ادریس الشافعی م ۲۰۴ھ کی ہے۔ احناف میں اس حوالے سے سب سے پہلی تصنیف علی بن موسیٰ یزداد القمی م ۳۰۵ھ کی ہے۔ اس کے بعد اس موضوع پر امام طحاوی م ۳۲۱ھ نے کتاب تصنیف کی۔ اسی سلسلے کی تیسری تصنیف امام ابوبکر الجصاص الرازی کی کتاب احکام القرآن ہے﴿۱۹۲﴾۔ جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں کہ جصاص نے دارقطنی کے استاد عبدالباقی قانع سے بھی روایت کی ہے اور احکام القرآن میں ان کی بہت سے روایتیں موجود ہیں﴿۱۹۳﴾۔

۲﴿ ادب القاضی علی مذہب ابی حنیفہ

امام ابوجعفر الھندوانی کے تذکرے میں اس کے بارے میں بتایا جا چکا ہے کہ اس کتاب کو امام ابوبکر الخصاف نے ایک سو بائیس (۱۲۲) ابواب میں مرتب کیا تھا اور اس کی شرح ابی جعفر الھندوانی نے کی تھی۔ ان کے بعد جصاص نے اس کی شرح کی۔ جصاص کے بعد بھی کثرت سے اس کی شروحات لکھی جاتی رہیں۔ مثلاً امام قدوری م ۴۲۸ھ، شیخ الاسلام سغدی م ۴۶۱ھ، شمس الائمہ سرخسی م ۴۸۳ھ، شمس الائمہ حلوانی م ۴۴۶ھ اور برھان الائمہ عمر بن عبدالعزیز بن مازہ المعروف حسام شہید ۵۳۶ھ نے اس کی شرحیں لکھیں۔ حسام شہید کی شرح

www.toobaaelibrary.com

تمام شروحات میں متداول ہے۔ ان کے علاوہ امام ابوبکر خواہرزادہ م ۴۸۳ھ، امام فخر الدین اوزجندی المعروف قاضی خان م ۵۹۲ھ اور الامام محمد بن احمد القاسم الجندی سے بھی اس کی شرحیں منقول ہیں ﴿۱۹۴﴾۔

۳﴿ اصول الامام ابوبکر الجصاص الرازی

چلپی نے اس کتاب کا ذکر اپنی تصنیف کشف الظنون میں کیا ہے ﴿۱۹۵﴾۔

۴﴿ شرح الاسماء الحسنٰی

جصاص کی اس تصنیف کا ذکر چلپی نے کیا ہے ﴿۱۹۶﴾۔

۵﴿ شرح الجامع

امام محمد بن الحسن کی جامع الصغیر کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی نہایت کثرت سے شرحیں لکھی گئی ہیں۔ چلپی نے اس کی شارحین میں سے درج ذیل کے نام دیئے ہیں:۔

۱﴿ شرح الامام ابی جعفر احمد بن محمد الطحاوی م ۳۲۱ھ۔

۲﴿ شرح ابن عمرو احمد محمد الطبری م ۳۴۰ھ۔

۳﴿ شرح محمد بن علی المعروف عبدک جرجانی م ۳۴۷ھ۔

۴﴿ شرح الامام ابی بکر احمد بن علی جصاص رازی م ۳۷۰ھ۔

۵﴿ شرح الامام ابی اللیث نصر بن محمد السمرقندی الفقیہ م ۳۸۳ھ ﴿۱۹۷﴾۔ (اس شرح کا ذکر ابن الملک نے شرح المجمع میں کیا ہے)

۶﴿ شرح القاسم علی ابن بندار الرازی الحنفی م ۴۷۴ھ (یہ زعفرانی کی ترتیب پر ہے)۔

۷﴿ شرح فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی م ۴۸۲ھ۔ (بزدوی اس کی تالیف سے جمادی الآخر ۴۷۷ھ میں فارغ ہوئے)۔

۸﴿ شرح الامام ابی الازہر الجندی م ۵۰۰ھ۔ (یہ شرح بھی زعفرانی کی ترتیب پر ہے)۔

۹﴿ شرح حفیدہ (نواسہ) ابی سعید مطہر بن حسن یزدی (دو جلدیں) اس شرح کا نام ”التہذیب“ ہے اور یزدی اس کی تالیف سے ۵۹۹ھ میں فارغ ہوئے۔

۱۰﴿ شرح الامام ابی بکر احمد بن علی المعروف ظہیر بلخی م ۵۵۳ھ۔

۱۱﴿ شرح تاج الدین عبد الغفار بن نعمان الکردری م ۵۶۲ھ۔

۱۲﴿ شرح الامام ظہیر الدین احمد بن اسمٰعیل التمرتاشی الحنفی۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۳﴾ شرح الامام قوام الدین احمد ابن عبدالرشید البخاری۔

﴿۱۴﴾ شرح القاضی مسعود بن حسین یزدی م ۵۷۱ھ۔ انہوں نے اپنی اس شرح کا نام "التقسیم والتشجیر فی شرح الجامع الصغیر" رکھا۔

﴿۱۵﴾ شرح الامام حسین بن احمد المعروف نجم م ۵۸۰ھ۔

﴿۱۶﴾ شرح الامام ابی نصر احمد بن محمد العتابی البخاری م ۵۸۶ھ۔

﴿۱۷﴾ شرح صدر القضاۃ الامام العالم۔

﴿۱۸﴾ شرح ابی محمد ابن العدی المصری۔

﴿۱۹﴾ شرح جمال الدین عبداللہ بن یوسف المعروف ابن هشام نحوی م ۷۶۲ھ ﴿۱۹۸﴾۔

﴿۷﴾ ابواللیث نصر ﴿۱۹۹﴾ بن محمد السمرقندی امام الھدیٰ م ۳۸۳ھ ﴿۲۰۰﴾

نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی الفقیہ کی کنیت ابواللیث تھی اور یہ امام الھدیٰ کے لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے ابی جعفر الھندوانی سے فقہ حاصل کی۔ امام الھدیٰ ابواللیث "عن ابی جعفر الھندوانی عن ابی القاسم الصفار عن نصیر بن یحییٰ عن محمد بن سماعه عن امام ابو یوسف" روایت کرتے تھے ﴿۲۰۱﴾۔ ان کا سلسلۂ سند روایت نہایت عالی ہے اور فقہ حنفی کے ارتقاء میں ان کا کردار نہایت اہم ہے۔

ٹونکی نے کفوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ فقہ کے مسائل تین طبقات میں منقسم ہیں؛ طبقہ اولیٰ میں مسائل اصول یعنی مسائل ظاہر الروایت ہیں، طبقہ ثانیہ میں مسائل مذہب یعنی غیر ظاہر الروایت ہیں اور طبقہ ثالثہ میں فتاویٰ اور واقعات ہیں۔ اور یہ وہ مسائل ہیں جو متاخرین نے اصحاب محمد اور اصحاب محمد کے اصحاب سے حاصل کئے ہیں۔ واقعات کے مسائل وہ ہیں جن کی روایت ائمہ ثلاثہ سے نہیں ملتی۔ اس تیسری قسم کے سلسلے کا اولین کام الفقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی امام الھدیٰ کا ہے ﴿۲۰۲﴾۔

ابواللیث نصر ایک نامور فقیہ اور کثیر التصانیف عالم تھے۔ مصنف الجواہر المضیہ نے ان کی تصانیف میں سے درج ذیل کا ذکر کیا ہے:-

۱) تفسیر القرآن (چار جلدیں) ۲) النوازل فی الفقہ ۳) خزانۃ الفقہ ۴) تنبیہ الغافلین ۵) کتاب البستان ﴿۲۰۳﴾۔

مصنف الفوائد البہیہ نے ان تصانیف کے علاوہ مزید دو اور کتابوں کے نام دیئے ہیں:-

۱) العیون والفتاویٰ ۲) شرح الجامع الصغیر ﴿۲۰۴﴾

زرکلی نے امام الھدیٰ کی تصانیف میں سے درج ذیل کا ذکر کیا ہے:-

www.toobaaelibrary.com

(۱)تفسیر القرآن۔ (۲) عمدۃ العقائد۔ (۳) بستان العارفین۔ (۴) کتاب بستان (تصوف پر ہے)۔ (۵)خزانۃ الفقہ ۔(۶) تنبیہ الغافلین (مواعظ)۔(۷) فضائل رمضان ۔(۸) المقدمۃ (فی الفقہ)۔(۹) شرح الجامع الصغیر (فی الحدیث)۔(۱۰) عیون المسائل (فتاویٰ وتراجم)۔(۱۱) دقائق الاخبار فی بیان اھل الجنۃ واَھوال النار۔ (۱۲) مختلف الروایۃ (فی الخلافیات بین ابی حنیفہ و مالک و الشافعی)۔ (۱۳) شرعۃ الاسلام (فقہ)۔(۱۴) النوازل من الفتاویٰ۔(۱۵) تفسیر جزء "عم یتساءلون" (موجز)۔(۱۶) اصول الدین ﴿۲۰۵﴾۔

اسماعیل پاشا بغدادی نے ان کی درج ذیل تصانیف کے نام دیئے ہیں:۔

(۱) بستان العارفین۔ (۲) تفسیر القرآن۔ (۳) تنبیہ الغافلین۔ (۴) حصر المسائل فی الفروع۔ (۵) خزانۃ الفقہ۔ (۶) دقائق الاخبار فی ذکر الجنۃ و النار۔ (۷) شرح الجامع الصغیر للشیبانی فی الفروع۔ (۸) عیون المسائل۔ (۹) الفتاویٰ۔ (۱۰) مبسوط فی الفروع۔ (۱۱) مختلف الروایۃ فی مسائل الخلاف۔ (۱۲) مقدمۃ فی الفقہ ۔(۱۳) نوادر الفقہ ۔(۱۴) النوازل فی الفروع ﴿۲۰۶﴾۔

عمر رضا کحالہ نے ان کی تصانیف میں سے درج ذیل کا ذکر کیا ہے:۔

(۱) النوازل فی فروع الفقہ ۔(۲) تفسیر القرآن ۔(۳) تنبیہ الغافلین ۔(۴) خزانۃ الفقہ علی مذہب ابی حنیفہ۔(۵) بستان العارفین فی آداب الشرعیہ ﴿۲۰۷﴾۔

چلپی نے ابواللیث کی تصانیف میں سے مذکورۂ ذیل کا تذکرہ کیا ہے:۔

(۱) خزانۃ الفقہ ۔(۲) تنبیہ الغافلین ۔(۳) شرح الجامع الصغیر۔(۴) النوازل فی الفقہ ۔(۵) بستان العارفین ۔(۶) عیون المسائل ﴿۲۰۸﴾۔

۱﴾ خزانۃ الفقہ

چلپی لکھتے ہیں۔

"وھو مختصر اولہ الحمد للّٰہ رب العالمین جمع فیہ مسائل الفقہ معدودۃ الاجناس مجموعۃ النظائر و رتب ترتیب الکنز ثم نسج صاحب النتف علیٰ منوالہ" ﴿۲۰۹﴾.

یعنی یہ ایک مختصر (تصنیف) ہے۔ الحمد للہ رب العالمین سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ اس میں چند گنے چنے اقسام کے مسائل الفقہ اور مجموعۃ النظائر کا احاطہ کیا گیا ہے اور اسے انہوں نے کنز کی ترتیب پر مرتب کیا ہے پھر اس کا تانا بانا انہوں نے صاحب النتف کی نہج پر تیار کیا۔

www.toobaaelibrary.com

۲ تنبیہ الغافلین

امام ابواللیث نصر کی یہ کتاب مواعظ پر ہے۔ یہ ایک مجلد ہے جس کے آغاز میں انہوں نے لکھا ہے، ”سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنی کتاب (قرآن) کے ساتھ ہدایت دی۔“ اس کتاب کو امام الھدیٰ نے چورانوے (۹۴) ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس میں بہت سے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس کی روایت ابوبکر محمد بن عبدالرحمٰن الترمذی نے کی ہے۔(۲۱۰)

۳ شرح الجامع الصغیر

ابی اللیث الفقیہہ السمر قندی کی اس تصنیف کا ذکر ابن الملک نے شرح المجمع میں کیا ہے۔(۲۱۱)

۴ النوازل فی الفروع

ابواللیث الفقیہہ السمر قندی امام الھدیٰ اپنی اس تصنیف کی املاء سے بروز جمعہ جمادی الاولی ۳۷۶ھ میں فارغ ہوئے۔ اس کتاب کے آغاز میں وہ لکھتے ہیں:-

”الحمد لِلّٰہ علی نعمائہٖ التی لا تحصی“

امام الھدیٰ کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں محمد بن شجاع الثلجی، محمد بن مقاتل الرازی، محمد بن سلمہ، نصیر بن یحییٰ، محمد بن سلام، ابی بکر الاسکاف، علی بن احمد الفارسی اور الفقیہہ ابی جعفر الھند وانی محمد بن عبداللہ کے کلام کو جمع کیا ہے۔ اس کتاب میں ان پر کئے گئے مسائل کا ذکر ہے۔(۲۱۲)

۵ بستان العارفین

ایک سو پچاس (۱۵۰) ابواب پر مشتمل پر ایک مفید تالیف ہے۔ اس میں ان احادیث اور آثار کا ذکر ہے جو آداب الشرعیۃ، خصال، اخلاق اور بعض احکام الفرعیہ کے ضمن میں ہیں۔ روایت کی جاتی ہے کہ اس کے تین نسخے تھے، یعنی الکبریٰ، الوسطیٰ اور الصغریٰ۔ بلاد عرب اور روم میں جو نسخہ موجود ہے وہ صغریٰ ہے۔(۲۱۳)

۶ عیون المسائل

چلپی لکھتے ہیں کہ عیون المسائل طرز کی پہلی تصنیف ابی القاسم عبداللہ بن احمد البلخی م ۳۱۹ھ کی ہے جو کہ نو (۹) جلدوں میں ہے۔ پھر ابی اللیث نصر بن محمد السمر قندی نے عیون المسائل نامی کتاب کی تصنیف کی۔ صاب المحیط ابن الشحنۃ نے لکھا ہے کہ الشیخ علاؤالدین محمد بن عبدالحمید الاسمندی السمر قندی م ۵۵۲ھ، جو کہ العلاء العالم مشہور تھے، نے ابی اللیث السمر قندی کی عیون المسائل کی شرح لکھی ہے اور اس کا نام ”بحصر

www.toobaaelibrary.com

المسائل و قصر الدلائل" رکھا ہے﴿۲۱۴﴾۔

دیگر نامور فقہاء-----تعارف، خدمات

احمد بن الحسین بن علی ابو حامد الفقیہہ المروزی﴿۲۱۵﴾عرف ابن الطبری﴿۲۱۶﴾الحنفی (م۳۷۶ھ/۳۷۷ھ)﴿۲۱۷﴾۔

ابن الطبری کے والد ھمدان کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے بغداد میں ابی الحسن الکرخی سے فقہ کی تحصیل کی پھر خراسان چلے آئے اور یہاں فریضہ قضا سرانجام دینے لگے﴿۲۱۸﴾ بلخ میں انہوں نے ابی القاسم الصفار البلخی سے بھی فقہ حاصل کی۔ احمد بن الخضر المروزی اور ابوالعباس محمد بن عبدالرحمٰن الدغولی سے حدیث سنی۔ ان سے ابوبکر البرقی الحافظ اور القاضی ابو العلاء الواسطی نے روایت کی ہے۔ ابو حامد نے کتب تصنیف کیں اور تاریخ لکھی۔ان کی ایک تصنیف کا نام "تاریخ بدیع" ہے۔ حاکم نے لکھا ہے کہ یہ بخارا میں املاء کراتے تھے اور لوگ حدیث کی معرفت کے لئے ان سے رجوع کرتے تھے۔ یہ بڑی شان والے، متقی، صالح اور مذہب ابوحنیفہ سے خوب آگاہ و خبر دار تھے﴿۲۱۹﴾۔ خطیب نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے:-

"کان احد العباد المجتھدین و العلماء المتقین حافظ للحدیث بصیراً بالاثر"﴿۲۲۰﴾

خراسان میں انہیں قضاء القضاۃ کا منصب بھی تفویض ہوا﴿۲۲۱﴾۔ قرشی لکھتے ہیں:-

"کتب الناس عنه باستخبار الحافظ ابی الحسن الدارقطنی"﴿۲۲۲﴾

یعنی لوگوں نے ان سے الدار قطنی کے اخبار لکھے ہیں۔ برقانی سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے انہیں ثقہ کہا۔ دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میں ان کے بارے میں علاوہ خیر کے اور کچھ نہیں جانتا﴿۲۲۳﴾۔ابوسعد الادریسی نے تاریخ سمرقند میں ان کے سوانح لکھے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:-

"کان متقنافی الحدیث والروایة کتبنا عنه ببخاری------و سکن بخاری"﴿۲۲۴﴾.

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابو حامد ۳۷۷ھ میں مرو میں فوت ہوئے﴿۲۲۵﴾۔بعض روایات میں ان کا سن وفات ۳۷۳ھ بھی بیان کیا گیا ہے﴿۲۲۶﴾۔ قرشی لکھتے ہیں کہ ابو حامد ۳۷۶ھ/۳۷۷ھ میں راہی ملک عدم ہوئے﴿۲۲۷﴾۔

احمد بن العباس الفقیہہ السمرقندی ابونصر العیاضی

احمد بن العباس بن الحسین بن جبلہ بن غالب بن جابر بن نوفل بن عیاض ابن یحیٰی بن قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری الخزرجی الفقیہہ السمرقندی ابونصر العیاضی کا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول ﷺ سعد بن عبادہ الانصاری

www.toobaaelibrary.com

خزرجی سے ملتا ہے۔

ابونصر العیاضی نے اپنے وقت کے مشہور امام ابی بکر احمد بن اسحاق جوز جانی سے، جو کہ موسیٰ بن سلیمان جو جانی کے شاگرد تھے، فقہ کی تحصیل کی ﴿۲۲۸﴾۔ اس طرح ابونصر العیاضی دو واسطوں سے امام محمد بن الحسن اشیبانی سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔ الادریسی تاریخ سمرقند میں لکھتے ہیں:۔

"کان من اهل العلم و الجهاد و کان له ولد ان امامان فی الفقه من اصحاب ابی حنیفة شدیدان فی المذهب، ولا اعلم له روایة ولا حدیثا، اسره الکفرة، فقتلوه صبرا فی دیار الترک فی ایام نصر ابن احمد بن سامان الکبیر. ولم یکن احد یضا هیه و یقابله فی البلاد لعلمه ورعه و کتابته وجلاً ته و شهامته ﴿۲۲۹﴾.

یعنی یہ صاحبان علم و جہاد میں سے تھے ان کے دو بیٹے (ابوبکر محمد اور ابواحمد) تھے۔ دونوں ہی فقہ میں امام اور فقہ حنفی کے پیرو اور مذہب حنفی پر شدت سے عامل تھے۔ (ادریسی کہتے ہیں کہ) روایت اور حدیث میں ان سے زیادہ عالم اور کوئی نہ تھا۔ نصر بن احمد بن سامان الکبیر کے زمانے میں ترکوں کے علاقے میں یہ کفار کے محاصرے میں آ کر شہید کر دیئے گئے۔ ان کے زمانے اور شہر میں علم و ورع، کتابت، جلاءت اور شہامت میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔

الادریسی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ابومنصور الماتریدی (م ۳۳۰ھ/۹۴۴ء) کے اقران میں سے تھے ﴿۲۳۰﴾۔

احمد بن عبداللہ بن الفضل ابونصر الخیزاخری ﴿۲۳۱﴾

فقیہہ، امام، ابن الامام (یعنی عبداللہ بن فضل ﴿۲۳۲﴾ کے صاحبزادے) احمد بن عبداللہ نے اپنے والد سے فقہ حاصل کی۔ ابونصر الخیز اخری اپنے والد کے علاوہ حسن بن فراش مکی سے بھی روایت کرتے تھے۔ ان سے ان کے بیٹے ابوبکر محمد بن ابی نصر (محمد بن احمد بن عبداللہ بن الفضل) نے روایت کی ہے اور ان سے ان کے بیٹے (محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن الفضل) نے روایت کی ہے ﴿۲۳۳﴾۔ اس طرح یہ ایک نامور علمی خاندان تھا جس سے فقہاء کی ایک جماعت نے روایت کی۔ یہ سارا خاندان خیزاخری کی نسبت سے مشہور تھا۔

سمعانی لکھتے ہیں:۔

"قلّد الامامة فی جامع بخاری و عقدله مجلس الاملاء بها" ﴿۲۳۴﴾.

یعنی انہیں بخارا کی جامع مسجد میں امامت کی ذمہ داری سونپی گئی اور وہاں ان کے لئے مجلس املاء منعقد کی گئی۔

www.toobaaelibrary.com

سمعانی ان کے سوانح میں مزید لکھتے ہیں۔

" قال ابو کامل بصری سمعت ابو نصر یقول کان فی عزامة شدیدة فی حال الصبا و کان من یتصل الی شیخی یغریه فیغضب الشیخ منه و یقول : سلمته الی الله سبحانه فهو خیر له منی، ان اراد الله به خیرا یکون، و ان اراد غیر ذلک فلیس فی ایدیناشی سوی الدعا، فتوفی شیخی ولم یصل إلّی من میراثه شیئ کبیر، واقبلت علی العلم و اصلحت فیما بینی و بین اللّٰه فببرکة تسلیم الشیخ ایای الی الله اصلح الله شانی واغنانی وصب علّی الدنیا صبا و صرت و جیه البلدومدرس الفقه و مملی الکتب و امام العامة" ﴿۲۳۵﴾۔

یعنی ابو کامل بصری کہتے ہیں کہ میں نے ابونصر سے سناوہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے بچپن میں سخت پریشانی میں تھے۔ تو جو کوئی بھی ان کے استاد سے ملتاوہ استاد سے ان کے خلاف ہی کچھ نہ کچھ کہتا۔ اس طرح میرے استاد مجھ سے خفا رہنے لگے اور استاد کہتے تھے کہ میں نے اس شاگرد کے معاملہ کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کردیا ہے۔ اس لئے کہ خدا اسے میری نسبت بہتر ہے کہ اگر وہ (اللہ) چاہے تو اس کا بھلا کردے گا اور اگر وہ اس کا بھلا نہیں کرے گا تو ہم سوائے دعا کے اور کیا کرسکتے ہیں۔ پھر میرے استاد فوت ہوگئے اور ان کی میراث میں سے مجھے کچھ خاص حصہ نہ ملا۔ تب میں نے علم کی طرف توجہ دی اور اپنے معاملے میں اللہ کو نگران جان کر کام شروع کردیا اور چونکہ مجھے میرے شیخ نے اللہ کے سپرد کردیا تھا (یعنی میرے حق میں دعا کی تھی) اسی باعث اللہ نے میری شان بنادی تو دنیا مجھ پر ٹوٹ پڑی اور میں اس شہر میں معزز و مکرم ٹھہرا۔ میں فقہ کا مدرس بن گیا اور میں کتب کی املاء کراتا تھا اور میں لوگوں کا امام بن گیا۔

احمد بن عزیز بن سلیمان (وقیل سلیم) بن منصور بن عکرمتہ النسفی ﴿۲۳۶﴾ البزدی ﴿۲۳۷﴾

احمد بن عزیز صاحب الترجمتہ، جہان بن موسیٰ المروزی اور ابی جعفر احمد بن حفص البخاری اور اصحاب عبداللہ بن مبارک کے متقدمین سے روایت کرتے تھے ﴿۲۳۸﴾۔ حافظ ابوالعباس بن جعفر المستغفری تاریخ نسف میں لکھتے ہیں کہ احمد بن عزیز اصحاب احناف میں سے تھے اور ان سے اھل نسف نے روایت کی ہے۔ ان کے دادا سلیمان (سلیم) بصرہ کے تھے اور وہ قتیبہ بن مسلم کے ہمراہ خراسان آئے تھے اور بزدہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ الامیر ابن ماکولا کا بھی یہی بیان ہے ﴿۲۳۹﴾۔

احمد بن عصمہ ابوالقاسم الصفار الملقب حم البلخی م ۳۲۶ھ

ابوالقاسم احمد بن عصمہ فقیہ اور محدث تھے۔ انہوں نے ابی جعفر الھندوانی سے فقہ حاصل کی اور انہیں سے حدیث کی بھی سماعت کی۔ ان سے الحسن بن صدیق ابن فتح الموزعجنی النسفی شیخ ثقہ نے روایت کی ہے

www.toobaaelibrary.com

﴿۲۴۰﴾۔سمعانی نے السوزغجنی ﴿۲۴۱﴾ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ یہ محمد بن عقیل اور احمد بن حم سے روایت کرتے تھے﴿۲۴۲﴾۔

احمد بن محمد بن الحسن ابوالنصر البخاری الحنفی م ۳۹۸ھ

احمد بن محمد بن الحسن بن الحسین بن علی ابن رستم الکلاباذی ابوالنصر البخاری الحنفی نہایت زاہد اور متورع حنفی فقیہہ تھے۔امام بخاری نے ان سے اپنی جامع میں تخریج کی ہے جو ان کی ثقاہت پر دال ہے﴿۲۴۳﴾۔ابوالنصر البخاری صاحب تصنیف فقیہہ تھے۔ملا کاتب چلپی نے ان کی تصانیف میں سے "الھدایة والارشاد فی معرفة اھل الثقة والسداد" کا ذکر کیا ہے﴿۲۴۴﴾۔

ابوالنصر کا سن وفات علاوہ ۳۹۸ھ کے ۳۷۸ھ بھی بیان کیا جاتا ہے﴿۲۴۵﴾۔

احمد بن محمد بن شعیب بن ہارون الفقیہہ الجلاباذی ﴿۲۴۶﴾م ۳۳۸ھ

احمد بن محمد بن شعیب بن ہارون الفقیہہ الجلاباذی الشعبی عم ابی احمد الشاھد اپنے زمانہ میں جلاباذ کے نہایت نامور فقیہہ تھے۔جلاباذ کے ایک سرے پر ان کی خانقاہ تھی۔سمعانی لکھتے ہیں کہ یہ انتہائی متورع، صالح اور زاہد فقیہہ تھے۔انہوں نے الشہید ابوزکریا یحیٰی بن محمد بن یحیٰی الذھلی، ابویحیٰی سھل بن عمار العتکی، ابوعلی الحسین بن الفضل البجلی اور ابونصر احمد بن محمد بن نصر اور ان کے اقران سے سماع حدیث کیا﴿۲۴۷﴾۔مشہور حنفی فقیہہ ابوالعباس احمد بن ہارون نے ان سے فقہ حاصل کی ﴿۲۴۸﴾ اور ان کا شمار احمد بن محمد بن شعیب کے نامور تلامذہ میں ہوتا تھا۔احمد بن محمد بن شعیب سے علاوہ احمد بن ہارون کے ابواحمد محمد بن احمد بن شعیب العدل اور دیگر شیوخ نے روایت کی ہے۔ذی قعدہ ۳۳۸ھ میں احمد بن محمد بن شعیب فوت ہوئے﴿۲۴۹﴾۔

احمد بن محمد بن عبداللہ ابوالحسن النیشاپوری القاضی م ۳۵۱ھ

ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ کی عرفیت قاضی الحرمین تھی۔یہ اپنے زمانہ میں بلامدافعت اصحاب ابی حنیفہ کے شیخ تھے۔ابوالحسن النیشاپوری نے ابی الحسن الکرخی اور ابوطاہر محمد الدباس سے فقہ حاصل کی اور فقہ میں کامل ہوگئے۔ابوطاہر محمد الدباس عن ابی حازم عن عیسٰی بن ابان عن امام محمد بن الحسن الشیبانی روایت کرتے تھے ﴿۲۵۰﴾۔اس طرح ابوالحسن نیشاپوری کو تین واسطوں سے امام محمدؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔انہوں نے خراسان میں ابوالعباس بن شعبان، ابویحیٰی زکریا بن یحیٰی البزاز، ابوخلیفہ فضل بن الخباب کے علاوہ ایک جماعت شیوخ سے سماع حدیث کیا۔ان سے ابوعبداللہ الحاکم نے روایت کی ہے﴿۲۵۱﴾۔تاریخ نیشاپور میں ان کے ترجمہ میں درج ہے کہ یہ کم وبیش اکتالیس برس تک نیشاپور سے باہر رہے۔اس عرصے میں علاوہ موصل اور رملہ کے قاضی رہنے کے

www.toobaaelibrary.com

تقریباً گیارہ بارہ سے زیادہ برسوں تک قضاء الحرمین کی ذمہ داری بھی ان پر تھی ﴿۲۵۲﴾۔ ۳۳۶ھ میں یہ واپس نیشاپور لوٹ آئے۔ ۳۴۵ھ میں انہیں نیشاپور کا قاضی بنا دیا گیا ﴿۲۵۳﴾۔ حاکم کہتے ہیں کہ میں نے ابی بکر الابہری المالکی شیخ الفقہاء سے سنا ہے وہ کہتے تھے:۔

"ماقدم علینا من الخراسانیین افقه من ابی الحسن النیشاپوری" ﴿۲۵۴﴾.

یعنی خراسانیوں میں سے ابی الحسن النیشاپوری سے بڑا فقیہہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ ابی الحسن النیشاپوری بروز ہفتہ ۲۱ محرم الحرام ۳۵۱ھ میں نیشاپور میں راہیٔ ملک عدم ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ ابوالعباس المیکالی اسمٰعیل بن عبداللہ ابن محمد بن میکال نے پڑھائی ﴿۲۵۵﴾۔

قاضی الحرمین کا شمار اپنے عہد کے مسلّمہ حنفی شیوخ میں ہوتا تھا۔ القرشی نے ان کی کنیت ابوالحسن لکھی ہے ﴿۲۵۶﴾۔ جبکہ ملا کاتب چلپی نے ان کی کنیت ابوالفضل لکھی ہے اور ان کی دو تصانیف کا ذکر کیا ہے:۔

۱) اجزاء فی الحدیث، ۲) تفسیر القرآن ﴿۲۵۷﴾۔

احمد بن ھارون بن ابراہیم ابوالعباس الفقیہہ الحاکم المزنی ﴿۲۵۸﴾

المعروف بالتّبان ﴿۲۵۹﴾ م ۳۴۹ھ

ابوالعباس تبان سمرقند کے رہنے والے تھے پھر انہوں نے نیشاپور میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ نیشاپور میں انہوں نے ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن رجاء البردیغزی، ابونصر احمد بن محمد، ابوالفضل العباس بن حمزہ اور حامد بن محمود شاماتی وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ مرو میں ابوالعباس تبان نے یحییٰ بن ساموبہ بن عبدالکریم الذھلی اور ان کے اقران، رے میں علی بن الحسن بن الجنید اور محمد ابن ایوب اور ان دونوں کے اقران، حجاز میں علی بن عبدالعزیز البغوی اور عراق میں عبداللہ بن احمد بن حنبل اور ان کے اقران سے سماعت حدیث کی۔ ان سے حاکم نے سماع کیا ہے اور ان کا ذکر تاریخ نیشاپور میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ احمد بن ھارون ابوالعباس الفقیہہ الحاکم المزنی تبان میں اپنے زمانہ میں اصحاب ابی حنیفہ میں سرکردہ فقیہہ اور مفتی تھے۔ یہ رجب ۳۴۹ھ میں فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ ان کے بیٹے ابوصادق م ۳۷۲ھ نے میدان الحسین میں پڑھائی ﴿۲۶۰﴾۔

حامد بن محمود النیشاپوری الشاماتی ﴿۲۶۱﴾ م ۳۱۹ھ

حامد بن محمود بن معقل النیشاپوری الشاماتی القطان ابو محمد بن ابی العباس القطان والد محمد بن حامد کا تعلق نیشاپور کے عالم و فاضل گھرانے سے تھا۔ علماء اور فضلاء کی ایک کثیر تعداد کا تعلق اس گھر سے تھا۔ مشہور فقیہہ محمد بن حامد ﴿۲۶۲﴾ ان کے بیٹے تھے۔ ایک اور مشہور فقیہہ احمد بن محمد بن حامد ﴿۲۶۳﴾ ان کے پوتے تھے۔ شاماتی،

www.toobaaelibrary.com

امام محمد بن الحسن کی کتب عن زیاد بن عبد الرحمٰن عن ابی سلیمان الجوز جانی عن امام محمد بن الحسن الشیبانی روایت کرتے تھے ﴿۲۶۴﴾۔ ان سے مشہور فقیہہ ابو العباس احمد بن ھارون نے روایت کی ہے ﴿۲۶۵﴾۔ اس طرح اس خاندان کا وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی نقل و روایت میں کردار از بس اہم ہے۔

حامد بن محمود نے محمد بن یحییٰ الذھلی، احمد بن یوسف اور عبداللہ بن ہاشم سے سماع حدیث کیا۔ ان سے ابو العباس احمد بن ھارون، ابو عبداللہ بن دینار العدل اور الفقیہہ ابو العباس شاماتی نے روایت کی ہے ﴿۲۶۶﴾۔

حسن بن اسحاق ابو سعید النیشا پوری م ۳۴۸ھ

حسن بن اسحاق بن نبیل ابو سعید النیشا پوری الحنفی المعری، معرۃ النعمان ﴿۲۶۷﴾ کے قاضی تھے اور نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مصر میں امام نسائی اور امام طحاوی سے حدیث سنی۔ اس کے علاوہ انہوں نے سماع حدیث کے لئے حلب، کوفہ اور رے کے سفر بھی اختیار کئے ﴿۲۶۸﴾۔ ابن العدیم نے تاریخ حلب میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی ایک کتاب "الرد علی الشافعی" تھی ﴿۲۶۹﴾۔ ملا کاتب چلپی لکھتے ہیں:۔

"کتاب الرد علی الشافعی.... فیما یخالف فیه القرآن للقاضی ابی سعید حسن بن اسحاق المعری ابن نبیل نیشاپوری الحنفی م۳۴۸ھ ﴿۲۷۰﴾.

المعری اپنے عہد کے نہایت نامور فقیہہ تھے۔ یہ امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور چالیس سال تک معرۃ کے قاضی رہے ﴿۲۷۱﴾۔ چلپی نے ان کا سن وفات ۳۴۸ھ لکھا ہے ﴿۲۷۲﴾۔

عبداللہ بن محمد ابو بکر الاشقر البدؔیلی ﴿۲۷۳﴾ الفقیہہ م ۳۴۳ھ

عبداللہ بن محمد بن بدیل ابو بکر الاشقر البدیلی بقول سمعانی، بخارا میں احناف کے شیخ، سردار، کثیر الحدیث اور صحیح السماع تھے۔ انہوں نے بخارا میں ابو عبد الرحمٰن ابن ابی اللیث اور مرو میں عبداللہ بن محمود السغدی سے سماع حدیث کیا۔ رے میں احمد بن جعفر ابن نصر سے ان کی مسند کا سماع کیا ﴿۲۷۴﴾۔ اس کے علاوہ انہوں نے الامام احمد بن مندہ سے بھی سماع کیا۔ الحاکم نے ان کا ذکر تاریخ نیشاپور میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانے میں بخارا میں احناف کے شیخ تھے اور اپنے مذہب (حنفی) کے سختی سے پابند تھے۔ امیر ابن قراتکین نے انہیں ۳۴۰ھ میں نیشاپور میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ الاشقر بدیلی نیشاپور کے مشہور قاضی ابو احمد المروزی الحنفی ﴿۲۷۵﴾ کے گھر پر اترے اور یہیں ان کا قیام رہا ﴿۲۷۶﴾۔ امیر ابن قراتکین کے انہیں اپنا نمائندہ بنا کر نیشاپور بھیجنے سے حنفی فقہی مسلک کے سلاطین و امراء اور عوام الناس میں رواج و قبولیت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

عبدالکریم بن محمد بن موسیٰ ابو محمد المغنی ﴿۲۷۷﴾ البخاری م ۳۹۸ھ

ابو محمد المغنی امام، زاہد، متورع اور متقی تھے۔ سمعانی نے انہیں فقیہہ لکھا ہے۔ انہوں نے اپنے وقت کے مشہور امام فقیہہ منصور بن جعفر المہلبی م ۳۵۲ھ سے فقہ حاصل کی ﴿۲۷۸﴾۔ ان کے زمانے میں سمرقند میں ان کی مثل اور کوئی فقیہہ نہ تھا۔ سمعانی لکھتے ہیں:۔

"كان اماما زاهدا ورعا مفتيالم يكن في عصره بسمر قند مثله" ﴿۲۷۹﴾۔

ابو محمد المغنی نے تحصیل فقہ، علاوہ منصور بن جعفر المہلبی کے الاستاذ عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی الفقیہہ السبذمونی سے بھی کی ﴿۲۸۰﴾۔ فوائد البہیہ میں ہے کہ یہ عن امام سبذمونی عن ابی حفص الصغیر البخاری عن ابیہ (ابی حفص الکبیر البخاری) عن امام محمد روایت کرتے تھے ﴿۲۸۱﴾۔ اس طرح ان سے ایک طرف امام محمد کی کتب کی روایت کا سلسلہ چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک پہنچتا ہے تو دوسری طرف یہ الاستاذ السبذمونی کے بھی شاگرد تھے جو کہ مسند امام ابوحنیفہ کے مؤلف ہیں۔ یوں یہ وسط ایشیا میں امام ابوحنیفہ کی احادیث کے راوی بھی ٹھہرتے ہیں۔ گویا انہیں دو نسبتیں حاصل ہیں، ایک روایت فقہ اور دوسری روایت حدیث اور یہ دونوں ہی معتبر ہیں۔

ملا کاتب چلپی نے ان کی ایک کتاب نصائح الابرار کا ذکر کیا ہے ﴿۲۸۲﴾ اور ان کی وفات بجائے ۳۹۸ھ کے ۳۷۳ھ لکھی ہے ﴿۲۸۳﴾۔

عبیداللہ بن محمد ابوالقاسم القاضی البخاری الکلاباذی م ۳۶۹ھ

عبیداللہ بن محمد بن احمد ابوالقاسم کا شمار خراسان کے اعیان قضاۃ میں ہوتا تھا۔ موصوف مرو، ھرات، سمرقند، شاش، فرغانہ اور بلخ کے قاضی رہے۔ بعدازاں انہیں بخارا میں قضاء کی ذمہ داری بھی تفویض کی گئی اور اس کے بعد انہیں قاضی القضاۃ بنایا گیا ﴿۲۸۴﴾۔ ان سے الحاکم النیشاپوری نے سماع کیا اور الحاکم نے ان کا ذکر اپنی کتاب تاریخ نیشاپور میں کیا ہے۔ الحاکم لکھتے ہیں کہ میں ۳۵۵ھ میں بخارا آیا تو یہ یہاں کے قاضی تھے اور ان کے والد محمد بن احمد ﴿۲۸۵﴾ بھی بخارا میں سات (۷) سال تک قاضی رہے تھے ﴿۲۸۶﴾۔ ابوالقاسم القاضی البخاری الکلاباذی نے ۳۶۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا ﴿۲۸۷﴾۔

محمد بن احمد ابوبکر القاضی م ۳۶۱ھ

محمد بن احمد بن علی بن شاھو یہ ابوبکر القاضی الشاھویہ ﴿۲۸۸﴾ الفارسی نے ابوخلیفہ الفضل بن حباب الجمعی، القاضی یحیٰی ابوزکریا بن یحیٰی الساجی اور ان کے اقران سے حدیث روایت کی اور ان سے الحاکم ابوعبداللہ

www.toobaaelibrary.com

الحافظ نے روایت کی ہے ﴿۲۸۹﴾۔ ابوبکر القاضی نیشاپور میں پیغامبر بن کر آئے تھے اور یہیں ان کی ۳۶۱ھ میں رحلت ہوئی ﴿۲۹۰﴾۔

ابوبکر القاضی کی ذات میں فقہ اور علم الحساب جمع تھا۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ ایک مدت تک نیشاپور میں رہے پھر بخارا چلے گئے اور وہاں مدرسہ ابی حفص میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پھر وہاں سے بلاد فارس کی طرف مراجعت کی۔ یہاں ان پر قضاء کی ذمہ داری بھی ڈالی گئی۔ بلاد فارس سے یہ پھر بخارا آئے اور یہاں کے نائب بنائے گئے۔ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر واپس نیشاپور چلے گئے ﴿۲۹۱﴾۔ محدث صیمری کہتے ہیں کہ ان کا تعلق ابوعبداللہ الحسین المتکلم کے طبقے سے تھا اور ابوبکر بن شاھویہ پر علم الحساب کی انتہا تھی۔ عضدالدولہ نے انہیں فقہاء کی ایک جماعت کے ساتھ رسالے کے ہمراہ بخارا کے خراج پر مقرر کیا۔ انہوں نے خراسان تک اس کا انتظام درست کیا۔ محدث صمیری کہتے ہیں کہ مجھ سے اسماعیل الزاھد نے بیان کیا کہ ابوبکر بن الفضل کے پاس ایک رسالہ تھا جس میں ابوبکر بن شاھویہ کی کتاب کے مشکل مقامات کا ذکر تھا۔ ابوبکر بن الفضل کا کہنا ہے کہ میرے خیال میں اس تحریر کی مثل زمین پر نہیں ہے ﴿۲۹۲﴾۔

محمد بن احمد الرئیس ابوعبداللہ بن ابی حفص البخاری م ۳۷۳ھ

محمد بن احمد بن محمد بن خاقان الرئیس ابوعبداللہ بن ابی حفص البخاری کا تعلق ایک عالم وفاضل گھرانے سے تھا۔ ان کے دادا کے دادا امام ابوحفص الکبیر البخاری تھے جو کہ امام محمد بن الحسن کے شاگرد رشید تھے۔ حاکم لکھتے ہیں:۔

"كانت الفتوىٰ و الرياسة فى بيوتهم من وقت محمد بن الحسن" ﴿۲۹۳﴾.

یعنی نیشاپور میں امام محمد بن الحسن کے وقت سے فتویٰ اور فقہ حنفی کی ریاست وسیادت ان کے گھر میں تھی۔ ان کا شمار اپنے عہد کے اجل فقہاء احناف میں ہوتا تھا۔ یہ ثقہ فی الحدیث تھے۔ ۳۵۵ھ میں انہوں نے بخارا میں املاء کرائی اور ۳۷۳ھ میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ﴿۲۹۴﴾۔

محمد بن احمد الرازی الیزدازی الفقیہ الخازن القاضی م ۳۶۱ھ

محمد بن احمد بن موسیٰ بن یزداذ ﴿۲۹۵﴾ ابوعبداللہ الرازی الیزدازی ﴿۲۹۶﴾ الفقیہ الخازن ﴿۲۹۷﴾ القاضی کا شمار اپنے وقت کے نامور فقہاء میں ہوتا تھا۔ یہ ثقہ اور فاضل تھے۔ الخازن نے اپنے چچا علی بن موسی القمی اور محمد بن ایوب ﴿۲۹۸﴾ الرازی اور ابراہیم بن یوسف الھسنجانی وغیرہ سے سماع حدیث کیا ﴿۲۹۹﴾۔ یہ مدتوں سمرقند میں رہے اور یہاں انہیں قضاء کی ذمہ داری سونپی گئی۔ ان سے یہاں کے باشندوں نے سماع کیا ﴿۳۰۰﴾۔ الادریسی نے ان کے بیان کی تائید کے علاوہ لکھا ہے کہ ابوعبداللہ الیزدازی کئی سال سمرقند میں رہے۔ یہ

www.toobaaelibrary.com

اپنے زمانہ میں سمرقند کے قاضی تھے۔ ہم نے ان سے بخارا میں ۳۵۷ھ میں حدیث لکھی۔ ۳۶۰ھ میں یہ سمرقند واپس آ گئے۔ پھر یہ فرغانہ کے قاضی بنا دیئے گئے۔ فرغانہ میں ہی ان کی رحلت ہوئی۔ ان کی میت سمرقند لائی گئی اور مقبرۂ جاکردیز میں صفر ۳۶۱ھ میں ان کی تدفین ہوئی ﴿۳۰۱﴾۔

ابوعبداللہ الفقیہہ الخازن کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا۔ ان کے والد احمد بن موسیٰ ﴿۳۰۲﴾ اور چچا علی بن موسیٰ القمی ﴿۳۰۳﴾ کا اپنے عہد کے نامور فقہاء میں شمار ہوتا تھا۔

سمعانی نے فقہ حنفی کے شیوع میں ان کے کردار کو سراہتے ہوئے لکھا ہے۔

"ینتحل مذھب الرأی" ﴿۳۰۴﴾۔

انہوں نے سمرقند و بخارا میں فقہ حنفی کے ارتقاء میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ایک فقیہہ، مدرس اور قاضی کے طور پر ان کا نام بہت مشہور تھا۔ سمعانی لکھتے کہ یہ ثقہ، فاضل اور مذہب ابوحنیفہ کے پھیلانے والے تھے۔ ان سے سمرقند بخارا اور فرغانہ کے باسیوں نے اکتساب فیض کیا ﴿۳۰۵﴾۔

محمد بن الفضل ابوبکر الفضلی الکماری ﴿۳۰۶﴾ م ۳۸۱ھ

ابوبکر الفضلی الکماری نے الاستاذ ابی محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب السبذمونی سے فقہ حاصل کی اور ان سے القاضی ابوعلی الحسین بن خضر النسفی اور الامام الحاکم عبدالرحمٰن ابن محمد الکاتب اور الامام الزاھد عبداللہ الخیز اخری اور الامام اسمٰعیل الزاھد نے فقہ حاصل کی ﴿۳۰۷﴾۔

ان کے بارے میں یہ حکایت مشہور ہے کہ ان کے والد نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ المبسوط حفظ کر لیں تو وہ انہیں ایک ہزار دینار دیں گے۔ ایسا ہی وعدہ ان کے والد نے ان کے بھائی سے بھی کیا۔ ابوبکر الفضلی نے المبسوط حفظ کر لی اور ان کے بعد ان کے بھائی نے بھی، تو ان کے والد نے ان سے رقم لے ان کے بھائی کو دے دی اور ان سے کہا کہ تمہیں المبسوط ہی کافی ہے۔ اس واقعہ پر یہ ناراض ہو کر گھر چھوڑ کر چلے آئے اور ایک جگہ باورچی ملازم ہو گئے۔ ایک دن انہیں وہاں پہچان لیا گیا تو انہوں نے اس جگہ کو بھی خیر باد کہا اور فرغانہ جا پہنچے۔ وہاں قاضی خان حسن بن منصور الفرغانی برسرِ منبر تھے اور ان کے سامنے علماء بیٹھے تھے جنہیں قاضی خان مسائل املاء کرا رہے تھے۔ قاضی خان نے "مسئلہ خلافیہ مابین امام ابو یوسف و امام محمد" کا ذکر کیا اور امام ابو یوسف کا قول پلٹ/بدل کر امام محمد کا قول بنا دیا اور امام محمد کا قول امام ابو یوسف کا قول قرار دے دیا۔ محمد بن الفضل ابوبکر الفضلی نے ان سے کہا کہ وہ اس کو بدل دیں، قاضی خان نے کہا کہ اگر میں نہ بدلوں تو اس پر محمد بن الفضل نے کہا اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو امام ابو یوسف کا قول یہ ہے اور وہ ہے۔ اور امام محمد کا قول یہ ہے اور وہ ہے۔ اور اسی طرح انہوں نے بہت سے مسائل کا ذکر کیا۔ اس پر قاضی خان منبر سے اتر آئے، ان سے گلے ملے اور ہاتھ ملانے کے

www.toobaaelibrary.com

بعد کہا، یا سیدی، غالباً آپ محمد بن الفضل الکماری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں تو اس پر قاضی خان بولے کہ آپ مجھ سے زیادہ اس مجلس کی سربراہی کے حقدار ہیں﴿۳۰۸﴾۔

ہمارے خیال میں قاضی خان سے ان کی ملاقات کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ قاضی خان حسن بن منصور الفرغانی ۵۹۲ھ میں فوت ہوئے﴿۳۰۹﴾۔ جبکہ ابو بکر الفضلی کا سن وفات ۳۸۱ھ ہے۔ بھلا ان دونوں میں ملاقات کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ ہمارے خیال میں قاضی خان کے یہ ملاقاتی ابو بکر محمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن احمد م ۵۳۴ھ﴿۳۱۰﴾ ہوں گے۔

الحاکم نے تاریخ نیشاپور میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ نیشاپور آئے اور کچھ عرصہ یہاں ٹھہرے۔ انہوں نے یہاں حدیث روایت کی۔ بخارا میں انہوں نے ۳۵۹ھ میں کتب لکھوائیں۔ ان کی مجلس املاء ہوا کرتی تھی۔ بخارا میں ہی یہ بروز جمعۃ المبارک رمضان ۳۸۱ھ میں فوت ہوئے۔ تب ان کی عمر اسی (۸۰) سال تھی﴿۳۱۱﴾۔

ملا کاتب چلپی نے ان کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے:۔

۱) الفوائد فی الفقہ﴿۳۱۲﴾۔ ۲) فوائد ابی بکر﴿۳۱۳﴾۔

فوائد ابی بکر کو محمد بن الفضل نے ابو منصور المطوعی سے روایت کیا ہے﴿۳۱۴﴾۔

محمد بن محمد بن سہل ابو نصر ولد ۳۱۸ھ م ۳۸۸ھ

محمد بن محمد بن سہل بن ابراہیم بن سہل ابو نصر القاضی النیشاپوری اپنے عہد میں خراسان میں اصحاب ابی حنیفہ کے امام اور ان سب میں سے بہترین قاضی تھے﴿۳۱۵﴾۔ یہ ۳۱۸ھ میں تولد ہوئے۔ ان سے ابو عبداللہ الحافظ نے سماع حدیث کیا۔ انہوں نے بغداد میں بھی حدیث بیان کی اور وہاں ان سے دو مشہور قاضیوں ابو عبداللہ الصیمری محدث م ۴۳۶ھ﴿۳۱۶﴾ اور ابو القاسم التنوخی القاضی نے سماع حدیث کیا۔ حاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے کہ یہ نیشاپور میں تدریس کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ یہ نیشاپور میں اپنی جوانی سے وفات تک فتویٰ دیتے رہے۔ ابو نصر زہد و ورع میں بلند مرتبہ کے حامل تھے﴿۳۱۷﴾۔ قاضی الحرمین احمد بن محمد بن عبداللہ﴿۳۱۸﴾ نے انہیں ۳۴۵ھ میں اپنی مجلس التدریس کا سردار بنا دیا۔ حاکم نے کہا کہ یہ نیشاپور میں ۳۸۸ھ میں راہی ملک عدم ہوئے اور ان کی نماز جنازہ ابو القاسم ابن قاضی الحرمین نے پڑھائی۔ ابو نصر، احمد بن حرب کے نزدیک دفن ہوئے﴿۳۱۹﴾۔

www.toobaaelibrary.com

ابو عبداللہ یوسف بن علی الجرجانی م ۳۹۸ھ

ابو عبداللہ یوسف بن علی بن محمد الجرجانی الحنفی اپنے زمانہ کے ایک نامور صاحب تصنیف فقیہہ و عالم تھے۔ انہوں نے امام ابی الحسن الکرخی سے فقہ حاصل کی ﴿۳۲۰﴾ ان کا شمار ابی الحسن الکرخی کے مشہور اصحاب میں ہوتا تھا۔

ابو عبداللہ الجرجانی نے چھ جلدوں میں خزانۃ الاکمل تالیف کی اور زیادات، جامع کبیر اور مختصر الکرخی کی شرح لکھی۔ خزانۃ الاکمل تمام اصحاب کی تصنیفات کی جامع ہے۔ انہوں نے اس کی کافی الحاکم الشہید سے ابتداء کی، پھر جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات مجرد، منتقی، مختصر کرخی، شرح طحاوی اور عیون المسائل کو بہ ترتیب جمع کیا ﴿۳۲۱﴾۔

www.toobaaelibrary.com

حواشی...... باب پنجم

۱ ابوزھرہ، محمد: ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقہہ، دار الفکر العربی مصر طبع دوم ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء ص ۴۴۰۔۴۴۱۔

۲ ایضاً ص ۴۴۲۔۴۴۳۔

۳ الشاشی " بالألف الساكن بين الشينين المعجمتين، هذه النسبة مدينة وراء نهر سيحون، يقال لها شاش، وهي من ثغور الترك (یعنی شاش، نہر سیحوں کے ادھر کا ایک مشہور شہر ہے جو کہ ثغور ترکوں کا علاقہ تھا۔ (سمعانی، ابی سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی م ۵۶۲ھ: الانساب، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء ج ۸ ص ۱۳)۔

۴ اصول الشاشی جو کہ اصول فقہ کی ایک معروف اور متداول کتاب ہے انہی ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الشاشی کی تالیف ہے۔ چونکہ اس کتاب پر خود مؤلف علام نے اپنے نام کی تصریح نہیں کی ہے اور نہ ہی شارحین اصول الشاشی نے اس طرف کماحقہ توجہ دی ہے۔ علاوہ ازیں مختلف فہرست نگاروں نے بھی اس کتاب کے مؤلف کے بارے میں ابہام ہی پیدا کیا ہے۔ جبکہ ہم سمجھتے ہیں کہ چند در چند غلط فہمیوں کے باعث اس تالیف کی نسبت امام ابو یعقوب الشاشی سے مشکوک ہوگئی ہے جو کہ درست نہیں ہے، مثلاً۔

(۱) کتب خانہ آصفیہ کے فہرست نگار نے ایک قلمی نسخہ ''اصول الشاشی'' کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے مؤلف کا نام نہیں لکھا۔ (اختر راہی، تذکرہ مصنفین درس نظامی، مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۸۷ء، ص ۶۶)۔

(۲) ''اکتفاء القنوع بما ھو مطبوع'' میں اصول فقہ کے ضمن میں ''للشاشی الملقب بالقفال م ۵۰۷ھ'' درج ہے۔ (اختر راہی ص ۶۶ حاشیہ نمبر ۲)۔

(۳) ایک رائے یہ ہے کہ اصول الشاشی علامہ بدرالدین شاشی شیروانی م ۸۵۴ھ یا ۸۵۴ء کی تالیف ہے۔ (اختر راہی ص ۶۶۔۶۷)۔

تصریحات بالا میں سے پہلی تصریح میں تو کسی مصنف کا نام ہی نہیں ہے۔ دوسری اور تیسری تصریح میں دو مختلف ناموں کا ذکر ہے۔ پھر ثانی الذکر کتاب اور مصنف قفال شافعی المذھب ہیں جبکہ اصول الشاشی حنفی مذہب کے مطابق تالیف ہوئی ہے۔ لہٰذا اس کی نسبت شافعی مذہب اور شافعی فقیہہ کی طرف غلط اور نا قابل اعتبار ہے۔

ثالث الذکر تصریح بھی بوجوہ غلط ہے۔

(۱) ہم نے بدرالدین شاشی شیروانی کا نام رجال اور طبقات احناف کی کتب میں باوجود تلاش بسیار کے نہیں پایا اور نہ ہی سلسلہ روایت یا تالیف وتصنیف کے ضمن میں ان کا نام ہمیں کہیں دکھائی دیا۔

(۲) اختر راہی صاحب مؤلف تذکرہ مصنفین درس نظامی جنہوں نے یہ نام لکھا ہے انہوں نے خود بھی اس کا حوالہ اور جواز تحریر درج نہیں کیا۔

صاحب مزیل الخواشی لکھتے ہیں کہ حاجی خلیفہ چلپی نے اس کتاب کو ''کتاب الخمسین'' کے نام سے لکھا ہے اور وجہ

www.toobaaelibrary.com

تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی تصنیف کے وقت مصنف کی عمر پچاس برس تھی اور مصنف کا نام نظام الدین شاشی تحریر کیا ہے۔(رام پوری، نجم الغنی خان حکیم:۔مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی، میر محمد کتب خانہ کراچی بدون سن اشاعت، ص ۳۔اختر راہی ص ۶۷)۔

(۱) چلپی نے نظام الدین کے نام سے حضرت الشیخ نظام الدین عبدالشکور البلخی م ۱۰۳۶ھ کا ذکر کیا ہے لیکن ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا ہے (چلپی، ملا کاتب حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ م ۱۰۶۷ھ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، مکتبہ الفیصلیہ مکہ مکرمہ، ج ۶ ص ۴۹۵)۔

(۲) نظام الدین نام کے کسی فقیہہ کا تذکرہ ہمیں طبقات احناف کی کتب میں نہیں ملا اور نہ ہی کتاب الخمسین کے نام سے اس کتاب کا تعارف چلپی کے ہاں ہے۔البتہ چلپی کشف الظنون میں بعنوان ''الشاشی'' رقمطراز ہیں، ''اسحق بن ابراھیم الشاشی السمرقندی الشافعی، نزیل مصر توفی سنة ۳۶۵ھ خمس و عشرین و ثلاثمائة، له اصول الشاشی فی مجلد مطبوع بالھند'' (چلپی ج ۵ ص ۱۹۹)۔

(۳) بغدادی نے بعینہ انہی الفاظ کو اپنی کتاب ھدیۃ العارفین میں دہرایا ہے۔(بغدادی، اسماعیل پاشا: ھدیۃ العارفین، مطبعۃ البھیۃ استنبول ۱۹۵۱ء ج ۱ ص ۱۹۹)۔

الف) درج بالا تصریح میں سوائے ایک لفظ ''الشافعی'' کے باقی تمام تفصیلات امام اسحٰق بن ابراہیم الشاشی سے متعلق ہیں۔

ب) مطبوع بالھند اصول الشاشی حنفی اصول فقہ کی کتاب ہے۔

ج) اسحٰق بن ابراہیم نزیل مصر شافعی المذہب نہ تھے بلکہ حنفی المذہب فقیہہ تھے۔چلپی کو ان کے مصر میں سکونت اختیار کرنے اور وہاں شوافع کے غلبے سے غلط فہمی ہوئی ہے۔

د) ابن یونس نے اپنی کتاب ''الغرباء الذین قدموا مصر'' میں اسحاق بن ابراہیم الشاشی کا تذکرہ لکھا ہے اور ان سے خود حدیث کی کتابت کا ذکر کیا ہے اور انہیں حنفی فقیہہ لکھا ہے۔(القرشی، محمد عبدالقادر م ۷۷۵ھ: الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، میر محمد کتب خانہ تجارت کراچی۔ج ۱ ص ۱۳۶ بحوالہ ابن یونس)۔

تسبیحی جو کہ فہرست نسخہ ہائے خطی کتاب خانہ گنج بخش لاہور کا مؤلف ہے۔بحوالہ فہرست کتاب خانہ عمومی پنجاب (لاہور)، تالیف منظور احسن عباسی ص ۱۱۱، نام تالیف، اصول الشاشی، تاریخ تالیف معلوم نشد، لکھ کر مؤلف کا نام ''نظام الدین اسحاق بن ابراہیم الشافعی الشاشی السمرقندی الملقب بالقفال متوفی ۳۲۵ھ ق بمصر'' لکھتا ہے۔(تسبیحی محمد حسین: فہرست نسخہ ہائے خطی، کتاب خانہ گنج بخش لاہور، مطبع انتشارات مرکز تحقیقات فارس ایران و پاکستان، راولپنڈی ۱۳۵۰ خورشیدی، ج ۱ ص ۴۴۶-۴۴۷)۔

مؤلف مذکور نے چلپی، اکتفاء القنوع بما ھو مطبوع، اور دوسرے حوالوں کو یکجا کر کے ایک ہی شخص/ مصنف قرار دے دیا ہے جو کہ نہایت عجیب ہے۔ہمیں نہیں معلوم کہ اسحاق بن ابراہیم کے نام کے شروع میں نظام الدین کے نام کے اضافے/ لاحقے کی وجہ اور حوالہ کیا ہے؟۔

(۱) ''فہرست خدیو مصر'' میں اصول الشاشی کا تعارف کراتے ہوئے اسحاق بن ابراہیم الشاشی کو اس کا مؤلف بتایا گیا ہے۔(احمد المیہی و محمد الببلاوی (جمعہ و رتبہ)، فہرست الکتب العربیہ المحفوظۃ بالکتب خانہ المصریہ، من فہرست الکتب خانہ الخدیویہ، مطبع عثمانیہ مصر طبع اول ۱۳۰۵ھ ج ۲ ص ۲۳۷)

www.toobaaelibrary.com

(۲) زرکلی بعنوان "الشاشی" (م۳۲۵ھ/۹۳۷ء) لکھتے ہیں:-"اسحاق بن ابراهیم الخراسانی، الشاشی فقیه الحنفیه فی زمانه، نسبة الی شاش (مدینة وراء نهر سیحون) انتقل منها الی مصر، وولی القضاء فی بعض اعمالها وتوفی بها، له کتاب اصول الفقه ...... ط۔ (یعنی مطبوع) یعرف باصول الشاشی" (الزرکلی، خیر الدین: الاعلام قاموس تراجم لا شهر الرجال والنساء من العرب والمستعربین والمستشرقین۔ مقام ومطبع غیر مذکور طبع ثانی ج ۱ص ۲۸۴)۔

(۳) عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں:۔

"اسحاق بن ابراهیم الخراسانی الشاشی (م ۳۲۵ھ / ۹۳۷ء) الحنفی (ابو یعقوب) فقیه، انتقل من مدینة الشاش وراء نهر سیحون إلی مصر، وولی القضاء فی بعض اعمالها، وتوفی بها، من آثاره: کتاب اصول الفقه ویعرف باصول الشاشی (کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیة، مکتبہ عربیہ دمشق مطبعۃ الترقی ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء ج ۲ص ۲۶۶)۔

(۴) سرکیس لکھتے ہیں:۔

"اسحاق بن ابراهیم الشاشی السمرقندی شیخ اصحاب ابی حنیفة وعالمهم فی زمانه و کان یروی الجامع الکبیر عن زید بن اسامه عن ابی سلیمان جوزجانی و کان ثقه۔ مات بمصر و نسبة الشاشی الی شاش مدینة وراء نهر سیحون من ثغور الترک...... وله اصول الشاشی۔ (علم الاصول)، طبع حجر الهند ۱۲۷۹ ص ۲۶ و ۱۲۸۹، ۱۳۱۰" (سرکیس، یوسف الیان:۔ معجم المطبوعات العربیة، مطبع سرکیس مصر ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء، ج ۱ ص ۶۹۸-۶۹۹)۔

کیونکہ اسحاق بن ابراہیم الشاشی نے مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی لہٰذا تصریح نمبر(۱) مکانی واقعیت کے اعتبار سے اہم اور تحقیقی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ علاوہ ازیں زرکلی، کحالہ اور سرکیس کی تصریحات اور بیانات کے مطابق اصول الشاشی حنفی فقیہ اسحاق بن ابراہیم الشاشی م ۳۲۵ھ/۹۳۷ء کی ہی تالیف ہے۔

۵ الشاشی، اسحاق بن ابراہیم م ۳۲۵ھ: اصول الشاشی، مطبع مجتبائی، دھلی۔ سن اشاعت غیر مذکور ص ۵۔

۶ المجادلہ، آیت نمبر ۱۱۔

۷ الاحزاب، آیت نمبر ۵۶۔

۸ دیوبندی، مظہر الحق: مصباح الحواشی شرح اردو اصول الشاشی، مہر سعید اینڈ سنز کراچی تاریخ طبع نامعلوم ماخوذ از نور الانوار، حسامی وغیرہ۔

۹ لکھنوی، محمد عبد الحیٔ: الفوائد البھیہ فی طبقات الحنفیہ، مطبع یوسفی لکھنؤ بدون سن اشاعت ص ۲۲۔

۱۰ القرشی ج ۱ص ۱۳۶ نمبر ۲۹۴۔

۱۱ ایضاً۔

۱۲ ایضاً۔

۱۳ لکھنوی ص ۲۲۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۴﴾ زرکلی ج ۱ ص ۲۸۴۔

﴿۱۵﴾ ایضاً۔

﴿۱۶﴾ الماتُریدی / الماتُریتی) بفتح المیم بعدها الالف و ضم التاء المنقوطة باثنتین من فوقها کسر الراء سکون الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها وفی آخرها (دال المهملة) تاء اُخری منقوطة باثنتین من فوق (سمعانی ج ۱۲ ص ۲۔۳) یقال بالدال ایضاً ماترید (ایضاً)۔

﴿۱۷﴾ هذه النسبة الی محلة من حائط سمرقند (سمعانی ج ۱۲ ص ۲۔۳) بعض نے اسے سمرقند کا ایک محلہ لکھا ہے (زرکلی، الاعلام ج ۷ ص ۲۴۲ بذیل مادہ) اور بقول بعض یہ سمرقند کے نواح میں ایک قصبہ تھا۔ (شبلی نعمانی: الکلام، طبع علیگڑھ بدون سن اشاعت، ج ۲ ص ۹۱)۔

﴿۱۸﴾ سمعانی ج ۱۲ ص ۲۔۳۔

﴿۱۹﴾ ایضاً۔ ان کے علاوہ القاضی الماتریدی الحسین جو کہ ابوشجاع کے رفیق تھے اور علی السغدی کا تعلق بھی یہیں سے تھا (ایضاً)۔

﴿۲۰﴾ سمعانی ج ۱۲ ص ۲۔۳۔ القرشی ج ۲ ص ۳۴ نمبر ۶۶۸۔

﴿۲۱﴾ لکھنوی ص ۸۰۔

﴿۲۲﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۳۰ نمبر ۳۹۷ و ایضاً ص ۳۶۲ کتاب الالقاب۔

﴿۲۳﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۰ حاشیہ نمبر ۲۔ زرکلی، الاعلام قاھرہ، ج ۷ ص ۲۴۲ بذیل مادہ۔ کحالہ دمشق ۱۹۶۲ء ج ۱۱ ص ۳۰۰۔ طاش کبری زادہ: مفتاح السعادۃ، حیدرآباد ۱۳۲۸ھ، ج ۲ ص ۲۱ وبعد۔

﴿۲۴﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۳۰ حاشیہ نمبر ۲۔

﴿۲۵﴾ ایضاً۔ طاش کبری زادہ ج ۲ ص ۲۱ وبعد۔

﴿۲۶﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۳۰۔ بغدادی ج ۲ ص ۳۶۔۳۷۔

﴿۲۷﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۴۰۶۔

﴿۲۸﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۳۰

﴿۲۹﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۷۸۶۔ متاخرین میں سے شیخ علاء الدولہ احمد (بن محمد) م ۷۳۶ھ نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے۔ (ایضاً)۔

﴿۳۰﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۳۰۔ چلپی ج ۲ ص ۳۶۔۳۷ و ایضاً ج ۱ ص ۲۶۲۔ کحالہ ج ۱۱ ص ۳۰۰، کحالہ نے اس کا ذکر ایک علیحدہ مستقل تصنیف کے طور پر کیا ہے (ایضا)۔ بغدادی ج ۲ ص ۳۲۔۳۷۔

﴿۳۱﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۳۰۔ چلپی ج ۶ ص ۳۶۔۳۷۔ بغدادی ج ۲ ص ۳۶۔۳۷۔

﴿۳۲﴾ چلپی ج ۶ ص ۳۶۔۳۷۔ بغدادی ج ۲ ص ۳۶۔۳۷۔

﴿۳۳﴾ یہ کتاب تاویلات اھل السنۃ تفسیر الماتریدی کے نام سے ابراھیم شوضین اور السید عوضین نے قاھرہ (مصر) سے ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۷ء شائع کی ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء ج ۱۸ ص ۲۳۷)۔

www.toobaaelibrary.com

۳۴﴾ القرشی ج ۲ص ۱۳۰ نمبر ۳۹۷۔

۳۵﴾ چلپی ج ۱ص ۳۳۵۔۳۳۶۔

۳۶﴾ کحالہ ج ۱۱ص ۳۰۰۔ بغدادی ج ۲ص ۳۶۔۳۷۔

۳۷﴾ القرشی ج ۲ص ۱۳۰۔ چلپی ج ۱ص ۳۳۵۔۳۳۶ و ایضاً ج ۲ص ۳۶۔۳۷۔

۳۸﴾ القرشی ج ۲ص ۱۳۰۔

۳۹﴾ ایضاً۔

۴۰﴾ چلپی ج ۲ص ۳۶۔۳۷۔

۴۱﴾ بغدادی ج ۲ص ۳۶۔۳۷۔

۴۲﴾ چلپی ج ۱ص ۱۵۷۔ بغدادی ج ۲ص ۳۶۔۳۷۔

۴۳﴾ چلپی ج ۲ص ۱۴۰۷۔ اس سلسلے کی ایک تالیف شافعی المذہب عالم ابی احمد الفارسی السمر قندی کی بھی ہے (ایضاً)۔

۴۴﴾ بغدادی ج ۲ص ۳۶۔۳۷۔

۴۵﴾ چلپی ج ۲ص ۱۵۷۳۔ کحالہ ج ۱۱ص ۳۰۰۔ بغدادی ج ۲ص ۳۶۔۳۷۔

۴۶﴾ چلپی ج ۱ص ۳۳۶۔

۴۷﴾ ایضاً۔

۴۸﴾ بغدادی ج ۲ص ۳۶۔۳۷۔ شبلی، الکلام ج ۲ص ۹۱۔

۴۹﴾ کحالہ ج ۱۱ص ۳۰۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۸ص ۲۳۷۔

۵۰﴾ القرشی ج ۲ص ۱۳۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۸ص ۲۳۷۔

۵۱﴾ طاش کبری زادہ ج ۲ص ۲۱۔

۵۲﴾ ابوعذبہ، الحسن بن عبدالحسن: الروضۃ البھیۃ فیما وقع بین الاشاعرۃ والماتریدیہ۔ طبع حیدر آباد دکن ۱۳۲۲ھ ص ۳۔

۵۳﴾ شبلی، الکلام ج ۲ص ۹۱۔ ابوعذبہ کا یہ کہنا کہ "الماتریدی کے علم الکلام کو الاشعری کے مقابلے میں زیادہ شہرت و ناموری حاصل نہ ہو سکی" ہمارے نزدیک محل نظر ہے اور ابوعذبہ کا یہ کہنا بھی کہ "ایسے بلاد اسلامیہ جہاں فقہ حنفی رائج ہوئی وہاں بھی علم الکلام میں امام اشعری کی پیروی کی جاتی رہی" (ابوعذبہ ص ۴۔۵)، حقائق سے لگا نہیں کھاتا۔

۵۴﴾
۱) اشیاء کا حسن و قبح عقلی ہے۔ ۲) خدا کسی کی مالا یطاق تکلیف نہیں دیتا۔
۳) خدا ظلم نہیں کرتا اس کا ظالم ہونا عقلاً محال ہے۔ ۴) خدا کے تمام افعال مصالح پر مبنی ہیں۔
۵) آدمی کو اپنے افعال پر قدرت و اختیار حاصل ہے اور یہ قدرت اُن افعال کے وجود میں اثر رکھتی ہے۔
۶) ایمان کم اور زیادہ نہیں ہوتا۔ ۷) زندگی سے ناامیدی کی حالت میں بھی توبہ قبول ہے۔
۸) حواس خمسہ سے کسی چیز کا محسوس کرنا علم نہیں بلکہ ذریعہ علم ہے۔
۹) اعراض کا اعادہ نہیں ہو سکتا۔ (شبلی، الکلام، ج ۲ص ۹۲)

www.toobaaelibrary.com

اشعری نے درج بالا تمام مسائل میں امام ماتریدی سے اختلاف کیا ہے (ایضاً)

﴿۵۵﴾ القرشی ان کی تاریخ وفات کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیخ ابی الحسن علی الحنفی کی تحریر میں یہ روایت دیکھی ہے اور یہی بات کہ ابو منصور ۳۳۳ھ میں فوت ہوئے ہمارے شیخ قطب الدین عبدالکریم کی تحریر میں بھی ہے۔ (القرشی ج ۲ ص ۱۳۰۔۱۳۱ نمبر ۳۹۷) الماتریدی کی تاریخ وفات بالاتفاق ۳۳۳ھ ہے۔ چلپی نے باقی جگہوں کے علاوہ صرف ایک جگہ ۳۳۲ھ ان کا سن وفات لکھا ہے۔ (چلپی ج ۲ ص ۱۴۰۶) جو ہمارے خیال میں کتابت/طباعت کی غلطی ہے۔

﴿۵۶﴾ سمعانی ج ۸ ص ۱۸۷۔۱۸۸۔

﴿۵۷﴾ ایضاً ج ۸ ص ۱۹۱۔

﴿۵۸﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۱۳۔

﴿۵۹﴾ ابن جوزی، ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد م ۵۹۷ھ: المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، دارالکتب العلمیہ بیروت طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔ ج ۱۴ ص ۴۹ نمبر ۲۴۷۹۔

﴿۶۰﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۱۳ حاشیہ نمبر ۲۔

﴿۶۱﴾ والی الناحیہ۔

﴿۶۲﴾ سمعانی ج ص ۱۸۸۔

﴿۶۳﴾ ایضاً ج ۸ ص ۱۸۹۔

﴿۶۴﴾ ایضاً۔

﴿۶۵﴾ ایضاً ج ۸ ص ۱۹۱۔

﴿۶۶﴾ ایضاً۔

﴿۶۷﴾ کحالہ ج ۱۱ ص ۱۸۵۔

﴿۶۸﴾ ایضاً۔

﴿۶۹﴾ چلپی ج ۶ ص ۳۷۔

﴿۷۰﴾ زرکلی ج ۷ ص ۲۴۲۔

﴿۷۱﴾ بغدادی ج ۲ ص ۳۷۔

﴿۷۲﴾ مالک رام و مختار الدین احمد (مرتبہ): نذر عرشی، مجلس نذر عرشی نئی دلی، مقالہ بعنوان شمس الآئمہ سرخسی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص ۱۲۷۔ امام محمد کی کتاب الاصل ابھی نہیں چھپی (بجز ایک باب کے) مخطوطہ عاطف (استنبول نمبر ۷۴۲ تا ۷۴۵)۔ مالک رام ص ۱۲۷۔۱۲۸۔

﴿۷۳﴾ ایضاً ص ۱۲۸۔

﴿۷۴﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۳۷۸۔

﴿۷۵﴾ ایضاً۔

﴿۷۶﴾ ٹونکی، محمود حسن خان،: معجم المصنفین، بیروت ۱۳۴۴ھ، ج ۱ ص ۱۵۹۔۱۶۰۔

﴿۷۷﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۳۷۸۔ ھدایہ کی شرح میں جب المبسوط لکھا ہو تو المبسوط السرخسی ہی مراد ہوگا۔ (ایضاً)۔

﴿۷۸﴾ مالک رام ص ۱۲۸۔

﴿۷۹﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۳۷۸۔ سمعانی روایت کرتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ آگ آسمان سے الحاکم شہید کی قبر پر لپکی لیکن کتاب الکافی ان کی قبر اور آگ کے درمیان میں حائل ہوگئی یہاں تک کہ آگ واپس ہوگئی۔ (سمعانی ج ۸ ص ۱۹۲)۔

﴿۸۰﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۶۷۲۔

www.toobaaelibrary.com

۸۱ ایضاً ج ۲ ص ۱۸۵۲۔
۸۲ ایضاً ج ۲ ص ۱۸۵۱۔۱۸۵۲۔
۸۳ سمعانی ج ۸ ص ۱۹۱۔۱۹۲۔ چلپی ج ۲ ص ۱۸۵۱۔۱۸۵۲۔
۸۴ ایضاً ج ۲ ص ۱۸۵۲۔
۸۵ ٹونکی ج ۱ ص ۱۵۹۔۱۶۰ بحوالہ امام کفوی، ترجمہ امام محمدؒ۔
۸۶ چلپی ج ۲ ص ۱۲۰۲۔
۸۷ ایضاً ج ۶ ص ۳۷۔
۸۸ سمعانی ج ۸ ص ۱۹۱۔
۸۹ ایضاً۔
۹۰ سمعانی لکھتے ہیں کہ الحاکم الشہید نے اپنی شہادت کی دعا کی تھی۔ یہ وزیر مملکت تھے۔ ایک دن اپنی قیام گاہ کے پاس شور وغوغا سن کر اپنے اصحاب سے پوچھا کہ یہ کیسا غل ہے۔ انہوں نے بتایا کہ عسکری جمع ہیں اور وہ آپ کو اپنے مشاہرہ کے نہ ملنے کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔ اس پر الحاکم نے اللہ سے استغفار کیا۔ عسکریوں نے انہیں پکڑ لیا مگر ان کے کہنے پر رات بھر کی مہلت دے دی۔ الحاکم نے پوری رات نماز میں گزار دی، صبح ہوئی تو عسکری پھر آ گئے اور انہیں پکڑ لیا۔ سلطان نے اپنا نمائندہ بھیج کر عسکریوں کو ان کے قتل سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے اور انہیں بحالت سجدہ شہید کر دیا۔ (سمعانی ج ۸ ص ۱۹۰۔۱۹۱)۔
۹۱ ایضاً۔
۹۲ خطیب بغدادی، الحافظ ابی بکر احمد بن علی م ۴۶۳ھ: تاریخ بغداد، مطبع السعادۃ مصر۔ طبع اوّل ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۱ء۔ ج ۱۰ ص ۱۲۶۔ زرکلی ج ۴ ص ۲۶۳۔
۹۳ (السُّبَذْمُونی) بضم السین اوفتحها وفتح الباء الموحدة و سكون الذال المعجمة و ضم الميم وفي آخر ها النون۔ (سمعانی ج ۷ ص ۵۷)۔
۹۴ سُبَذْمُون، هذه النسبة الى قرية من قرى بخارى۔ (سمعانی ج ۷ ص ۵۷)۔
۹۵ خطیب ج ۱۰ ص ۱۲۷۔
۹۶ سمعانی ج ۷ ص ۵۷۔
۹۷ ایضاً ج ۷ ص ۵۸۔
۹۸ خطیب ج ۱۰ ص ۱۲۶۔۱۲۷۔
۹۹ القرشی ج ۱ ص ۲۸۹۔۲۹۰ بحوالہ ذہبی المؤتلف۔
۱۰۰ خطیب ج ۱۰ ص ۱۲۶۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان م ۷۴۸ھ: میزان الاعتدال، دار المعرفۃ بیروت۔ بدون سن اشاعت ج ۲ ص ۴۹۶۔
۱۰۱ سمعانی ج ۷ ص ۵۸۔
۱۰۲ فقہ اور فن حدیث میں باوجود جلالت شان کے بعض نے انہیں غیر ثقہ بھی کہا ہے اور یہ بھی کہ انہوں نے مناکیر کی روایت کی ہے۔ (سمعانی ج ۷ ص ۵۷) ذہبی نے ابن جوزی اور ابی سعید الرواس کے حوالے سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ ان پر وضع حدیث کا اتہام تھا۔ (القرشی ج ۱ ص ۲۸۹۔۲۹۰ بحوالہ ذہبی)۔ اس کا جواب عبدالقادر القرشی نے ان الفاظ میں دیا ہے "عبد الله بن محمد اكبر واجل من ابن جوزی و من ابی سعيد الرواس۔" (ایضاً ج ۱ ص ۲۹۰) یعنی عبداللہ بن محمد کا رتبہ ابن جوزی اور ابی سعید الرواس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔
۱۰۳ سمعانی ج ۷ ص ۵۷۔۵۸۔
۱۰۴ القرشی ج ۱ ص ۲۸۹۔۲۹۰

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۰۵﴾ ملاحظہ ہو ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان م ۷۴۷ھ: تذکرۃ الحفاظ، دائرۃ المعارف حیدر آباد، طبع اول ۱۳۳۴ھ ج ۳ ص ۶۸ وفیات ۳۴۰ھ ترجمہ قاسم بن اصبغ۔

﴿۱۰۶﴾ سمعانی ج ۷ ص ۵۸۔

﴿۱۰۷﴾ ابن حجر عسقلانی، حافظ شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی م ۸۵۲ھ: تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ، دائرۃ المعارف النظامیہ، دکن، طبع اول ۱۳۲۴ھ ص ۵۔

﴿۱۰۸﴾ خطیب ج ۱۰ ص ۱۲۷۔ سمعانی ج ۷ ص ۵۸۔

﴿۱۰۹﴾ خوارزمی، محمد بن محمود: جامع المسانید الامام الاعظم، دائرۃ المعارف حیدر آباد سن اشاعت نامعلوم ج ۲ ص ۵۲۵۔

﴿۱۱۰﴾ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۹۶۔

﴿۱۱۱﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۸۳۷۔

﴿۱۱۲﴾ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ بضمن وفیات ۳۴۰ھ تذکرہ وترجمہ قاسم بن اصبغ ج ۳ ص ۶۸۔

﴿۱۱۳﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۸۹ نمبر ۷۶۲۔

﴿۱۱۴﴾ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی: قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، طبع مجتبائی ۱۳۱۰ھ ص ۱۷۱۔

﴿۱۱۵﴾ اصحاب الوجوہ کا درجہ مجتہد فی المذہب اور مجتہد مطلق منتسب کے درمیان کا ہے۔

﴿۱۱۶﴾ نعمانی، عبدالرشید: امام ابن ماجہ اور علم حدیث، نور محمد اصح المطابع کراچی، ص ۲۲ حاشیہ نمبر ۴ بحوالہ شاہ ولی اللہ رسالہ الانتباہ۔

﴿۱۱۷﴾ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ: شرح وقایہ مع حاشیہ عمدۃ الرعایہ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، بدون سن اشاعت، مقدمہ ج ۱ ص ۱۸۔

﴿۱۱۸﴾ ایضاً۔

﴿۱۱۹﴾ کاندھلوی، محمد علی صدیقی: امام اعظم اور علم حدیث، سیالکوٹ، بدون سن اشاعت، ص ۳۶۲۔۳۶۳۔

﴿۱۲۰﴾ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفعۃ ص ۵۔

﴿۱۲۱﴾ بغدادی ج ۱ ص ۴۴۵۔

﴿۱۲۲﴾ تذکرۃ الحفاظ للذہبی میں مخلد کی جگہ غلطی سے احمد طبع ہوگیا ہے ملاحظہ ہو ترجمہ محمد بن احمد۔

﴿۱۲۳﴾ ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی م ۸۵۲ھ: لسان المیزان۔ دائرہ معارف نظامیہ۔ حیدر آباد طبع اوّل ۱۳۳۱ھ، ج ۵ ص ۳۷۵۔

﴿۱۲۴﴾ خطیب ج ۲ ص ۱۸۸۔

﴿۱۲۵﴾ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳ ص ۵۵۔

﴿۱۲۶﴾ الکوثری، محدث محمد زاہد بن الحسن: تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابن حنیفہ من الاکاذیب، مصر طبع اول ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء، ص ۱۵۶۔

﴿۱۲۷﴾ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳ ص ۱۷۲۔

﴿۱۲۸﴾ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفعۃ ص ۶۔

﴿۱۲۹﴾ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳ ص ۱۷۸۔

﴿۱۳۰﴾ ذہبی، میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۵۴۷۔

﴿۱۳۱﴾ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفعۃ ص ۶۔

﴿۱۳۲﴾ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳ ص ۲۷۵۔

﴿۱۳۳﴾ الکوثری، تانیب، ص ۱۵۶۔

﴿۱۳۴﴾ خوارزمی ج ۱ ص ۵۔۶۔ الکوثری، تانیب، ص ۱۵۶۔

www.toobaaelibrary.com

۱۳۵ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳ ص ۱۴۳۔

۱۳۶ الکوثری، تانیب ص ۱۵۶۔

۱۳۷ کاندھلوی ص ۳۶۷۔

۱۳۸ خوارزمی ج ۱ ص ۵۔ الکوثری، تانیب، ص ۱۵۶۔

۱۳۹ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، وفیات ۵۳۵ھ۔

۱۴۰ خوارزمی ج ۲ ص ۲۹۳۔

۱۴۱ ملاحظہ ہو خطیب ج ۹ ص ۳۵۱۔

۱۴۲ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، ج ۳ ص ۲۱۲۔

۱۴۳ خوارزمی ج ۲ ص ۴۸۷۔

۱۴۴ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ج ۴ ص ۱۱۸۔

۱۴۵ کاندھلوی ص ۳۷۱ بحوالہ ڈاکٹر کرد علی مقدمہ تاریخ دمشق۔

۱۴۶ کاندھلوی ص ۳۷۲ بحوالہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ انسان العین، ص ۱۸۳۔

۱۴۷ الکوثری، تانیب، ص ۱۵۶۔

۱۴۸ ایضاً۔

۱۴۹ (الھِندُوَانی) بکسر الھاء و سکون النون وضم الدال المھملة و فتح الواو بعدھا الف وفی آخرھا النون۔ (سمعانی ج ۱۳ ص ۴۳۲)۔

۱۵۰ بلخ کے اس محلے میں ہندوستان سے غلام لا کر بیچے جاتے تھے۔ اس نسبت سے اسے ہندوانی کہتے تھے۔ (سمعانی ج ۱۳ ص ۴۳۲)۔

۱۵۱ ایضاً۔

۱۵۲ القرشی ج ۲ ص ۶۸ نمبر ۲۱۱۔

۱۵۳ سمعانی ج ۱۳ ص ۴۳۲۔

۱۵۴ ایضاً۔

۱۵۵ ایضاً ج ۱۳ ص ۴۳۲۔۴۳۳۔

۱۵۶ ایضاً۔

۱۵۷ ایضاً۔ القرشی ج ۲ ص ۶۸ نمبر ۲۱۱۔

۱۵۸ قرشی لکھتے ہیں "وافتی بالمشکلات و شرح المعضلات و کشف الغوامض" (ایضاً ج ۲ ص ۶۸ نمبر ۲۱۱)۔

۱۵۹ ایضاً۔

۱۶۰ ایضاً۔

۱۶۱ سمعانی ج ۱۳ ص ۴۳۳۔

۱۶۲ چلپی ج ۶ ص ۴۷۔ کحالہ ج ۱۰ ص ۲۴۴۔ بغدادی ج ۲ ص ۴۷۔

۱۶۳ چلپی ج ۱ ص ۴۶۔۴۷۔

۱۶۴ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۰۰۔

۱۶۵ ایضاً ج ۱ ص ۵۶۱۔۵۶۲۔

۱۶۶ چلپی نے امام جصاص کے نام کے سلسلہ میں بربنائے مغالطہ یا کسی اور سبب سے بار بار بیانات تبدیل کئے ہیں: مثلاً احکام القرآن کے ذکر میں ان کا نام "محمد بن احمد المعروف الرازی م ۳۷۰ھ" لکھا ہے (چلپی ج ۱ ص ۲۰)، اصول الفقہ کے تذکرہ

www.toobaaelibrary.com

میں "ابی بکر احمد بن علی المعروف الجصاص الرازی م ۳۷۰ھ" لکھا ہے (چلپی ج ۱ص ۱۱۱)، شراح ادب القضاء للخصاف کے ذکر میں "احمد بن علی الجصاص م ۳۷۰ھ" لکھا ہے (ملاحظہ ہو چلپی ج ۱ص ۴۶)، شروح الجامع الصغیر کے تذکرے میں "ابی بکر احمد بن علی المعروف الجصاص الرازی م ۳۷۰ھ" لکھا ہے (چلپی ج ۱ص ۵۶۱-۵۶۲)، شرح مختصر الکرخی کے تذکرے میں "الامام ابوبکر محمد بن علی المعروف جصاص حنفی م ۳۷۰ھ" لکھا ہے (ملاحظہ ہو چلپی ج ۲ص ۱۶۳۵)۔ گویا ان کا نام کہیں احمد بن علی، کہیں محمد بن علی اور کہیں محمد بن احمد لکھا ہے۔ لیکن احمد بن علی ہی صحیح ہے۔

۱۶۷ (جصّاص)" بفتح الجيم و الصاد المشددة المهملة و في آخرها صاداً خرى، هذه النسبة الى العمل بالجص و تبيض الجدران (سمعانی ج ۳ص ۲۸۲)۔

۱۶۸ خطیب ج ۴ص ۳۱۴ عدد ۲۱۱۲۔

۱۶۹ فخر الدین کے لقب سے دو مشہور صاحب تصنیف امام ہیں۔ ایک یہی حنفی احمد بن علی صاحب احکام القرآن اور دوسرے شافعی محمد بن عمر (ولد ۵۴۳ھ/۵۴۴ھ/م ۶۰۶ھ بمقام ھرات)۔ شافعی امام کے ہم لقب ہم نام ایک حنفی امام محمد بن عمر الرازی ابو الفضائل فخر الدین م ۶۵۶ھ بمقام ھرات بھی ہیں۔ (ملاحظہ ہو القرشی ج ۲ص ۴۳۴-۴۳۵ کتاب الجامع)۔

۱۷۰ خطیب ج ۴ص ۳۱۴ نمبر ۲۱۱۲۔

۱۷۱ خطیب ج ۴ص ۳۱۴ نمبر ۲۱۱۲۔ القرشی ج ۱ص ۸۴-۸۵ بحوالہ محدث صیمری۔

۱۷۲ خطیب ج ۴ص ۳۱۴ نمبر ۲۱۱۲۔

۱۷۳ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ص ۲۵۸-۲۵۹۔

۱۷۴ خطیب ج ۴ص ۳۱۴ نمبر ۲۱۱۲۔

۱۷۵ ایضاً۔

۱۷۶ القرشی ج ۱ص ۸۵ نمبر ۱۵۶ پر ان کا نام غلطی سے ابو بکر احمد بن موسیٰ الخوارزمی درج ہو گیا ہے۔ صحیح نام ابو بکر محمد بن موسیٰ الخوارزمی م ۴۰۳ھ ہے۔ (القرشی ج ۲ص ۱۳۵ نمبر ۴۱۵)

۱۷۷ ایضاً ج ۱ص ۸۵ نمبر ۱۵۶۔

۱۷۸ خطیب ج ۴ص ۳۱۵ نمبر ۲۱۱۲۔

۱۷۹ چلپی ج ۱ص ۲۰۔

۱۸۰ ایضاً ج ۲ص ۱۳۳۵۔

۱۸۱ ایضاً ج ۲ص ۱۶۲۷-۱۶۲۸۔

۱۸۲ ایضاً ج ۱ص ۵۶۱-۵۶۲۔

۱۸۳ ایضاً ج ۲ص ۲۳۲۔

۱۸۴ ایضاً ج ۱ص ۱۱۱۔ سرکیس ج ۱ص ۶۹۸-۶۹۹۔ زرکلی ج ۱ص ۱۶۵ بحوالہ تاج التراجم و جواہر المضیہ۔ کحالہ ج ۲ص ۷-۸۔

۱۸۵ القرشی ج ۱ص ۸۴-۸۵ نمبر ۱۵۶۔

۱۸۶ چلپی ج ۱ص ۴۶-۴۷۔ کحالہ ج ۱ص ۷-۸۔ کحالہ نے اس کتاب کا نام "شرح کتاب الخصاف فی ادب القاضی" لکھا ہے (ایضاً)۔

۱۸۷ سرکیس ج ۱ص ۶۹۸-۶۹۹۔

۱۸۸ احکام القرآن طبع بکلیسلی رفعت، استنبول ۱۳۳۵ھ، ۱۳۳۸ھ، قاہرہ ۱۳۴۷ھ۔ یہ کتاب تین (۳) جلدوں میں ہے۔ (سرکیس ج ۱ص ۶۹۸-۶۹۹)

۱۸۹ یعنی کتاب الاصول۔ یہ محمد بن الحسن الشیبانی کی الجامع الکبیر کی شرح ہے۔

۱۹۰ الطحاوی کی "المختصر فی الفقہ" کی شرح جو اس کی شروح میں سب سے قدیم ہے۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۹۱ اس کے اقتباسات الطحاوی کی کتاب اختلاف الفقہاء سے دیکھئے۔
﴿۱۹۲ چلپی ج۱ص۲۰۔
﴿۱۹۳ القرشی ج۱ص۸۴۔۸۵نمبر۱۵۶۔
﴿۱۹۴ چلپی ج۱ص۴۶۔۴۷۔
﴿۱۹۵ چلپی ج۱ص۱۱۱۔
﴿۱۹۶ چلپی ج۲ص۱۰۳۲۔
﴿۱۹۷ چلپی نے ان کا سن وفات ۳۷۳ھ لکھا ہے (چلپی ج۱ص۵۶۱۔۵۶۴۔) جو کہ صحیح نہیں۔ صحیح ۳۸۳ھ ہے۔
﴿۱۹۸ چلپی ج۱ص۵۶۱۔۵۶۴۔
﴿۱۹۹ ان کے ایک ہم نام نصر ابو اللیث الحافظ السمر قندی مشہور حنفی فقیہہ تھے۔ یہ نصر ابو اللیث الحافظ السمر قندی مشہور تھے جبکہ زیر بحث نصر امام الھدیٰ کے لقب سے مشہور تھے۔ نصر ابو اللیث الحافظ السمر قندی کا ذکر ہم نے اس باب کے ضمیمہ میں کیا ہے۔
﴿۲۰۰ زرکلی (ج۸ص۳۴۸) اور بغدادی (ج۲ص۴۹۰) کے علاوہ دو جگہ چلپی (ج۱ص۴۸۷و ج۲ص۱۹۸۱) نے بھی ان کا سن وفات ۳۷۳ھ، ۳۷۵ھ اور ۳۷۶ھ لکھا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ ان کا سن وفات ۳۸۳ھ ہے (القرشی ج۲ص۱۹۶نمبر۶۱۰)۔
﴿۲۰۱ ایضاً ج۲ص۱۹۶نمبر۶۱۰ حاشیہ نمبر۱۔
﴿۲۰۲ ٹونکی ج۱ص۱۵۹۔۱۶۰۔ بحوالہ کفوی اعلام الاخیار۔
﴿۲۰۳ القرشی ج۲ص۱۹۶نمبر۶۱۰۔
﴿۲۰۴ لکھنوی ص۹۲۔
﴿۲۰۵ زرکلی ج۸ص۳۴۸۔۳۴۹۔
﴿۲۰۶ بغدادی ج۲ص۴۹۰۔
﴿۲۰۷ کحالہ ج۱۳ص۹۱۔
﴿۲۰۸ ملاحظہ ہو چلپی ج۱ص۳۰۷وایضاً ج۱ص۴۸۷وایضاً ج۱ص۵۶۳وایضاً ج۲ص۱۹۸۱وایضاً ج۱ص۲۴۳وایضاً ج۲ص ۱۱۸۷۔
﴿۲۰۹ ایضاً ج۱ص۳۰۷۔
﴿۲۱۰ ایضاً ج۱ص۴۸۷۔
﴿۲۱۱ ایضاً ج۱ص۲۴۳۔
﴿۲۱۲ ایضاً ج۲ص۱۹۸۱۔
﴿۲۱۳ چلپی ج۱ص۲۴۳۔
﴿۲۱۴ ایضاً ج۲ص۱۱۸۷۔
﴿۲۱۵ (المَرْوَزی) بفتح المیم والواو بینهما الراء الساکنة و فی آخرها الزای هذه النسبة إلی مرو شاهجهان (سمعانی ج۱۲ص۲۰۷)۔ اسے "الشاہ جاں" بھی کہتے ہیں یعنی شاہ جانی، بادشاہوں کے ٹھہرنے کی جگہ (ایضاً)۔
﴿۲۱۶ (الطَّبری) بفتح الطاء المهملة والباء المنقوطة بنقطة بعد هاراء مهملة، هذه النسبة الی طبرستان، وهی آمل وولا یتها" (سمعانی ج۹ص۳۹)۔ قاضی ابوبکر الانصاری کہتے ہیں کہ یہ تبرستان ہے (ایضاً)۔
﴿۲۱۷ القرشی ج۱ص۶۵۔۶۶نمبر۱۰۳۔
﴿۲۱۸ ابن جوزی ج۱۴ص۳۲۳۔۳۲۴۔

www.toobaaelibrary.com

۲۱۹﴾ القرشی ج ۱ ص ۶۵ـ۶۶ نمبر ۱۰۳۔
۲۲۰﴾ خطیب ج ۴ ص ۱۰۷۔
۲۲۱﴾ القرشی ج ۱ ص ۶۵ـ۶۶ نمبر ۱۰۳۔
۲۲۲﴾ ایضاً۔
۲۲۳﴾ ایضاً۔
۲۲۴﴾ ایضاً بحوالہ ابوسعد الادریسی تاریخ سمرقند۔
۲۲۵﴾ ابن جوزی ج ۱۴ ص ۳۲۳ـ۳۲۴ وفیات ۳۷۷ھ۔
۲۲۶﴾ ایضاً۔
۲۲۷﴾ القرشی ج ۱ ص ۶۵ـ۶۶ نمبر ۱۰۳۔
۲۲۸﴾ ایضاً ج ۱ ص ۷۰ـ۷۱ نمبر ۱۱۷۔
۲۲۹﴾ ایضاً بحوالہ ابوسعد الادریسی تاریخ سمرقند۔
۲۳۰﴾ ایضاً۔
۲۳۱﴾ (خَیـراخَـری) بـفـتـح الـخـاء بـن الـمـعـجـمتيـن و اليـاء الـمـسـكـونة الـمـنـقـوطة مـن تـحـتـهـا وفـتـح الـراء الاولـى و كـسـر الاخـرى نسبة الـى قـرية خيـر اخـر مـن قـرى بـخـارى بـقـرب الزندنی۔ (سمعانی ج ۵ ص ۲۵۳ـ۲۵۴۔القرشی ج ۱ ص ۷۲ نمبر ۱۲۱)۔
۲۳۲﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج ۱ ص ۲۸۰ نمبر ۷۴۶۔
۲۳۳﴾ ایضاً ج ۱ ص ۷۲ نمبر ۱۲۱۔
۲۳۴﴾ سمعانی ج ۵ ص ۲۵۴۔
۲۳۵﴾ ایضاً ج ۵ ص ۲۵۴ـ۲۵۵۔القرشی ج ۱ ص ۷۲ نمبر ۱۲۱۔
۲۳۶﴾ (النَّسَفی) بـفـتـح الـنـون و السيـن الـمـهـمـلة و كـسـر الـفـاء، هـذه النسبة الـى نسف وهـى مـن بلاد ماوراء النهر يقال نخشب۔(سمعانی ج ۱۳ ص ۹۲)۔
۲۳۷﴾ (بَـزْدَة) بـفـتـح البـاء الـمـنـقـوطة بـواحـدة و سـكـون الـزاى وفـى آخـرهـا الـدال الـمـهـمـلة، نسبة الى بزدة وهى من اعمال نسف (سمعانی ج ۲ ص ۲۰۸)۔
۲۳۸﴾ القرشی ج ۱ ص ۷۷ نمبر ۱۴۱۔
۲۳۹﴾ ایضاً ج ۱ ص ۷۷ـ۷۸ نمبر ۱۴۱۔
۲۴۰﴾ سمعانی ج ۱۳ ص ۳۲۹۔القرشی ج ۱ ص ۷۸ نمبر ۱۴۲۔
۲۴۱﴾ (الـوَزْغَـجَـنـى) بـفـتـح الـوا و سـكـون الـزاى و فـتـح الـغـيـن الـمـعـجـمة و سـكـون الـجـيـم و فى آخرها النون، هذه السنبة الى وزغجن، و هى من قرى ماوراء النهر وظنى انها من نواحى نسف۔ (سمعانی ج ۱۳ ص ۳۲۹)۔
۲۴۲﴾ ایضاً۔
۲۴۳﴾ چلپی ج ۵ ص ۶۹۔
۲۴۴﴾ ایضاً۔
۲۴۶﴾ محلته كبيرة بنيشا پور۔ (سمعانی ج ۳ ص ۴۴۴) اسے کلاباذ بھی کہتے تھے (ایضاً)۔
۲۴۷﴾ سمعانی ج ۳ ص ۴۴۴ـ۴۴۵۔
۲۴۸﴾ ایضاً۔ القرشی ج ۱ ص ۲۰۷ نمبر ۱۰۵۔

www.toobaaelibrary.com

۲۴۹ سمعانی ج ۳ ص ۴۴۴۔۴۴۵۔
۲۵۰ القرشی ج ۱ ص ۱۰۷ نمبر ۲۱۲۔
۲۵۱ ایضاً۔
۲۵۲ ایضاً ج ۱ ص ۱۰۷۔۱۰۸۔
۲۵۳ ایضاً ج ۱ ص ۱۰۸۔
۲۵۴ ایضاً۔
۲۵۵ ایضاً ج ۱ ص ۱۰۸۔۱۰۹۔
۲۵۶ ایضاً ج ۱ ص ۱۰۷۔
۲۵۷ چلپی ج ۵ ص ۶۴۔
۲۵۸ (المُزَني) بضم الميم و فتح الزاى و في آخرها النون مزنثة، و هي قرية من قرى سمرقند ۔(سمعانی ج ۱۲ ص ۲۳۰)۔
۲۵۹ (التَبّان) بفتح التاء المنقوطة من فوق نقطتين و تشديد الباء الموحدة والنون بعد الألف هذه نسبة الى بيع التبن۔ (سمعانی ج ۳ ص ۱۳) والمنسوب اليه ابو العباس احمد بن هارون بن ابراهيم امام اهل الرأى بنيشا پور۔(ایضاً)۔
۲۶۰ سمعانی ج ۸ ص ۳۴۔ القرشی ج ۱ ص ۱۸۳ نمبر ۴۱۸۔ وایضاً ج ۱ ص ۱۲۹۔۱۳۰ نمبر ۲۷۰۔
۲۶۱ (الشَامَاتی) بفتح الشين المعجمة و في آخر الكلمة تاء منقوطة من فوقها فنقطتين، هذه النسبة الى الشامات۔ (سمعانی ج ۸ ص ۳۱)۔ یہ دو جگہوں کے نام ہے، ایک ارباعِ نیشاپور اور دوسرا نواحِ کرمان کا قریہ (سمعانی ج ۸ ص ۳۱، ۳۲) ۔"وقد تسمى بلاد الشام بذالك، وقيل بسير جان، مدينة كرمان رستاق على ستة فراسخ منها من ناحية الجبل يقال لها الشامات، قال ابن طاهر: الشامات قرية من قرى سير جان من كرمان على ستة فراسخ، والشامات أيضاً من نواحي بينشا پور كوره كبيرة ۔ (یاقوت حموی، شهاب الدين ابي عبدالله ياقوت بن عبدالله الحموی الرومی البغدادی م ۶۲۶ھ: معجم البلدان، مطبعۃ السعادۃ مصر، طبع اول ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء، ج ۵ ص ۲۱۶-۲۱۷)۔
۲۶۲ ملاحظہ ہو القرشی ج ۲ ص ۴۰ نمبر ۱۳۲۔
۲۶۳ ایضاً ج ۱ ص ۹۹-۱۰۰ نمبر ۱۹۵۔
۲۶۴ ایضاً ج ۱ ص ۱۸۳ نمبر ۴۱۸۔
۲۶۵ ایضاً۔
۲۶۶ سمعانی ج ۸ ص ۳۴۔
۲۶۷ ایضاً ج ۱۲ ص ۳۴۔ القرشی ج ۱ ص ۱۹۰ نمبر ۴۳۶۔
۲۶۸ ایضاً
۲۶۹ ایضاً
۲۷۰ چلپی ج ۲ ص ۱۴۲۰۔
۲۷۱ القرشی ج ۱ ص ۱۹۰ نمبر ۴۳۶۔
۲۷۲ چلپی ج ۲ ص ۱۴۲۰۔
۲۷۳ (البُذَیلی) بضم الباء الموحدة وفتح الدال المهملة وسكون الباء المنقوطة من تحتها باثنتين و آخرها اللام هذه النسبة الى بذيل وهو جد (الاشقر) ۔(سمعانی ج ۲ ص ۱۱۶)
۲۷۴ ایضاً۔القرشی [illegible]

www.toobaaelibrary.com

۲۷۵﴾ ایضاً ج۲ص۲۳۸نمبر۷۵۲۔
۲۷۶﴾ ایضاً ج۱ص۲۸۳نمبر۷۵۲۔
۲۷۷﴾ منغ قریۃ من قری بخاری '(القرشی ج۱ص۳۲۶نمبر۸۷۸)۔
۲۷۸﴾ ایضاً۔
۲۷۹﴾ القرشی ج۱ص۳۲۶نمبر۸۷۸۔بحوالہ سمعانی۔
۲۸۰﴾ ایضاً۔
۲۸۱﴾ لکھنوی ص۴۲۔
۲۸۲﴾ چلپی ج۵ص۶۰۷۔
۲۸۳﴾ ایضاً۔القرشی نے ان کا سن وفات ۳۹۸ھ لکھا ہے (القرشی ج۱ص۳۲۶نمبر۸۷۸)۔
۲۸۴﴾ ایضاً ج۱ص۳۳۹-۳۴۰نمبر۹۲۹۔
۲۸۵﴾ ایضاً ج۲ص۳۰نمبر۹۰۔
۲۸۶﴾ القرشی ج۱ص۳۳۹نمبر۹۲۹۔بخارا کی مساجد میں ان کے والد کے لئے امام دعا کرواتے تھے۔(ایضاً)۔
۲۸۷﴾ ایضاً ج۱ص۳۳۹-۳۴۰نمبر۹۲۹۔
۲۸۸﴾ (والشَاهُوی) بفتح الشین المعجمة وضم الهاوفی آخرها الیاء المنقوطةمن تحتها باثنتین هذه النسبةالی شاهو به وهی اسم للحد شاهویه ۔(سمعانی ج۸ص۴۶)۔
۲۸۹﴾ ایضاً۔
۲۹۰﴾ ''وردھارسولا''(القرشی ج۲ص۱۸نمبر۴۷)۔
۲۹۱﴾ سمعانی ج۸ص۴۶۔القرشی ج۲ص۱۸نمبر۴۷۔
۲۹۲﴾ ایضاً۔
۲۹۳﴾ ایضاً ج۲ص۲۱-۲۲نمبر۵۹۔
۲۹۴﴾ ایضاً۔
۲۹۵﴾ ایضاً ج۲ص۲۶نمبر۴۷پر محمد بن احمد موسیٰ بن ازیغہ۔۔۔داُزی البرزالی لکھا ہوا ہے جو کہ غلط ہے۔صحیح نام کے لئے ملاحظہ ہو القرشی ج۲ص۳۵۹ حاشیہ وایضاً ج۱ص۳۷۰نمبر۱۰۲۱۔
۲۹۶﴾ (البَزْدَاذی) بفتح الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها و سکون الزای وفتح الدال المهملة بعد ها الالف وفی آخر ها الذال المعجمة، هذه النسبة الی یزداذ وهذاالاسم" ایزداد" بمعنی هبة الله۔(سمعانی ج۱۳ص۴۹۰)
۲۹۷﴾ محمد بن احمد بن موسیٰ الخازن کے نام سے القرشی نے ایک اور فقیہہ کا ذکر اسی صفحے (یعنی ج۲ص۲۶) پر زیر نمبر۷۵ کیا ہے جو کہ بقول سمعانی حنفی فقیہہ تھے اور سمرقند اور فرغانہ کے قاضی رہے تھے۔انہوں نے ماہ رمضان ۳۶۰ھ میں جبکہ وہ فرغانہ میں قاضی تھے وفات پائی۔ان سے حاکم نے سماع حدیث کیا۔(سمعانی ج۱۳ص۴۹۰-۴۹۱)۔سمعانی نے اول الذکر کو''الخازن''اور ثانی الذکر کو''ایزداذی'' کے باب میں لکھا ہے۔ثانی الذکر کی ممکن ہے محمد بن یزداد سے نسبت ہو۔ان سے الحسن بن احمد الکاتب نے روایت کی۔(القرشی ج۲ص۲۶ حاشیہ نمبر۲۔سمعانی ج۱۳ص۴۹۰-۴۹۱)۔ہمارے خیال میں یہ دونوں ایک ہی ہیں۔
۲۹۸﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج۲ص۳۴نمبر۱۰۵۔سمعانی ج۱۳ص۲۹۰۔
۲۹۹﴾ ایضاً ج۱۳ص۴۹۰-۴۹۱۔والقرشی ج۲ص۲۶نمبر۴۷۔
۳۰۰﴾ ایضاً۔
۳۰۱﴾ سمعانی ج۱۳ص۴۹۰-۴۹۱۔
۳۰۲﴾ القرشی ج۱ص۱۲۸نمبر[illegible]۔ایضاً ج۲ص۲۶نمبر۴۷۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۳۰۳﴾ ایضاً ج ۱ ص ۳۷۰ نمبر ۱۰۲۱۔
﴿۳۰۴﴾ سمعانی ج ۱۳ ص ۴۹۱۔
﴿۳۰۵﴾ ایضاً ج ۱۳ ص ۴۹۰۔ القرشی ج ۲ ص ۲۶ نمبر ۷۴۔
﴿۳۰۶﴾ (الکَمَاری) بفتح الکاف والمیم وفی آخرھا الراء بعد الالف اسم قریۃ بیخاری (سمعانی ج ۱۱ ص ۱۴۴)۔ وذکرہ صاحب الھدایۃ فی الکراھیۃ بفتح الکاف والمیم تشبہ النسبۃ وھی اسم لحد بعض العلماء العلامۃ الکبیر۔ (القرشی ج ۲ ص ۱۰۷ نمبر ۳۲۶)۔
﴿۳۰۷﴾ ایضاً۔
﴿۳۰۸﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۰۷-۱۰۸ نمبر ۳۲۶۔
﴿۳۰۹﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۰۵ نمبر ۵۰۷۔
﴿۳۱۰﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۲ نمبر ۳۴۰۔
﴿۳۱۱﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۰۷-۱۰۸ نمبر ۳۲۶۔
﴿۳۱۲﴾ چلپی ج ۶ ص ۳۲۔
﴿۳۱۳﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۲۹۴۔
﴿۳۱۴﴾ ایضاً۔
﴿۳۱۵﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۱۷ نمبر ۳۵۵۔
﴿۳۱۶﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۱۴ نمبر ۵۳۱۔ "وھو الحسین بن علی بن محمد بن جعفر الصیمری ابو عبداللّٰہ"۔ (ایضاً)۔
﴿۳۱۷﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۷ نمبر ۳۵۵۔
﴿۳۱۸﴾ ایضاً ج ۱ ص ۱۰۷-۱۱۰ نمبر ۳۱۲۔
﴿۳۱۹﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۷ نمبر ۳۵۵۔
﴿۳۲۰﴾ ایضاً ج ۲ ص ۲۲۸-۲۲۹ نمبر ۷۱۶۔
﴿۳۲۱﴾ چلپی ج ۱ ص ۲۰۷۔

❀❀❀❀

www.toobaaelibrary.com

باب ششم

وسط ایشیا میں فقہ حنفی کا ارتقاء (پانچویں صدی ہجری)

رجحانات، سرگرمیاں، ادارے

اپنے مطالعے کے آخری مرحلے میں اب ہمیں پانچویں صدی ہجری میں فقہ حنفی کے ارتقاء کا جائزہ لینا ہوگا۔ یہ دور غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس صدی کا مجموعی مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ کیفیت و کمیت دونوں اعتبار سے اس زمانہ کو فقہ حنفی کے ارتقاء کا انتہائی دور قرار دیا جا سکتا ہے۔ اپنی نوعیت میں یہ عروج ہمہ جہت اور ہمہ صفت بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عروج و ترقی کا سب سے بڑا سبب اگرچہ سرکاری سرپرستی رہا تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سرکاری سرپرستی کے علاوہ کسی مکتبِ فکر کے وہ تمام ادارے جو اس کی توسیع و ترقی کا سبب اور اس کی عام مقبولیت کا باعث ہو سکتے ہیں اس عہد میں اپنے نشو و ارتقاء کی آخری منزل تک پہنچ گئے اور ان کی کارکردگی دو چند ہو گئی۔ اس ضمن میں حنفی مکتبِ فکر کی نمائندہ شخصیات اور ادارات یعنی علماء و فضلاء، فقہاء و قضاۃ و مجتہدین اور صاحبان تخریج و ترجیح کے کمالات منظر عام پر آئے اور ان کی تصنیفات، تالیفات، شروحات، تعلیقات اور اقوال و فتاویٰ کے ساتھ ساتھ ان کے حلقہ ہائے درس و افتاء، سلسلہ ہائے روایت و املاء اور مباحثہ و مناظرہ وغیرہ نے ان کی شہرت دور دور تک پہنچا دی۔ ان کی اہلیت و قابلیت کی ایک دنیا قائل ہو گئی اور یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ مالکی، شافعی، حنبلی، سلفی، امامی و جعفری مکتبہ ہائے فقہ کی موجودگی اور دائرہ ہائے اثر کے پہلو بہ پہلو احناف کا اپنی تاب مقاومت دکھانا، تیز رفتار توسیع و ترقی اور قبولیت عوام و خواص کا باعث ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں بھی وسط ایشیا میں فقہ حنفی کے ارتقاء میں وہی وسعت اور تعمق نہ صرف برقرار رہا بلکہ اس میں مزید گہرائی اور گیرائی پیدا ہوئی۔ درس و تدریس کی مشغولیت، املاء و مناظرہ سلسلہ ہائے روایت کا پھیلاؤ، تصنیف و تالیف اور دیگر بہت سے ایسے اداروں میں فقہاء و علماء کا استغراق و انہماک روز افزوں رہا۔ جس کے نتیجے میں نہ صرف قبولیتِ عوام و خواص دوچند ہوئی بلکہ مقتدر طبقوں میں اس کی تاثیر و نفوذ میں بھی زبردست اضافہ

www.toobaaelibrary.com

ہوا۔ اس طرح فقہ اور اصول فقہ کے ضمن میں یہ صدی نہ صرف مابہ الامتیاز رہی بلکہ کیفیت وکمیت کے اعتبار سے جس قدر شروحات وتعلیقات اور تصنیفات وتالیفات زیر بحث صدی میں ہوئیں اور جس قدر نامور فقہاء اس صدی کے تھے، وہ بھی اپنی جگہ نہایت اہم ہے۔

۱ خلفاء وحکام کی سرپرستی

زیر بحث صدی میں فقہ حنفی کے ارتقاء میں علاوہ دیگر اسباب وعوامل اور اداروں کے ایک بڑا سبب اور عامل (جیسا کہ پہلے کئی بار عرض کیا جا چکا ہے) خلفائے عباسیہ کی سرپرستی رہا ہے۔ یہی صورت حال اس زمانہ میں وسط ایشیا کی آزاد اسلامی حکومتوں مثلاً سلاجقہ وغزنویہ وغیرہ میں بھی جاری رہی۔ ان حکومتوں نے قانوناً اسے سرکاری حیثیت دی۔ اس مذہب کے فقہاء کا سرکاری مناصب پر برابر تقرر کیا جاتا رہا اور عدلیہ کا محکمہ تو گویا ان سے ہی خاص تھا۔

۲ علماء فقہاء ومجتہدین کا کردار

اس دور کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس میں فقہ حنفی کو (جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا) فقہاء وعلماء کی مسلسل و مربوط علمی وفقہی سرگرمیوں کے باعث ایسا عروج حاصل ہوا جو انتہائی قابل قدر اور عظیم الشان ہونے کے ساتھ ساتھ اس عہد کے حالات وظروف کو سامنے رکھتے ہوئے نہایت تعجب انگیز بھی ہے۔ انہوں نے اس طرح تعلیقات وشروحات اور تصنیفات کے انبار لگا دیئے کہ یہ صدی اپنے تصنیفی سرمائے کی بدولت فقہ حنفی کے ارتقاء کی تاریخ میں امتیازی شان کی حامل ٹھہری۔ مثلاً شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد بن الحلوانی م ۴۴۸ھ کی کم وبیش ایک درجن تصنیفات، ابوالعباس الناطفی م ۴۴۶ھ، احمد بن منصور الاسبیجابی م ۴۸۰ھ اور ابوبکر خواہر زادہ م ۴۸۳ھ کی تصنیفات، اور پھر اس صدی کے کیفیت وکمیت میں سب سے بڑے فقیہہ شمس الائمہ سرخسی م ۴۸۳ھ، جنہوں نے دیگر تصنیفات کے علاوہ الحاکم الشہید کی کتاب الکافی کی شرح المبسوط کے نام سے تیس (۳۰) جلدوں میں املاء کرائی وغیرہ وغیرہ۔

اس صدی میں اصول فقہ کے ضمن میں علاوہ دیگر فقہاء اصولیین کے تین نام بہت اہم ہیں۔ ان میں سے ایک تو عبیداللہ بن عمر ابوزید الدبوسی م ۴۳۰ھ ہیں۔ ان کی تصنیف تقویم الادلہ اصول فقہ پر ایک گراں قدر تصنیف ہے، دوسرے فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی م ۴۸۳ھ ہیں۔ ان کی مشہور ومتداول تصنیف کا نام ''اصول بزدوی'' ہے اور تیسرے شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی م ۴۸۳ھ کی تصنیف ''اصول سرخسی'' ہے۔ بعد کے احناف اصولیین نے اصول بزدوی اور اصول سرخسی پر زیادہ اعتماد کیا ہے حتیٰ کہ اگر بزدوی اور سرخسی دونوں کسی امر پر متفق

www.toobaaelibrary.com

ہوجائیں تو کہا جاتا ہے، ''اتفق الشیخان علی هذا القول'' ﴿۱﴾ بعد میں انہی دونوں اماموں کی کتابوں کے مختصرات اور مطولات لکھے گئے اور یہی دونوں کتب آج بھی متداول ہیں۔

زیر بحث صدی میں طبقہ سوم کے فقہاء یعنی مجتہدین فی المسائل بھی شامل تعارف ہیں جن کا ہم گزشتہ باب کے آغاز میں مجملاً ذکر کر چکے ہیں۔ نیز اصحاب تخریج و ترجیح بھی ہیں جنہیں علامہ ابن عابدین نے فقہاء احناف کا چوتھا طبقہ کہا ہے اور ان کا نام اصحاب تخریج رکھا ہے ﴿۲﴾۔ جبکہ ابو زہرہ انہیں اصحاب ترجیح کہتے ہیں ﴿۳﴾

اصحاب تخریج نے ان پیش آمدہ واقعات کے حسب حال استنباط کے لئے کوششیں کیں جو مختلف ادوار میں وقوع پذیر ہوئے۔ ان کے استنباطی احکام انہی قواعد پر مبنی تھے جن کا استخراج انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے نقل کردہ فروعات سے کیا تھا۔ اس اعتبار سے اصحاب تخریج کے کام کے دو پہلو تھے۔

۱) ایسے مناہج عامہ کا استخراج جن کو فقہ حنفی میں اصول استنباط تصور کیا جاتا ہے۔

۲) ان مسائل کے احکام کی تخریج جو صراحۃً فقہ میں مذکور نہیں ہیں ﴿۴﴾۔

اصحاب تخریج نے ضرورت و حاجت یا عرف کے پیش نظر متقدمین سے اختلاف بھی کیا اور یہ صورت زیادہ تر ان مسائل میں رونما ہوئی جو عرف عام پر مبنی ہوتے تھے، اور جب عرف عام میں تغیر واقع ہوا تو گویا فتویٰ میں بھی تبدیلی ناگزیر تھی، یا وہ جن قیاس یا استحسان پر مبنی ہیں وہ عرف سے متاثر ہوتا ہو، یا ایسا عرف ظہور میں آچکا ہو کہ اگر متقدمین فقہاء حیات ہوتے تو وہ بھی اسی عرف کے مطابق فتویٰ دیتے۔ اس لئے کتب فقہ کے ابواب بیوع اور ابواب اجارات میں یہ عبارت ملتی ہے کہ ''ماوراء النہر اور روم کا عرف اس کے مطابق ہے''۔ اسی طرح اجتہادی مسائل عرف کے زیر اثر ہوتے تھے ﴿۵﴾۔ یہ بجائے خود ایک عظیم الشان کام تھا اور اس اعتبار سے انہیں متمم مذہب فقہیہ کہنا چاہیے۔

اصحاب ترجیح نے ائمہ مذاہب کے مختلف اقوال، ان سے ذکر کردہ مختلف روایات میں سے کسی ایک روایت یا قول کو ترجیح دی ہے ﴿۶﴾۔ یہ فقہاء ترجیح کے مختلف طریقوں سے مکمل آگہی رکھتے تھے اور قوی اور اقویٰ روایات میں خط امتیاز کھینچ سکتے تھے۔ ترجیح کا یہ کام یعنی راجح و مرجوح، قوی و ضعیف اور صحیح و سقیم روایات میں امتیاز قائم کرنا، ظاہر ہے نہایت دانش مندی اور احتیاط کا متقاضی تھا اور اصحاب ترجیح اس کی اہلیت و صلاحیت بہ تمام و کمال رکھتے تھے ﴿۷﴾۔

ابو زہرہ لکھتے ہیں:۔

''فقہ حنفی کے اصول و قواعد کی سہولت (اصحاب تخریج و ترجیح کے کام اور) خصوصاً عرف کے قاعدہ نے فقہ حنفی کے دامن میں جدید حوادث کے لئے بڑی وسعت پیدا کر دی اور یہ فقہ لوگوں کے

www.toobaaelibrary.com

احوال وظروف اور زمانہ کے تقاضوں سے لگا کھانے لگی'' ﴿۸﴾۔

۳ حلقہ ہائے مساجد ومدارس

علماء، فقہاء اور مجتہدین کی تصنیفی وتالیفی سرگرمیوں کے علاوہ ان منابر ومساجد اور مدارس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جہاں تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ قضاء وفتاویٰ کے بڑے بڑے ادارے تھے۔ ان اداروں سے وابستہ عظیم شخصیات نے وسط ایشیا میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں غیر معمولی کردار ادا کیا اور نہایت مربوط اور منظم انداز میں مصروف عمل رہے۔ ان کی سرگرمیاں اگرچہ حد شمار سے باہر ہیں تاہم بطور نمونہ ہم اس ضمن میں ان نامور اصحاب کی نشاندہی کریں گے جو ان حلقوں کی سربراہی سرانجام دے رہے تھے، مثلاً محمد بن موسیٰ الخوارزمی م ۴۰۳ھ مدرس مفتی اور شیخ تھے، عتبہ بن خیثمہ م ۴۰۶ھ جن کا لقب ''استاذ الفقہاء والقضاۃ'' تھا، ابو اسحاق الحاکم النوقدی م ۴۳۴ھ ''المدرس المفتی بسمرقند'' تھے، ابوالحسن علی بن ابراہیم السمرقندی الخطیبی م ۴۴۰ھ، الاستاذ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ م ۴۵۳ھ، شیخ الاسلام علی بن الحسین السغدی م ۴۶۱ھ، ''منعکفا علی التدریس'' علی بن عبداللہ الخطیبی م ۴۶۷ھ، ابوثابت مسعود بن عبدالعزیز الرازی م ۴۸۵ھ (مسجد ابی عبداللہ الجرجانی میں مدرس تھے)، ابوسعید البردعی م ۴۹۱ھ، ابوالفوارس طراد بن محمد الزینبی م ۴۹۱ھ، ابوالوضاح محمد بن العلوی م ۴۹۱ھ، (یہ مدرسہ قثم بن عباس سمرقند میں مدرس تھے) اور فخر الاسلام بزدوی کے بھائی ابوالیسر صدر الاسلام بزدوی م ۴۹۳ھ وغیرہ وغیرہ۔

۴ قضاۃ وحکام

وسط ایشیا میں عدل کا محکمہ اور ادارہ احناف سے ہی خاص تھا۔ نیز قاضیوں کی تربیت اور تہذیب کے لئے خاص طور پر کتابیں تالیف کی گئیں۔ ملک کے طول وعرض میں حنفی قضاۃ ہی محکمہ عدل میں لئے جاتے تھے اور یہ معمول کم وبیش ڈھائی صدیوں (دوسری صدی کے نصف آخر اور تیسری اور چوتھی صدی) سے اس صدی تک برابر چلا آرہا تھا۔ چنانچہ حنفی قضاۃ کے سلسلے میں ہمیں ایسے ایسے نامور قاضیوں کے نام ملتے ہیں جن کے دم سے اس ادارہ کی عزت ہوئی اور نام روشن ہوا، مثلاً قاضی بخارا وسمرقند ابو جعفر الاستروشنی م ۴۰۴ھ، قاضی نیشاپور عماد الاسلام صاعد بن محمد الاستوائی م ۴۳۱ھ، قاضی القضاۃ اسماعیل بن صاعد م ۴۴۳ھ، قاضی الحرمین حسین بن احمد م ۴۶۵ھ، قاضی القضاۃ منصور بن اسماعیل بن صاعد م ۴۷۰ھ، قاضی القضاۃ ابوعبداللہ الدامغانی م ۴۷۸ھ، قاضی القضاۃ احمد بن محمد بن صاعد الاستوائی الزینبی م ۴۸۲ھ، قاضی القضاۃ محمد بن عبداللہ الناصحی م ۴۸۴ھ اور قاضی القضاۃ ابوالیسر محمد بن محمد البزدوی م ۴۹۳ھ وغیرہ وغیرہ۔

www.toobaaelibrary.com

۵ مذاکرے، مناظرے

فقہ حنفی کے ارتقاء میں مذاکروں اور مناظروں نے بھی نہایت اہم کردار ادا کیا۔ علماء، فقہاء اور مناظرین نے اس فن پر باقاعدہ رسالے اور کتابیں تحریر کیں اور اپنے طلباء کو اس فن سے برابر آراستہ و پیراستہ کرتے رہے۔ حنفی علماء وفقہاء اور دیگر مذاہب کے علماء وفقہاء کے درمیان جو مناظرے اور مباحثے ہوئے، فقہ حنفی کی عام آگاہی اور قبولیتِ عوام کے ضمن میں ان کے نہایت دور رس اور گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ اس صدی کے مشہور و معروف مناظرین میں سے چند کے نام یہ ہیں:- ابو سعید مسعود الجرجانی م ۴۱۰ھ، ابو کامل احمد بن محمد الأنبرذوانی م ۴۴۹ھ، شیخ الاسلام علی بن الحسین السغدی م ۴۶۱ھ اور ابوالمظفر المستطب بن محمد الفرغانی م ۴۸۶ھ وغیرہ وغیرہ۔

۶ علمی خانوادے

فقہ حنفی میں عروج وترقی کے عام رجحان کا ایک اہم عامل علمی خانوادوں کا ظہور تھا۔ وسط ایشیا میں ایسے بڑے بڑے علمی خانوادے تھے جو پشت در پشت فقہ حنفی کے تسلسل کو برقرار رکھے ہوئے تھے۔ یہ علمی خانوادے باپ، دادا، پردادا سے بھی پہلے سے شروع ہو کر بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں، بھانجوں، نواسوں، پوتوں اور پڑپوتوں وغیرہ تک ممتد تھے۔ ان علمی خانوادوں کا فقہ حنفی کے فروغ وارتقاء میں مسلسل اور مستقل کردار ہے۔ ان کے مستقل ادارے، مدارس، تعلیمی حلقے، وقف (Trust) اور تصنیفی وتالیفی سرگرمیاں تھیں؛ مثلاً ابونعیم الغوبدینی کا خاندان، سیار بن یحییٰ الھروی کا خاندان، ابوسعید التمیمی المروزی م ۴۵۰ھ (ابی سعد عبدالکریم سمعانی صاحب کتاب الانساب کے دادا) کا خاندان، ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یحییٰ الجوزی کا خاندان، ابوبکر النوحی النسفی محمد ابراہیم کا خاندان، قاضی القضاۃ ابی عبداللہ الدامغانی کا خاندان، ابوبکر خواہر زادہ کا خاندان، علی بن عبداللہ الخطیبی اور ابوسعد السرخسی کا خاندان، قصاری، مرغینانی اور التاجر کا خاندان، الاستوائی الزینبی کا خاندان، خاندانِ بزدوی، خاندانِ غیاثی، سمنانی، بسطامی اور ابو ثابت الرازی م ۴۸۵ھ کا خاندان، خاندانِ علوی ابو الوضاح م ۴۹۱ھ، خاندان وزغجنی، نسفی، الکسبوی اور یحییٰ بن عبداللہ ابوصالح القاضی الامام کا خاندان وغیرہ وغیرہ۔

مختصر یہ کہ فقہ حنفی کے فروغ وارتقاء میں مندرجہ بالا اداروں اور عوامل نے موثر ترین کردار ادا کیا۔ عوام و خواص کی جذباتی وعلمی وابستگی اور انسیت اس پر مستزاد تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر جہت ہر سمت فقہ حنفی کا غلغلہ بلند ہو گیا۔ زیر بحث دور میں فقہ حنفی کے فروغ اور ارتقاء کا جائزہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اس دور کے مشاہیر علماء، فقہاء اور نامور مجتہدین کا تعارف پیش نہ کر دیا جائے جو در اصل اس پورے عہد کے حقیقی نمائندے اور

www.toobaaelibrary.com

تمام اسباب وعواملِ ارتقاء کے مرکزی کردار تھے اور فقہ حنفی کے جسد کمال میں روح رواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ اس عہد کے جملہ مشاہیر کا مفصل تذکرہ اس مقالہ میں جگہ نہیں پا سکتا البتہ یہاں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف منتخب مشاہیر و ناموران کا تعارف پیش کر دیا جائے۔

نمائندہ فقہاء

﴿۱﴾ قاضی ابوزید الدبوسی ﴿۹﴾ م۴۳۲ھ

سرزمین سغد کے کبار نامور حنفی فقہاء میں سے ایک عالم کبیر اور عبقری شخصیت قاضی ابوزید الدبوسی عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ کی تھی جو قضاء، علم الخلاف، علم مناظرہ، فتویٰ اور دیگر علوم مختلفہ کے جامع تھے۔ قرشی نے لکھا ہے:-

" کان احد القضاۃ السبعۃ" ﴿۱۰﴾.

قرشی مزید رقمطراز ہیں:-

" واوّل من وضع علم الخلاف" ﴿۱۱﴾.

سمعانی لکھتے ہیں:-

" و کان ممن یضرب بہ المثل فی النظر و استخراج الحجج و الرأی" ﴿۱۲﴾.

یعنی یہ مناظرہ حجج، رائے اور دلیلوں کے استخراج میں ضرب المثل تھے۔

سمرقند میں تالیف و تصنیف اور تدریس وقضاء میں ان کا نام مشہور تھا۔ سمرقند و بخارا میں اِن کے علماء سے مناظرے ہوا کرتے تھے ﴿۱۳﴾۔ علاوہ ان تمام صفات کے قاضی ابوزید الدبوسی کا شمار اپنے وقت کے مشہور اصولین میں ہوتا تھا۔ سمعانی نے ان کی تصانیف میں سے تین کا ذکر کیا ہے ﴿۱۴﴾۔

۱) کتاب الاسرار۔ ۲) تقویم الادلہ۔ ۳) الأمد الاقصیٰ۔

قرشی نے درج بالا تصانیف میں سے صرف مذکورہ بالا دو کے ہی نام دیئے ہیں ﴿۱۵﴾۔

چلپی نے ان کی درج ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

۱) الاسرار فی الاصول والفروع ﴿۱۶﴾۔

۲) الأمد الاقصیٰ۔ (و ھو مشتمل علی حکم و نصائح، اس کی گیارہ جلدیں تھیں) ﴿۱۷﴾۔

۳) الانوار فی الاصول ﴿۱۸﴾۔ ۴) تاسیس النظر فی اختلاف الائمۃ طبع مصر ﴿۱۹﴾۔

۵) تقویم الادلۃ فی الاصول ﴿۲۰﴾۔ ۶) خزانۃ الھدیٰ فی الفتاویٰ ﴿۲۱﴾۔

۷) شرح الجامع الکبیر للشیبانی فی الفروع ﴿۲۲﴾۔

بغدادی نے بھی ابوزید الدبوسی کی درج بالا تمام تصانیف کا ذکر کیا ہے ﴿۲۳﴾۔

www.toobaaelibrary.com

کحالہ نے ابوزید الدبوسی کی تصانیف میں سے درج ذیل کا تذکرہ کیا ہے لیکن نام بجائے عبید اللہ کے عبد اللہ لکھا ہے ﴿۲۴﴾۔

(۱) تقویم الادلۃ۔ (۲) کتاب الاسرار۔ (۳) الأمد الاقصیٰ۔
(۴) تاسیس النظر فی اختلاف الائمہ۔ (۵) الانوار فی الاصول۔

ابوزید الدبوسی کی درج بالا تصانیف میں سب سے مشہور تصنیف تقویم الادلہ ہے جو اصول الشاشی، اصول بزدوی اور اصول سرخسی کی طرح اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی ایک شرح فخر الاسلام بزدوی نے لکھی اور اس کی تلخیص ابوجعفر محمد بن الحسین الحنفی نے کی ﴿۲۵﴾۔

اپنے وقت کے یہ مشہور اصولی اور فقیہہ علامہ ابوزید الدبوسی نے جمعرات جمادی الآخر ۴۳۲ھ میں تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں انتقال کیا ﴿۲۶﴾۔ سمعانی نے ان کی وفات کی ایک روایت ۴۳۰ھ بھی بیان کی ہے ﴿۲۷﴾ جب کہ چلپی نے ان کی تاریخ وفات کہیں ۴۳۰ اور کہیں ۴۳۲ھ لکھی ہے ﴿۲۸﴾۔ بغدادی نے ان کی تاریخ وفات ۴۳۲ھ لکھی ہے ﴿۲۹﴾۔

﴿۲﴾ شمس الائمہ حلوانی ﴿۳۰﴾ م ۴۴۸ھ

شمس الائمہ ابومحمد عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح البخاری الحلوانی، اپنے زمانہ میں رئیس احناف اور بخارا میں اصحاب ابی حنیفہ کے امام تھے ﴿۳۱﴾۔ یہ فقیہہ کبیر اور ''عالما بانواع العلوم'' تھے۔ حدیث میں بھی ان کا مرتبہ بلند تھا ﴿۳۲﴾۔ حلوانی نے صالح بن محمد السجاری، ابی عبداللہ غنجار، ابی سہل احمد بن محمد بن مکی الانماطی سے حدیث روایت کی اور قاضی ابوعلی الحسین بن خضر النسفی سے فقہ حاصل کی ﴿۳۳﴾۔ علامہ حلوانی کا سلسلہ تلمذ مختلف واسطوں سے امام محمد تک پہنچتا ہے۔ حلوانی کے بعد یہ سلسلہ تلمذِ فقہ علاوہ دیگر کے شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، ان کے بھائی صدر الاسلام بزدوی اور شمس الائمہ زرنجری تک منتقل ہوا ﴿۳۴﴾۔ امام حلوانی سے ابی بکر محمد بن الحسن بن منصور النسفی اور ابی الفضل بکر بن محمد الزرنجری نے بھی روایت کی اور فقہ حاصل کی ﴿۳۵﴾۔ امام حلوانی سے عبدالکریم بن ابی حنیفہ الاندقی نے بھی فقہ حاصل کی اور ان سے شرح معانی الآثار عن ابی بکر محمد بن عمر بن حمدان عن الامام ابی ابراہیم محمد بن سعید الترمذی عن الطحاوی بھی روایت کی ﴿۳۶﴾۔ حلوانی سے شرح معانی الآثار کو زرنجری نے بھی سنا اور روایت کیا ﴿۳۷﴾۔

سمعانی اور قرشی نے ان کی تصانیف میں ''المبسوط'' کا ذکر کیا ہے ﴿۳۸﴾۔ چلپی نے ان کی تصانیف میں سے درج ذیل کا ذکر کیا ہے۔

۱) شرح زیادۃ الزیادات، شمس الائمہ حلوانی نے اس کی املاء اپنے شاگردوں کو کرائی تھی ﴿۳۹﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۲) امالی ابی بکر الحلوانی، چلپی نے اس جگہ ان کی کنیت ابی بکر لکھی ہے جب کہ ان کی کنیت ابو محمد تھی۔ عین ممکن ہے کہ ابی بکر اور ابو محمد دونوں ہی ان کی کنیتیں ہوں ﴿۴۰﴾۔

۳) شرح ادب القاضی لابی یوسف ﴿۴۱﴾۔ ۴) شرح الجامع الکبیر للشیبانی فی الفروع ﴿۴۲﴾۔

۵) شرح الحیل الشرعیہ للخصاف ﴿۴۳﴾۔ ۶) شرح کتاب الکسب ﴿۴۴﴾۔

۷) صفتہ اشراط الساعتہ، اس کتاب کی املاء امام حلوانی سے ان کی شاگرد شمس الائمہ سرخسی نے کی ہے ﴿۴۵﴾۔

۸) البسیط فی علم الشروط، چلپی نے اس کتاب کا نام لکھا ہے لیکن مصنف کا نام نہیں لکھا۔ بغدادی نے اسے شمس الائمہ حلوانی کی تصنیف لکھا ہے ﴿۴۶﴾۔

۹) شرح السیر الکبیر للشیبانی۔ ﴿۴۷﴾۔ ۱۰) الفتاویٰ ﴿۴۸﴾۔

۱۱) کتاب النفقات ﴿۴۹﴾۔ ۱۲) مبسوط فی الفروع ﴿۵۰﴾۔

بغدادی نے درج بالا کتب کے علاوہ مزید تین کتابوں کے نام تحریر کئے ہیں ﴿۵۱﴾۔

(۱) رزین مجموع فی الفقہ۔ (۲) کتاب النوادر۔ (۳) واقعات فی الفروع۔

کحالہ نے شمس الائمہ حلوانی کی تصانیف میں سے صرف چھ کا ذکر کیا ہے ﴿۵۲﴾۔

(۱) شرح ادب القاضی للخصاف۔ (۲) الواقعات۔ (۳) شرح الجامع الکبیر۔

(۴) الفتاویٰ۔ (۵) المبسوط۔ (۶) کتاب النفقات:-

چلپی نے شمس الائمہ حلوانی کا سن وفات کہیں ۴۵۶ھ ﴿۵۳﴾ اور کہیں ۴۹۹ھ ﴿۵۴﴾ لکھا ہے۔ بغدادی نے اس کے تتبع میں ان کا سن وفات ۴۵۶ھ لکھ دیا ہے ﴿۵۵﴾۔ قرشی لکھتے ہیں کہ حلوانی ۴۴۹ھ میں کش میں فوت ہوئے ان کی میت بخارا لائی گئی اور بخارا ہی میں انہیں دفن کیا گیا ﴿۵۶﴾۔ سمعانی نے ان کا سن وفات ۴۴۸ھ لکھا ہے اور ایک روایت ۴۴۹ھ میں رحلت کی بھی درج کی ہے ﴿۵۷﴾۔ عصر حاضر کے ممتاز محقق ڈاکٹر حمید اللہ نے ان کا سن وفات ۴۴۸ھ لکھا ہے ﴿۵۸﴾۔

﴿۳﴾ فخر الاسلام بَزْدَوِی ﴿۵۹﴾ م ۴۸۲ھ

علی بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن مجاہد ابوالحسن فخر الاسلام البزدوی ماوراء النہر کے امام کبیر ﴿۶۰﴾، فقیہہ اور استاذ الائمہ تھے ﴿۶۱﴾۔ فخر الاسلام بزدوی، محمد بن محمد بن الحسین صدر الاسلام ابو الیسر البزدوی کے بھائی تھے ﴿۶۲﴾۔ لکھنوی نے فخر الاسلام بزدوی کو ''الامام الکبیر، ''الجامع بین اشتات العلوم'' اور ''امام الدنیا فی الفروع والاصول'' لکھا ہے ﴿۶۳﴾۔

سمعانی نے فخر الاسلام بزدوی کے سوانح لکھے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان سے ان کے صاحب ابو المعالیٰ نصر

www.toobaaelibrary.com

بن منصور المدینی الخطیب نے سمرقند میں ہم سے روایت کی ہے ﴿۶۴﴾۔ سمعانی نے فخر الاسلام بزدوی کے بیٹے ابی ثابت حسن بن علی بن محمد البزدوی سے کتاب المسند، مصنفہ علی بن عبدالعزیز بغوی لکھی۔ ابی ثابت اس کتاب کو اپنے والد سے روایت کرتے تھے ﴿۶۵﴾۔

قرشی نے فخر الاسلام بزدوی کی درج ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے ﴿۶۶﴾:-

(۱) المبسوط۔ (گیارہ جلدیں)۔ (۲) شرح الجامع الکبیر۔ (۳) شرح الجامع الصغیر۔

(۴) اصول فقہ۔ (۵) تفسیر القرآن (ایک سو بیس (۱۲۰) جلدیں)۔

(۶) غناء الفقہ۔

لکھنوی نے ان کی مذکورہ بالا تمام تصانیف کے علاوہ ایک اور کتاب ''الطریقۃ'' کا بھی ذکر کیا ہے ﴿۶۷﴾۔ سمعانی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے ﴿۶۸﴾۔

چلپی نے فخر اسلام بزدوی کی مندرجہ ذیل کتب کا ذکر کیا ہے:-

۱) کنز الوصول الی معرفۃ الرسول ﴿۶۹﴾۔

۲) امالی ﴿۷۰﴾۔

۳) شرح الجامع الکبیر فی الفروع ﴿۷۱﴾۔

۴) سیرۃ المذہب فی صفۃ الادب ﴿۷۲﴾۔

۵) شرح تقویم الادلۃ فی الاصول ﴿۷۳﴾۔

۶) شرح الجامع الصغیر للشیبانی فی الفروع ﴿۷۴﴾۔

۷) شرح زیادۃ الزیادات للشیبانی ﴿۷۵﴾۔

۸) غناء الفقہاء فی الفروع ﴿۷۶﴾۔

۹) کشف الاستار فی التفسیر۔ (ایک سو بیس جلدیں) ﴿۷۷﴾۔

۱۰) المبسوط فخر الاسلام فی الفروع۔ (گیارہ جلدیں) ﴿۷۸﴾۔

۱۱) اصول الامام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی ﴿۷۹﴾۔

بغدادی نے مذکور بالا تصانیف کے علاوہ ''شرح الجامع الصحیح للبخاری'' اور ''تفسیر القرآن'' کا ذکر بھی کیا ہے ﴿۸۰﴾۔ ہمارے خیال میں تفسیر القرآن، کشف الاستار (فی التفسیر) سے علیحدہ کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ بغدادی نے غالباً اس کا مکرر تذکرہ کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ چلپی نے ''فوائد الامام'' ایک کتاب کا ذکر بھی کیا ہے اور مصنفین میں شمس الائمہ سرخسی اور شمس الائمہ حلوانی کا نام دیا ہے ﴿۸۱﴾ جو کہ مبہم ہے۔

www.toobaaelibrary.com

کحالہ نے فخر الاسلام بزدوی کی درج ذیل کتابوں کے نام دیئے ہیں:- ﴿۸۲﴾

(۱) المبسوط (گیارہ جلدیں)۔ (۲) شرح الجامع الکبیر للشیبانی۔

(۳) کشف الاستار فی التفسیر۔ (۴) کنز الوصول الی معرفۃ الاصول۔ (۵) شرح الجامع الصحیح للبخاری۔

فخر الاسلام بزدوی علوم مختلفہ کے جامع تھے ﴿۸۳﴾۔ یہی باعث ہے کہ ان کے کام اور تصنیفی سرمائے کی نوعیت ہمہ جہتی ہے۔ فقیہہ، مفسر، معلم، مدرس، شیخ الحدیث وغیرہ وغیرہ ہونے کے باوجود ان کی اصل حیثیت ایک ماہر اصولی کی ہے۔ اصول فقہ پر فخر الاسلام کی کتاب ایک ایسی مستقل تصنیف ہے جو اپنی نوعیت اور جامعیت میں منفرد اور بے مثال ہے۔ اصول فقہ یقیناً فخر اسلام کا پسندیدہ و مخصوص فن تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے تو اس فن کی ایک مشہور کتاب، ''تقویم الادلہ''، اپنے سے پہلے اصولی عالم عبید اللہ بن عمر ابو زید الدبوسی کی تصنیف، کی شرح لکھی۔ پھر غالباً اسے کافی نہ سمجھتے ہوئے انہوں نے ایک الگ اور مستقل تصنیف کا بیڑا اٹھایا اور اسے پار لگایا۔

اصول بزدوی اسی سلسلے کی تصنیف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے استنباط احکام کے اصول تفصیلاً منقول نہیں ہیں اور نہ ہی اس سلسلے میں حضرت الامامؒ کی کوئی تصنیف ہے۔ امام بزدویؒ نے اپنی کتاب ''الاصول'' میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ سے لے کر اپنے عہد تک کے حنفی فقہی سرمائے (اقوال و فروعات) کا ماہرانہ جائزہ لے کر ان اصولوں کو تلاش کیا ہے جو استنباطِ احکام کرتے وقت لازماً ان کے پیش نظر تھے۔ اس طرح حنفی اصول فقہ کی تاریخ میں بقول ابو زہرہ ''اصول فخر الاسلام بزدوی'' سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور اس پر کسی دوسری کتاب کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ ﴿۸۴﴾

لکھنوی، فوائد البھیہ میں رقمطراز ہیں۔

" قال الجامع قد طالعت اصوله مع شرح الكشف للبخارى و شرح الهداد و الجو نفورى و هو كتاب نفيس معتمد عندالاجلة" . ﴿۸۵﴾

ابو الوفا افغانی لکھتے ہیں کہ بعد کے اصولیین نے اصول بزدوی پر اعتماد کیا ہے۔ ﴿۸۶﴾ چلپی لکھتے ہیں:-

" و هو كتاب عظيم الشان جليل البرهان محتو على لطائف الاعتبارات باوجز العبارت تابى على الطلبة مرامه واستعصى على العلماء زمانه قدانغلقت الفاظه و خفيت رموزه والحاظه فقال جمع من الفحول با عباء توضيحه و كشف خبياته و تلميحه. ﴿۸۷﴾.

یعنی اس کتاب کی جامعیت، رفعتِ شان، باریک و لطیف علمی نکات کی کثرت اور مختصر عبارات کے باعث اس کا سمجھنا طلباء کے لئے مشکل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کثرت سے نامور علماء نے اس کی شروح لکھی ہیں تا کہ اس کے مشکل مقامات کی وضاحت کر کے اس کے الفاظ کی سختی کو نرمی میں بدل کر اس کے اسرار و رموز کو عیاں کر کے اسے طلبہ پر آسان کر دیا جائے۔

www.toobaaelibrary.com

شروحاتِ اصول بزدوی

اصول بزدوی کی شروحات درج ذیل ہیں:-

(۱) شرح الامام حسام الدین حسین بن علی الصغناقی الحنفی م۷۱۰ھ۔ صغناقی نے اس شرح کا نام ''الکافی'' رکھا۔ وہ اس کی شرح سے جمادی الاولیٰ ۷۰۴ھ کے آخر میں فارغ ہوئے ﴿۸۸﴾۔

(۲) اس سلسلے کی ایک شرح جو کہ اب تک شروحات میں سب سے بڑی اور افادیت میں سب پر بازی لے گئی ہے وہ الشیخ الامام علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری الحنفی م۷۳۰ھ کی شرح ہے۔ اس شرح کا نام ''کشف الاسرار'' ہے۔﴿۸۹﴾۔

(۳) شرح الشیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی الحنفی م۷۸۶ھ۔ اس شرح کا نام ''التقریر'' ہے﴿۹۰﴾۔

(۴) شرح الشیخ ابی المکارم احمد بن حسن الجار پردی م۷۴۶ھ﴿۹۱﴾۔

(۵) شرح الشیخ قوام الدین الاتراری الحنفی م حدود ۷۰۰ھ﴿۹۲﴾۔

(۶) شرح الشیخ ابوالبقاء محمد بن احمد بن الضیاء المکی الحنفی م۸۵۴ھ﴿۹۳﴾۔

(۷) شرح الشیخ عمر بن عبدالمحسن الارزنجانی۔ یہ شرح دو جلدوں میں ہے﴿۹۴﴾۔

(۸) اصول بزدوی کی مختصر تعلیقات میں سے ایک تعلیق جلال الدین رسولا بن احمد التبانی الحنفی م۷۱۳ھ کی ہے﴿۹۵﴾۔

(۹) اصول بزدوی کی ایک نامکمل شرح الشیخ شمس الدین محمد بن حمزہ الفناری م۸۳۴ھ نے لکھی اور یہ صرف دیباچہ ہی ہے﴿۹۶﴾۔

(۱۰) اصول بزدوی کے ایک شارح علاء الدین علی بن محمد الشہیر مصنفك م۸۷۵ھ ہیں۔ ان کی شرح کا نام ''التحریر'' ہے﴿۹۷﴾۔

(۱۱) اصول بزدوی کی ایک اور شرح المولیٰ محمد بن فرامرز الشہیر ملا خسرو م۸۸۵ھ نے کی ہے﴿۹۸﴾۔

(۱۲) الشیخ قاسم بن قطلو بغا الحنفی ۸۷۹ھ نے بھی اس کی ایک شرح لکھی ہے اور اس کی احادیث کی تخریج کی ہے﴿۹۹﴾۔

اصول بزدوی کی دو اور شرحیں بھی ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۳) الموضح۔ ۱۴) الشافی۔﴿۱۰۰﴾۔

فخر الاسلام بزدوی بروز جمعرات ۵ رجب ۴۸۲ھ میں کش میں راہی ملک عدم ہوئے۔ ان کی میت سمرقند لائی گئی اور یہیں باب المسجد میں ان کی تدفین ہوئی﴿۱۰۱﴾۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۴﴾ الامام ابی بکر خُواہَر زادہ ﴿۱۰۲﴾ م ۴۸۳ھ

محمد بن الحسین ﴿۱۰۳﴾ بن محمد بن الحسین القدیدی ﴿۱۰۴﴾ البخاری المعروف ابی بکر خُواہَر زادہ کا شمار ماوراء النہر کے کبار علماء اور فاضل فقہا میں ہوتا تھا۔ خواہرزادہ اپنے وقت کے مشہور امام القاضی ابی ثابت محمد بن احمد البخاری کے بھانجے تھے اور تمام فنون کے عالم اور حافظ تھے ﴿۱۰۵﴾۔ سمعانی لکھتے ہیں:-

"کان اماما فاضلافی مذهب ابی حنیفة" ﴿۱۰۶﴾.

ایک اور جگہ سمعانی رقمطراز ہیں:-

"امام فاضل عارف بمذهب ابی حنیفة" ﴿۱۰۷﴾.

قرشی لکھتے ہیں:-

"ابو بکر محمد بن الحسین وله طریقة حسنة معتبرة و کان من عظماء ماوراء النهر" ﴿۱۰۸﴾.

ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں انہیں "طبقة الخامسة و العشرین" میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے:-

"خُوَاهَرزاده شیخ الحنیفة بما وراء النهر و نعمان الوقت ابو بکر خُوَاهَرزاده واسمه محمد بن الحسین العدیدی البخاری" ﴿۱۰۹﴾.

خُواہَر زادہ نے اپنے والد ابوعلی اور ابوالفضل منصور بن نصر بن عبدالرحیم الاکاغذی سے روایت کی اور ان سے ابوعمرو عثمان بن علی بن محمد البیکندی نے روایت کی ہے ﴿۱۱۰﴾۔ انہوں نے بخارا ہی میں رہائش رکھی اور یہیں درس وتدریس میں انہماک ظاہر کیا اور املاء کرائی۔﴿۱۱۱﴾۔

قرشی نے ان کی درج ذیل کتب کے نام دیئے ہیں ﴿۱۱۲﴾۔

(۱) المختصر۔ (۲) التجنیس۔ (۳) المبسوط، (المعروف، بمبسوط بکر خُواہَر زادہ)۔

(۴) اس کے علاوہ خُواہَر زادہ نے مشہور کتب فتاویٰ کے حواشی بھی تحریر کئے۔

چلپی نے خُواہَر زادہ کی درج ذیل کتب کا تذکرہ کیا ہے۔

۱) شرح ادب القاضی لابی یوسف ﴿۱۱۳﴾۔

۲) شرح الحیل الشرعیة للخصاف ﴿۱۱۴﴾۔

۳) مبسوط خُواہَر زادہ، (پندرہ جلدیں، وقیل لہ مبسوطان) ﴿۱۱۵﴾۔

۴) تجنیس خُواہَر زادہ، (فی الفروع) ﴿۱۱۶﴾۔

۵) شرح الجامع الکبیر للشیبانی فی الفروع ﴿۱۱۷﴾۔ ۶) الفتاویٰ ﴿۱۱۸﴾۔

بغدادی نے درج بالا کتب میں ایک کتاب "شرح مختصر القدوری" کا اضافہ کیا ہے ﴿۱۱۹﴾۔

www.toobaaelibrary.com

کحالہ نے خواہرزادہ کی تصانیف میں سے صرف تین کا ذکر کیا ہے ﴿۱۲۰﴾۔

(۱) المبسوط، (پندرہ جلدیں)۔ (۲) شرح الجامع الکبیر للشیبانی، (فی الفروع الفقہ الحنفی)۔

(۳) شرح المختصر القدوری، (فی الفروع الفقہ الحنفی)۔

امام محمد بن الحسین ابوبکر خواہرزادہ بروز جمعۃ المبارک ۲۵ جمادی الاولیٰ ۴۸۳ھ میں بخارا میں راہی ملک عدم ہوئے ﴿۱۲۱﴾۔

﴿۵ شمس الائمہ سرخسی ﴿۱۲۲﴾ م ۴۸۳ھ

عظیم حنفی فقیہہ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن ابی سہل احمد السرخسی پانچویں صدی ہجری کے آغاز (۴۰۰ھ) پر پیدا ہوئے ﴿۱۲۳﴾ اور اسی صدی کے اختتام سے سترہ برس قبل ۴۸۳ھ میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ سرخسی غالباً سرخس کے مردم خیز خطے میں پیدا ہوئے اور یہیں کی نسبت سے سرخسی مشہور ہوئے ﴿۱۲۴﴾۔ شمس الائمہ دراصل ان کے استاد عبدالعزیز الحلوانی کا لقب تھا جو ۴۴۸ھ میں فوت ہوئے تو ان کی مسندِ درس سرخسی نے سنبھالی اور اس طرح اپنے استاد کے لقب کے بھی اپنے علم و فضل کی وجہ سے یہی وارث ہوئے ﴿۱۲۵﴾۔

قرشی، سرخسی کے سوانح کے آغاز میں ان کا تذکرہ عظیم القابات اور رفیع الشان نسبتوں سے کرتے ہیں؛ مثلاً "الامام الکبیر"، "شمس الائمہ"، "صاحب المبسوط" اور "احد الفحول الائمۃ الکبار اصحاب الفنون" ﴿۱۲۶﴾۔

قرشی مزید لکھتے ہیں:۔

"کان اماما علامۃ حجۃ متکلما فقیہا اصولیا مناظرا" ﴿۱۲۷﴾۔

گویا سرخسی ایک پہلودار عبقری شخصیت کے حامل اور علوم و فنون کے جامع تھے۔

سرخسی دس سال کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ جو تاجر تھے بغداد آئے، اس کے بعد یہ واپس اپنے وطن سرخس چلے گئے۔ سرخسی کے زمانہ طالب علمی میں بخارا امام عبدالعزیز الحلوانی کی علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا اور حلوانی یہاں درس دیتے تھے ﴿۱۲۸﴾۔ قرشی لکھتے ہیں:۔

"لزم الامام شمس الائمہ ابا محمد عبدالعزیز الحلوانی" ﴿۱۲۹﴾۔

سرخسی نے امام حلوانی سے ہی احادیث کی تخریج کی ﴿۱۳۰﴾ اور جلد ہی لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بن گئے۔ انہوں نے اپنے استاد کی کتابوں سے استفادہ کیا اور علمائے فن سے مناظرے کئے ﴿۱۳۱﴾۔ اس طرح ان کا نام بلند ہو گیا اور ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

سالہا سال تک امام حلوانی کے درس میں حاضری کے ساتھ ساتھ سرخسی نے اپنے زمانہ کے دوسرے بہت سے علمائے فن اور کبار فقہاء سے بھی استفادہ کیا۔ مثلاً سرخسی نے خود اپنی کتاب "شرح السیر الکبیر" کے شروع

www.toobaaelibrary.com

میں لکھا ہے کہ میں نے استاد حلوانی کے علاوہ اس کتاب کا درس ابوالحسن علی بن محمد بن الحسین السغدی م ۴۶۱ھ سے بھی لیا ہے ﴿۱۳۲﴾۔ علاوہ حلوانی اور سُغدی کے سرخسی نے کم وبیش مزید تیس (۳۰) اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ ان میں سے ایک نام ابوحفص عمر بن منصور البزّ از کا بھی تھا لیکن ان سے سرخسی نے ''السیر الکبیر'' کا درس ان کے اس کی شرح لکھنے سے قبل لیا تھا ﴿۱۳۳﴾۔

امام سرخسی سے طلباء وعلماء کی ایک کثیر تعداد نے فیض حاصل کیا ان میں سے چند مشہور نام یہ ہیں:۔

۱) ابوبکر محمد بن ابراہیم الحصیری م ۵۰۰ھ

۲) ابوحفص عمر بن حبیب (صاحب الھدایہ کے نانا)۔

۳) ابوعمرو عثمان بن علی البیکندی (یہ شاگردوں میں سب سے متاخر فوت ہوئے)۔

۴) برھان الائمہ عبدالعزیز بن عمر بن مازہ۔

۵) شیخ الاسلام محمود بن عبدالعزیز الاوزجندی۔

۶) الشیخ الامام رکن الدین مسعود بن الحسن ابومحمد الخطیب ابراہیم الکشانی ﴿۱۳۴﴾۔

ابن کمال پاشا نے شمس الائمہ سرخسی کو مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے ﴿۱۳۵﴾ ان کے ایک سوانح نگار ابن فضل اللہ العمری م ۷۴۹ھ نے انہیں ''متکلما فقیھاً اصولیاً مناظراً'' لکھا ہے ﴿۱۳۶﴾۔ ان کی شخصیت میں ایمان، تقویٰ، صبر اور تحمل کی صفات عالیہ جمع تھیں۔ بے خوفی اور جرأت ان کے کردار کا لازمہ تھی۔ سرخسی نہایت اعلیٰ سیاسی فہم وبصیرت کے بھی مالک تھے۔ چنانچہ انہوں نے السیر الکبیر کی شرح میں صلح حدیبیہ کی نہایت خوبصورت توجیہہ کی ہے۔

" لانہ کان فیہ نظر للمسلمین لما کان بین اھل مکۃ و اھل خیبر من المواخاۃ علی أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توجہ إلیٰ احد الفریقین أغار الفریق الآخر علی المدینۃ. فوادع اھل مکۃ حتیٰ یأمن جانبھم اذاتوجہ الی خیبر" ﴿۱۳۷﴾.

سرخسی کہتے ہیں کہ مدینہ کا محل وقوع مکہ اور خیبر کے درمیان میں ہے اور اس وقت نہ صرف دونوں ہی دشمن تھے بلکہ مسلمانوں کے ان دونوں دشمنوں کے درمیان سمجھوتہ بھی تھا کہ اگر حضرت محمد ﷺ ایک پر حملہ کریں تو دوسرا مدینہ پر دھاوا بول دے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ سے ان کے حسب خواہش صلح فرمائی تا کہ خیبر پر حملہ کرتے وقت ادھر سے اطمینان رہے۔

سرخسی کو علم تاریخ سے بڑی دلچسپی تھی۔ سیرت النبی ﷺ کی قانونی/تاریخی اہمیت سے سرخسی خوب باخبر تھے۔ یوں بھی اپنی تصنیفات/کتابوں کے املاء میں بہت سے مواقع پر اپنے حالات زندگی کی طرف اشارہ کرنا

www.toobaaelibrary.com

ذوق تاریخ کی ہی دلیل ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے انہوں نے امام محمد سے سیکھا ہو، جو کثرت سے تاریخی واقعات سے مسائل استنباط کرتے ہیں بلکہ اپنے کم عمر ہم عصر عالم واقدی کا بھی کثرت سے حوالہ دیتے ہیں ﴿۱۳۸﴾۔

فقہی احکام ہمیشہ معاشرتی و معاشی زندگی کا عکس ہوتے ہیں۔ سرخسی نے اپنی تصنیفات میں جا بجا اپنے ملک اور اپنے زمانہ کے حالات کا بھی ذکر کیا ہے اور کثرت سے ہمعصر معاشی اور معاشرتی معلومات فراہم کی ہیں۔
امام سرخسی کو اہل ہند سے بھی واقفیت تھی۔ شرح السیر الکبیر وغیرہ میں کئی جگہ پر انہوں نے اس کا اظہار بھی کیا ہے مثلاً سن بلوغ کی قدرتی علامتوں کے متعلق لکھا ہے کہ اس بارے میں ترکوں اور ہندیوں میں فرق ہے ﴿۱۳۹﴾ ممکن ہے کہ کوئی نو عمر ہندی یا سندھی لونڈی ان کی مملوکہ رہی ہو۔

بطور فقیہہ انہیں اس امر سے خاص دلچسپی تھی اور جو امام محمد کے شارح کے لئے ناگزیر بھی تھی کہ اگر کوئی مسئلہ بیان کریں تو اس کے حکم کی دلیل بھی بیان کر دیا کریں۔ اس کی مثالیں المبسوط اور شرح السیر الکبیر میں بکثرت ہیں۔ لہٰذا جب سرخسی امام محمد کی کسی ذاتی رائے کی توجیہہ کرتے ہیں تو فقہ کے اصول کلیہ سے استدلال کرتے ہیں چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں سرخسی سے متعلق مقالہ نگار کو یہ لکھنا پڑا کہ سرخسی اپنی اس کوشش کے باعث ممتاز ہیں کہ وہ قانون کے عام اساسات (اصول کلیہ) کو نمایاں کرتے ہیں ﴿۱۴۰﴾۔

شمس الائمہ سرخسی کا عہد کئی اعتبار سے نہایت پر آشوب تھا، اول حروب صلیبیہ، ثانیاً طوائف الملوکی اور ثالثاً عوام پر محاصل شرعی کے علاوہ نت نئے ٹیکسوں کا نفاذ (اور غالباً اس کی مخالفت پر ان کی گرفتاری)۔

ان پر آشوب حالات کے باوجود سرخسی نے اس زمانہ میں نہایت قابل قدر علمی کام سرانجام دیئے۔ اسی زمانہ میں ان کے استاد شمس الائمہ حلوانی نے اشراط الساعتہ پر لیکچر دیئے۔ امام سرخسی نے انہیں کتابی شکل میں مرتب کیا ﴿۱۴۱﴾۔ سرخسی نے اسی زمانہ میں حروب صلیبیہ کے پیش نظر قتال و جنگ سے متعلق فقہی احکام و مسائل پر مشتمل امام محمد بن الحسن کی کتاب السیر الکبیر کی شرح بھی املاء کرائی۔ اس کتاب میں امام محمد نے جہاد و قتال اور صلح و جنگ کے طریقوں، غیر مسلم اقوام سے تعلقات اور تجارت وغیرہ پر بحث کی ہے۔ اسی طرح یہ قانون بین الممالک کی ایک اہم کتاب ہے۔ سرخسی کی یہ شرح مع متن حیدر آباد اور مصر سے کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

سرخسی اپنے عہد کے عالم بے بدل اور بے مثال مناظر تھے۔ ان کے اپنے معاصرین سے علمی مناظروں کے آثار تو محفوظ نہیں رہے لیکن بقول ڈاکٹر حمید اللہ ان کا قید کیا جانا اسی کا نتیجہ سمجھنا چاہیے ﴿۱۴۲﴾۔ سرخسی کو کیوں قید کیا گیا؟ یہ تو ظاہر ہے کہ انہیں اظہار حق میں باک نہ تھا اور حکمران وقت کی ناراضگی کی بھی انہیں پرواہ نہ تھی اسی لئے انہوں نے حق کی خاطر قید گوارا کرلی۔ سرخسی کی قید کی وجوہات کا نہ تو خود سرخسی کی کتابوں سے پتہ

www.toobaaelibrary.com

چلتا ہے اور نہ ان کے سوانح نگاروں نے اس ضمن میں اشارات وتفصیلات فراہم کی ہیں۔ اس سلسلہ میں علاوہ دیگر کے مولانا سید مناظر احسن گیلانی کا خیال زیادہ صحیح لگتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:۔

''اس زمانہ میں صلیبی جنگوں کے باعث عالم اسلامی بحران کا شکار تھا۔ ہر روز نئے نئے ٹیکس لگ رہے تھے اور بے پناہ مظالم ہو رہے تھے۔ سرخسی نے بعض ٹیکسوں کو ناجائز قرار دیا، اور گویا عدم ادائیگی محاصل کی تحریک کی قیادت کی تھی۔ اس پر قید ناگزیر تھی'' ﴿۱۴۳﴾۔

سرخسی کے ایک سوانح نگار محمود بن سلیمان الکفوی کے ہاں بھی اس کا تائیدی مواد ملتا ہے۔

" فی فتاوی قاضی خان فی فصل من یوضع فیه النذور: السلطان الجائر اذا اخذ صدقة الاموال الظاهرة، اختلفوا فيه. والصحيح ماقال ابو جعفر أنه يسقط الزكاة عن اربابها، و لا يؤمر بالاداء ثانيا، لأن لا ولاية الاخذ، فصح أخذه و ان لم يضع الصدقة فى موضعها؛ و إن أخذ الجبايات أو أخذ مالاً بطريق المصادرة، و نوى صاحب المال عند الدفع الزكاة، اختلفوا فيه. قال بعضهم لا تصح. وقال شمس الائمه : الصحيح أنه يجوز فتسقط عنه الزكاة." ﴿۱۴۴﴾.

شمس الائمہ سرخسی کو بخارا میں گرفتار کر کے اوزجند/اوزکند میں جلاوطن کر دیا گیا ﴿۱۴۵﴾۔ اوزکند قراخانیوں کے زیر تسلط تھا جن میں طوائف الملوکی تھی۔ مشرقی علاقے کا پایۂ تخت کاشغر اور اوزجند تھا۔ بخارا پر مغربی قراخانیوں کو حاکم ہونا چاہیے تھا لیکن کبھی کبھی سارے علاقے پر ایک ہی شخص حاکم/ قابض ہو جاتا تھا ﴿۱۴۶﴾۔

قاسم قطلو بغا لکھتے ہیں کہ سرخسی قید سے رہائی ملنے پر فرغانہ چلے گئے اور امیر حسن کے مہمان بنے ﴿۱۴۷﴾۔ یہیں انہوں نے شرح السیر الکبیر کے باقی ماندہ ابواب کی تکمیل کرائی۔ لیکن شرح السیر الکبیر کے آخر میں خود سرخسی کا یہ بیان ہے کہ وہ اوزجند کی قید سے رہا ہو کر دس دن کا سفر کر کے مرغینان گئے اور امام سیف الدین بن ابراہیم بن اسحاق کے گھر مہمان رہے اور یہیں املاء کی تکمیل کرائی ﴿۱۴۸﴾۔

امام سرخسی کے سوانح نگاروں نے ان کو ایک اندھے کنویں (الجب) میں قید کرنے کا لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن خود سرخسی نے کنویں کا ذکر نہیں کیا ﴿۱۴۹﴾۔ ہو سکتا ہے کہ یہ گرفتاری کے بالکل ابتدائی ایام کا ذکر ہو، پھر ان کی سیرت وکردار سے متاثر ہو کر رفتہ رفتہ بہتری کی صورت پیدا ہوئی، انہیں کسی چھوٹے سے حجرے میں بند کیا گیا، پھر کسی افسر اور معتمدِ حکومت کے مکان میں زیر نگرانی رکھے گئے، پھر دوبارہ قلعے میں لائے گئے، اور بالآخر رہا کر دیئے گئے۔

زمانہ قید میں ہی کچھ بہی خواہوں نے سرخسی کو ان کی ایک قدیم خواہش یاد دلائی تا کہ اس طرح ان کے لئے

www.toobaaelibrary.com

کوئی نہ کوئی مشغولیت پیدا کر دی جائے۔ سرخسی کی ایک مدت سے خواہش تھی کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی کی "کتاب الاصل"، کا جو خلاصہ "المختصر" یا "الکافی" کے نام سے الحاکم الشہید المروزی نے کیا تھا اس کی شرح لکھیں۔

سرخسی لکھتے ہیں:-

"قد انضمّ إلى ذلك سؤال بعض الخواص من اصحابی فی زمن حبسی، وحین ساعدونی لأنسی. ان أملی علیهم ذلک. فأ جبتهم الیه، و أ سال الله التوفیق "﴿۱۵۰﴾.

قید کو غنیمت جان کر سرخسی نے شرح املاء کرانی شروع کی۔ عام طور پر املاء کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ طلبہ کنویں کی منڈیر پر بیٹھتے تھے۔ سرخسی امام محمد کے الفاظ کو املاء میں دہراتے اور ساتھ ساتھ مناسب اضافہ/شرح بھی کرتے جاتے۔ سوانح نگاروں کے بیان کے مطابق سرخسی کو سب کتابیں حفظ تھیں ﴿۱۵۱﴾۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے امام محمد کے ہزارہا صفحات کے حفظ پر تعجب کیا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں خوبی حفظ پر تعجب کرنا یا اسے سوال بنا دینا اس زمانے میں اور آج بھی ایسا کچھ غریب نہیں ہے۔ ہمارے اسلاف میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم ڈاکٹر موصوف کے اس خیال سے متفق ہیں کہ طلبہ کو کتاب حاصل کرنے کی ممانعت نہیں تھی۔ استاد کی آواز اگر شاگرد سن سکتے تھے تو استاد بھی شاگردوں کی آواز سنتا تھا۔ عین ممکن ہے کہ شاگرد کتاب پڑھتے ہوں اور استاد سرخسی شرح املاء کرواتے جاتے ہوں۔ شرح السیر الکبیر میں کئی جگہ پر جو لکھا ہے "فی بعض النسخ" یا "فی نسخة قديمة" سے بھی اس قیاس کی تائید ہوتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ کئی ایک شاگردوں کے ہاتھوں میں کتابیں ہوتی ہوں گی۔

کمیت کے لحاظ سے سرخسی بلا شبہ سب سے بڑے حنفی مؤلف فقہ ہیں۔ مبسوط اور دیگر کتب فقہ کے کوئی کم و بیش دس ہزار صفحات انہوں نے اپنے شاگردوں کو املاء کرائے۔ ان کی املا کرائی ہوئی تقریباً سب کتابیں سوائے "اصول فقہ" اور اشراط الساعۃ" کے ساری کی ساری امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتابوں کی شرحیں ہیں۔

سرخسی کی مطبوعہ تالیفات "المبسوط"، "شرح السیر الکبیر"، "اصول فقہ"، اور "شرح زیادات الزیادات" ہیں۔ مخطوطات میں سے اشراط الساعۃ کا ایک نسخہ پیرس کے کتب خانۂ عمومی میں ہے ﴿۱۵۲﴾۔ شرح الجامع الکبیر کا ایک ٹکڑا مصر میں موجود ہے ﴿۱۵۳﴾۔

علامہ سرخسی کی جو کتابیں نا پید ہیں ان میں سے ایک "شرح مختصر الطحاوی" ہے۔ ابن قطلو بغا نے لکھا ہے:-

"رایت قطعة منه" ﴿۱۵۴﴾.

"شرح الزیادات" کا خود سرخسی نے شرح السیر الکبیر میں کئی ایک مقامات پر ذکر کیا ہے۔ "شرح النفقات للخصاف" اور "شرح ادب القاضی للخصاف" بھی اب نہیں ملتی ہیں۔ چلپی نے کشف الظنون میں

www.toobaaelibrary.com

''الفوائد'' کا بھی ان کی تالیف ہونا لکھا ہے ﴿۱۵۵﴾۔ ملا کاتب چلپی اور دیگر حوالوں میں ان کی درج ذیل کتابوں کا ذکر ملتا ہے:-

۱) الکتب لاصول فی الفقہ ﴿۱۵۶﴾۔
۲) امالی فی الفقہ ﴿۱۵۷﴾۔
۳) شرح ادب القاضی لابی یوسف ﴿۱۵۸﴾۔
۴) شرح الجامع الصغیر للشیبانی ﴿۱۵۹﴾۔
۵) شرح الجامع الکبیر للشیبانی فی الفروع ﴿۱۶۰﴾۔
۶) شرح الحیل الشرعیۃ للخصاف ﴿۱۶۱﴾۔
۷) شرح زیادۃ الزیادات للشیبانی ﴿۱۶۲﴾۔
۸) شرح زیادات للشیبانی ﴿۱۶۳﴾۔
۹) شرح السیر الکبیر فی الفقہ ﴿۱۶۴﴾۔
۱۰) شرح کتاب الکسب للشیبانی ﴿۱۶۵﴾۔
۱۱) شرح مختصر الطحاوی ﴿۱۶۶﴾۔ ----(پانچ جلدیں)
۱۲) صفۃ اشراط الساعۃ ﴿۱۶۷﴾۔
۱۳) المبسوط فی الفروع ﴿۱۶۸﴾۔
۱۴) المحیط فی الفروع ﴿۱۶۹﴾۔
۱۵) الفوائد الفقہیہ ﴿۱۷۰﴾۔

اصول سرخسی

شمس الائمہ سرخسی کی ایک اہم اور متداول تالیف اصول الفقہ ہے۔ چلپی لکھتے ہیں:-

"املاء فی السجن بخوارزم فلما و صل الی باب الشروط حصل له الفرج فخرج إلی فرغانة فأ کمل بها املاء" ﴿۱۷۱﴾

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:-

''سرخسی نے قید ہی میں اصول فقہ پر ایک کتاب املاء کرائی تا کہ امام محمد کی کتابوں کی شرح میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان کے اصول اور اساسات بھی معلوم ہو جائیں'' ﴿۱۷۲﴾۔

اصول فقہ کا آغاز شنبہ سلخ شوال (ماہ شوال کی آخری تاریخ) ۴۷۹ھ میں ہوا۔ اصول فقہ کے آغاز کے چار

www.toobaaelibrary.com

ماہ بیس دن بعد سرخسی قید سے رہا ہوئے۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ اس وقت تک اصول الفقہ تمام ہو چکی تھی۔ اس کے مطبوعہ آٹھ سو صفحے ہیں ﴿۱۷۳﴾۔

سرخسی خود املاء میں یہ لکھواتے ہیں:-

"املاء یوم السبت سلخ شوال سنة ۴۷۹ھ" ﴿۱۷۴﴾۔

اور اس سے اگلے جملے میں اپنا دردِ دل اور حالت بھی بیان کرتے ہیں:-

"فی زاویة من حصار اوزجند" ﴿۱۷۵﴾۔

شرح السیر الکبیر

شمس الائمہ سرخسی نے قید ہی میں السیر الکبیر کی شرح املاء کرانی شروع کی:-

۱) شرح السیر الکبیر کا آغاز (ایک روایت کے مطابق) دوشنبہ یکم ذی قعدہ ۴۷۹ھ ﴿۱۷۶﴾۔

۲) قید سے رہائی — جمعہ ۲۰ ربیع الاول ۴۸۰ھ ﴿۱۷۷﴾۔

۳) مقام حبس (اوزجند) سے روانگی — یک شنبہ سلخ ربیع الاول ﴿۱۷۸﴾۔

۴) مرغینان آمد — چہار شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۴۸۰ھ ﴿۱۷۹﴾۔

۵) مکرر آغاز املاء "شرح السیر الکبیر (برائے تکمیل شرح) — چہار شنبہ ۲۴ ربیع الآخر ۴۸۰ھ ﴿۱۸۰﴾۔

۶) تکمیل شرح السیر الکبیر — جمعہ ۳ جمادی الاولی ۴۸۰ھ ﴿۱۸۱﴾۔

اس سے قبل ہم اصول فقہ کے آغاز کی تاریخ "شنبہ سلخ شوال ۴۷۹ھ" لکھ چکے ہیں، اور یہ درج بالا تواریخ بھی پیچیدگیوں اور ابہام سے خالی نہیں ہیں۔ مثلاً اصول فقہ کا آغاز ۲۹ شوال ہے، جسے سلخ (آخری تاریخ) سے تعبیر کر کے روز تو شنبہ بیان کیا ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ یہ مہینہ تیس (۳۰) کا تھا۔ اسی لئے شرح السیر الکبیر کا آغاز یکم ذی قعدہ یک شنبہ کی بجائے دوشنبہ لکھا ہے۔ لیکن اصول فقہ کے آغاز کی تصحیح نہیں کی۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اصول فقہ اور شرح السیر الکبیر دونوں کا املاء ساتھ ساتھ شروع ہوا ہو۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول جہاں تک ان دونوں میں فرق کا سوال ہے تو فرنگی مؤلفین نے ہجری سنین کے تطابق کی جو جنتریاں شائع کی ہیں وہ کاملاً قابل اعتماد نہیں ہیں۔ فرنگی مؤلفین ہجری مہینے کی پوری مدت ۲۹ دن، ۱۲ گھنٹے، ۴۴ منٹ اور $2\frac{9}{10}$ سیکنڈ کا حساب کر کے یکم محرم تو ٹھیک بتا دیتے ہیں لیکن سال کے (۳۵۴) دنوں کو بارہ مہینوں میں تقسیم کرنے کے لئے ہر سال محرم کو تیس دن کا فرض کر لیتے ہیں جو ظاہر ہے کسی طرح بھی مطابق واقعہ نہیں۔ اسی لئے بقول ڈاکٹر حمید اللہ وسٹنفلڈ اور کاتنور کی جنتریوں میں زیر بحث تاریخوں کے جو دن بیان ہوئے ہیں وہ بعض صورتوں میں سرخسی کے

www.toobaaelibrary.com

بیان کے مطابق ہیں اور بعض میں نہیں۔ انتیس (۲۹) کو ابر کی وجہ سے رویت نہ ہو تو سرخسی کے زمانے میں اس کے اثرات پڑنے بھی ناگزیر تھے ﴿۱۸۲﴾۔

شرح السیر الکبیر کے شروع ہونے کے چار ماہ بیس دن بعد شمس الائمہ سرخسی کو قید سے رہائی ملی۔ اس وقت تک اصول فقہ پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی تھی (اس کے آٹھ سو مطبوعہ صفحے ہیں) اور شرح السیر الکبیر کے بھی ایک ہزار دو سو اسی (۱۲۸۰) صفحے لکھوائے جا چکے تھے۔ پھر مرغینان میں دوبارہ املاء شروع ہوئی تو صرف دس دنوں میں تین سو اٹھائیس (۳۲۸) صفحے املاء کروا دیئے۔ اس طرح روزانہ بتیس (۳۲) صفحوں کی املاء کا اوسط نکلتا ہے۔

شرح السیر الکبیر میں شمس الائمہ سرخسی نے اپنی قید و بند کی سرگزشت بھی املاء کروائی ہے:-

"والمبتلی بالهجرة الحصیر، المجفو من جهة السلطان الخطیر..... وقد کان الا فتتاح باوزجند فی ایام المحنة عند هبوب النعمة ..... وکان ابتداء الا ملاء باوز جند فی یوم الاثنین غرة ذی القعدة سنة ۴۷۹ھ فی دارا لشیخ الصابر الزکی الملقب بأمیر کون أبی علی بن ابی القاسم إلی تمام باب الامان، ثم امرنا بالکتابة فی حصار اوزجند إلی اول کتاب الشروط، وتبین الخلاص فی یوم الجمعة عشربقین من شهر ربیع الاول سنة ۴۸۰ھ، وقد خرجنا من آوز جند یوم الا حد سلخ شهر ربیع الاول سنة ۴۸۰ھ ودخلنا بمر غینان یوم الا ربعا العاشر من شهر ربیع الآخر و نزلنا فی دار الشیخ الامام الا جل الزاهد سیف الدین أبی ابراهیم اسحاق بن اسماعیل.... فابتدأ کتاب الشروط فی داره یوم الاربعاء العشرین من شهر ربیع الآخر و تم بعون الله وقوته فی داره یوم الجمعة الثالث من جمادی الاولی سنة ۴۸۰ھ و الحمد لله تعالی". ﴿۱۸۳﴾.

المبسوط

جیسا کہ ہم اس سے قبل لکھ آئے ہیں کہ سرخسی نے المبسوط کے دیباچے میں لکھوایا ہے کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب الاصل کا جو خلاصہ المختصر/ الکافی کے نام سے محمد بن احمد الحاکم الشہید المروزی نے کیا تھا اس کی شرح لکھنے کی انہیں عرصے سے خواہش تھی اب یہ کام ہوا ہے۔ مقدمے میں تاریخ نہیں لکھی لیکن بعد میں لکھا ہے کہ (۱) کتاب المعاقل کا آغاز چہار شنبہ ۱۴ ربیع الاول ۴۶۶ھ کو ﴿۱۸۴﴾ اور (۲) کتاب الرضاع کا آغاز پنجشنبہ ۱۲ جمادی الآخر ۴۷۷ھ کو ہوا ﴿۱۸۵﴾۔ سوائے ایک کے باقی تمام معلوم مخطوطوں میں آخری تاریخ ۴۷۹ھ درج ہے۔ لیکن اس میں ایک پیچیدگی ہے کہ اگر (کتاب المعاقل) المبسوط کی ستائیسویں (۲۷) جلد ۴۶۶ھ میں شروع ہوا اور تیسویں (۳۰) جلد (کتاب الرضاع) ۴۷۷ھ یا ۴۷۹ھ ﴿۱۸۶﴾ میں پایۂ تکمیل تک پہنچے، یعنی تین جلدوں کی شرح املاء کروانے میں گیارہ (۱۱) یا تیرہ (۱۳) سال لگیں تو مکمل تیس جلدوں کو شرمندۂ تکمیل ہونے کے لئے

www.toobaaelibrary.com

ایک سوبیس (۱۲۰) سے ایک سوتیس (۱۳۰) سال لگنے چاہیں، جو یقیناً قرین قیاس نہیں ہے۔ شرح السیر الکبیر کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں کہ روزانہ املاء کا اوسط بتیس (۳۲) صفحے بنتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی المبسوط کی جلد ستائیس (۲۷) یا تیس (۳۰) کے سات سو تراسی (۷۸۳) صفحات کی شرح پر گیارہ یا تیرہ سال (یعنی ۴۸۹۴ تا ۴۶۰۶ دن) لگنا صحیح نہیں ہے۔

ایک امکان یہ بھی ہے کہ جلد ستائیس (۲۷) میں درج تاریخ اصل میں المبسوط کے آغاز سے متعلق ہو جو کسی سہو سے جلد ستائیس (۲۷) میں آ گئی ہو۔ اس طرح ان کی قید ۴۶۶ھ تا ۴۸۰ھ، یعنی تقریباً چودہ برس بنتی ہے، اس قیاس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ المبسوط میں خود امام سرخسی نے لکھا ہے کہ دو سال سے قید میں ہوں ﴿۱۸۷﴾۔

المبسوط میں شمس الائمہ سرخسی نے اپنے حبس کی سرگزشت گاہے بگاہے املاء کروائی ہے۔ مثلاً:-

"هذا آخر شرح العبادات با وضح المعاني و أوجز العبارات أملاء المحبوس عن الجمعة و الجماعات" ﴿۱۸۸﴾۔

یعنی یہ آخر شرح العبادات ہے، بہت واضح معانی اور مختصر الفاظ کے ساتھ۔ یہ ایک قیدی کی املاء ہے جو جمعہ اور جماعت سے محروم ہے۔

اور کتاب الطلاق کے آخر میں ہے:-

"هذا آخر كتاب الطلاق بالموثره من المعاني الدقاق أملاء المحبوس عن الانطلاق المبتلى بوحشة الفراق مصليا على صاحب البراق وعلى آله وصحبه اهل الخير و السباق صلاة تتضاعف و تدوم الى يوم التلاق كتبه العبد الرب على السفاق" ﴿۱۸۹﴾.

یعنی یہ کتاب الطلاق ہے جو کہ دقیق معانی سے معمور ہے۔ یہ ایک قیدی کی املاء ہے جو کہیں نہیں جا سکتا اور وحشت فراق میں مبتلا ہے۔ صاحب البراق ﷺ پر صلوات بھیجتا ہوں جو کہ ہمیشہ بڑھنے والی ہے تا قیام قیامت۔ اسے ایک اللہ کے بندے (شاگرد کا نام عبد الرب/عبدرب بھی ہوسکتا ہے) نے کپڑے (سفاق) پر لکھ دیا ہے۔

اور کتاب العتاق کے آخر میں ہے:-

"وانتهى شرح كتاب العتاق من مسائل الخلاف والو فاق املأ المستقبل للمحن بالا عتاق المحصور فى طرف من الآفاق حامد للمهيمن الرزاق و مرتجيا الى لقائه العزيز بالا شواق و مصليا على حبيب الخلاق و على آله وا صحبه خير الصحب و الرفاق" ﴿۱۹۰﴾.

اور شرح الاقرار کے آخر میں ہے:-

"انتهى شرح الاقرار المشتمل من المعاني بماهو سرا لاسرار واملأ المحبوس فى موضع

www.toobaaelibrary.com

الاشرار" ﴿۱۹۱﴾.
یعنی شرح الاقرار مکمل ہوگئی جو کہ ایسے مفاہیم پر مشتمل ہے جو کہ باریک سے باریک تر (سرالاسرار) ہیں۔
یہ ایک قیدی کی املاء ہے جو بڑے لوگوں کی جگہ (مجلس) میں قید ہے۔
چند اور مقامات پر بھی درد دل بیان کیا ہے:-

۱) "فی الحبس باوز جند" ﴿۱۹۲﴾۔ ۲) "زمن حبسی" ﴿۱۹۳﴾۔
۳) "المحصور المعاقب المحبوس المعاقب" ﴿۱۹۴﴾۔
۴) "الممتحن بأنواع البلاء یسأل من اللّٰہ تعالیٰ تبدیل البلاء و الحلاء بالعزو العلاء" ﴿۱۹۵﴾۔
۵) "المحصور بتزویرا هل السخف" ﴿۱۹۶﴾۔
۶) "المتکلم بالحق المنیر المحصور لاجله شبه الاسیر" ﴿۱۹۷﴾۔
۷) "الملتمس لرفع الباطل الموضوع المنفی لا جله المحصور الممنوع عن الاهل والولدو الکتاب المحنوع" ﴿۱۹۸﴾۔
۸) "أملاه المستخلص من السحن موضع الملالة، المنتظر لتمام الفرج و الا قالة" ﴿۱۹۹﴾۔

المبسوط میں تاریخ کے ساتھ درد دل کا اظہار تو دو جگہ ہے لیکن بلا تاریخ اپنے قید و بند کا اظہار سولہ مقامات پر ہے:-

۱)	آغاز کتاب پر	مبسوط ج۱:۲-۴
۲)	آخر المناسک	ایضاً ج۴:۱۹۲
۳)	آخر النکاح	ایضاً ج۵:۲۲۹
۴)	آخر اللعان	ایضاً ج۷:۵۹
۵)	آخر الایمان	ایضاً ج۷:۲۴۱
۶)	آخر کتاب شرکۃ المکاتب	ایضاً ج۸:۸۰
۷)	آخر کتاب الولاء عتق مافی البطن	ایضاً ج۸:۱۲۵

(مطبوعہ نسخے میں تو نہیں، لیکن بعض مخطوطوں میں مثلاً کوپرولو، استنبول) کتاب السرقہ کے آخر میں بھی ایک یادداشت ہے ﴿۲۰۰﴾۔

۸)	آخر کتاب الیسر	ایضاً ج۱۰:۱۴۴

www.toobaaelibrary.com

۹) دردوران بیوع ایضاً ج۱۲: ۱۰۸

۱۰) آخر کتاب القسمۃ ایضاً ج۱۵: ۲

۱۱) مطبوعہ نسخے میں تو نہیں لیکن توپقاپی احمد ثالث کے مخطوطے میں ادب القاضی کے آخر میں ﴿۲۰۱﴾۔

۱۲) ایضاً۔ در آخر کتاب الرجوع عن الشہادات

۱۳) ایضاً۔ در آخر کتاب الاقرار

۱۴) ایضاً۔ در آخر کتاب الوکالتہ

۱۵) آغاز کتاب المعاقل المبسوط ج۲۷: ۱۲۴

۱۶) آغاز کتاب الکسب ایضاً ج۳۰: ۲۴۴ نیز

آغاز کتاب الرضاع ایضاً ج۳۰: ۲۷۸

ان میں سے چھٹے مقام پر وضاحت ہے کہ دو سال سے قید میں ہوں۔ ڈاکٹر حمید اللہ رقمطراز ہیں:۔

"جتنے قدیم مخطوطے ملے ہیں ان سب میں صراحت ہے کہ وہ محمود ابن احمد بن عبد السید الحصیری کا نسخہ ہیں یا اس سے نقل ہوئے ہیں۔ یہ صاحب سرخسی سے تین نسل بعد دمشق میں آ بسے تھے۔ ممکن ہے ان کا تعلق سرخسی کے شاگرد ابو بکر محمد بن ابراہیم الحصیری کے خاندان یا شاگردوں کے کسی خاندان سے ہو۔ وہ کسی سیاسی انقلاب میں ترکستان چھوڑ کر شام آئے اور اپنے ساتھ کتابوں کا جو ذخیرہ لائے، اس میں ان کے جد کے مسودات (کتاب المبسوط کے متعلق) بھی ہوں گے جن کی انہوں نے تبییض کی تا کہ درس و قضاءت میں کام آئیں۔ ابن قطلو بغا نے تاج التراجم میں لکھا ہے کہ جمال الدین ابو المحامد محمود بن احمد بن عبد السید بن عثمان بن نصر بن عبد الملک کی ولادت بخارا میں جمادی الاولیٰ ۵۴۶ھ میں ہوئی اور وفات ۸ صفر ۶۳۶ھ کو"۔ ونسخ بخطہ المبسوط وشرح السیر الکبیر وغیرھما۔۔۔۔۔ ﴿۲۰۲﴾۔

صفۃ اشراط الساعۃ ومقامات القیامتہ

یہ کتاب شمس الائمہ حلوانی کے دروس پر مشتمل ہے۔ اس املاء کو سرخسی نے قلمبند کیا۔ اس کا واحد مخطوطہ خوش قسمتی سے پیرس کے کتاب خانۂ عمومی میں ہے۔ آغاز کتاب کا فقرہ درج ذیل ہے:۔

"سئل الشیخ الامام شمس الائمہ (حلوانی) رحمہ اللہ عن مقامات القیامۃ و قیام الساعۃ، ھل ورد فیھا حدیث صحیح؟ قال ورد .....وھذا الحدیث الواحد أسلم الاحادیث فی ذلک. وھوما حدّثنی الفقیھہ ابو بکر محمد بن علی سنۃ خمس واربع مائۃ" ﴿۲۰۳﴾.

ڈاکٹر حمید اللہ درج بالا حوالے کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ تاریخ سے یہ دقیق اعتناء سرخسی نے اپنے

www.toobaaelibrary.com

استاد سے ہی سیکھا تھا، جسے انہوں نے خود بھی جاری رکھا ﴿۲۰۴﴾۔

شمس الائمہ سرخسی ۴۸۳ھ میں راہی ملک عدم ہوئے۔ بعض سوانح نگاروں نے "فی حدود التسعین" ﴿۲۰۵﴾ اور "حدود خمس مائة" ﴿۲۰۶﴾ کے مبہم الفاظ بھی لکھے ہیں۔ ابن قطلو بغا اور کفوی نے لکھا ہے کہ "فخرج الى آخر عمره إلى فرغانة" ﴿۲۰۷﴾۔

خود سرخسی کے مطابق وہ ۴۸۰ھ میں مرغینان (جو کہ فرغانہ کا ایک شہر ہے) میں جا ٹھہرے۔ اس طرح ان کی وفات کا سال ۴۸۳ھ ہی صحیح ہے۔ لکھنوی نے سن وفات ۴۸۳ھ لکھا ہے ﴿۲۰۸﴾ لیکن انہوں نے اپنے ماخذ کی تصریح نہیں کی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ، سرخسی کے سن وفات کے ضمن میں رقمطراز ہیں:۔

> "یہ اختلاف بھی قدیم ہے۔ استنبول کے مختلف مخطوطوں پر ان کے سابقہ مالکوں نے سرخسی کی تاریخ وفات لکھی ہے۔ کسی میں کچھ، کسی میں کچھ، مگر بہر حال یہی تین تاریخیں (فی حدود التسعین، حدود خمس مائة اور ۴۸۳ھ) ہی ہر پھر کر سامنے آتی ہیں ایک معین اور دو تخمینی" ﴿۲۰۹﴾۔

دیگر نامور فقہاء

ابراہیم بن سلم الشکانی ﴿۲۱۰﴾ م ۴۲۳ھ

ابراہیم بن سلم بن محمد بن احمد ابو اسحٰق الشکانی فقیہہ اور امام فاضل تھے۔ انہوں نے ابی بکر محمد بن الفضل الامام سے فقہ حاصل کی اور ابی عبداللہ الرازی، ابی محمد احمد بن عبداللہ المزنی اور احمد بن سہل بخاری وغیرہ سے حدیث روایت کی۔ الشکانی سے السید ابو بکر محمد بن علی ابن حیدرۃ الجعفری، ابو بکر محمد بن نصر الجمیلی الخطیب، ابو نصر العجلی اور ابوالحسن علی بن محمد حزام الواعظ نے حدیث روایت کی۔ ابراہیم شکانی بخارا میں املاء کراتے تھے ﴿۲۱۱﴾۔

ابو کامل نصیری کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق ابراہیم الشکانی سے سنا وہ کہتے ہیں کہ جب ہم تعلیق الفقہ سے فارغ ہو گئے اور ہم امام ابی بکر محمد بن الفضل کی مجلس میں اہل الصدر تھے۔ تب فقیہہ ابو جعفر الھند وانی بلخ تشریف لائے۔ ہم ان کی موانست کے لئے ان کے پاس گئے ﴿۲۱۲﴾۔

ابو اسحاق ابراہیم الشکانی ۴۲۳ھ کے بعد فوت ہوئے ﴿۲۱۳﴾۔

احمد بن عبدالرحمٰن ابو نصر الرِیغَذمُونی ﴿۲۱۴﴾ البخاری ولد ۴۱۴ھ م ۴۹۳ھ

سمعانی ان کے سوانح میں لکھتے ہیں کہ ابو نصر الریغذ مونی قاضی الجمال کے نام سے معروف تھے۔ یہ امام فاضل اور عاقل تھے۔ بخارا میں منصب قضاء پر متمکن رہے اور امالی کی املاء کراتے تھے ﴿۲۱۵﴾۔

سمعانی لکھتے ہیں:۔

www.toobaaelibrary.com

"یقدم علی العلماء ببخاریٰ فی وقتہ" ﴿۲۱۶﴾.

قاضی الجمال نے احمد بن عبداللہ بن الفضل الخیز اخزی اور اپنے والد سے روایت کی اور ان سے ابوبکر عبدالرحمٰن بن محمد النیشاپوری، ابوالقاسم محمود بن ابی بویہ الوزیر، ابوالقاسم صاعد ابن عبدالرحمٰن اور ابوعمرو عثمان بن علی البیکندی نے بخارا میں اور ابوالفتح احمد بن محمد بن احمد الخلمی نے بلخ میں روایت کی۔ ریغدمونی شوال ۴۱۴ھ میں تولد ہوئے اور رمضان ۴۹۳ھ میں بخارا میں ان کی رحلت ہوئی ﴿۲۱۷﴾۔

چلپی ﴿۲۱۸﴾ اور بغدادی ﴿۲۱۹﴾ نے ان کی تصانیف میں سے ''الامالی'' کا ذکر کیا ہے جبکہ کحالہ نے ان کی ایک اور کتاب ''غرر الشروط و درر السموط'' کا ذکر کیا ہے ﴿۲۲۰﴾۔

احمد بن محمد قاضی القضاۃ الزینبی شیخ الاسلام ولد ۴۱۰ھ م ۴۸۲ھ

قاضی القضاۃ، شیخ الاسلام احمد بن محمد بن صاعد بن محمد بن احمد ابونصر الاستوائی ﴿۲۲۱﴾ النیشاپوری کا تعلق قاضیوں اور علماء کے ایک نامور خاندان سے تھا۔ ابن جوزی نے ان کے سوانح لکھے ہیں ﴿۲۲۲﴾۔ شذرات الذھب ﴿۲۲۳﴾ اور الکامل میں ان کا تذکرہ ہے ﴿۲۲۴﴾۔ ابوالحسن عبدالغافر الفارسی نے سیاق تاریخ نیشاپور میں ان کا ذکر کیا ہے ﴿۲۲۵﴾۔

شیخ الاسلام ۴۱۰ھ میں تولد ہوئے ﴿۲۲۶﴾۔ ان کے والد محمد بن صاعد ﴿۲۲۷﴾ اپنے عہد کے ایک نامور فقیہ و قاضی تھے۔ قاضی القضاۃ الزینبی نے اپنے دادا عماد الاسلام صاعد بن محمد، والد محمد بن صاعد، چچا ابی الحسن اسمٰعیل بن صاعد اور ابی بکر الحیری سے سماع کیا۔ ان سے اسمٰعیل بن محمد الحافظ اور زاہر بن طاہر الشحامی نے روایت کی ہے ﴿۲۲۸﴾۔

احمد بن محمد ابوکامل البَصِیری ﴿۲۲۹﴾ الحنفی الانُبرُدُوانی ﴿۲۳۰﴾ م ۴۴۹ھ

احمد بن محمد بن علی بن محمد بن بصیر ﴿۲۳۱﴾ بن احمد بن الحسین الانُبرُدُوانی البصیری الحنفی ابوکامل اپنے عہد کے صاحب تصنیف فقیہ اور انبردوان کے رہنے والے تھے۔ بغدادی لکھتے ہیں ''من فقهاء الحنفيه'' ﴿۲۳۲﴾ سمعانی نے ان کی کتاب ''المضاهاة والمضافاة فی الاسماء والانساب'' کا ذکر کیا ہے ﴿۲۳۳﴾۔ اس کتاب کے بارے میں مشائخ کہتے تھے:-

"هذا فی الکلام کالملح فی الطعام" ﴿۲۳۴﴾.

چلپی ﴿۲۳۵﴾ بغدادی ﴿۲۳۶﴾ اور کحالہ ﴿۲۳۷﴾ نے بھی ابوکامل کی اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔

سمعانی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"سمع الحدیث الکثیر و اشتغل به ولم یرحل و جمع کتابا" ﴿۲۳۸﴾.

www.toobaaelibrary.com

یہ مذہب حنفی پر سختی سے عامل تھے اور ان کے شافعی علماء سے مناظرے ہوتے تھے﴿۲۳۹﴾۔البصیری ابو کامل الحنفی نے ابو بکر محمد بن ادریس الجرجرائی، ابوالحسین احمد بن محمد بن القاسم الفارسی، ابو طاہر محمد بن یعقوب الدیمسی وغیرہ سے سماع حدیث کیا اور ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے﴿۲۴۰﴾۔

"روی عنہ نفر یسیر"﴿۲۴۱﴾.

احمد بن محمد بن عمر"ابوالعباس الناطفی"﴿۲۴۲﴾م ۴۴۶ھ

ابوالعباس الناطفی کا شمار اپنے عہد کے مشہور و معروف کبار فقہاء احناف اور اصحاب الواقعات والنوازل میں ہوتا تھا﴿۲۴۳﴾۔ناطفی صاحب تصنیف فقیہہ تھے۔ان کی تصانیف میں سے دو کا ذکر القرشی نے کیا ہے﴿۲۴۴﴾۔

۱) الاجناس والفروق۔(ایک جلد)، یہی نام کحالہ نے لکھا ہے﴿۲۴۵﴾

۲) الواقعات۔(ایک جلد)، کحالہ﴿۲۴۶﴾نے اس کی دو جلدیں لکھی ہیں۔

چلپی نے ان کی درج ذیل کتب کا ذکر کیا ہے:۔

۱) الاجناس فی الفروع۔﴿۲۴۷﴾۔

۲) الاحکام فی الفقہ الحنفی۔(اس کے اٹھائیس ابواب ہیں)﴿۲۴۸﴾۔

۳) ثواب الاعمال﴿۲۴۹﴾۔

۴) جمل الاحکام ومختصرہ فی الحدیث۔(چلپی نے اس کا ذکر"الاحکام فی الفقہ الحنفی"کے تحت کیا ہے)﴿۲۵۰﴾۔

۵) الروضہ فی الفروع الحنفیہ۔"وھی صغیرۃ الحجم کثیرۃ الفائدۃ و فیھا فروع غریبۃ"﴿۲۵۱﴾۔

۶) الواقعات للناطفی۔﴿۲۵۲﴾۔

۷) الھدایۃ فی الفروع﴿۲۵۳﴾۔

بغدادی نے درج بالا ترتیب میں سے نمبر دو کو"الاحکام فی الفروع"، نمبر پانچ(۵) کو"الروضۃ فی الفروع" اور نمبر(۶) کو"الواقعات فی الفروع" لکھا ہے﴿۲۵۴﴾۔

الاجناس فی الفروع

چلپی لکھتے ہیں:۔

"الشیخ الامام ابی العباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی م ۴۴۶ھ جمعھا لا علی الترتیب.والناطف نوع من الحلواء .... ثم ان الشیخ ابا الحسن علی بن محمد الجرجانی الحنفی رتبھا علی ترتیب الکافی و جمع صاعد بن منصور الکرمانی الحنفی کتابا فی

www.toobaaelibrary.com

الاجناس ایضاً حدث ببعضه عنه الد ستجردی فی بغداد فسمعه محمد ابن خسرو البلخی.
وجمع الامام حسام الدين عمر بن عبدالعزيز الشهيد سنة ٥٣٦ ه اجناسا يقال لها الواقعات.
وللشيخ ابی حفص عمر بن محمد النسفی المتوفی ٥٣٧ه كتاب فی اجناس الفقه". ﴿٢٥٥﴾.

الواقعات للناطفی

چلپی الواقعات للناطفی کے باب میں لکھتے ہیں:-

"واخذ من فتاوی ابی بکر محمد بن الفضل وفتاوئ اهل سمر قند و رتب الکتب کالمختصر المنسوب ابی الحاکم الشهيد والا بواب کا لنوازل واشار بالعين الی مسائل العيون والواو إلى الواقعات والباء إلى الشيخ ابی بكر و السين إلى فتاوئ سمر قند" ﴿٢٥٦﴾.

کحالہ ﴿٢٥٧﴾ نے ابوالعباس الناطفی کی تصانیف میں سے صرف دو کے نام دیئے ہیں۔

(۱) الواقعات (فی مجلدات)۔(۲) الاجناس والفروق (فی مجلد) یہ دونوں فقہ حنفی کے فروع میں ہیں۔

قاضی احمد بن منصور ﴿۲۵۸﴾ ابونصر الاسبیجابی ﴿۲۵۹﴾ م ۴۸۰ ھ

الامام الحافظ، القاضی، الفقیہ، ابونصر احمد بن منصور اپنے عہد کے نامور فقہاء حنفیہ میں سے تھے۔ لکھنوی لکھتے ہیں:-

"كان اماما تبحر فی الفقه فی بلاده علی العلماء" ﴿٢٦٠﴾.

قرشی لکھتے ہیں:-

" متبحر فی الفقه ببلاده" ﴿٢٦١﴾.

ابونصر الا سنبیخابی کا ذکر ابوحفص عمر بن محمد النسفی نے "القند فی تاریخ سمرقند" میں کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سمرقند آئے اور یہاں ان کی مجلس درس وفتوئ کا آغاز ہوا تو لوگ وقائع کے لئے ان کی طرف پلٹ پڑے۔ السیدأبی شجاع کے بعد امور دینیہ کی نظامت ان کے سپرد ہوئی ﴿۲۶۲﴾۔

قاضی ابونصر الاسبیجابی ایک صاحب تصنیف فقیہ تھے۔ ان کی کتاب شرح مختصر الطحاوی کا تذکرہ القرشی ﴿۲۶۳﴾ اور لکھنوی ﴿۲۶۴﴾ نے کیا ہے۔ چلپی نے ان کی درج ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

۱) شرح الجامع الصغیر للشیبانی ﴿۲۶۵﴾۔

۲) شرح الجامع الکبیر للشیبانی ﴿۲۶۶﴾۔

۳) شرح الکافی للصدر الشہید فی الفروع ﴿۲۶۷﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۴) شرح مختصر الطحاوی ﴿۲۶۸﴾۔

۵) الفتاویٰ ﴿۲۶۹﴾۔

بغدادی نے چلپی کے تتبع میں درج بالا تمام کتب کے نام دہرائے ہیں ﴿۲۷۰﴾۔

کحالہ نے قاضی ابونصر الاسبیجابی کی درج ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

(۱) شرح مختصر الطحاوی (۲) شرح علی کتاب الصدر ابن مازہ علی ترتیب الدباس للجامع الصغیر للشیبانی۔

(۳) شرح الکافی۔ (۴) فتاویٰ ﴿۲۷۱﴾۔ درج بالا تمام کتب فروع فقہ حنفی میں ہیں۔

چلپی نے شرح الجامع الصغیر کے بیان میں ان کا سن وفات ۵۰۰ھ لکھا ہے ﴿۲۷۲﴾۔ شرح الجامع الکبیر کے بیان میں بھی ایسا ہی لکھ کر خود ہی تصحیح کر دی ہے اور سن وفات ۴۸۰ھ لکھا ہے ﴿۲۷۳﴾۔ ابونصر الاسبیجابی ۴۸۰ھ میں فوت ہوئے ﴿۲۷۴﴾۔

قاضی القضاۃ اسمٰعیل بن صاعد ولد ۳۷۷ھ م ۴۴۳ھ

قاضی القضاۃ اسمٰعیل بن صاعد بن محمد بن احمد بن عبیداللہ، قاضی القضاۃ شیخ الاسلام احمد بن محمد ابن صاعد کے چچا تھے۔ یہ ۳۷۷ھ میں تولد ہوئے ﴿۲۷۵﴾۔ اپنے والد اور اپنے عہد کے دیگر مشائخ سے علم حاصل کیا اور حدیث کا سماع کیا۔ ناسخ ومنسوخ کی سماعت محمد بن مہاجر سے کی اور خفاف وغیرہ سے حدیث روایت کی۔ ۴۳۲ھ سے ان کے لئے مجلس املاء کا انعقاد نیشاپور میں ہوتا تھا۔ یہ مجلس نماز عصر کے بعد منعقد ہوتی تھی اور ان کی مجلس میں اس زمانے کے بڑے بڑے عالم اور مشائخ حاضر ہوتے تھے ﴿۲۷۶﴾۔

ابوالحسن اسمٰعیل کا تعلق ایک نامور علمی گھرانے سے تھا۔ ان کے بھتیجے قاضی القضاۃ شیخ الاسلام احمد بن محمد ابن صاعد کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ان کے دادا، والد بھائی، بیٹے، بھتیجے اور یہ خود، سب کے سب وسط ایشیا کے کبار مشاہیر میں سے تھے۔ قرشی لکھتے ہیں

"کان دقیق النظر عارفا برسوم القضاۃ" ﴿۲۷۷﴾.

ابوالحسن اسمٰعیل بن صاعد پہلے رے اور اس کے نواح کے قاضی مقرر ہوئے۔ اس کے بعد نیشاپور اور اس کے نواح اور بلاد غرب جس میں طوس اور نساء شامل تھے کی بھی قضاء انہیں مل گئی۔ ابوالحسن اسمٰعیل بن صاعد کو قاضی القضاۃ بھی بنایا گیا ﴿۲۷۸﴾۔ آخر میں امیر طغرل نے انہیں فارس کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا لیکن ۴۴۳ھ میں یہ اثنائے راہ میں ہی راہی ملک عدم ہوئے ﴿۲۷۹﴾۔

جعفر بن محمد النسفی المستغفری ولد ۳۵۰ھ م ۴۳۲ھ

جعفر بن محمد بن المعتز ﴿۲۸۰﴾ بن محمد بن المستغفر النسفی المستغفری ۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ نسف کے

www.toobaaelibrary.com

خطیب تھے۔ فوائد البھیہ میں ہے کہ انہوں نے القاضی ابی علی الحسین النسفی عن ابی بکر محمد ابن الفضل عن عبداللہ السبذ مونی سے جمع الجموع حاصل کی اور کتابیں تصنیف کیں۔ جعفر بن محمد فقیہہ فاضل اور کثرت سے روایت کرنے والے محدث تھے۔ صدوق اور حافظ ایسے تھے کہ ان کے زمانے میں ماوراء النہر میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ان کی نہایت عمدہ تصانیف تھیں جو انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن احمد غنجار الحافظ اور زاہر بن احمد السرخسی سے سنی تھیں۔ ان سے ابوالمنصور سمعانی نے روایت کی ہے۔ مستغفری نے ۴۳۲ھ میں نسف میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا ﴿۲۸۱﴾۔

چلپی نے مستغفری کی درج ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے:-

۱) تاریخ نسف وکش ﴿۲۸۲﴾۔ ۲) خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿۲۸۳﴾۔

۳) دلائل النبوۃ۔ (سات ابواب کا موضوع قبل البعثت ہے، جبکہ دس ابواب معجزات پر ہیں ﴿۲۸۴﴾۔

۴) فضائل القرآن العظیم ﴿۲۸۵﴾۔ ۵) کتاب الایام واللیالی ﴿۲۸۶﴾۔

۶) کتاب الدعوات ﴿۲۸۷﴾۔ ۷) کتاب المناسبات ﴿۲۸۸﴾۔

۸) کتاب الوفا ﴿۲۸۹﴾۔ ۹) معرفۃ الصحابہ ﴿۲۹۰﴾۔

بغدادی نے درج بالا تمام کتب کے نام تحریر کیے ہیں ﴿۲۹۱﴾۔ جبکہ کحالہ نے صرف چھ (۶) کتب کے نام دیئے ہیں۔ جو یہ ہیں؛

معرفۃ الصحابہ، دلائل النبوۃ، فضائل القرآن، تاریخ نسف، اور الشمائل ﴿۲۹۲﴾۔

حسین بن خضر الفقیہہ الفشید یزجی ﴿۲۹۳﴾ م ۴۲۴ھ

القاضی ابو علی النسفی الحسین بن خضر بن محمد بن یوسف الفقیہہ، امام وقت تھے۔ ان کے والد فشدیز کے رہنے والے تھے جبکہ والدہ سنجدان، جو کہ غُوبدین کی رستاق ہے، کی تھیں۔ ابو علی النسفی نے بغداد میں فقہ حاصل کی۔ اس کے علاوہ بخارا میں ابو بکر محمد بن الفضل، الامام ابو عمرو محمد بن محمد بن صابر بن کاتب اور ابو سعید خلیل بن احمد السجزی، جبکہ بغداد میں ابوالفضل عبیداللہ بن عبدالرحمٰن الزہری، ابوالحسن علی بن عمر بن محمد الحربی اور جماعت کثیر سے روایت کی ﴿۲۹۴﴾۔

ابو علی النسفی نے بخارا میں سکونت اختیار کی تھی۔ بقول سمعانی؛

"کان امام عصرہ بلا مدافعة" ﴿۲۹۵﴾۔

ابو علی النسفی، ابو جعفر الاسروشنی کی موت کے بعد قاضی بنے ﴿۲۹۶﴾۔

چلپی اور بغدادی ﴿۲۹۷﴾ نے قاضی ابو علی النسفی کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے:-

www.toobaaelibrary.com

۱) فتاویٰ القاضی الحسین ﴿۲۹۸﴾۔ ۲) الفوائد فی الفروع ﴿۲۹۹﴾۔

کحالہ نے صرف فتاویٰ کا ذکر کیا ہے ﴿۳۰۰﴾۔ فوائد البھیہ میں ہے کہ القاضی ابو علی النسفی ۲۳ شعبان ۴۲۴ھ کو بخارا میں فوت ہوئے ﴿۳۰۱﴾۔

ابو العلاء قاضی صاعد بن محمد عماد الاسلام الاستوائی النیشا پوری ولد ۳۴۳ھ م ۴۳۲ھ

عماد الاسلام ابو العلاء صاعد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ الاستوائی نیشا پور کے قاضی اور فقیہہ تھے۔ ان کے بعد ان کی اولاد کا اسی عہدے پر تقرر ہوتا رہا ﴿۳۰۲﴾۔ عماد الاسلام صاعد بن محمد نے ابو محمد عبد اللہ بن محمد، ابو عمرو اسمٰعیل بن نجید السلمی، ابو سھل بشیر بن احمد الاسفرائینی اور ابو الحسن علی بن عبد الرحمٰن البکائی الکوفی اور ایک جماعت کثیر سے روایت کی اور ان سے علماء کی ایک جماعت اور ابو الحسن علی بن محمد بن علی الشعری نے روایت کی ﴿۳۰۳﴾۔

ابن جوزی اور خطیب لکھتے ہیں:۔

" کان صاعد عالما فاضلا صدوقا انتھت الیہ ریاسۃ اصحاب الرأی بخراسان " ﴿۳۰۴﴾.

ابو العلاء صاعد استواء میں، جو کہ نیشا پور کا ناحیہ ہے، ۳۴۳ھ میں تولد ہوئے۔ سمعانی نے ان کا تذکرہ باب الاستوائی میں کیا ہے۔ الادب میں الاستوائی نے ابی بکر محمد العباسی الخوارزمی کی شاگردی اختیار کی اور فقہ کا درس شیخ الاسلام ابی نصر بن سھل القاضی سے لیا جو کہ ان کے نانا تھے۔ پھر انہوں نے قاضی ابی الھیثم عتبہ بن خیثمہ کی صحبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا ﴿۳۰۵﴾۔

خطیب لکھتے ہیں کہ انہیں نیشا پور کی قضاء سے ہٹا کر ان کی جگہ قاضی ابو الھیثم کو مقرر کیا گیا جو کہ ان کے شیخ تھے ﴿۳۰۶﴾۔ قرشی ﴿۳۰۷﴾، چلپی ﴿۳۰۸﴾، بغدادی ﴿۳۰۹﴾ اور کحالہ ﴿۳۱۰﴾ نے ان کی ایک تصنیف "الاعتقاد" کا ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے عبد الملک بن ابی الشوارب کی روایت لکھی ہے کہ (ابی الشوارب) نے بصرہ میں واقع اپنے خاندانی محل "قصر عتیق" کی طرف اشارہ کر کے کہا:۔

"قد خرج من ھذہ الدار سبعون قاضیاً علی مذھب ابی حنیفۃ" ﴿۳۱۱﴾.

یعنی اس گھر سے ستر (۷۰) قاضی ہوئے ہیں جو فقہ حنفی کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔

خطیب نے ان کی رحلت ۴۳۲ھ میں لکھی ہے ﴿۳۱۲﴾ جبکہ ایک روایت ۴۳۱ھ کی بھی ہے ﴿۳۱۳﴾۔

ابو العلاء صاعد بن منصور الخطیب الکرمانی م ۵۰۶ھ

الخطیب المدرس ابو العلاء صاعد بن منصور بن اسمٰعیل بن صاعد بن محمد کا تعلق ایک علمی خانوادے سے تھا۔ ان کے والد منصور بن اسمٰعیل م ۴۷۰ھ ﴿۳۱۴﴾ اور دادا اسمٰعیل بن صاعد بن محمد م ۴۴۳ھ ﴿۳۱۵﴾ اپنے وقت کے نامور فقیہہ تھے۔ قرشی ان کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

www.toobaaelibrary.com

"احدوجوه الدوحة الصاعدية فى عصره"﴿۳۱۶﴾۔

صاعد بن منصور نے اپنے والد اور دیگر اقارب سے حدیث سنی۔ ان سے ابوشجاع النظامی نے روایت کی ہے۔ الجوینی نے ان کی تعریف کی ہے۔ انہیں خوارزم کا قاضی بھی بنایا گیا اور انہوں نے یہاں حدیث املاء کرائی ﴿۳۱۷﴾۔ قرشی لکھتے ہیں:۔

"استخلفه القاضى ابو العلاء صاعد التدريس فى مدرسة وافادة المختلفة من الطلبة"﴿۳۱۸﴾۔

ابن جوزی لکھتے ہیں:۔

"خلف أباه فى الخطابة والتدريس والتذكير"﴿۳۱۹﴾۔

قرشی نے ان کی ایک تصنیف ''صالح المؤدب الاربعین فی مناقب ابی حنیفہ'' کا ذکر کیا ہے﴿۳۲۰﴾۔ حلبی اور بغدادی نے ان کی ایک اور تصنیف ''الاجناس فی الفروع'' کا ذکر کیا ہے﴿۳۲۱﴾۔ بغدادی لکھتے ہیں:۔

"ابو العلاء صاعد بن منصور النيشا پورى الكرمانى الفقيه الحنفى المتوفى سنه ۵۰۶ھ صنف الاجناس فى الفروع"﴿۳۲۲﴾۔

قاضی القضاۃ عبداللہ بن الحسین ابومحمد النیشاپوری الناصحی ﴿۳۲۳﴾ م ۴۴۷ھ

امام الاسلام ابومحمد الناصحی خراسان میں قاضی القضاۃ اور اپنے زمانے میں شیخ الحنفیہ تھے﴿۳۲۴﴾۔ خطیب لکھتے ہیں:۔

"الفقيه على مذهب ابى حنيفة"﴿۳۲۵﴾۔

قرشی لکھتے ہیں:۔

"والمقدم على الاكابر من القضاة والائمة فى دهره"﴿۳۲۶﴾۔

یعنی انہیں اپنے زمانہ میں اکابر قضاۃ اور ائمہ پر تقدم حاصل تھا۔ خطیب لکھتے ہیں:۔

"وكان ثقة دينًا صالحا"﴿۳۲۷﴾۔

قرشی لکھتے ہیں:۔

"وكان ورعا مجتهدا ....وعقدله مجلس الاملاء"﴿۳۲۸﴾۔

سلطان محمود بن سبکتگین نے انہیں بخارا کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ان کے ہاں چار مجالس ہوتی تھیں؛ یعنی مجلس التدریس، مجلس النظر، مجلس الفتویٰ اور مجلس التصنیف﴿۳۲۹﴾۔ خطیب لکھتے ہیں کہ یہ خراسان میں قاضی القضاۃ تھے﴿۳۳۰﴾۔

ابومحمد الناصحی نے بشر بن احمد الاسفرائنی، الحاکم ابی احمد الحافظ اور ابی عمرو بن حمدان سے حدیث روایت کی اور

www.toobaaelibrary.com

ان سے علی بن عبد الغالب الضراب اور ابو عبداللہ الفارسی نے حدیث روایت کی ہے ﴿۳۳۱﴾۔

"وله الطريقة الحسنة فى الفقه المرضية عند الفقهاء من اصحابه" ﴿۳۳۲﴾۔

جواہر المضیہ میں قرشی نے ان کی ایک تصنیف ''مختصر فی الوقوف'' کا ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے خصاف اور ھلال بن یحییٰ کی کتاب کو مختصر کیا ہے ﴿۳۳۳﴾۔ چلپی نے ان کی دو کتابوں کے نام دیئے ہیں:۔

۱) مختصر احکام الوقف ﴿۳۳۴﴾۔ ۲) المسعودی فی الفروع الحنفیہ ﴿۳۳۵﴾۔

المسعودی فی الفروع کے ضمن میں چلپی لکھتے ہیں:۔

"مختصر للقاضی ابی محمد عبدالله بن الحسين الناصحى المتوفى سنة ۴۴۷ھ الفه للسلطان مسعود اكبر اولاد السلطان محمود الغزنوى ...... وقال ابن الشحنة هو كتاب مشهور ذكر فيه شارحه انه كتاب وجيز مختصر اللفظ كثير المسائل اور دفيه مسائل كثيرة من عامة كتب الاصل" ﴿۳۳۶﴾۔

بغدادی نے درج بالا دو کتابوں کے علاوہ دو اور کتابوں ''تہذیب ادب القضاء للخصاف'' اور ''درۃ الغواص فی علم الخواص'' کا نام بھی دیا ہے ﴿۳۳۷﴾۔ کحالہ نے ان چاروں کتابوں کا ذکر کیا ہے ﴿۳۳۸﴾۔

ابو محمد الناصحی کی کتاب ''المسعودی فی الفروع'' سے فقہ حنفی کے حکومتی قانون ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے بیٹوں محمد بن عبداللہ م ۴۸۴ھ ﴿۳۳۹﴾ اور یحییٰ بن عبداللہ م ۴۹۵ھ ﴿۳۴۰﴾ کے بعد ان کے پوتے احمد بن محمد بن عبداللہ م ۵۱۵ھ ﴿۳۴۱﴾ نے بھی دادا کی مجالس الدرس والتدریس کو قائم رکھا ﴿۳۴۲﴾۔ احمد بن محمد نے مدرسۃ السلطان نیشا پور سے فقہ حنفی کی تحصیل کی تھی ﴿۳۴۳﴾۔ اس سے بھی یہاں علاوہ دیگر کے احناف کے ایک قدیم مدرسے کا پتہ چلتا ہے۔

عبدالباقی بن یوسف النریزی ﴿۳۴۴﴾ المراغی م ۴۹۱ھ

الامام ابو تراب عبدالباقی آذربیجان کے ایک قصبے نریز کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے یہ نیشا پور چلے آئے تھے اور اپنی وفات تک یہیں رہے۔ نیشا پور میں مسجد عقیل میں امامت اور تدریس کی ذمہ داری ان پر تھی ﴿۳۴۵﴾۔ سمعانی ''باب نریز'' میں لکھتے ہیں:۔

"ينتسب اليها الامام ابو تراب عبدالباقى بن يوسف النريزى المراغى كان من الايمة المتقنين و الفضلاء المبرزين و كان ورعا زاهدا" ﴿۳۴۶﴾۔

الامام ابو تراب عبدالباقی نے ابی عبداللہ احمد بن الحسین الحاملی اور ابی القاسم عبدالملک بن محمد بن بشران

www.toobaaelibrary.com

العبدی وغیرہ سے روایت کی اور ان سے ابوالبرکات ابن الفراوی اور ابومنصور الشحامی وغیرہ اور جماعت کثیر اور سارے بلاد خراسان نے روایت کی ہے ﴿۳۴۷﴾۔

عبدالرحمن بن محمد ابوبکر السرخسی م رمضان ۴۳۹ھ

ابوبکر السرخسی کا شمار قاضی القضاۃ ابی عبداللہ الدامغانی کے طبقے میں ہوتا تھا۔ انہوں نے مشہور حنفی فقیہ و عالم ابی الحسن القدوری م ۴۲۸ھ ﴿۳۴۸﴾ سے فقہ حاصل کی۔ الھمدانی کہتے ہیں کہ یہ ہمارے شہر کے قاضی بھی رہے پھر اسے ترک کر دیا ﴿۳۴۹﴾۔ ان کے بیٹے عبدالملک بن عبدالرحمن م ۴۷۰ھ ﴿۳۵۰﴾ بھی ایک نامور فقیہ تھے۔ قرشی ﴿۳۵۱﴾ نے ان کی درج ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے:-

۱) تکملۃ التجرید۔ ۲) مختصر المختصر۔

چلپی ﴿۳۵۲﴾ اور بغدادی ﴿۳۵۳﴾ نے بھی ان دونوں کتابوں کے نام لکھے ہیں جبکہ کحالہ نے ان میں سے صرف ''تکملۃ التجرید القدوری فی فروع الفقہ الحنفی'' کا نام لکھا ہے ﴿۳۵۴﴾۔ ابوبکر السرخسی رمضان ۴۳۹ھ میں فوت ہوئے ﴿۳۵۵﴾۔

عثمان بن ابراہیم الفضلی البخاری م ۵۰۸ھ

عثمان بن ابراہیم بن محمد بن احمد ابن ابی اکبر محمد بن الفضل بن جعفر ابن رجاء بن زرعۃ بن مصاب ابن نمراس بن حیوۃ الاسدی المعروف الفضلی البخاری کا تعلق ایک علمی گھرانے سے تھا اور یہ اماموں کی اولاد تھے۔ سمعانی نے الفضلی کے نام سے ان کا وسیع ترجمہ لکھا ہے۔ ان کی ولادت رمضان ۴۲۶ھ میں ہوئی۔ انہوں نے ابواسحاق ابراہیم بن محمد الریورثونی اور القاضی ابوالحسن علی بن الحسین بن محمد السُغدی وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ ان سے بخارا و سمرقند میں انبوہ کثیر نے روایت کی ہے۔ یہ ۵۰۸ھ میں بخارا میں ملک عدم کو سدھارے ﴿۳۵۶﴾۔ چلپی ﴿۳۵۷﴾ اور بغدادی ﴿۳۵۸﴾ نے ان کی کتاب ''فتاویٰ الفضلی'' کا ذکر کیا ہے۔

علی بن الحسن الصندلی النیشاپوری م ۴۸۴ھ

ابوالحسن علی بن الحسن الصندلی النیشاپوری کا شمار ابی عبداللہ الصیمری ﴿۳۵۹﴾ کے اصحاب میں ہوتا تھا۔ نیشاپور میں انہوں نے الحسن الصعبی سے قرأت کی اور یہیں درس دیا۔ یہ سلطان طغرل بک کے ہمراہ بغداد بھی آئے پھر یہاں سے نیشاپور واپسی پر سلطان سے تعلق ختم کر لیا اور زہد اختیار کر لیا۔ ابوالحسن الصندلی ربیع الآخر ۴۸۴ھ میں فوت ہوئے ﴿۳۶۰﴾۔

انہوں نے تفسیر القرآن (نصف) بھی لکھی۔ علاوہ قرشی ﴿۳۶۱﴾ کے بغدادی ﴿۳۶۲﴾ اور کحالہ ﴿۳۶۳﴾

www.toobaaelibrary.com

نے بھی اس تفسیر کا ذکر کیا ہے۔

شیخ الاسلام علی بن الحسین السُغدی القاضی م ۴۶۱ھ

شیخ الاسلام علی بن الحسین بن محمد السغدی القاضی بخارا میں اقامت گزیں ہوئے ﴿۳۶۴﴾۔ سمعانی نے انہیں امام فاضل فقیہہ اور مناظر لکھا ہے ﴿۳۶۵﴾۔

قرشی لکھتے ہیں:-

"و تصدر الافتاء ولی القضاء ، انتهت اليه رياسة الحنفية ورحل اليه فی النوازل والواقعات" ﴿۳۶۶﴾۔

شیخ الاسلام علی بن الحسین السغدی، شمس الائمہ سرخسی کے استاد تھے۔ شمس الائمہ سرخسی نے ان سے السیر الکبیر کی روایت کی ہے ﴿۳۶۷﴾۔ ان کی تصانیف میں سے دو کا ذکر قرشی نے کیا ہے: النتف (فی الفتاوی) اور شرح السیر الکبیر ﴿۳۶۸﴾۔

چلپی ﴿۳۶۹﴾، بغدادی ﴿۳۷۰﴾ اور کحالہ ﴿۳۷۱﴾ نے علاوہ مذکورہ بالا کتب کے ان کی ایک اور تصنیف ''شرح ادب القاضی لابی یوسف'' کا بھی ذکر کیا ہے جبکہ بغدادی اور کحالہ نے اسے خصاف کی تصنیف ''ادب القاضی'' کی شرح لکھا ہے ﴿۳۷۲﴾۔

شیخ الاسلام ۴۶۱ھ میں بخارا میں راہی ملک عدم ہوئے ﴿۳۷۳﴾۔

الامام ابوالحسن علی بن عبدالعزیز المرغینانی م ۵۰۶ھ

علی بن عبدالعزیز بن عبدالرزاق الامام ابوالحسن ظہیرالدین الکبیر الحنفی مشہور فقیہہ اور مصنف تھے۔ ابوالحسن ظہیرالدین ایک اور مشہور فقیہہ اور مصنف العلامہ فخرالدین قاضی خان کے استاد بھی تھے ﴿۳۷۴﴾۔ چلپی نے ان کی درج ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱) اقضیۃ الرسول علیہ الصلاۃ والسلام (کتاب الاقضیۃ) ﴿۳۷۵﴾۔

۲) فوائد ظہیرالدین (فوائد فی الفروع) ﴿۳۷۶﴾۔

۳) مناقب الامام الاعظم ﴿۳۷۷﴾۔

بغدادی ﴿۳۷۸﴾ اور کحالہ ﴿۳۷۹﴾ نے بھی انہی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔

ابوالقاسم علی بن محمد ابن السمنانی ﴿۳۸۰﴾ م ۴۹۳ھ

الرحبی علی بن محمد بن احمد ابوالقاسم کا ذکر ابوعبداللہ محمد بن عبدالمالک بن ابراہیم الھمدانی نے اپنی کتاب

www.toobaaelibrary.com

''طبقات اصحاب الحنفیہ'' میں کیا ہے۔ ان کی ولادت رحبہ (چوک) مالک بن طوق میں ہوئی۔ یہ قاضی القضاۃ ابی عبداللہ الدامغانی کے پاس آئے اور ان سے فقہ حنفی کی تحصیل کی۔ علم الکلام علی بن الولید سے حاصل کیا۔ یہ چھیاسٹھ برس کی عمر پا کر ربیع الاول ۴۹۳ھ میں فوت ہوئے ﴿۳۸۱﴾۔

قرشی نے لکھا ہے کہ ان کی فقہ اور شروط میں تصانیف ہیں ﴿۳۸۲﴾۔ چلپی نے ان کی درج ذیل کتابوں کے نام دیئے ہیں:۔

۱) روضۃ القضاۃ وطریق النجاۃ فی ادب القضاۃ ﴿۳۸۳﴾۔

۲) العروۃ الوثقی فی الشروط ﴿۳۸۴﴾۔

بغدادی ﴿۳۸۵﴾ اور کحالہ ﴿۳۸۶﴾ نے بھی ان ہی دونوں کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔

لقمان بن حکیم بن الفضل الفقیہہ الزاہد

لقمان بن حکیم نے امام ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی م ۳۸۳ھ سے روایت کی ہے ﴿۳۸۷﴾ قرشی نے جواہر المضیئہ میں ان کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱) کتاب التفسیر۔ ۲) تنبیہہ الغافلین ﴿۳۸۸﴾۔

محمد بن احمد ابوجعفر البخاری البیکندی م ۴۸۲ھ

ابوجعفر محمد بن احمد بن حامد بن عبید ابوجعفر البخاری البیکندی المتکلم المعروف بقاضی حلب نے ماوراء النہر میں ابی اسحاق النوقدی اور ابی عبداللہ محمد بن یحیٰی البکرابادی ﴿۳۸۹﴾ سے قرأت کی ﴿۳۹۰﴾۔ الھمدانی نے ان کا ذکر قاضی القضاۃ ابی عبداللہ الدامغانی کے طبقے میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ شام گئے اور حلب کے قاضی بنائے گئے پھر یہ ماوراء النہر لوٹ آئے، وہاں سے مصر چلے گئے۔ کئی سال مصر میں رہے پھر عراق آگئے ﴿۳۹۱﴾ اور اپنے ساتھ البلاذری کی کتاب الانساب ﴿۳۹۲﴾ کا نسخہ لائے جس کی مثل نسخہ عراق میں نہ تھا۔ ان کی مجلس النظر میں فقہاء شریک ہوتے تھے ﴿۳۹۳﴾۔

ابوجعفر البخاری البیکندی ایک صاحب تصنیف فقیہہ تھے۔ چلپی نے ان کی درج ذیل کتابون کے نام دیئے ہیں:۔

۱) تحقیق الرسالۃ باوضح الدلالۃ فی النبوات ﴿۳۹۴﴾۔

۲) الرسالۃ المسعودیۃ فی المباحث النفیسہ ﴿۳۹۵﴾۔

۳) الھدیٰ والارشاد لاھل الحیرۃ والعناد ﴿۳۹۶﴾۔

www.toobaaelibrary.com

بغدادی ﴿۳۹۷﴾ اور کحالہ ﴿۳۹۸﴾ نے مذکورہ بالا آخری کتاب کا نام ''الھدیٰ والارشاد لاھل الخیرۃ والارشاد'' لکھا ہے اور تمام کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ مزید یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب مصر میں ھبۃ اللہ الاسماعیلی کے رد میں لکھی تھی ﴿۳۹۹﴾۔

قاضی محمد بن احمد ابوجعفر النسفی م شعبان ۴۱۴ھ

قاضی ابوجعفر محمد بن احمد بن محمود کا شمار احناف کے اعیان فقہاء میں ہوتا تھا۔ قرشی لکھتے ہیں:۔

"کان من اعیان الفقهاء ------ وکان زاهدا ورعا متعففا فقیرا قنوعا" ﴿۴۰۰﴾۔

ابن جوزی لکھتے ہیں:۔

"کان عالما بالفقه علی مذهب ابی حنیفة" ﴿۴۰۱﴾

ابوجعفر النسفی ایک نظیف العلم اور جید النظر عالم تھے۔ انہوں نے مشہور فقیہہ ابی بکر الرازی سے فقہ حاصل کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے ابی الحسین ھلال بن الحسن بن الصائن کی ''کتاب التاریخ'' ان کے خط میں قرأت کی۔ ان سے ابوحاجب الاستراباذی اور ابونصر الشیرازی نے روایت کی ہے ﴿۴۰۲﴾

ابوجعفر النسفی ایک صاحب تصنیف فقیہہ تھے۔ ابن جوزی ﴿۴۰۳﴾، قرشی ﴿۴۰۴﴾، چلپی ﴿۴۰۵﴾ اور کحالہ ﴿۴۰۶﴾ نے ان کی کتاب ''تعلیقۃ فی الخلاف'' کا ذکر کیا ہے۔

ابوجعفر القاضی محمد بن اسحاق البخاثی ﴿۴۰۷﴾ الزوزنی ﴿۴۰۸﴾ م غزنہ ۴۶۳ھ

محمد بن اسحاق بن علی بن داؤد بن حامد بن البَحّاثی الزوزنی کی نسبت اپنے جد الزوزنی کی طرف تھی۔ یہ فقیہہ، فاضل و عالم اور صاحب التصانیف بزرگ تھے ﴿۴۰۹﴾ انہوں نے ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم سے سماع حدیث کیا اور ان سے ابوالحسن علی بن عبداللہ الطیسفونی اور ابوالفضل محمد بن احمد الزاھری اور ابواحمد عبدالرحمن ابن احمد الشیر نخشیری نے روایت کی ہے ﴿۴۱۰﴾۔

سمعانی ﴿۴۱۱﴾، قرشی ﴿۴۱۲﴾ اور بغدادی ﴿۴۱۳﴾ نے ان کی ایک کتاب ''نحو القلوب'' کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ کحالہ نے ان کی تین کتابوں کے نام دیئے ہیں۔ جو یہ ہیں؛

نحو القلوب، شرح دیوان البحتری، اور دیوان شعر ﴿۴۱۴﴾۔

الزوزنی ۴۶۳ھ میں غزنہ میں فوت ہوئے ﴿۴۱۵﴾۔

قاضی ابوبکر محمد بن الحسین الارسابندی ﴿۴۱۶﴾ م ربیع الاول ۵۱۲ھ

القاضی ابوبکر محمد بن الحسین بن محمد فخر الدین ﴿۴۱۷﴾ الارسابندی الحنفی فخر القضاۃ کے لقب سے مشہور

www.toobaaelibrary.com

تھے﴿۴۱۸﴾۔ انہوں نے ابی منصور السمعانی سے فقہ حاصل کی﴿۴۱۹﴾۔ اس کی علاوہ انہوں نے علاء الدین المروزی، جو کہ ابوزید الدبوسی کے اصحاب میں سے تھے، سے بھی فقہ حاصل کی﴿۴۲۰﴾۔ مروزی سے تحصیل فقہ کے بعد انہوں نے مزید طلب فقہ کی نیت سے اپنے وطن سے رخت سفر باندھا اور القاضی الزوزنی، جو کہ ابوزید الدبوسی کے شاگرد تھے، کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا﴿۴۲۱﴾۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ابی عبداللہ البرقی سے املاء بھی کی اور ان سے اور ابی بکر بن حب البخاری اور ابی الحسن السُغدی اور السید ابی بکر بن حیدر الجعفری وغیرہ سے حدیث روایت کی۔ ابوبکر القاضی سے کبار احناف میں سے ابوالفضل عبدالرحمٰن بن محمد الکرمانی نے مرو میں، ابوعبداللہ محمد بن الحسین السرفقانی الأزھری اور ابوالقاسم سعد بن الحسین النسفی وغیرہ نے ترمذ میں حدیث روایت کی ہے﴿۴۲۲﴾۔

سمعانی لکھتے ہیں:

"و ھو امام فاضل مناظر انتھت الیہ ریاسۃ اصحاب ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ بمرو"﴿۴۲۳﴾۔

لکھنوی نے ان کی تصانیف میں سے "مختصر تقسیم الادلتہ للدبوسی" کا ذکر کیا ہے﴿۴۲۴﴾۔

چلپی نے قاضی الارسابندی کی درج ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے:۔

۱) الاصول الامام ابی بکر۔ (الاصول فی الفقہ)﴿۴۲۵﴾۔

۲) امالی قاضی فخر الارسابندی﴿۴۲۶﴾۔

۳) شرح الجامع الکبیر للشیبانی فی الفروع﴿۴۲۷﴾۔

۴) مختصر تقویم الادلتہ للدبوسی۔﴿۴۲۸﴾

بغدادی﴿۴۲۹﴾ نے مذکورہ بالا تمام کتابوں اور کحالہ نے قاضی الارسابندی کی مذکورہ بالا تصانیف میں سے علاوہ "امالی" کے تمام کا ذکر کیا ہے﴿۴۳۰﴾۔

قرشی نے قاضی الارسابندی کا سن وفات ۵۱۰ھ لکھا ہے﴿۴۳۱﴾ جبکہ ابن جوزی نے ربیع الاول ۵۱۲ھ کو ان کا سن وفات لکھا ہے﴿۴۳۲﴾ سمعانی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور مزید تفصیل میں درج کیا ہے کہ یہ مقبرہ حسین میں دفن ہوئے﴿۴۳۳﴾۔

قاضی القضاۃ محمد بن عبداللہ ابوبکر الناصحی م رجب ۴۸۴ھ

محمد بن عبداللہ بن الحسین ابوبکر الناصح الحنفی قاضی القضاۃ الری الناصحی اپنے زمانہ میں امام الحنفیہ تھے۔

قرشی لکھتے ہیں:۔

"کان فقیھا فاضلا مناظرا جدلا قیما بالادب و علم الکلام"﴿۴۳۴﴾

www.toobaaelibrary.com

ان کے والد عبداللہ بن الحسین ﴿۴۳۵﴾ اور بیٹے احمد بن محمد بن عبداللہ ﴿۴۳۶﴾ بھی اپنے زمانے کے نامور فقیہہ تھے۔ قاضی القضاۃ محمد بن عبداللہ الناصحی، ابی بکر احمد بن الحسن الحربی اور ابی ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم النصرابادی سے روایت کرتے تھے۔ یہ ۴۸۳ھ میں بغداد آئے اور یہاں حدیث روایت کی ﴿۴۳۷﴾۔ عبدالغافر الفارسی نے ان کا طویل ترجمہ لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابوالمعالی الجوینی ان کی قوت فہم کی تعریف کرتے تھے ﴿۴۳۸﴾۔ عبدالغافر الفارسی کہتے ہیں:-

"هو افضل اهل عصره فی الحنفية واعرفهم بالمذهب" ﴿۴۳۹﴾

لکھنوی لکھتے ہیں کہ ذہبی نے ان کا ذکر سیر اعلام النبلاء میں پچیسویں طبقے (الطبقته الخامسته و العشرین) میں کیا ہے اور لکھا ہے:-

"العلامة قاضی القضاة الحنفية ابو بکر الناصحی النيشا پوری سمع ابا سعيد الصير فی وطائفة وحدث ببغداد و خراسان وروی عنه محمد بن عبدالوهاب الد قاق و آخرون" ﴿۴۴۰﴾

ابوبکر الناصحی ایک مدت تک نیشا پور کے قاضی رہے پھر رے کے قاضی بنائے گئے۔ یہ اصفہان سے ایک فرسخ دور ۴۸۴ھ میں فوت ہوئے اور اصفہان میں ان کی تدفین ہوئی۔ یحیٰی بن مندہ کہتے ہیں کہ یہ رے کے راستے میں فوت ہوئے اور وہاں سے ان کی میت نیشاپور لائی گئی ﴿۴۴۱﴾۔

الامام ابومنصور السّمعانی ﴿۴۴۲﴾ محمد بن عبدالجبار التمیمی المروزی م ۴۵۰ھ

محمد بن عبدالجبار بن احمد بن محمد بن جعفر بن احمد ﴿۴۴۳﴾ بن عبدالجبار بن الفضل ابن الربیع بن مسلم بن عبداللہ بن منصور ابو منصور السمعانی المروزی التمیمی المروزی الامام نے جعفر بن محمد المستغفری عن ابی علی النسفی عن ابی بکر محمد بن الفضل عن عبداللہ السبندمونی فقہ حاصل کی اور روایت کی ہے ﴿۴۴۴﴾۔ ذہبی نے ان کا تذکرہ سیر اعلام النبلاء کے چوبیسویں طبقے (الطبقۃ الرابعتہ والعشرین) میں کیا ہے ﴿۴۴۵﴾۔ یہ محمد بن عبدالجبار ابی سعد عبدالکریم السمعانی صاحب کتاب الانساب کے دادا کے والد (یعنی پردادا) تھے۔ ابومنصور محمد بن عبدالجبار کا شمار روساء الحنفیہ میں ہوتا تھا ﴿۴۴۶﴾۔ قرشی لکھتے ہیں کہ ان سے فخر القضاۃ ابوبکر محمد بن الحسین الارسابندی المروزی نے فقہ حاصل کی ﴿۴۴۷﴾۔ سمعانی لکھتے ہیں:-

"کان اماما فاضلا ورعا متقنا، احکم العربية و اللغة وصنف فيها التصانيف المفيدة" ﴿۴۴۸﴾۔

ابومنصور سمعانی کے تذکرہ نگاروں نے ان کے ایک بیٹے منصور ﴿۴۴۹﴾ کا ذکر بھی کیا ہے۔ چلپی نے

www.toobaaelibrary.com

ان کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے:۔

۱) تحفۃ العیدین ﴿۴۵۰﴾۔ ۲) دخول الحمام ﴿۴۵۱﴾۔

بغدادی ﴿۴۵۲﴾ اور کحالہ ﴿۴۵۳﴾ نے بھی مذکورہ بالا کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

قاضی القضاۃ محمد بن علی ابو عبداللہ الدامغانی الکبیر ﴿۴۵۴﴾ ولد ربیع الآخر ۳۹۸ھ م ۴۷۸ھ

محمد بن علی بن محمد بن الحسین بن عبدالملک بن عبدالوھاب بن حمویہ الدامغانی الکبیر ابو عبداللہ قاضی القضاۃ الامام العلامتہ کی پیدائش بقول خطیب ﴿۴۵۵﴾ وابن جوزی ﴿۴۵۶﴾ ربیع الآخر ۳۹۸ھ میں دامغان میں ہوئی۔ جبکہ سمعانی نے ان کا سن ولادت ۴۰۰ھ اور دامغان میں پیدائش بتائی ہے ﴿۴۵۷﴾۔ ابو عبداللہ الدامغانی نے دامغان ہی میں فقہ حاصل کی۔ ۴۱۹ھ میں یہ بغداد آئے اور یہاں محدث وفقیہہ علی الصیمری اور ابی الحسین احمد بن محمد القدوری سے تحصیل فقہ کی اور ان سے اور ابو عبداللہ محمد بن علی الصوری سے سماع حدیث کیا۔ ان سے عبدالوہاب الانماطی اور الحسین بن الحسین المقدسی نے روایت کی ہے ﴿۴۵۸﴾۔ قرشی ان کے حلقۂ درس وتدریس کی وسعت اور تلامذہ کی کثرت پر لکھتے ہیں:۔

" ولهٔ اصحاب کثیرون لا تحصون" ﴿۴۵۹﴾۔

ابن عقیل حنبلی کہتے ہیں کہ میں ابو عبداللہ الدامغانی الکبیر کی مجالس درس (زیادات، علم الخلاف اور مجالس النظر) میں ۴۵۰ھ کے بعد سے ان کی وفات تک حاضر ہوتا رہا ﴿۴۶۰﴾۔

قاضی ابو الطیب طاہر بن عبداللہ الطبری جو کہ شافعیہ کے اماموں میں شمار ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ الدامغانی ہمارے بہت سے علماء وفقہاء سے زیادہ شافعی مذہب سے آگاہ تھے ﴿۴۶۱﴾۔

سمعانی لکھتے ہیں:۔

"کان فقیہا فاضلا، و کان الیه القضاء الریاسة و التقدم" ﴿۴۶۲﴾۔

خطیب کہتے ہیں:۔

" انتهت الیه الریاسة فی مذهب العراقیین و کان وافر العقل کامل الفضل سدید الرأی " ﴿۴۶۳﴾۔

ابن جوزی لکھتے ہیں:۔

" و کان فصیح العبارة کثیر النشوار فی درسه " ﴿۴۶۴﴾۔

ابن ماکولا کی رحلت (۴۴۷ھ) کے بعد اسی سال ذی قعدہ میں یہ قاضی القضاۃ بنائے گئے اور تیس سال تک قاضی رہے ﴿۴۶۵﴾۔

www.toobaaelibrary.com

القرشی لکھتے ہیں:۔

" کان مثل القاضی ابو یوسف حشمۃ و جاھا و سود داو عقلا" ﴿۴۶۶﴾۔

اس کے علاوہ ابو عبداللہ الدامغانی دو مرتبہ وزیر بنائے گئے ایک مرتبہ خلیفہ قائم بامر اللہ اور دوسری مرتبہ خلیفہ مقتدی کے زمانہ میں ﴿۴۶۷﴾۔

قاضی القضاۃ ابو عبداللہ الدامغانی کا تعلق ایک بڑے علمی خانوادے سے تھا۔ آپ ایک صاحب تصنیف فقیہہ بھی تھے۔ چلپی نے ان کی درج ذیل کتب کے نام دیئے ہیں:۔

۱) الزوائد والنظائر وفوائد البصائر فی القرآن/ الوجوہ والنظائر۔ (فی مجلد) ﴿۴۶۸﴾۔

۲) شوق العروس وانس النفوس ﴿۴۶۹﴾۔

بغدادی نے ان کی درج بالا دونوں کتابوں کے علاوہ "مختصر الحاکم فی الفروع" کا بھی ذکر کیا ہے ﴿۴۷۰﴾۔

کحالہ نے ان کی جن کتابوں کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں:۔

مختصر الحاکم فی فروع الفقہ، مسائل الحیطان والطرق اور الزوائد والنظائر فی غریب القرآن ﴿۴۷۱﴾۔

قاضی القضاۃ ابو عبداللہ الدامغانی ۲۴ رجب ۴۷۸ھ میں راہی ملک عدم ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ ان کے بیٹے ابوالحسن نے پڑھائی ﴿۴۷۲﴾۔

الامام المفسر محمد بن الفضل البلخی م ۳۱۹ھ

محمد بن الفضل بن عباس البلخی الامام المفسر صاحب تصنیف فقیہہ اور صوفی تھے ﴿۴۷۳﴾۔ قرشی نے ان کی ایک تصنیف "کتاب الاعتقاد فی اعتقاد اھل السنۃ والجامعۃ" کا ذکر کیا ہے ﴿۴۷۴﴾۔ اس کتاب کا انتساب بلخی نے محمود بن سبکتگین کے نام کیا ہے۔ اس میں بلخی لکھتے ہیں کہ علم، عقل سے افضل ہے اور جو یہ کہے کہ عقل علم سے افضل ہے وہ معتزلی ہے کیونکہ علم حاجت ہے اور عقل علم کے لئے آلہ ہے ﴿۴۷۵﴾۔

چلپی نے البلخی کی مذکورہ بالا تصنیف کا نام "کتاب الخصال فی عقائد اھل السنۃ" لکھا ہے ﴿۴۷۶﴾۔ جبکہ کحالہ نے ان کی ایک اور تصنیف "الفتاویٰ" کا ذکر کیا ہے ﴿۴۷۷﴾۔ کحالہ نے ان کا سن وفات ۳۱۹ھ لکھا ہے ﴿۴۷۸﴾ جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ ان کا سن وفات ۳۱۹ھ ہے ﴿۴۷۹﴾۔

قاضی الصدر ابوالیسر محمد بن محمد البزدوی م ۴۹۳ھ

اس سے قبل ہم ان کے بھائی فخر الاسلام بزدوی کے نام، کام اور فقہ حنفی کے ارتقاء میں ان کی کوششوں کا جائزہ پیش کر چکے ہیں۔ محمد بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن مجاہد البزدوی ابوالیسر المعروف قاضی الصدر ﴿۴۸۰﴾ بزدہ کے علمی خانوادے کے ایک اور نامور فقیہہ اور مناظر تھے۔ ان کی کنیت ابوالیسر تھی

www.toobaaelibrary.com

اور یہ اپنی کنیت سے ہی مشہور تھے۔ ان سے احمد بن محمد الخلمی نے فقہ حاصل کی اور ان کی کتب املاء کیں ﴿۴۸۱﴾۔
قرشی کتاب الکنی میں رقمطراز ہیں کہ ان سے رکن الائمہ عبدالکریم بن محمد (مصنف طلبۃ الطلبہ) اور ابوبکر محمد بن احمد السمر قندی (صاحب التحفہ) نے بھی فقہ حاصل کی ﴿۴۸۲﴾ ان کے صاحبزادے ابوالمعالی احمد بن محمد بن محمد بن الحسین البز دوی م ۵۴۲ھ امام ابوالیسر بزدوی کے ایک شاگرد ابوبکر محمد بن احمد السمر قندی سے روایت کرتے تھے ﴿۴۸۳﴾۔ ابوالیسر بزدوی سے ان کے بیٹے ابوالمعالی احمد بن محمد نے مرو میں، ابوالبدر صاعد بن مسلم الخیز رانی نے ساریہ مازندران میں اور ابوعمرو عثمان بن علی البیکندی نے بخارا میں اور ایک جماعت کثیر نے ان سے ان کے علاوہ روایت کی ہے ﴿۴۸۴﴾۔ سمعانی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے بیٹے ابوالمعالی احمد القاضی سے مرو میں روایت کی ہے۔ ابوالیسر محمد بن محمد نے بخارا میں کثرت سے املاء کرائی اور فقہ کا درس دیا۔ ان کے شمار فضیلت رکھنے والے اور غالب آنے والے مناظرین میں ہوتا تھا ﴿۴۸۵﴾۔ یعنی یکے از فحول المناظرین۔

عمر بن محمد النسفی نے کتاب القند میں لکھا ہے:-

"وکان شیخ اصحابنا بما وراء النہر و کان امام الائمۃ علی الاطلاق الوفود الیہ من الآفاق ملأ المشرق و المغرب بتصانیفہ فی الاصول و الفروع و کان قاضی القضاۃ بسمر قند" ﴿۴۸۶﴾۔

یعنی ابوالیسر بزدوی ماوراء النہر میں علمائے احناف کے شیخ اور علی الاطلاق امام الائمہ تھے۔ پوری دنیا سے طلبہ اور علماء ان سے علم حاصل کرنے آتے اور مشرق و مغرب میں ان کی تصانیف جو کہ اصول و فروع دونوں میں ہیں کی املاء ہوئی۔ یہ سمرقند کے قاضی القضاۃ بھی تھے۔

ان کی تصنیفات میں سے صرف ایک "البدائع" کا قرشی نے ذکر کیا ہے ﴿۴۸۷﴾۔ چلپی نے ان کی درج ذیل تصنیفات کے نام دیئے ہیں:-

۱) مبسوط صدر الاسلام (فی الفروع) ابی الیسر محمد بن محمد البز دوی ﴿۴۸۸﴾۔

۲) واقعات ابی الیسر (فی الفروع) ﴿۴۸۹﴾۔

بغدادی نے بھی درج بالا تصانیف کے نام دیئے ہیں ﴿۴۹۰﴾۔

کحالہ نے لکھا ہے:-

" لہ تصانیف فی فروع الفقہ و اصولہ" ﴿۴۹۱﴾۔

اوران کی ایک تصنیف "المبسوط فی فروع الفقہ" کا ذکر بھی کیا ہے جو کہ دو جلدوں میں ہے ﴿۴۹۲﴾۔ امام ابوالیسر قاضی الصدر رجب ۴۹۳ھ میں بخارا میں فوت ہوئے ﴿۴۹۳﴾۔

www.toobaaelibrary.com

محمد بن منصور الحاکم النوقدی ﴿۴۹۴﴾ م ۴۳۴ھ

محمد بن منصور بن مخلص بن اسمٰعیل ابواسحاق الحاکم النوقدی اپنے زمانے کے ایک نامور حنفی فقیہہ، عالم وزاہد تھے۔ سمعانی نے انہیں "الامام الزاهد صائم الدهر" لکھا ہے ﴿۴۹۵﴾۔ الحاکم النوقدی سے ابویعقوب یوسف بن منصور بن ابراہیم السیاری ﴿۴۹۶﴾ نے فقہ حاصل کی اور روایت کی اور ان سے قاضی ابوالیسر محمد بن محمد البزدوی نے روایت کی ہے ﴿۴۹۷﴾۔

ابواسحاق الحاکم النوقدی سمرقند میں مدرس اور مفتی تھے۔ سمعانی نے انہیں "المدرس المفتی بسمرقند" لکھا ہے ﴿۴۹۸﴾۔ لکھنوی نے ان کا سلسلہ روایت کتب فقہ یوں بیان کیا ہے۔

" اخذ عن ابی جعفر الهندوانی عن ابی بکر الاعمش عن ابی بکر الاسکاف عن محمد بن سلمه عن ابی سلیمان (جوز جانی) عن محمد رحمة الله تعالیٰ" ﴿۴۹۹﴾۔

ابواسحاق الحاکم النوقدی سمرقند میں رمضان ۴۳۴ھ میں راہی ملک عدم ہوئے ﴿۵۰۰﴾۔

محمد بن موسیٰ ابوبکر الخورزمی م ۴۰۳ھ

شیخ ابواسحاق نے انہیں فقیہہ بغداد لکھا ہے۔ انہوں نے ابی بکر الشافعی سے حدیث اور ابوبکر الرازی سے فقہ حاصل کی۔ ان سے القاضی ابوعبداللہ حسین بن علی محدث الصیمری اور الرضی نے فقہ حاصل کی۔ ان کا شمار فقہ حنفی کے مایہ ناز مفتیوں میں ہوتا تھا اور ان سے فقہ حنفی کی سرداری قائم تھی ﴿۵۰۱﴾۔ محدث صیمری کہتے ہیں کہ میں نے ان جیسا اچھا مفتی، اصابت رائے کا حامل (مصیب) اور بہترین طریقے سے تدریس کرنے والا استاد نہیں پایا ﴿۵۰۲﴾۔ انہیں متعدد و مرتبہ قضا کی پیشکش کی گئی لیکن انہوں نے ہمیشہ اس سے انکار کیا ﴿۵۰۳﴾۔ عوام الناس میں محمد بن موسیٰ صاحب تعظیم و مرتبہ تھے اور سلطان کے ہاں انہیں تقرب و تقدم حاصل تھا۔ یہ لوگوں سے کسی قسم کا صلہ، ھدیہ، معاوضہ یا اجر نہ لیتے تھے ﴿۵۰۴﴾۔ ابوبکر الخورازمی بروز جمعۃ المبارک ۱۸ جمادی الاولیٰ ۴۰۳ھ میں راہی ملک عدم ہوئے۔ انہیں کوچہ عبدۃ (درب عبدة) میں دفن کیا گیا ﴿۵۰۵﴾۔ خطیب مزید رقمطراز ہیں کہ ابوبکر الکرمانی البرقانی ان کی تعریف کرتے تھے اور میں (خطیب) نے ان سے ابوبکر الخوارزمی کا ذکر جمیل اور تعریف ہی سنی ہے ﴿۵۰۶﴾۔ ان کے بیٹے مسعود بن محمد بن موسیٰ بھی ایک نامور فقیہہ تھے ﴿۵۰۷﴾۔

محمد بن ولید ابوعلی الزاھد السمرقندی م ۴۵۰ھ

محمد بن الولید الحنفی (ابوعلی) الفقیہہ المعروف زاہد سمرقندی اپنے زمانہ کے ایک نامور فقیہہ، عالم اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ زاہد سمرقندی امام ابوعبداللہ الدامغانی م ۴۷۸ھ کے ہم عصر تھے ﴿۵۰۸﴾۔ قرشی نے

www.toobaaelibrary.com

ان کی دو کتابوں کے نام دیئے ہیں:-

الفتاویٰ اور الجامع الاصغر﴿۵۰۹﴾۔

چلپی نے الفتاویٰ کو ''فتاویٰ محمد بن الولید السمرقندی الحنفی'' لکھا ہے﴿۵۱۰﴾ اور ''الجامع الاصغر فی فروع الفقہ'' کا بھی ذکر کیا ہے﴿۵۱۱﴾۔ جبکہ بغدادی﴿۵۱۲﴾ اور کحالہ﴿۵۱۳﴾ نے ''الفتاویٰ'' کا نام ''مجموع الفتاویٰ'' لکھا ہے، اور ''الجامع الاصغر فروع الفقہ'' کا نام بھی دیا ہے۔ کحالہ نے ان کا سن وفات ۴۵۰ھ لکھا ہے﴿۵۱۴﴾۔

محمود بن سُبکتگین الغزنوی﴿۵۱۵﴾م ۴۲۱ھ

ابو القاسم محمود بن سبکتگین السلطان سیف الدولہ ابن الامیر ناصر الدولہ ابی منصور الغزنوی اپنے والد کی وفات ۳۸۷ھ کے بعد تخت نشین ہوئے﴿۵۱۶﴾۔ محمود غزنوی نے ہندوستان اور کفار پر فتوحات حاصل کیں تو خلیفہ نے انہیں خلعت سے نوازا اور ''یمین الدولہ'' اور ''امین الملت'' کا لقب عطا کیا﴿۵۱۷﴾۔ محمود نے سومنات کا مشہور قلعہ فتح کیا اور تاریخ میں بت شکن کے لقب کا حق دار ٹھہرا۔

محمود غزنوی صاحب سیف صاحب تصنیف فقیہہ تھے۔ کحالہ لکھتے ہیں:-

" كان من الفقهاء و البلغاء "﴿۵۱۸﴾.

یوں محمود غزنوی کا شمار اپنے عہد کے نامور فقہاء میں ہوتا تھا۔ یہ فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھے۔ الامام مسعود بن شیبہ نے ''التعلیم'' میں لکھا ہے:-

" وله التصانيف فى الفقه والحديث والخطب والرسائل "﴿۵۱۹﴾.

امین الملت محمود بن سبکتگین الغزنوی صاحب سیف وقلم حکمران تھے۔ انہوں نے ۴۲۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا﴿۵۲۰﴾۔ ذہبی نے ان کا تذکرہ وفیات ۴۲۱ھ میں کیا ہے﴿۵۲۱﴾۔

قرشی نے ان کی تصنیف ''کتاب التفرید'' کا ذکر کیا ہے﴿۵۲۲﴾ ''التفرید فی الفروع'' کے ضمن میں چلپی لکھتے ہیں:-

" للسلطان محمود بن سبكتگين الغزنوى الحنفى' ----- قال الامام مسعود بن شية كان السلطان من اعيان الفقهاء و كتابه هذا مشهور فى بلاد غزنة و هو فى غاية الجودة و كثرة المسائل و لعله نحوستين الف مسئلة"﴿۵۲۳﴾.

کحالہ نے بھی ''التفرید فی الفروع'' کا ذکر کیا ہے﴿۵۲۴﴾۔

www.toobaaelibrary.com

قاضی القضاۃ ابوالقاسم منصور بن اسمٰعیل م ۴۷۰ھ

علماء فضلاء کے مشہور خانوادۂ صاعدیہ سے الامام منصور بن اسمٰعیل بن صاعد بن محمد القاضی الامام ابوالقاسم جیسے نامور فقیہہ کا تعلق تھا۔ ان کے والد اسمٰعیل بن صاعد ﴿۵۲۵﴾، دادا صاعد بن محمد ابوالعلاء ﴿۵۲۶﴾ اور بیٹے صاعد بن منصور بن اسمٰعیل ﴿۵۲۷﴾ سب کے سب اپنے عہد کے نامور عالم، فقیہہ اور قاضی تھے۔ خود منصور موصوف دوحۃ الصاعدیہ کے مایہ ناز فقیہہ تھے جو علم، تذکیر، تدریس، فتویٰ اور خطاب میں اپنے خاندان میں سب پر سبقت لے گئے ﴿۵۲۸﴾ قرشی لکھتے ہیں:-

"وكان اليه الفتوىٰ فى عصره على مذهب ابى حنيفة" ﴿۵۲۹﴾

قاضی القضاۃ ابوالقاسم منصور نے اصحاب الاصم سے کثرت سے سماع حدیث کیا۔ اس کے علاوہ تحصیلِ علمِ حدیث وفقہ کے لئے انہوں نے خراسان، ماوراء النہر اور عراق کے سفر اختیار کئے۔ ان سے عبدالغافر الفارسی نے ''الآثار للطحاوی'' کا سماع کیا ﴿۵۳۰﴾۔

ابوالقاسم منصور ایک لمبی مدت تک اپنے والد کی نیابت میں قاضی رہے پھر قاضی القضاۃ بنا دیئے گئے۔ ان کی مجلس املاء بھی ہوتی تھی۔ یہ ربیع الاول ۴۷۰ھ میں راہی ملک عدم ہوئے ﴿۵۳۱﴾۔

❀❀❀❀

www.toobaaelibrary.com

حواشی......باب ششم

﴿۱﴾ ابوالوفا افغانی، مقدمہ اصول سرخسی، دار الکتب العربی ۱۳۷۲ھ، ص ا۔

﴿۲﴾ ابن عابدین، السید محمد امین آفندی: مجموعہ رسائل ابن عابدین: سہیل اکیڈمی لاہور طبع اوّل ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، ج اص ۱۱۔

﴿۳﴾ ابوزھرہ، محمد: ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ۔ آراؤہ وفقہہ، دار الفکر العربی سن اشاعت غیر مذکور ص ۴۴۳۔

﴿۴﴾ ایضاً ص ۴۵۲۔

﴿۵﴾ ایضاً ص ۴۵۴۔

﴿۶﴾ ترجیح کا لفظ اپنے عموم کے اعتبار سے ترجیح روایات مختلفہ اور ترجیح اقوال متباینہ دونوں کو شامل ہے مگر ان میں ہر ایک کا طریق جدا گانہ نوعیت کا ہے۔ (ابوزھرہ ص ۴۵۶)۔ مزید تفصیلات کے یہ صفحات متحمل نہیں ہو سکتے کیونکہ تخریج و ترجیح کی پیچیدہ فنی و تکنیکی تفصیلات و مباحث کا احاطہ ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔

﴿۷﴾ ابوزھرہ ص ۴۵۶۔

﴿۸﴾ ایضاً ص ۴۵۵۔۴۵۶۔

﴿۹﴾ (الدَّبُوسِی) فتح الدال المهملة و ضم الباء المنقطوطة بنقطة واحدة و في آخرها سين مهملة بعد الواو، هذه النسبة الى الدبوسية وهي بليدة من السغد بين بخارى و سمرقند (سمعانی ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی م ۵۶۲ھ: الانساب، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۸۲ھ ج ۵ ص ۳۰۵)

﴿۱۰﴾ القرشی، محمد عبدالقادر م ۷۷۵ھ: الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔ ج اص ۳۳۹ نمبر ۹۲۸۔

﴿۱۱﴾ ایضاً۔

﴿۱۲﴾ سمعانی۔ ج ۵ ص ۳۰۶۔

﴿۱۳﴾ ایضاً۔

﴿۱۴﴾ ایضاً۔

﴿۱۵﴾ القرشی ج اص ۳۳۹ نمبر ۹۲۸۔

﴿۱۶﴾ چلپی، ملا کاتب حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ م ۱۰۶۷ھ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، مکتبہ الفیصلیة مکہ مکرمہ ج اص ۸۴۔

﴿۱۷﴾ ایضاً ج اص ۱۶۸۔

﴿۱۸﴾ ایضاً ج اص ۱۹۶۔

﴿۱۹﴾ ایضاً ج اص ۳۳۴۔

﴿۲۰﴾ ایضاً ج اص ۴۶۷۔

﴿۲۱﴾ ایضاً ج اص ۷۰۳۔

www.toobaaelibrary.com

۲۲ ایضاً ج اص ۵۶۸۔
۲۳ بغدادی، اسماعیل پاشا: ہدیۃ العارفین واسماء المؤلفین وآثار المصنفین ، استنبول ۱۹۵۵ء ج ۵ ص ۶۴۸۔
۲۴ کحالہ عمر رضا: معجم المؤلفین، دمشق ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱م۔ ج ۶ ص ۹۶۔ ۹۷۔
۲۵ چلپی ج اص ۴۶۷۔
۲۶ سمعانی ج ۵ ص ۳۰۶۔ انہیں الامام ابی بکر بن طرخان کے قریب دفن کیا گیا (ایضاً)۔
۲۷ سمعانی ج ۵ ص ۳۰۶۔
۲۸ چلپی نے ج اص ۶۸، ۱۹۶، ۳۳۴، ۴۶۷ اور ۷۰۳ پر ان کا سن وفات ۴۳۰ھ لکھا ہے۔ صرف ج اص ۸۴ پر سن وفات ۴۳۲ھ دیا ہے۔
۲۹ بغدادی ج ۵ ص ۶۴۸۔
۳۰ **(الحَلْوَانِی) بفتح الحاء المهملة و سكون اللام و هذه النسبته الى عمل الحلوا و بيعها** (سمعانی ج ۴ ص ۲۱۶)
۳۱ سمعانی ج ۴ ص ۲۱۶۔ القرشی ج اص ۳۱۸ نمبر ۸۴۴۔ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ: شرح وقایہ وحاشیہ عمدۃ الرعایہ: ایچ ایم سعید کمپنی۔ کراچی ج اص ۴۲۔
۳۲ ایضاً ج اص ۴۲۔
۳۳ سمعانی ج ۴ ص ۲۱۶۔ ۲۱۷۔
۳۴ عبید اللہ ج اص ۴۲۔
۳۵ سمعانی ج ۴ ص ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ القرشی ج اص ۳۱۸ نمبر ۸۴۷۔
۳۶ ایضاً ج اص ۳۱۸ نمبر ۸۴۷۔
۳۷ ایضاً۔
۳۸ ملاحظہ ہو سمعانی ج ۴ ص ۲۱۷۔ القرشی ج اص ۳۱۸ نمبر ۸۴۷۔
۳۹ چلپی ج ۲ صفحہ ۹۶۲۔
۴۰ ایضاً ج اص ۱۶۲۔ سمعانی ج ۴ ص ۲۱۷۔
۴۱ چلپی ج اص ۴۶۔
۴۲ ایضاً ج اص ۵۶۸۔
۴۳ ایضاً ج اص ۶۹۵۔
۴۴ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۵۲۔
۴۵ ایضاً ج ۲ ص ۱۰۷۹۔
۴۶ ایضاً ج اص ۲۴۵۔ بغدادی ج ۵ ص ۵۷۸۔
۴۷ چلپی ج ۲ ص ۱۰۱۴۔
۴۸ ایضاً ج ۲ ص ۶۹۵۔

www.toobaaelibrary.com

۴۹﴾ ایضاً ج ۲ص ۱۴۶۷۔
۵۰﴾ ایضاج ۲ص ۱۵۸۱۔
۵۱﴾ ملاحظہ ہو بغدادی ج ۵ص ۵۷۸۔
۵۲﴾ کحالہ ج ۵ص ۲۴۳۔
۵۳﴾ ملاحظہ ہو چلپی ج ۱ص ۴۶۔
۵۴﴾ ایضاج ۱ص ۵۶۸۔
۵۵﴾ بغدادی ج ۵ص ۵۷۸۔
۵۶﴾ القرشی ج ۱ص ۳۱۸ نمبر ۸۴۷۔
۵۷﴾ سمعانی ج ۴ص ۲۱۷۔
۵۸﴾ مالک رام ومختار الدین احمد (مرتبہ): نذر عرشی، مجلس نذر عرشی، نئی دلی، مقالہ بعنوان شمس الائمہ سرخسی از ڈاکٹر حمید اللہ ص ۱۲۳۔
۵۹﴾ (البَزْدَوی) بفتح الباء المنقوطة بو احدة و سكون الزای و فتح الدال المهملة و فی آخرها الواو، هذه النسبة الى بزدة، وهی قلعة حصينة على ستة فراسخ من نسف على طريق بخارا (سمعانی ج ۲ ص ۲۰۱)۔
۶۰﴾ القرشی ج ۱ص ۳۷۲ نمبر ۱۰۲۴۔
۶۱﴾ سمعانی ج ۲ص ۲۰۱۔
۶۲﴾ ایضاج ۲ص ۲۰۲۔
۶۳﴾ لکھنؤی ص ۵۲۔
۶۴﴾ سمعانی ج ۲ص ۲۰۱۔۲۰۲۔
۶۵﴾ ایضاً۔
۶۶﴾ القرشی ج ۱ص ۳۷۲ نمبر ۱۰۲۴۔
۶۷﴾ لکھنؤی ص ۵۲۔
۶۸﴾ سمعانی ج ۱ص ۲۰۱۔۲۰۲۔
۶۹﴾ چلپی ج ۴ص ۳۸۸۔
۷۰﴾ ایضاج ۱ص ۱۶۵۔
۷۱﴾ ایضاج ۱ص ۵۷۰۔ ایضاج ۱ص ۵۶۸۔
۷۲﴾ ایضاج ۲ص ۱۰۱۶۔
۷۳﴾ ایضاج ۱ص ۴۶۷۔
۷۴﴾ ایضاج ۱ص ۵۶۳۔
۷۵﴾ ایضاج ۲ص ۹۶۴۔
۷۶﴾ ایضاج ۲ص ۱۲۱۰۔

www.toobaaelibrary.com

۷۷ ایضاً جلد۲ص ۱۴۸۵۔

۷۸ ایضاً ج۲ص ۱۵۸۱۔

۷۹ ایضاً ج۱ص ۱۱۲۔۱۱۳۔

۸۰ بغدادی ج۵ص ۶۹۳۔

۸۱ چلپی ج۲ص ۱۲۹۵۔

۸۲ کحالہ ج۷ص ۱۹۲۔

۸۳ لکھنؤی ص ۵۲۔

۸۴ ابوزہرہ ص ۲۳۴۔

۸۵ لکھنؤی ص ۵۲۔

۸۶ ابوالوفا افغانی ص ا۔

۸۷ چلپی ج۱ص ۱۱۲۔

۸۸ ایضاً۔

۸۹ ایضاً۔

۹۰ ایضاً۔

۹۱ ایضاً

۹۲ ایضاً ج۱ص ۱۱۲۔۱۱۳۔

۹۳ ایضاً ج۱ص ۱۱۳۔

۹۴ ایضاً۔

۹۵ ایضاً۔

۹۶ ایضاً۔

۹۷ ایضاً۔

۹۸ ایضاً۔

۹۹ ایضاً۔

۱۰۰ ایضاً۔

۱۰۱ القرشی ج۱ص ۲۷۔۳ نمبر ۱۰۲۴۔

۱۰۲ (خُوَاهَرزَاذَه) بضم الخاء المعجمة وفتح الواو و الهاء بينهما الألف والراء الساكنة و الزاى المفتوحة بعد هاالف آخرى و فى ها الذال المعجمة والهاء ،هذه قيل لجماعة من العلماء كانوا ابن اُخت عالم فنسب اليه بالعجمية (سمعانی ج۵ص ۲۲۱)۔

۱۰۳ وقيل الحسن بن الحسين (سمعانی ج۵ص ۲۲۱)۔

۱۰۴ ایضاً وایضاً ج۱۰ص ۳۵۳۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان: سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت طبع سابع ۱۴۱۰ھ/

www.toobaaelibrary.com

۱۹۹۰ء ج ۱۹ ص ۱۴۔

﴿۱۰۵﴾ سمعانی ج ۵ ص ۲۲۱۔۲۲۲۔

﴿۱۰۶﴾ ایضاً ج ۵ ص ۲۲۲۔

﴿۱۰۷﴾ ایضاً ج ۱۰ ص ۳۵۳۔

﴿۱۰۸﴾ القرشی ج ۲ ص ۴۹ نمبر ۱۵۷۔

﴿۱۰۹﴾ ذہبی، سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۱۴۔

﴿۱۱۰﴾ سمعانی ج ۵ ص ۲۲۲۔

﴿۱۱۱﴾ ایضاً۔

﴿۱۱۲﴾ القرشی ج ۴ ص ۴۹ بحوالہ سمعانی۔

﴿۱۱۳﴾ چلپی ج ۱ ص ۴۷۔

﴿۱۱۴﴾ ایضاً ج ۱ ص ۶۹۵۔

﴿۱۱۵﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۵۸۰۔

﴿۱۱۶﴾ ایضاً ج ۱ ص ۳۵۲۔

﴿۱۱۷﴾ ایضاً ج ۱ ص ۵۶۹۔

﴿۱۱۸﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۲۲۳۔

﴿۱۱۹﴾ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

﴿۱۲۰﴾ کحالہ ج ۹ ص ۲۵۳۔

﴿۱۲۱﴾ سمعانی ج ۵ ص ۲۲۲۔

﴿۱۲۲﴾ (سَرَخْس) بفتح اوله، وسكون ثانيه، وفتح الخاء المعجمة، و آخره سين مهملة، ويقال سَرَخَس، بالتحريك، والاول اكثر، مدينة قديمة من نواحي خراسان كبيرة و اسعة وهي بين نيشابور و مَرْوَ في وسط الطريق (یاقوت حموی: معجم البلدان، دار صادر بیروت، بدون سن اشاعت ج ۱۰ ص ۲۰۸) وهواسم رجل من الذ عارفي زمن كيكاؤس كن هذاالموضع وعمّره و اتم بناءه، واحكم مدينة ذوالقرنين.... وفتحها عبدالله بن حازم السلمي الامير من جهة عبدالله بن عامر بن كريز زمن عثمان بن عفان رضى الله عنه (سمعانی ج ۷ ص ۱۱۸۔۱۱۹)۔

﴿۱۲۳﴾ لکھنؤی، محمد عبدالحیٔ، (م ۱۳۰۴ھ): مقدمۃ الہدایہ للمرغینانی۔ طبع دہلی ص ۱۸۔ جہلمی، فقیر محمد: حدائق الحنفیہ۔ طبع لکھنؤی ص ۲۰۵۔

﴿۱۲۴﴾ لکھنؤی، فوائد البہیہ ص ۶۴۔

﴿۱۲۵﴾ مالک رام ص ۱۲۳۔

﴿۱۲۶﴾ القرشی ج ۲ ص ۲۸ نمبر ۸۵۔

﴿۱۲۷﴾ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

۱۲۸؎ مالک رام ص ۱۲۳۔

۱۲۹؎ القرشی ج ۲ ص ۲۸ نمبر ۸۵۔

۱۳۰؎ ایضاً۔

۱۳۱؎ القرشی ج ۲ ص ۲۸ نمبر ۸۵۔

۱۳۲؎ مالک رام ص ۱۲۳۔

۱۳۳؎ ایضاً۔

۱۳۴؎ ملاحظہ ہو القرشی ج ۲ ص ۲۹ نمبر ۸۵ و ایضاً ج ۲ ص ۳ نمبر ۵۔ لکھنؤی، فوائد البہیہ ص ۶۴۔

۱۳۵؎ ایضاً" عده ابن كمال پاشا من المجتهدين فى المسائل "(ایضاً)۔

۱۳۶؎ مالک رام ص ۱۲۳، بحوالہ العمری ابن فضل اللہ: مسالک الابصار مخطوطہ آیا صوفیا ۳۴۱۹ ج ۵ ص ۲۸ ب۔

۱۳۷؎ السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل: شرح السیر الکبیر؛ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد طبع اول ۱۳۳۵ھ، ج ۱ ص ۱۰۱۔

۱۳۸؎ مالک رام ص ۱۲۷۔

۱۳۹؎ السرخسی، شرح السیر الکبیر ج ۱ ص ۳۶۶۔

۱۴۰؎ THE ENCYCLOPAEDIA OF ÎSLAM: LEIDEN BRILL 1997 VOL. IX PAGE 35. (AL - SARAKHSI).

۱۴۱؎ مالک رام ص ۱۲۴۔

۱۴۲؎ ایضاً۔

۱۴۳؎ ایضاً مالک رام ص ۱۲۶۔۱۲۷۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لائیڈن (بار اول) میں Heffening نے امام سرخسی کی قید کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی قید کی وجہ ایک فقہی مسئلے میں خاقان کی مرضی کے خلاف فتویٰ دینا ہے۔ حالانکہ سارے سوانح نگار متفق ہیں کہ یہ قید سے رہائی کے بعد کا واقعہ ہے اور اس کا تعلق امیر البلد، یعنی مرغینان کے والی، سے ہے جو خفا ہونے کی جگہ ان کی علمیت و تبحر کا معترف ہو گیا تھا۔ امیر مذکور خود کسی لڑکی سے نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا کہ ان کے امتناعی فتوے سے خفا ہوتا، بلکہ بظاہر ایک قابل ستائش جذبے کے تحت اس نے اپنی ام ولد لونڈیوں کا اپنے خادمان خاص سے نکاح پڑھوا دیا (اس میں دو پیچیدگیاں تھیں: ام ولد کا نکاح کسی سے جائز نہیں؛ آزاد مرد اپنی آزاد زوجہ کی موجودگی میں لونڈی سے مزید نکاح نہیں کر سکتا)۔ امیر البلد نے ان ام ولد لونڈیوں کو آزاد کر کے فوراً نکاحوں کی تجدید کرائی۔ (یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ آزاد عورت کو نکاح ثانی سے قبل عدت گزارنے کی ضرورت ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء ج ۱۰ ص ۸۱۴۔

۱۴۴؎ مالک رام ص ۱۲۷ بحوالہ محمود بن سلیمان الکفوی: اعلام الاخیار من فقہا مذہب النعمان المختار مخطوطہ اسعد آفندی استنبول: نمبر ۵۴۸ ورق ۱۹۱ الف۔

۱۴۵؎ فقیر محمد جہلمی ص ۲۰۵۔

۱۴۶؎ شمس الائمہ سرخسی کے زمانے میں قراخانیوں میں نصر ۴۶۰ھ۔۴۷۳ھ، خضر خان ۴۷۳ھ۔۴۷۴ھ اور احمد بن خضر خان ۴۷۴ھ۔۴۸۷ھ۔ حکمران ہوئے۔ یہ تینوں مغربی قراخانی حکمران تھے جب کہ مشرقی قراخانیوں میں خاقان حسن

www.toobaaelibrary.com

(۳۸۷ھ۔۳۹۵ھ) بھی حاکم تھا۔ (مالک رام ص ۱۳۴) مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو۔ المرجانی، شہاب الدین (ف ۱۳۰۷ھ) عرفۃ الخواقین فی غرفۃ الخواقین کے نام سے ترکستانی حکمرانوں کی تاریخ طبع ۱۲۸۱ھ قازان۔ اس میں ہے کہ خاقان شمس الملک نصر (۴۶۰۔۴۷۳ھ) نے ۴۶۱ھ میں فقیہ ابوابراہیم اسماعیل بن شیث الوائلی الصفار کو سزائے موت دی تھی۔ (القرشی ج ۱ ص ۱۴۶ نمبر ۳۲۲) غالباً اسی نے سرخسی کو بھی قید کیا تھا (مالک رام ص ۱۲۵)۔

۱۴۷﴾ ابن قطلو بغا، زین الدین قاسم (م ۸۷۹ھ): تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ: مطبعۃ العانی بغداد ۱۹۶۲ء ص ۵۳ نمبر ۱۵۷۔

۱۴۸﴾ السرخسی، شرح السیر الکبیر ج ۴ ص ۳۸۷۔

۱۴۹﴾ ملاحظہ ہو مالک رام ص ۱۳۲۔

۱۵۰﴾ السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل: المبسوط، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء، ج ۱ ص ۴۔

۱۵۱﴾ "وکان یملی من خاطرہ من غیر مطالعۃ کتاب و ہو فی الجب" (الکھنؤی ص ۶۴)، املاء المبسوط من غیر مراجعۃ شئی من الکتب (ایضاً ص ۶۵ بحوالہ مدینۃ العلوم)

۱۵۲﴾ مالک رام ص ۱۳۴۔

۱۵۳﴾ ایضاً ص ۱۲۸۔

۱۵۴﴾ ابن قطلو بغا ص ۵۳: ابوالوفا افغانی لکھتے ہیں کہ یہ علامہ کوثری کا قول ہے (ایضاً ص ۶ حاشیہ نمبر ۲)

۱۵۵﴾ حمید اللہ لکھتے ہیں "کشف الظنون میں لکھا ہے کہ الفوائد سرخسی اور حلوانی کی تالیف ہے اس کا مفہوم واضح نہیں ہے" (مالک رام ص ۱۳۵)

۱۵۶﴾ چلپی ج ۱ ص ۱۱۲۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۵۷﴾ چلپی ج ۱ ص ۱۶۴۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۵۸﴾ چلپی ج ۱ ص ۳۶۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۵۹﴾ چلپی ج ۱ ص ۵۶۱۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۶۰﴾ چلپی ج ۱ ص ۵۶۸۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۶۱﴾ چلپی ج ۱ ص ۶۹۵۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۶۲﴾ چلپی ج ۲ ص ۹۶۳۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔ مالک رام ص ۱۳۵۔

۱۶۳﴾ ایضاً۔

۱۶۴﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۰۱۴۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۶۵﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۴۵۲۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۶۶﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۶۲۸۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۶۷﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۰۷۹۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۶۸﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۵۸۰۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۶۹﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۶۲۰۔ بغدادی ج ۶ ص ۷۶۔

۱۷۰﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۸۱ باب ہذا۔

www.toobaaelibrary.com

۱۷۱﴾ چلپی ج۱ص۱۱۲۔
۱۷۲﴾ مالک رام ص۱۲۸۔
۱۷۳﴾ ایضاً ص۱۲۹۔
۱۷۴﴾ السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل: اصول السرخسی، احیاء المعارف النعمانیہ، حیدر آباد دکن بدون سن اشاعت (حقق اصولہ ابوالوفا افغانی) ج۱ص۹۔
۱۷۵﴾ ایضاً
۱۷۶﴾ مالک رام ص۱۲۹۔
۱۷۷﴾ ایضاً۔
۱۷۸﴾ سرخسی، شرح السیر الکبیر ج۴ص۳۸۷۔
۱۷۹﴾ ایضاً۔
۱۸۰﴾ ایضاً۔
۱۸۱﴾ ایضاً۔
۱۸۲﴾ مالک رام ص۱۲۹۔
۱۸۳﴾ ایضاً ص۱۳۳۔۱۳۴، بحوالہ مخطوطہ شرح السیر الکبیر ''کتب خانہ عاطف استنبول کا خاتمہ۔
۱۸۴﴾ سرخسی، المبسوط ج۲۷ص۱۲۴۔
۱۸۵﴾ ایضاً ج۳۰ص۲۸۷۔
۱۸۶﴾ مصر کے ہی ایک مخطوطے (دار الکتب فقہ حنفی ۴۰ بحوالہ مالک رام ص۱۲۹ و حاشیہ نمبر۱۵) نیز استنبول و دمشق کے مخلوطوں (شرح السیر الکبیر ج۱ص۳۶۶) میں سال ۴۷۹ھ ہے (مالک رام ص۱۲۹)۔
۱۸۷﴾ ''باملاء المحصور المعاقب و المحبوس و هو منذ حولين على الصبر مواظب'' (سرخسی المبسوط آخر کتاب المکاتب ج۸ص۸۰)۔
۱۸۸﴾ ایضاً ج۴ص۱۹۲۔
۱۸۹﴾ ایضاً ج۷ص ۵۹۔
۱۹۰﴾ ایضاً ج۷ص۲۴۱۔
۱۹۱﴾ در آخر ''کتاب الاقرار'' ایک مخطوطے میں (مالک رام ص۱۳۳)۔
۱۹۲﴾ سرخسی، المبسوط ج۱ص۲۔
۱۹۳﴾ ایضاً ج۱ص۴۔
۱۹۴﴾ ایضاً ج۸ص۸۰۔
۱۹۵﴾ ایضاً ج۸ص۱۲۵۔
۱۹۶﴾ فی آخر ''کتاب السرقۃ'' ایک مخطوطے میں (مالک رام ص۱۳۳)۔
۱۹۷﴾ سرخسی، المبسوط ج۱۰ص۱۴۴۔

www.toobaaelibrary.com

۱۹۸﴾ ایضاً ج ۱۲ ص ۱۰۸۔
۱۹۹﴾ در آخر ''کتاب الوکالۃ'' ایک مخطوطے میں (مالک رام ص ۱۳۳)۔
۲۰۰﴾ مالک رام ص ۱۳۱۔
۲۰۱﴾ ایضاً۔
۲۰۲﴾ ایضاً ص ۱۳۱۔۱۳۲۔
۲۰۳﴾ ایضاً ص ۱۳۴۔
۲۰۴﴾ ایضاً۔
۲۰۵﴾ القرشی ج ۲ ص ۲۹ نمبر ۸۵۔ لکھنوی ص ۶۴۔
۲۰۶﴾ ایضاً۔
۲۰۷﴾ ابن قطلو بغا ص ۵۳، ابوالوفا افغانی ص ۶ بحوالہ کفوی۔
۲۰۸﴾ لکھنوی کے ہاں کتابت کی غلطی سے '' ومات سنة ثمان و ثلاثين و ار بعمائة '' لکھا گیا ہے۔ (لکھنوی ص ۶۵) ابوالوفا افغانی لکھتے ہیں '' سبق قلم صوابه ثلاث و ثمانين و اربعمائة '' (ابوالوفا افغانی ص ۷) حمید اللہ قطراز ہیں کہ لکھنوی نے تو ماہ جمادی الاولی کی صراحت بھی کی ہے لیکن اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ (مالک رام ص ۱۳۲) لیکن ہمیں لکھنوی کے ہاں جمادی الاولی کی عبارت نہیں دکھائی دی۔ (ملاحظہ ہو لکھنوی ص ۶۴۔۶۵)
۲۰۹﴾ مالک رام ص ۱۳۲۔
۲۱۰﴾ (الشِکانی) بكسر الشين المجعمة و فتح الكاف و فی آخرها النون ، هذه النسبة الى شِكان و ظنی انها من قرية بخاری (سمعانی ج ۸ ص ۱۳۵)۔ سمعانی یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے '' كتاب القند فی معرفة علماء سمرقند '' میں پڑھا ہے کہ شِکان، کش کا قصبہ ہے'' (ایضاً)۔
۲۱۱﴾ سمعانی ج ۸ ص ۱۳۵۔۱۳۶۔
۲۱۲﴾ ایضاً ج ۸ ص ۱۳۶۔
۲۱۳﴾ ایضاً ج ۸ ص ۱۳۵۔۱۳۶۔
۲۱۴﴾ (الرِیغذَمُونی) بكسر الراء و سكون الياء آخر الحروف و الغين المجعمة ساكنة والدال المهملة المفتوحة و الميم المضمومة بعد ها الواو و فی آخرها النون ، هذه النسبة الى ريغدمون وهی قرية من قرى بخاری (سمعانی ج ۶ ص ۲۱۶)۔
۲۱۵﴾ ایضاً۔
۲۱۶﴾ ایضاً۔
۲۱۷﴾ ایضاً ج ۶ ص ۲۱۶۔۲۱۷۔
۲۱۸﴾ چلپی ج ۶ ص ۸۶۔
۲۱۹﴾ بغدادی ج ۶ ص ۸۶۔
۲۲۰﴾ کحالہ ج ۱ ص ۲۶۴۔۲۶۵۔

www.toobaaelibrary.com

۲۲۱ (ألاستوائی) بضم الألف و سکون السین المهملة و فتح التاء المنقطوطة من فوقها بنقطتین او ضمها و بعدها الواو و الألف و فی آخرها الهاء المنقطوطة باثنتین من تحتها، هذه النسبة الی استواء، وهی ناحیة بنیشاپور (سمعانی ج اص ۲۰۷)۔

۲۲۲ ابن جوزی، ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ۵۹۷ھ: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، دارالکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء ج ۱۶ص ۲۸۴۔

۲۲۳ الحنبلی، ابی الفلاح عبدالحیٔ بن العماد (م ۱۰۸۹ھ): شذرات الذهب فی اخبار من ذهب: مکتبۃ القدسی، الازھر ۱۳۵۰ھ ج ۳ ص ۳۶۶۔

۲۲۴ ابن اثیر، عزالدین ابی الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی: الکامل فی التاریخ دار صادر بیروت ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء۔ ج ۱۰ص ۱۸۰، ابن اثیر نے ان کا سن ولادت ۴۱۰ھ لکھا ہے۔ (ایضاً)

۲۲۵ القرشی ج ۱ص ۱۰۵۔۱۰۶ نمبر ۲۰۸۔ بحوالہ تاریخ نیشاپور از عبدالغافر فارسی۔

۲۲۶ ایضاً ج ۱ص ۱۰۵۔۱۰۶ نمبر ۲۰۸۔

۲۲۷ ایضاً ج ۲ص ۱۶ نمبر ۱۹۳۔

۲۲۸ ایضاً ص ۱۰۵۔۱۰۶ نمبر ۲۰۸۔

۲۲۹ سمعانی ج ۱ص ۳۵۶۔ ایضاً ج ۲ص ۲۵۵۔۲۵۶۔

۲۳۰ (الأنبر دُوانی) بفتح الالف و سکون النون و فتح الباء المنقوطة بواحدة و سکون الراء و ضم الدال المهملتین و فی آخرها النون، هذه النسبة الی انبردوان وهی قریة من قری بخاری (سمعانی ج ۱ص ۳۵۶)۔

۲۳۱ القرشی (ج ۱ص ۱۱۲۔۱۱۳ نمبر ۲۲۰) نے نصیر جب کہ سمعانی (ج ۱ص ۳۵۶۔ ایضاً ج ۲ص ۲۵۵۔۲۵۶) نے بصیر لکھا ہے۔

۲۳۲ بغدادی ج ۶ص ۷۸۔

۲۳۳ سمعانی ج ۱ص ۳۵۷۔

۲۳۴ ایضاً

۲۳۵ چلپی ج ۶ص ۱۲۱۷۔

۲۳۶ بغدادی ج ۶ص ۷۸۔

۲۳۷ کحالہ ج ۲ص ۱۳۶۔

۲۳۸ سمعانی ج ۱ص ۳۵۶۔

۲۳۹ ایضاً۔

۲۴۰ ایضاً۔

۲۴۱ ایضاً۔

۲۴۲ (النّاطفی) بفتح النون و کسر الطاء المهملة و الفاء، هذه النسبة الی بیع الناطف و عمله (سمعانی ج ۱۳ص ۱۳)۔

www.toobaaelibrary.com

۲۴۳﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۱۳-۱۱۴ نمبر ۲۴۲۔

۲۴۴﴾ ایضاً۔

۲۴۵﴾ کحالہ ج ۲ ص ۱۴۰۔

۲۴۶﴾ ایضاً۔

۲۴۷﴾ چلپی ج ۱ ص ۱۱۔

۲۴۸﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۲۔

۲۴۹﴾ ایضاً ج ۱ ص ۵۲۵۔

۲۵۰﴾ ایضاً ج ۱ ص ۶۰۱ و ایضاً ج ۱ ص ۲۲۔

۲۵۱﴾ ایضاً ج ۱ ص ۹۳۱۔

۲۵۲﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۹۹۸۔

۲۵۳﴾ ایضاً ج ۲ ص ۲۰۴۰۔

۲۵۴﴾ ملاحظہ ہو بغدادی ج ۵ ص ۷۶۔

۲۵۵﴾ چلپی ج ۱ ص ۱۱، کحالہ نے اس کا نام ''الاجناس والفروق'' لکھا ہے (کحالہ ج ۲ ص ۱۴۰)۔

۲۵۶﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۹۹۸۔

۲۵۷﴾ کحالہ ج ۲ ص ۱۴۰۔

۲۵۸﴾ چلپی نے ان کی کنیت علاوہ ابی نصر (چلپی ج ۱ ص ۵۶۳ و ایضاً ج ۲ ص ۱۶۲۷) کے ابی بکر (چلپی ج ۱ ص ۵۶۹) بھی لکھی ہے۔

۲۵۹﴾ (الاِسبِیجَابی) و نسبة الی اسبیجاب بکسر الالف و سکون السین المهملة و کسر الباء الموحدة بعد ها مثناة تحتیة ثم جیم ثم الف ثم باء موحده کذا ذکره القاری نقلا عن المجد (الکهنؤی ص ۲۱) و ضبطه السمعانی بالفاء موضع الباء الاولی وقال انه بلدة کبیرة من ثغور الترک (سمعانی ج ۱ ص ۲۳۰)

۲۶۰﴾ لکهنؤی ص ۲۱۔

۲۶۱﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۲۷ نمبر ۲۶۰۔

۲۶۲﴾ ایضاً۔

۲۶۳﴾ ایضاً۔

۲۶۴﴾ لکهنؤی ص ۲۱۔

۲۶۵﴾ چلپی ج ۱ ص ۵۶۳۔

۲۶۶﴾ ایضاً ج ۱ ص ۵۶۹۔

۲۶۷﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۷۸۔

۲۶۸﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۶۲۷۔

۲۶۹﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۳۲۰۔

۲۷۰﴾ بغدادی ج ۵ ص ۸۰۔

www.toobaaelibrary.com

۲۷۱ کحالہ ج۲ ص۱۸۳۔

۲۷۲ چلپی ج۱ ص۵۶۳۔

۲۷۳ ایضاً ج۱ ص۵۶۹۔

۲۷۴ ملاحظہ ہو القرشی ج۱ ص۱۲۷ نمبر۲۶۰۔ لکھنؤی ص۲۱۔

۲۷۵ القرشی ج۱ ص۱۵۱۔۱۵۲ نمبر۳۳۷۔

۲۷۶ ایضاً۔

۲۷۷ ایضاً۔

۲۷۸ ایضاً۔

۲۷۹ ایضاً۔

۲۸۰ بغدادی نے ان کا پورا نام ونسب یوں لکھا ہے" جعفر بن محمد بن المعصر بن المستغفر ابن فتح بن ادریس النخشی النسفی الحافظ ابو العباس المستغفری الحنفی " (بغدادی ج۵ ص۲۵۳) جب کہ القرشی نے بجائے المعصر کے المعتز لکھا ہے اور معتز کے والد کا نام "مستغفر" کی بجائے "محمد" لکھا ہے (القرشی ج۱ ص۱۸۰۔۱۸۱ نمبر۴۰۷)۔

۲۸۱ ایضاً۔

۲۸۲ چلپی ج۱ ص۳۰۸۔

۲۸۳ ایضاً ج۱ ص۷۱۵۔

۲۸۴ ایضاً ج۱ ص۷۶۰۔

۲۸۵ ایضاً ج۲ ص۱۲۷۷۔

۲۸۶ ایضاً ج۲ ص۱۴۰۰۔

۲۸۷ ایضاً ج۲ ص۱۴۱۷۔

۲۸۸ ایضاً ج۲ ص۱۴۶۳۔

۲۸۹ ایضاً ج۲ ص۱۴۷۰۔

۲۹۰ ایضاً ج۲ ص۱۷۳۹۔

۲۹۱ بغدادی ج۵ ص۲۵۳۔

۲۹۲ کحالہ ج۳ ص۱۵۰۔

۲۹۳ (الفشیذ یزجی) بفتح الفاء و کسر الشین المعجمة و سکون الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها و فتح الدال و سکون الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها وبعدها الزای و فی آخرها الجیم ، هذه النسبة الی فشیدیزه (سمعانی ج۱۰ ص۲۲۶)۔

۲۹۴ ایضاً۔

۲۹۵ ایضاً ج۱۰ ص۲۲۷۔

www.toobaaelibrary.com

۲۹۶﴾ ایضاً ج ۱۰ ص ۲۲۶۔۲۲۷۔

۲۹۷﴾ بغدادی ج ۵ ص ۳۰۹۔

۲۹۸﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۲۲۷۔

۲۹۹﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۲۹۴۔

۳۰۰﴾ کحالہ ج ۴ ص ۴۔

۳۰۱﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۱۱ نمبر ۵۲۳۔

۳۰۲﴾ سمعانی ج ۱ ص ۲۰۸۔

۳۰۳﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۰۷۔۲۰۸۔

۳۰۴﴾ ابن جوزی ج ۱ ص ۲۷۸۔ خطیب، الحافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی م ۴۶۳ھ: تاریخ بغداد، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء، ج ۹ ص ۳۴۴۔

۳۰۵﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۶۱۔۲۶۲ نمبر ۶۸۵۔

۳۰۶﴾ خطیب ج ۹ ص ۳۴۴۔

۳۰۷﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۶۱۔۲۶۲ نمبر ۶۸۵۔

۳۰۸﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۳۹۳۔

۳۰۹﴾ بغدادی ج ۵ ص ۴۳۱۔

۳۱۰﴾ کحالہ ج ۴ ص ۳۱۸۔۳۱۹۔

۳۱۱﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۶۲ نمبر ۶۸۵۔

۳۱۲﴾ خطیب ج ۹ ص ۳۴۵۔

۳۱۳﴾ سمعانی ج ۱ ص ۲۰۸۔

۳۱۴﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج ۲ ص ۱۸۲ نمبر ۵۶۳۔

۳۱۵﴾ ایضاً ج ۱ ص ۱۵۱ نمبر ۳۳۷۔

۳۱۶﴾ ایضاً ج ۱ ص ۲۶۲ نمبر ۶۸۷۔

۳۱۷﴾ ابن جوزی ج ۷ ص ۱۲۹۔

۳۱۸﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۸۸ نمبر ۷۵۹۔

۳۱۹﴾ ابن جوزی ج ۷ ص ۱۲۹۔

۳۲۰﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۶۲۔۲۶۳ نمبر ۶۸۷۔

۳۲۱﴾ چلپی ج ۱ ص ۱۱، اس کتاب کو پہلے ابو العباس الناطفی اور پھر علی بن محمد الجرجانی نے لکھا (ایضاً)۔

۳۲۲﴾ بغدادی ج ۵ ص ۴۳۱۔

۳۲۳﴾ (الناصحی) بفتح النون و کسر الصاد و الحاء المهملتین، هذه النسبة الیٰ ناصح (سمعانی ج ۱۳ ص ۱۱)۔

۳۲۴﴾ القرشی ج ۱ ص ۴۷ نمبر ۲۴۸۔

www.toobaaelibrary.com

۳۲۵۔ خطیب ج۹ص ۳۴۳۔
۳۲۶۔ القرشی ج ا ص ۲۷۴ نمبر ۷۲۸۔
۳۲۷۔ خطیب ج۹ص ۳۴۳۔
۳۲۸۔ القرشی ج ا ص ۲۷۴ نمبر ۷۲۸۔
۳۲۹۔ ایضاً۔
۳۳۰۔ خطیب ج۹ص ۳۴۳۔
۳۳۱۔ ایضاً۔
۳۳۲۔ القرشی ج ا ص ۲۷۴ نمبر ۷۲۸۔
۳۳۳۔ ایضاً ج ا ص ۲۷۵ نمبر ۷۲۸۔
۳۳۴۔ چلپی ج ا ص ۲۱۔
۳۳۵۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۶۷۶۔
۳۳۶۔ ایضاً۔
۳۳۷۔ بغدادی ج ۵ ص ۳۵۱۔۳۵۲۔
۳۳۸۔ کحالہ ج ۶ ص ۴۹۔ کحالہ نے مختصر احکام الوقف کا نام ''مختصر وقفی الھلال والخصاف'' لکھا ہے (ایضاً)۔
۳۳۹۔ ملاحظہ ہو القرشی ج ۲ ص ۶۴۔۶۵ نمبر ۲۰۴۔
۳۴۰۔ ایضاً ج ۲ ص ۲۱۴ نمبر ۶۷۱۔
۳۴۱۔ ایضاً ج ا ص ۱۰۶ نمبر ۲۰۹۔
۳۴۲۔ ایضاً۔
۳۴۳۔ ایضاً۔
۳۴۴۔ (النریزی) بفتح النون و کسر الراء المهملة بعد ها الياء المنقوطة باثنتين من تحتها و فى آخر الزاى، هذه النسبة الى قرية يقال لها نريزمن رستاق آزربيجان (سمعانی ج ۱۳ ص ۷۸)۔
۳۴۵۔ ایضاً ج ۱۳ ص ۷۹۔
۳۴۶۔ ایضاً۔
۳۴۷۔ ایضاً۔
۳۴۸۔ ملاحظہ ہو القرشی ج ا ص ۹۳۔۹۴ نمبر ۱۸۰
۳۴۹۔ ایضاً ج ا ص ۳۰۷۔۳۰۸ نمبر ۸۱۶۔
۳۵۰۔ ایضاً ج ا ص ۳۳۰ نمبر ۸۹۵۔
۳۵۱۔ ایضاً ج ا ص ۳۰۷۔۳۰۸ نمبر ۸۱۶۔
۳۵۲۔ بغدادی ج ۵ ص ۵۱۶۔
۳۵۳۔ چلپی ج ا ص ۷۲۱۔ ایضاً ج ا ص ۳۴۶۔

www.toobaaelibrary.com

۳۵۴﴾ کحالہ ج۵ ص۱۷۴۔

۳۵۵﴾ القرشی ج۱ ص۳۰۷۔۳۰۸ نمبر ۸۱۶۔

۳۵۶﴾ سمعانی ج۱۰ ص۲۲۹۔

۳۵۷﴾ چلپی ج۱ ص۱۲۲۷۔

۳۵۸﴾ بغدادی ج۵ ص۶۵۳۔

۳۵۹﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج۱ ص۲۱۴ نمبر ۵۳۱۔

۳۶۰﴾ القرشی ج۱ ص۳۵۷۔۳۵۹ نمبر ۹۸۸۔

۳۶۱﴾ ایضاً۔

۳۶۲﴾ بغدادی ج۵ ص۶۹۳۔

۳۶۳﴾ کحالہ ج۷ ص۶۷۔

۳۶۴﴾ سمعانی ج۷ ص۱۳۶۔ القرشی ج۱ ص۳۶۱ نمبر ۹۹۶۔

۳۶۵﴾ سمعانی ج۷ ص۱۳۶۔

۳۶۶﴾ القرشی ج۱ ص۳۶۱ نمبر ۹۹۶۔

۳۶۷﴾ ایضاً۔

۳۶۸﴾ ایضاً۔

۳۶۹﴾ i۔ شرح السیر الکبیر اللشیبانی، یہ شرح سغدی (م۴۶۱ھ) نے کی ہے (چلپی ج۱ ص۱۰۱۴)۔

ii۔ شرح ادب القاضی اس کی شرح بھی سغدی نے کی ہے (چلپی ج۱ ص۴۶)

iii۔ النتف فی الفتاویٰ (چلپی ج۲ ص۱۹۲۵)۔

۳۷۰﴾ بغدادی ج۵ ص۶۹۱۔

۳۷۱﴾ کحالہ ج۷ ص۷۹۔

۳۷۲﴾ ملاحظہ ہو بغدادی ج۵ ص۶۹۱۔ کحالہ ج۷ ص۷۹۔

۳۷۳﴾ سمعانی ج۷ ص۱۳۶۔

۳۷۴﴾ القرشی ج۱ ص۳۶۴ نمبر ۱۰۱۰۔

۳۷۵﴾ چلپی ج۱ ص۱۳۷۔

۳۷۶﴾ ایضاً ج۲ ص۱۳۹۸۔

۳۷۷﴾ ایضاً ج۲ ص۱۸۳۷۔

۳۷۸﴾ بغدادی ج۵ ص۶۹۴۔۶۹۵۔

۳۷۹﴾ کحالہ ج۷ ص۱۲۳، کحالہ نے پہلی کتاب ''اقضیۃ الرسول علیہ الصلوۃ والسلام کی جگہ فتاوٰی کا ذکر کیا ہے (ایضاً)۔

۳۸۰﴾ (السِمْنَانی) بکسر السین المھملة و سکون المیم و فتح النون و فی آخرٖ بانون اخری نسبة الی سمنان مدینة من مدائن قومس بین الدامغان و خوارزم (القرشی ج۲ ص۳۱۸ نمبر ۴۹۸ کتاب الانساب)

۳۸۱﴾ ایضاً ج۱ ص۳۷۵۔۳۷۶ نمبر ۱۰۳۷۔

۳۸۲﴾ ایضاً۔

۳۸۳﴾ چلپی نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے لیکن مصنف کا نام فخر الدین زیلعی لکھا ہے (چلپی ج۱ ص۹۳۱)۔

www.toobaaelibrary.com

۳۸۴ھ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۳۳۔
۳۸۵ھ بغدادی ج ۵ ص ۶۹۴۔
۳۸۶ھ کحالہ ج ۷ ص ۱۸۰۔
۳۸۷ھ ایضاً ج ۱ ص ۴۱۶ نمبر ۱۱۵۶۔
۳۸۸ھ ایضاً۔
۳۸۹ھ ملاحظہ ہو القرشی ج ۲ ص ۱۴۴ نمبر ۴۴۰۔
۳۹۰ھ القرشی ج ۲ ص ۱۶۔۱۷ نمبر ۴۴۔
۳۹۱ھ ایضاً۔
۳۹۲ھ ''الانساب الاشراف'' ابی الحسن احمد بن یحییٰ البلاذری کی تصنیف ہے۔ بیس (۲۰) جلدوں پر مشتمل یہ ایک ضخیم اور نافع کثیر کتاب ہے۔
۳۹۳ھ القرشی ج ۲ ص ۱۶۔۱۷ نمبر ۴۴۔
۳۹۴ھ چلپی ج ۱ ص ۳۷۸۔
۳۹۵ھ ایضاً ج ۱ ص ۸۹۱۔
۳۹۶ھ ایضاً ج ۲ ص ۲۰۴۳۔
۳۹۷ھ بغدادی ج ۵ ص ۷۵۔
۳۹۸ھ کحالہ ج ۸ ص ۲۴۹۔
۳۹۹ھ چلپی ج ۲ ص ۲۰۴۳۔ بغدادی ج ۵ ص ۷۵۔ کحالہ ج ۸ ص ۲۴۹۔
۴۰۰ھ القرشی ج ۲ ص ۲۴ نمبر ۷۰۔
۴۰۱ھ ابن جوزی ج ۱۵ ص ۱۶۲۔
۴۰۲ھ القرشی ج ۲ ص ۲۴۔۲۵ نمبر ۷۰۔ لکھنوی ص ۶۴۔
۴۰۳ھ ابن جوزی ج ۱۵ ص ۱۶۲۔
۴۰۴ھ القرشی ج ۲ ص ۲۴۔۲۵ نمبر ۷۰۔
۴۰۵ھ چلپی ج ۱ ص ۴۲۴۔
۴۰۶ھ کحالہ ج ۹ ص ۲۰۔
۴۰۷ھ (البخاثی) بفتح الباء الموحدة والحاء المهملة المشددة و فی آخرها الثاء المثلثة، هذه النسبة الی البَحَاث و هو لقب بعض اجداد المنتسب اليه (سمعانی ج ۲ ص ۹۷)۔
۴۰۸ھ (الزوزنی) سکون الواوین بين الزايين المعجتمين و فی آخر ها النون (سمعانی ج ۶ ص ۴۳۲) وزوزن بلدة كبيرة حسنة بين هراة و نيشاپور (ایضاً)۔
۴۰۹ھ سمعانی ج ۲ ص ۹۸۔
۴۱۰ھ ایضاً۔
۴۱۱ھ ایضاً۔
۴۱۲ھ القرشی ج ۶ ص ۱۳ نمبر ۹۴۔
۴۱۳ھ بغدادی ج ۶ ص ۷۳۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۴۱۴﴾ کحالہ ج۹ص۴۱۔

﴿۴۱۵﴾ سمعانی ج۲ص۹۸۔القرشی ج۲ص۳۱نمبر۹۴۔

﴿۴۱۶﴾ (ارسابندی) ارسابند من قری مرو علی فرسخین منها(سمعانی ج۱ص۱۶۵)۔

﴿۴۱۷﴾ لکھنوی ص۶۷۔

﴿۴۱۸﴾ القرشی ج۲ص۵۰۔۵۱نمبر۱۶۲۔

﴿۴۱۹﴾ ایضاًج۱ص۵۱نمبر۱۶۲۔

﴿۴۲۰﴾ ابن جوزی ج۱۷ص۱۶۸۔

﴿۴۲۱﴾ القرشی ج۲ص۵۱نمبر۱۶۲۔

﴿۴۲۲﴾ سمعانی ج۱ص۱۶۶۔

﴿۴۲۳﴾ ایضاً۔

﴿۴۲۴﴾ لکھنوی ص۶۷۔

﴿۴۲۵﴾ چلپی ج۱ص۱۱۱۔

﴿۴۲۶﴾ ایضاًج۱ص۱۶۵۔

﴿۴۲۷﴾ ایضاًج۱ص ۵۶۹۔

﴿۴۲۸﴾ ایضاًج۱ص۴۶۷۔

﴿۴۲۹﴾ بغدادی ج۶ص۸۳۔

﴿۴۳۰﴾ کحالہ ج۹ص۲۵۲۔

﴿۴۳۱﴾ القرشی ج۲ص۵۱نمبر۱۶۲۔

﴿۴۳۲﴾ ابن جوزی ج۱۷ص۱۶۸۔

﴿۴۳۳﴾ سمعانی ج۱ص۱۶۶۔

﴿۴۳۴﴾ القرشی ج۲ص۶۴۔۶۵نمبر۲۰۴۔

﴿۴۳۵﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج۱ص۲۷۴۔۲۷۵۔

﴿۴۳۶﴾ ایضاًج۱ص۱۰۶نمبر۲۰۴۔

﴿۴۳۷﴾ ایضاًج۲ص۶۴۔۶۵نمبر۲۰۴۔

﴿۴۳۸﴾ ایضاً۔

﴿۴۳۹﴾ ذہبی سیر اعلام النبلاء ج۱۹ص۲۰بحوالہ عبدالغافر فارسی۔

﴿۴۴۰﴾ ذہبی سیر اعلام النبلاء ج۱۹ص۱۹۔

﴿۴۴۱﴾ القرشی ج۲ص۶۴۔۶۵نمبر۲۰۴۔

﴿۴۴۲﴾ (السمغانی) بفتح السین المهملة و سكون الميم و فتح العين المهملة و في آخرها النون، هذه النسبة الى سمعان، وهو اسم بعض اجداد المنتسب اليه(سمعانی ج۷ص۲۲۲)۔

﴿۴۴۳﴾ ایضاً ج۷ص۲۲۲۔جب کہ القرشی نے یہاں جعفر بن احمد کی بجائے جعفر بن محمد لکھا ہے(القرشی ج۲ص۴۳ نمبر۲۰۷)۔

﴿۴۴۴﴾ ایضاً۔

﴿۴۴۵﴾ لکھنوی ص۷۰بحوالہ ذہبی سیر اعلام النبلاء [illegible]

www.toobaaelibrary.com

۴۴۶﴾ لکھنوی ص ۷۰۔

۴۴۷﴾ القرشی ج ۲ ص ۴۳ نمبر ۲۰۲۔

۴۴۸﴾ سمعانی ج ۷ ص ۲۲۲۔

۴۴۹﴾ ایضاً ج ۷ ص ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ یہ حنفی مذہب چھوڑ کر شافعی ہو گئے تھے (ایضاً۔ القرشی ج ۲ ص ۴۳ نمبر ۲۰۲)۔

۴۵۰﴾ چلپی ج ۱ ص ۳۷۰۔

۴۵۱﴾ ایضاً ج ۱ ص ۴۲۹۔

۴۵۲﴾ بغدادی ج ۶ ص ۱۷۔

۴۵۳﴾ کحالہ ج ۱۰ ص ۱۲۵۔

۴۵۴﴾ (الدَامَغَانی) بفتح الدال و سكون الالف وفتح الميم و الغين المعجمة و سكون الالف و بعد هانون نسبة الى دامغان مدينة ببلاد قومس نسبة قاضى القضاة ابى عبدالله الدا مغانى وجماعة من ذريته (القرشی ج ۲ ص ۳۰۶ نمبر ۴۱۱ کتاب الانساب)۔

۴۵۵﴾ خطیب ج ۳ ص ۱۰۹ نمبر ۱۱۱۳۔

۴۵۶﴾ ابن جوزی ج ۱۶ ص ۲۴۹۔

۴۵۷﴾ سمعانی ج ۵ ص ۲۹۰۔

۴۵۸﴾ ایضاً۔ القرشی ج ۲ ص ۹۶ نمبر ۲۹۰۔

۴۵۹﴾ ایضاً۔

۴۶۰﴾ ایضاً۔

۴۶۱﴾ ایضاً۔

۴۶۲﴾ سمعانی ج ۵ ص ۲۹۰۔

۴۶۳﴾ خطیب ج ۳ ص ۱۰۹ نمبر ۱۱۱۳۔

۴۶۴﴾ ابن جوزی ج ۱۶ ص ۲۴۹۔

۴۶۵﴾ ایضاً ج ۱۶ ص ۲۵۱۔

۴۶۶﴾ القرشی ج ۲ ص ۹۷ نمبر ۲۹۰۔

۴۶۷﴾ ابن جوزی ج ۱۶ ص ۲۵۱۔

۴۶۸﴾ چلپی ج ۲ ص ۲۰۰۱۔

۴۶۹﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۰۶۷۔

۴۷۰﴾ بغدادی ج ۳ ص ۶۱۵ و ج ۵ ص ۳۱۰ و ج ۶ ص ۴۷۔

۴۷۱﴾ کحالہ ج ۴ ص ۴۴۔

۴۷۲﴾ ابن جوزی ج ۱۶ ص ۲۵۲۔

۴۷۳﴾ کحالہ ج ۱۱ ص ۱۲۸۔

۴۷۴﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۱۱ نمبر ۳۳۲۔

۴۷۵﴾ ایضاً۔

۴۷۶﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۴۱۱۔

www.toobaaelibrary.com

۴۷۷ کحالہ ج ۱۱ ص ۱۲۸۔

۴۷۸ ایضاً۔

۴۷۹ چلپی ج ۲ ص ۱۳۹۳۔

۴۸۰ سمعانی ج ۲ ص ۲۰۱۔۲۰۲۔

۴۸۱ ایضاً۔القرشی ج ۲ ص ۱۱۶ نمبر ۳۵۲۔

۴۸۲ ایضاً۔

۴۸۳ ایضاً۔

۴۸۴ سمعانی ج ۲ ص ۲۰۲۔

۴۸۵ ایضاً۔

۴۸۶ القرشی ج ۲ ص ۲۷۰ نمبر ۱۹۳ کتاب الکنی بحوالہ عمر بن محمد النسفی کتاب القند۔

۴۸۷ القرشی ج ۲ ص ۲۷۰۔۲۷۱ کتاب الکنی۔

۴۸۸ چلپی ج ۲ ص ۱۵۸۱۔

۴۸۹ چلپی ج ۲ ص ۱۹۹۸۔

۴۹۰ بغدادی ج ۶ ص ۷۷۔

۴۹۱ کحالہ ج ۱۱ ص ۲۱۰

۴۹۲ ایضاً۔

۴۹۳ القرشی ج ۲ ص ۲۷۰ نمبر ۱۹۳ کتاب الکنی۔

۴۹۴ (النَوقَدی) بفتح النون و سکون الواو و فتح القاف و فی آخرها الدال المهملة ،هذه النسبة الی نوقد قریش قریه من قری نسف........... والی نوقد حرداض من نواحی نسف ..... و نوقد ساوة (سمعانی ج ۱۳ ص ۲۰۷)

۴۹۵ ایضاً۔

۴۹۶ ملاحظہ ہو القرشی ج ۲ ص ۲۳۳۔۲۳۴ نمبر ۲۶۷۔

۴۹۷ سمعانی ج ۱۳ ص ۲۰۷۔القرشی ج ۲ ص ۱۳۵ نمبر ۴۱۳۔

۴۹۸ سمعانی ج ۱۳ ص ۲۰۷۔

۴۹۹ لکھنوی ص ۸۳۔

۵۰۰ ایضاً۔

۵۰۱ خطیب ج ۳ ص ۲۴۷۔

۵۰۲ ایضاً۔

۵۰۳ ایضاً۔

۵۰۴ ابن جوزی ج ۱۵ ص ۹۷۔۹۸ نمبر ۳۰۴۵۔

۵۰۵ خطیب ج ۳ ص ۲۴۷۔

۵۰۶ ایضاً۔

۵۰۷ القرشی ج ۲ ص ۱۷۱ نمبر

www.toobaaelibrary.com

۵۰۸ ایضاً ج ۲ ص ۱۴۱ نمبر ۴۲۹۔
۵۰۹ ایضاً۔
۵۱۰ چلپی ج ۲ ص ۱۲۲۹۔
۵۱۱ ایضاً ج ۱ ص ۵۳۵۔
۵۱۲ بغدادی ج ۶ ص ۷۱۔
۵۱۳ کحالہ ج ۱۲ ص ۹۶۔
۵۱۴ ایضاً۔
۵۱۵ (الغَزْنَوِی) بفتح الغین المعجمة و الزای الساکنة المعجمة و فی آخرھا النون المفتوحة، ھذہ النسبة الی غزنه (سمعانی ج ۱۰ ص ۳۵)۔
۵۱۶ ملاحظہ ہو ابن جوزی ج ۱۵ ص ۲۱۱۔
۵۱۷ ایضاً۔
۵۱۸ کحالہ ج ۱۲ ص ۱۶۷۔
۵۱۹ القرشی ج ۲ ص ۱۵۷ نمبر ۴۸۲۔ بحوالہ کتاب التعلیم از الامام مسعود بن شیبة۔
۵۲۰ القرشی ج ۲ ص ۱۵۷۔۱۵۸ نمبر ۴۸۲۔
۵۲۱ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ابن خلکان، ابی العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر: وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان: منشورات الرضی قم طبع ثانی ج ۵ ص ۱۷۵۔۱۸۲۔
۵۲۲ القرشی ج ۲ ص ۱۵۷۔۱۵۸ نمبر ۴۸۲۔
۵۲۳ چلپی ج ۱ ص ۴۲۶۔
۵۲۴ کحالہ ج ۱۲ ص ۱۶۷۔
۵۲۵ ملاحظہ ہو القرشی ج ۱ ص ۱۰۵۔۱۰۶ نمبر ۲۰۸۔
۵۲۶ ایضاً ج ۱ ص ۲۶۱ نمبر ۶۸۵۔
۵۲۷ ایضاً ج ۱ ص ۲۶۲۔۲۶۳ نمبر ۶۸۸۔
۵۲۸ ایضاً ج ۲ ص ۱۸۲ نمبر ۵۶۳۔
۵۲۹ ایضاً۔
۵۳۰ ایضاً۔
۵۳۱ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

خلاصہ مباحث

گزشتہ صفحات میں ہم مجموعی طور پر یہ دیکھ چکے ہیں کہ سرزمینِ وسط ایشیا میں قتیبہ بن مسلم کی عسکری مہمات کے بعد اسلامی اقتدار بتدریج توسیع و ترقی پاتا رہا۔ علاوہ ازیں تمدن و معاشرت کی تنظیم کے ساتھ ساتھ وہاں اگرچہ دیگر علوم و فنون اسلامی کا فروغ بھی عہد بہ عہد ہوتا رہا تاہم علم الفقہ کے باب میں اس سرزمین کو درجۂ اختصاص حاصل رہا۔ چنانچہ مختلف مسالک و مذاہب فقہیہ نے وسط ایشیا کی دینی سرگرمیوں، علمی فضاؤں اور باشندوں کی معاشرتی زندگی کو جس طرح متاثر کیا اس لحاظ سے حنفی فقہی مسلک کو بلاشبہ ان میں نمایاں ترین مقام حاصل ہوا۔

اس مسلک نے علمی اور عملی دونوں سطحوں پر نہ صرف یہ کہ علم و فنِ فقہ کے فروغ میں گراں قدر حصہ ادا کیا اور تشنگانِ علم و فن کو بہ غایت سیراب کیا بلکہ خالص عوامی سطح پر عوام الناس کی خدمت و رہنمائی کا وہ کارنامہ سرانجام دیا جس کی تفصیل پچھلے ابواب میں ملاحظہ کی جا چکی ہے۔

یہ کہنا تحصیلِ حاصل ہے کہ حنفی فقہی مسلک کی تاسیس و تعمیر کا تمام تر سہرا امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ م ۱۵۰ھ کے سر ہے۔ حنفی مسلک کی شہرت و مقبولیت خود امام صاحب کی اپنی زندگی میں پورے عالم اسلام میں پھیل چکی تھی اور ان کے حلقہ ہائے درس میں شرکت کے لئے شائقین علم دین اور طالبانِ فقہ و حدیث مملکت کے اطراف و جوانب سے کھنچے چلے آتے تھے۔ ان آنے والوں میں وسط ایشیا کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے بھی شامل تھے چنانچہ ہمارے مطالعہ و تحقیق میں اس نکتہ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے کہ ہم بطورِ خاص وسط ایشیاء میں فقہ حنفی کے فروغ و ارتقاء کا جائزہ لے کر یہ دیکھ سکیں کہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں حنفی مذہب نے فروغ و ارتقاء کی کن کن منازل تک رسائی حاصل کی۔ کیونکہ یہ تو واضح ہے کہ فقہ حنفی دوسری صدی ہجری میں متشکل ہوا۔ جبکہ خود امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اجل اصحاب و تلامذہ نے اس کی صورت گری میں حصہ لیا اور بتدریج ایسے اسباب و عوامل مہیا ہوتے چلے گئے کہ عوام و خواص میں اس کی شہرت، مقبولیت اور پذیرائی بہت جلد اور بہت تیز رفتاری کے ساتھ ہوئی۔

www.toobaaelibrary.com

فقہ حنفی کی شہرت وروز افزوں مقبولیت میں خود امام اعظم کی سحر انگیز شخصیت، مسلک کا انداز پیشکش اور اس کی خصوصیات، صحبت یافتہ تلامذہ کی جانکاری، اہلیت اور شبانہ روز مساعی کے ساتھ ساتھ سرکاری سرپرستی نے بھی مؤثر کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہ اگلی صدی میں یہ مسلک بغداد کی علمی فضاؤں سے بہت آگے نکل کر وسط ایشیاء میں برگ وبار لانے لگا۔ اس وقت تک امام ابوحنیفہ اور انکے اجل تلامذہ اگرچہ رخصت ہو چکے تھے لیکن اپنے فیض کرم سے وہاں ایسی فصل لگا چکے تھے جو اگلی (چوتھی) صدی ہجری میں لہلہا اٹھی اور پھر پانچویں صدی ہجری تک پہنچتے پہنچتے شجر سایہ دار کا پورا چمن نمو پا گیا۔ اس لیئے یہ کہنا بے جا نہیں ہو سکتا کہ وسط ایشیا کے حوالہ سے چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کا زمانہ ہی دراصل فقہ حنفی کا منتہائے کمال ہے۔

اسی منتہائے کمال کو عکس در عکس دیکھنے کے لیئے ہم نے اسے موضوع بحث بنایا اور اپنے مطالعہ وتحقیق میں اس پر پوری توجہ صرف کی ہے جس کا اندازہ گزشتہ ابواب کی تفصیل سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ اس کی تکرار ظاہر ہے اس موقع پر مستحسن قرار نہیں دی جا سکتی ہے مگر ہاں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ وسط ایشیاء میں فقہ حنفی کی ترویج واشاعت اور فروغ وارتقاء کا سہرا بنیادی طور پر امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے وسط ایشیائی شاگردوں کے سر بندھتا ہے جبکہ تیسری صدی ہجری میں امام محمد کی کتب ظاہر الروایہ کے ناقلین و راویان کا بھی اس میں خاص حصہ سمجھنا چاہیے۔ ان میں بعض شخصیتیں بہت نمایاں رہیں مثلاً ابراہیم بن رستم ابوبکر المروزی م ۲۱۱ھ، ابراہیم بن یوسف البلخی م ۲۳۹ھ، احمد بن اسحاق الجوزجانی، احمد بن حاج ابو عبداللہ العامری النیشاپوری م ۲۳۷ھ، احمد بن حفص ابو حفص الکبیر البخاری م ۲۱۷ھ، الامام ابوبکر الخصاف م ۲۶۱ھ، اسمٰعیل بن توبہ ابو سہل القزوینی، اسمٰعیل بن سعید شالنجی، خلف بن ایوب العامری البلخی م ۲۱۵ھ، عصام بن یوسف ابو عصمہ البلخی، ابو حفص الصغیر م ۲۶۴ھ، محمد بن شجاع البلخی م ۲۶۶ھ، محمد بن مقاتل الرازی، معلٰی بن منصور ابو یحییٰ الرازی م ۲۱۱ھ، موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی م ۲۱۰ھ، اور ہشام بن عبیداللہ الرازی وغیرہ۔

فقہ حنفی کے فروغ وارتقاء کا یہ تسلسل چوتھی صدی ہجری میں زیادہ ہمہ گیر ہو کر ترقی کے مدارج طے کرتا رہا۔ اس وقت تک فقہ حنفی عالم اسلام میں ایک وقیع اور امتیازی مکتبۂ فکر کی حیثیت سے نمایاں ترین مقام حاصل کر چکا تھا علماء وفضلاء، فقہاء وعباد، زہاد وقضاۃ، مدرسین ومجتہدین اور محدثین کی کثرت کے باعث وسط ایشیاء میں نہ صرف فقہ حنفی عوام وخواص کی نظروں میں پسندیدہ تھا بلکہ اس کے اثرات تمام طبقہ ہائے معاشرت پر نمایاں ہوتے چلے گئے۔

چوتھی صدی ہجری فقہ حنفی کے مجتہدین فی المسائل (طبقہ سوم کے فقہاء) کی صدی تھی۔ اس عہد میں انہوں نے اہم کام سرانجام دیئے۔ چنانچہ بقول ابوزہرہ ان فقہاء نے ان مسائل میں اجتہاد سے کام لیا جن میں امام

www.toobaaelibrary.com

صاحب اور اصحاب سے کوئی روایت منقول نہ تھی۔ انہوں نے غیر منصوص مسائل کے احکام کو حنفی مذہب کے اصول مقررہ کے مطابق استنباط کیا جبکہ منصوص مسائل میں ان کا اعتماد ایک خاص دائرہ تک محدود رہا۔ ان فقہاء نے فروعات کو قواعد وضوابط میں جمع کیا اور انہیں استنباطِ مسائل کی اساس اور معیار قرار دیا۔ نیز ان قواعد کی اساس پر غیر مصرح احکام کا استنباط کیا۔ انہوں نے تخریج مسائل اور فقہی اقوال کے مطابق مسائل استنباط کرنے کے قواعد مقرر کیے، اساساتِ ترجیح وتوازن، تقابل آراء، تصحیح وتضعیفِ اقوال کے اصول مقرر کیے اور اس طرح فقہ حنفی کو امتیازِ خصوصی بخشا ﴿۱﴾۔ اس ضمن میں تصنیفات کی تعداد اگرچہ بہت ہے تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو قدر ومنزلت نیز شہرت عام اور بقائے دوام ''اصول الشاشی'' کو ملی وہ عزت کسی اور کے حصہ میں نہ آسکی۔ اصول فقہ کے ضمن میں چوتھی صدی ہجری کی اس تالیف کو ایسا قبول عام حاصل ہوا کہ ہزار سال گزرنے کے باوجود بھی اس کی تازگی برقرار ہے۔

اس صدی میں فتاویٰ اور مسائل کی بے شمار کتابیں منصۂ شہود پر آئیں اور گزشتہ زمانوں کے مصنفات اور مؤلفات کے مطالعہ وتحقیق اور شرح اور اخذ وتلخیص وغیرہ کے رجحانات میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ چنانچہ کتب ظاہر الروایہ کی تمام کتب: المبسوط، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، السیر الکبیر، السیر الصغیر اور زیادات کو ابوالفضل البلخی الحاکم الشہید م ۳۳۴ھ نے اپنی تصنیف ''الکافی فی فروع الفقہ'' میں جمع کردیا۔ بقول چلپی، ''نقل مذہب میں یہ کتاب معتبر ہے'' ﴿۲﴾۔ اسی عہد میں ابوالقاسم البلخی م ۳۱۹ھ نے عیون المسائل نو (۹) جلدوں میں مرتب کئے۔ ابواللیث نصر السمرقندی نے ایک درجن سے زائد کتب تصنیف کیں۔ احمد بن علی الجصاص ابوبکر الرازی م ۳۷۰ھ کی گراں قدر تصنیفات بھی اسی عہد کا سرمایہ ہیں۔

پانچویں صدی ہجری کیفیت اور کمیت دونوں اعتبار سے وسط ایشیاء میں فقہ حنفی کا گویا عہد عروج ہے۔ اس عہد میں فقہ حنفی کی نامور ونمائندہ شخصیات اور ادارات، علماء وفضلاء وفقہاء، قضاۃ و مجتہدین اور صاحبان تخریج وترجیح کے کمالات منظر عام پر اور ان کی تصنیفات وتالیفات، شروحات وتعلیقات اور اقوال وفتاویٰ کے ساتھ ساتھ ان کے حلقہ ہائے درس وافتاء، سلسلہ ہائے روایت واملاء اور مباحثہ ومناظرہ نے ان کی شہرت اطراف وجوانب میں پھیلادی۔

فقہ حنفی کو اپنی خصوصیات، علماء وفقہاء، مجتہدین وقضاۃ کی سیرت وکردار، ان کے فہم وتدبر، دقت نظری، مخلصانہ کاوشوں اور تصنیف وتالیف، درس وتدریس، املاء ومناظرہ اور نقل وروایت میں کمال استغراق وانہماک کے باعث ہر عہد میں مقبولیتِ عوام وخواص حاصل رہی نیز ان ہی لوازم وخصائص کے سبب خلفاء وحکام اس فقہ کی سرپرستی کرتے رہے۔ خلفائے عباسیہ کے علاوہ وسط ایشیاء کی آزاد اسلامی حکومتوں مثلاً سامانیہ، سلاجقہ اور غزنویہ

www.toobaaelibrary.com

وغیرہ نے بھی اس کی عقید تمندانہ سرپرستی جاری رکھی۔ اس مذہب کے فقہاء کا سرکاری مناصب پر برابر تقرر کیا جاتا رہا اور عدلیہ کا محکمہ تو گویا ان سے ہی خاص تھا۔

یہ امر کسی شک و شبہ سے بالا ہے کہ حنفی علماء، فضلاء، فقہاء، اور مجتہدین کی شبانہ روز علمی و تعلیمی سرگرمیوں کے نتیجے میں فقہ حنفی کو ایسا عروج حاصل ہوا جو انتہائی قابل قدر ہونے کے ساتھ ساتھ اس زمانہ کے حالات و ظروف کو نگاہ میں رکھتے ہوئے نہایت رفیع الشان کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے تعلیقات، شروحات، تالیفات اور تصنیفات کے اتنے انبار لگا دیئے کہ یہ صدی اپنے تصنیفی سرمائے کی بدولت فقہ حنفی کے ارتقاء میں سنگِ میل قرار پاتی ہے۔ مثلاً یہ دیکھئے کہ اس دور کے عظیم فقیہ شمس الائمہ سرخسی م ۴۸۳ھ نے "الکافی" کی شرح "المبسوط" کے نام سے تیس (۳۰) جلدوں میں پیش کر کے حنفی فقہی سرمائے کو چار چاند لگا کر شہرت عام اور بقائے دوام عطا کر دی۔ ان کی ایک اور مشہور کتاب "اصول السرخسی" اور علامہ فخر الاسلام بزدوی م ۴۸۲ھ کی "اصولِ بزدوی" وہ ممتاز تصانیف ہیں کہ جن پر بعد کے اصولیین نے اعتماد کیا ہے اور اگر یہ دونوں کسی امر پر متفق ہو جائیں تو کہا جاتا ہے، "اتفق الشیخان علیٰ ھذا القول" ﴿۳﴾۔ بعد میں ان دونوں کتابوں کے مختصرات اور مطولات لکھے گئے اور یہی دونوں کتابیں آج بھی معروف و متداول ہیں۔

طبقہ سوم کے مجتہدین فی المسائل کے علاوہ پانچویں صدی ہجری میں طبقہ چہارم کے اصحاب تخریج و ترجیح کے کارناموں سے بحث کی گئی ہے۔ اصحابِ تخریج کے کام کے دو پہلو تھے۔ اولاً ایسے مناہج عامہ کا استخراج جنہیں فقہ حنفی میں اصول استنباط تصور کیا جاتا ہے اور ثانیاً ان مسائل کے احکام کی تخریج جو صراحتہً فقہ میں منقول نہیں ہیں۔ ان اصحاب کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ انہوں نے ضرورت و حاجت اور عرف کے پیشِ نظر بعض اوقات متقدمین سے اختلاف بھی کیا ہے۔ یہ استخراج و اختلاف فقہ حنفی کی آئندہ وسعت کی ضمانت ٹھہرا۔ جب کہ اصحاب ترجیح نے ائمہ مذاہب کے اقوال یا ان سے ذکر کردہ مختلف روایات میں سے کسی ایک روایت یا قول کو ترجیح دی۔ راجح و مرجوح، قوی و ضعیف اور صحیح و سقیم روایات میں امتیاز قائم کرنا نہایت دانش مندی کا تقاضا کرتا ہے۔ ابوزہرہ نے یہ بالکل درست لکھا ہے کہ فقہ حنفی کے (آسان و سادہ) اصول و قواعد، اصحاب تخریج و ترجیح کے کام اور عرف کے قاعدے نے بطور خاص فقہ حنفی کے دامن میں جدید حوادث کے لئے بڑی گنجائش پیدا کر دی اور یہ فقہ لوگوں کے احوال و ظروف اور زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوتی چلی گئی ﴿۴﴾۔

پانچویں صدی ہجری میں فقہ حنفی کا ارتقاء اپنے منہج میں اداراتی اور ہمہ جہت و ہمہ صفت ہونے کے علاوہ ہمہ گیر بھی تھا۔ نیز تصنیفی اور تالیفی سرگرمیوں کے علاوہ منابر و مساجد اور مدارس کا کردار بھی نہایت ممد و معاون ثابت ہوا۔ تعلیم و تدریس کے حلقے، قضاء و فتاویٰ کے بڑے بڑے ادارے اور ان سے وابستہ عظیم شخصیات نے فقہ حنفی کی

www.toobaaelibrary.com

نیک نامی میں قابل قدر اضافہ کیا اور اپنی علمی سرگرمیوں سے اس کا دامن مالا مال کر دیا۔ یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وسط ایشیاء میں محکمہ عدل اور وزارت انصاف کی تمام تر ذمہ داریاں علمائے احناف ہی ادا کر رہے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حنفی قضاۃ کی معتدبہ تعداد ایسی تیار ہوگئی جنہوں نے اس باب میں عظیم الشان خدمات سرانجام دیں اور اپنے نام و کام سے فقہ حنفی کے ارتقاء میں مؤثر کردار ادا کیا۔ اس کا ایک اندازہ ان ضمیمہ جات سے لگایا جا سکتا ہے جو مقالہ ہذا کے آخر میں منسلک ہیں۔

فقہ حنفی کے ارتقاء میں مذاکروں اور مناظروں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو تسکین ذات اور اظہار مشیخت کے ساتھ ساتھ وسط ایشیاء میں ایک خاص علمی فضا کو قائم رکھنے کا باعث بنے۔ چنانچہ حنفی و شافعی، مالکی و حنبلی اور امامی و جعفری مذاہب کے سکہ بند مناظرہ بازوں نے یہ بازار بہت گرم رکھا اور عوام الناس کو مختلف مذاہب و مسالک سے آگہی بخشنے اور ان کے لئے کسی خاص مسلک کے انتخاب کا کام بہت آسان بنا دیا۔ اس کا بھی سب سے زیادہ فائدہ علماء و فضلائے احناف کو پہنچا۔ فقہ حنفی کے ارتقاء میں خانوادوں کا ظہور بھی ایک اہم عامل ثابت ہوا۔ ان علمی خانوادوں اور ان سے منسلک اداروں، اوقاف اور شخصیات کا بھی فقہ حنفی کے فروغ و ارتقاء میں مستقل کردار ہے۔

مختصر یہ کہ مطالعہ و تحقیق کا یہ طویل سفر ہمیں اس منزل تک پہنچا دیتا ہے کہ کسی بھی فقہی مسلک و مذہب کے فروغ و ارتقاء میں جو محرکات و عوامل کارفرما ہو سکتے ہیں اور فروغ و ارتقاء کی مختلف جہات میں جو مادی و معنوی اظہار ممکن ہے ان تمام معنوں میں ہم فقہ حنفی کے فروغ و ارتقاء کو کامیاب و کامران قرار دے سکتے ہیں اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھوں جس فقہی مسلک و مذہب نے نمو پایا تھا وہ سرزمین وسط ایشیاء میں منازل ترقی طے کرتا ہوا چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں معراج کمال پر پہنچا اور بعد میں آنے والے زمانوں میں بھی اس کا ارتقائی سفر اگرچہ رُک نہیں گیا۔ لیکن چوتھی اور پانچویں ہجری میں یہ کمال و اتمام کی جس منزل تک پہنچا وہ آنے والے تمام زمانوں کے لئے سنگِ میل قائم کر گیا۔

www.toobaaelibrary.com

حواشی ــــــ (خلاصہ مُباحث)

۱۔ ابوزہرہ، محمد: ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ ـــ آراؤہ وفقہہ ـ دارالفکر العربی مصر، طبع ثانی ۱۹۵۵ء، ص ۴۴۲ـ۴۴۳ـ

۲۔ چلپی، حاجی خلیفہ ملا کاتب مصطفیٰ بن عبداللہ م ۱۰۶۷ھ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ـ مکتبۃ الفیصلیۃ، مکہ مکرمہ ج ۲ ص ۱۳۷۸ـ

۳۔ ابوالوفا افغانی: مقدمہ اصول سرخسی، مطبع دارالکتب العربی ۱۳۷۲ھ ص ۱

۴۔ ابوزہرہ ص ۴۵۵ـ۴۵۶ـ

☆☆☆☆☆

www.toobaaelibrary.com

ضمیمہ الف۔ (باب اوّل)

فہرست اہم مقامات ماوراء النہر

ہم ماوراء النہر کے اہم اور مشہور علاقوں، شہروں اور قصبوں کے ناموں کا آغاز آمو دریا کے مشرقی ساحل اور اس کے جنوب کے ان صوبوں سے کرتے ہیں جو اکثر اوقات سمرقند و بخارا سے زیادہ قریب اور متصل رہے ہیں۔ آمو دریا کے بالائی حصوں میں واخان، شغنان، اور کاران کے صوبے ہیں۔ بدخشان ﴿۱﴾ کا صوبہ طخارستان ﴿۲﴾ کا ضلع، اس کے شہر: طالقان ﴿۳﴾، خلم ﴿۴﴾، سمنجان، بغلان ﴿۵﴾، سکلکند، ورو الیز، آرھن راون، اندراب ﴿۶﴾، جرباب، پنج شیر، پروان، غوربند، بامیان ﴿۷﴾، صوبہ ختل یا ختلان، ﴿۸﴾، شفنی سرخاب، ﴿۹﴾، منک، ھلبک ﴿۱۰﴾، صوبہ وخش، اس کا پہلا قصبہ ہلاورد، لاوکند ﴿۱۱﴾، کاربنک ﴿۱۲﴾، فامر ﴿۱۳﴾، راشت، کماد، واشجرد ﴿۱۴﴾، قباذیان (یہ صوبے دریائے کافرنہان ﴿۱۵﴾ وخش کے درمیان ہیں)، ایلاق، دربند، گرگان، قباذیان شہر۔ کافرنہان، نوریز ﴿۱۶﴾، اوزج/اوباج ﴿۱۷﴾، مالہ/میلۃ ﴿۱۸﴾، وادی سرگان، صوبہ صغانیان ﴿۱۹﴾، ترمذ ﴿۲۰﴾۔ (یہ آمل کے بعد دریائے آمو پر سب سے اہم گزرگاہ تھی یہاں دریا پر ایک کشتیوں کا پل تھا اسے پورے ملک میں مرکزی مقام حاصل تھا) ﴿۲۱﴾، قباذیان شہر، اخسرون اور شومان نام کے دو صوبے ﴿۲۲﴾، سیاح گرد/سیاہ جرد، بل رخ ﴿۲۳﴾، مزار شریف ﴿۲۴﴾۔ مرو ﴿۲۵﴾، شاپورقان/اشبرقان، فاریاب ﴿۲۶﴾، طالقان (یہ تینوں دیہہ بلخ اور مرو الروذ کے درمیان تھے)۔ انبار۔ قصر احنف بن قیس ﴿۲۷﴾، خلف کلف یا کالف ﴿۲۸﴾، زم (دریائے آمو پر ایک اور اہم گزرگاہ)، أخسيسك ﴿۲۹﴾۔ اندکوہ ﴿۳۰﴾، اشترج ﴿۳۱﴾، آمل ﴿۳۲﴾، فاراب/فربر ﴿۳۳﴾، نویدہ، برمادو ﴿۳۴﴾، جیک ﴿۳۵﴾، بختم، برغر، سحا ﴿۳۶﴾۔

سمرقند (سمرقند کے بہت سارے محلے تھے) ان کی تفصیل سمعانی اور یاقوت کے ہاں ملتی ہے۔ انہی محلوں میں ایک محلہ ''الماترید'' ﴿۳۷﴾ بھی تھا) سمرقند کے بارہ رستاق تھے چھ جنوبی اور چھ شمالی، چھ جنوبی یہ ہیں: بنجکث، ورغسر ﴿۳۸﴾، مایمرغ، سنجرفغن، ذرغم اور اوقر چھ شمالی یہ ہیں۔ یارکث، بو رنمذ، بوزماجن، کبوذنجکث، وزرار، اور مرزبان ﴿۳۹﴾، ابغر ﴿۴۰﴾، إشتيخن. كُشاني ﴿۴۱﴾، افرنکث ﴿۴۲﴾، زرمن ﴿۴۳﴾ (سمرقند سے بخارا جانے والی شاہراہ پر پہلا قصبہ)۔ قصر علقمه، الربنجنی ﴿۴۴﴾، دبوسية، كرمينيه، ﴿۴۵﴾ الطواويس ﴿۴۶﴾، خديمنكن ﴿۴۷﴾، خرغانكث ﴿۴۸﴾، مادهيم جاكث، ارقود ﴿۴۹﴾، كوهك ﴿۵۰﴾، چرخ ﴿۵۱﴾، اسكجكث ﴿۵۲﴾، بموجكث ﴿۵۳﴾، سكبيان ﴿۵۴﴾، ديماس ﴿۵۵﴾، بخارا ﴿۵۶﴾، الماستيني ﴿۵۷﴾، الخنبوني ﴿۵۸﴾، الطارابي ﴿۵۹﴾، الخجادي ﴿۶۰﴾، بيكند ﴿۶۱﴾، كِش ﴿۶۲﴾، نسف ﴿۶۳﴾، بخاريه. خوارزميه ﴿۶۴﴾، طابريه، درغان ﴿۶۵﴾، گرگنج، جگر بند ﴿۶۶﴾، سادور ﴿۶۷﴾، هزاراسپ ﴿۶۸﴾، خيوه ﴿۶۹﴾، كث/كاث ﴿۷۰﴾، مدراء الفرنيفثاني ﴿۷۱﴾، اندرستان ﴿۷۲﴾، براتگین ﴿۷۳﴾، خوارزمیہ کے دیہات: ﴿۷۴﴾، زردوخ، نوزوار، زمخشر، الساوكاني ﴿۷۵﴾۔ فرغانہ (موجودہ ازبکستان) کے علاقے مقدسی نے تین حصوں میں تقسیم کر کے بیان کئے ہیں ﴿۷۶﴾۔

۱۔ أخسيكث ﴿۷۷﴾، ۲۔ النّساءيه ۳۔ الواغزيه

www.toobaaelibrary.com

أخسِيكَث کے مشہور شہر اور قصبات:

المیانرودِیّة، نَصر آباذ، منارة، رَنْجَد، شِكِت، زاركان، خيرلام، بشبشان، اشتِيقان، زَرَنْدَرَامَش، أوزكند۔

النَّسَاءِ يّه کے مشہور شہر اور قصبات:

أوش، قُبا، بِرنك، مَرغينان، رِشتان، وانكت، كَند،

الواغزيّه کے مشہور شہر اور قصبات:

بوكند، كاسان، باب، جارك، اشت، توبكار، اوال، دَكركَرد، نَوقَاد، مسكان، بيكان، اشحان، جِدغِل، شاو ذان۔

ميان رود﴿۷۸﴾، بسكند، صَلاَت﴿۷۹﴾-نمنگان، كاسان سياه، شكت، خوجند، سُك، بيرنگ، اندوخان، اسفرا/اسپرا، آول۔ نقدِ، خوقند﴿۸۰﴾، كاسان﴿۸۱﴾، نجم۔ كاروان۔ اردلنكث﴿۸۲﴾، البدخكتى ﴿۸۳﴾-صوبه خُجند/خُجنده﴿۸۴﴾-صوبه اشروسنه ﴿۸۵﴾-بَنجِيكَث۔ مارس۔ مانداء بارَكث/ابارکث، سعد رباط، برنامذ، ساباط، ساوكت، كركث/كُردَكث، غزق، زامين، ديزكِ، نُوجَكَث، قَطوان دِزه، خرقانة، خشت، مرسمنده، بشاغَر، بُرغَر، وقر، بانغام، مينك، بسيكر، بُتَم، بواقى، يوافقن۔

شاش اور ايلاق﴿۸٦﴾ کے صوبے۔

شاش اور ایلاق کے اہم مقامات﴿۸۷﴾:

بنكث﴿۸۸﴾، نُكَث، جِيْنا نجَكَث، نجاكث، بَناكث، خَرَشكَث، غرجند﴿۸۹﴾، غَنَاج، جبوزن، ورذُك، كبرنه، نمدوانك، نُوجَكث، غزك، انُوذَكت، بِشكَت، بركوش، خانوكث/خاتونكث، ﴿۹۰﴾، جبغوكت﴿۹۱﴾، فَرَنكَد، كداك، نكالك، بارسكث، اشتوركث﴿۹۲﴾، البيكث، كباشكث، ده كوران، تل اوش/تلاوش، غُزكرد، زَرانكَث، درواء فردكث، اجغ، ايلاق۔ تُونكَث﴿۹۳﴾، شاوَكث، بانخاش، نُوكث، بالايان، اربلغ، نموذلغ، تُكُث، خُمرَك، سِيكَث، كُهسِيم ﴿۹۴﴾، اَدخكَت، خاس ﴿۹۵﴾، خجاكث، اور بِسكَت۔

اسفيجاب ﴿۹٦﴾، غزكرد﴿۹۷﴾، خنجده، سبانيكث/ارسوبانيكث، باراب/فاراب﴿۹۸﴾، كدر، ستكند، واسيج ﴿۹۹﴾، شاوغر، ساوران/سبران، طَرَار، زراخ، شغلجان، بلاج، بروكث، ينى كند، جنكند، جان قلعه، كَازْلِيَنسَك، جند، خواره، سغناق، أزگند، بارجكند/بارجين، ديهه نُوجِيكَت، بالواء جِكِل، برسخان، اطلخ، جموكث، سوس، دِه نوى، كُولان، ميركى، نوشَكت، أرذُوا، بلاساغون، جِكَركان، يَكالغ، روانجم، اواس، جركرد﴿۱۰۰﴾۔

www.toobaaelibrary.com

حواشی ضمیمہ ''الف'': باب اوّل:

۱۔ یہ صوبہ میلوں وسیع اور عریض چراگاہوں اور زرخیز کھیتوں پر مشتمل ہے۔ سنگ لاجوردی (Lapis Lazuli) اور سرخ یاقوت (Ruby) کی یہاں کانیں تھیں۔ یہاں کی آب و ہوا شاندار اور خوشگوار تھی۔ (اصطخری، ابن اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی الکرخی (م ۳۵۰ھ): المسالک والممالک، طبع مدینہ لیدن مطبع بریل ۱۹۲۷ء ص ۲۷۸۔ المقدسی، شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد ابی بکر: احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم، طبع ثانی مطبع بریل لیدن ۱۹۰۶ء ص ۳۰۳

Barthold.w.:Turkestan Down To The Mongol Inivsion, indus publishers,) 3rd edition 1980 Page. 66.).

۲۔ بلخ اور بدخشاں کے درمیان کا ضلع۔ آمو دریا کے دونوں کناروں کے صوبوں پر اس نام کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہ معاشی طور پر بلخ پر انحصار کرتے تھے۔ طخاریہ کا شمار اس نسل میں ہوتا ہے جس نے یونانی باختری سلطنت (GRAECO-BACTRIAN EMPIRE) کا خاتمہ کیا۔ قدیم زمانوں میں طخاری افغانستان کے باشندوں کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔ (بارتھولڈ، ص ۶۸)۔

۳۔ اصطخری ۱۹۲۷ء، ۲۸۶۔ بارتھولڈ ص ۶۸۔

۴۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۲۸۶، بقول مقدسی کوہ ہندوکش والی سڑک جو کہ خُلم وادی سے گزرتی تھی نہایت مصروف شاہراہ تھی۔ (المقدسی ص ۳۴۶)۔

۵۔ آٹھویں صدی عیسوی میں خُلم، سمنجان اور بغلان عرب اور وسط ایشیائی باشندوں کے درمیان جنگ کے میدان بنے ہوئے تھے۔ (طبری، ابی جعفر محمد بن جریر (۲۲۴ھ۔۳۱۰ھ): تاریخ الرسل والملوک، دارالمعارف طبع ثانی ج ۶ ص ۴۵۵)۔

۶۔ طالقان اور وارولیز کے بعد طخارستان کا یہ اہم شہر تھا۔ (بارتھولڈ ص ۶۸)۔

۷۔ بامیان چوتھی صدی ہجری میں ایک مقامی حکمران کے ماتحت صوبہ طخارستان، جس میں کابل و غزنہ کا علاقہ شامل تھا، کا ایک اہم قصبہ تھا (اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۲۸۰۔ بارتھولڈ ص ۶۸)۔

۸۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۲۹۶۔

۹۔ صوبہ ختل کی ایک زرخیز وادی۔

۱۰۔ منک صوبے کا اہم قصبہ تھا جب کہ ھلبک امیر خُتّل کا دارالخلافہ تھا (بارتھولڈ ص ۶۹)۔

۱۱۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۲۹۷، ۳۳۹۔

۱۲۔ ایضاً ص ۲۷۶، ۲۹۷۔ المقدسی، ص ۲۹۰۔ بمطابق بارتھولڈ ابھی تک اس مقام پر اس نام ''کاربنک / کاربخ'' کا قصبہ موجود ہے (ایضاً ص ۷۰)۔

۱۳۔ عام طور پر ''فامر'' لیکن یعقوبی نے اسے ''بامر'' لکھا ہے (یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب: تاریخ۔ M.T. Houstman (3rd) لیڈن ۱۸۸۳ء ج ۲ ص ۲۹۰)۔

۱۴۔ الواشجردی دیکھئے السمعانی ... التمیمی (م ۵۶۲ھ) الانساب ... دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد

www.toobaaelibrary.com

۱۳۸۲ھ عنوان مذکورہ۔

۱۵۔ سمعانی بعنوان، زال۔

۱۶۔ المقدسی ص ۲۹۰۔

۱۷۔ ایضاً ص ۲۹۰، ۲۹۲۔

۱۸۔ بارتھولڈ ص ۷۲، یہ دریائے وخش پر پار کرنے کی جگہ ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں میلہ کا نام پنجاب تھا (ایضاً)۔

۱۹۔ بقول المقدسی صغانیاں ۱۶۰۰ دیہہ پر مشتمل صوبہ تھا۔ اسی نام پر صوبے کا شہر بھی تھا (ایضاً ص ۲۸۳، ۲۹۰)۔

۲۰۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۳۹۔۳۴۰۔

۲۱۔ بارتھولڈ ص ۷۶۔

۲۲۔ طبری ج ۶ ص ۴۲۵۔ بارتھولڈ ص ۷۴۔

۲۳۔ اُمم البلاد بلخ، آمو دریا کے طاس (BASIN) میں سب سے قدیم ترین شہر ہے (بارتھولڈ ترکستان ۷۶)۔

۲۴۔ یہ شہر بلخ سے چودہ میل مشرق میں ہے۔ یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فرضی قبر بھی تھی۔ (بارتھولڈ، ص ۷۹)۔

۲۵۔ یہ شہر خراسان میں عربوں کا مستقل عسکری مرکز تھا۔

۲۶۔ یہ نام ابھی تک باقی ہے (بارتھولڈ ترکستان ص ۷۹)۔ شاپورقان اور فاریاب صوبہ گوزگان/ گوزگانان میں شامل تھے۔ (اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۲۷۰۔۲۷۱۔ المقدسی ص ۲۹۸، ۳۴۷)۔

۲۷۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۲۷۰۔ المقدسی ص ۳۱۴۔

۲۸۔ ایضاً ص ۳۴۳۔ سمعانی، بعنوان الکالفی۔ یاقوت الحموی، شیخ شہاب الدین ابی عبداللہ: معجم البلدان۔ دار صادر بیروت ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء۔ ج ۴ ص ۲۲۹۔

۲۹۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۲۸۳، ۲۹۸۔ المقدسی ص ۲۹۱۔ آمو دریا کے بائیں طرف "زم" اور دائیں طرف "اخسیسک" کے دیہہ ہیں۔ مقدسی زم کو کرکی/ کرکوہ اور دائیں کنارے کو بنکر یا بیکر لکھتا ہے (ایضاً ص ۲۹۲)۔

۳۰۔ اندکوہ ضلع تھا (المقدسی ص ۳۴۷۔ اصطخری ۱۹۲۷ء، ۲۷۰۔۲۷۱)۔

۳۱۔ ایضاً۔

۳۲۔ ایضاً ص ۲۸۱۔ دریائے آمو پر ایک اہم اور معروف گزرگاہ۔

۳۳۔ النرشخی، ابوبکر محمد بن جعفر (۲۸۶ھ۔۳۴۸ھ): تاریخ بخارا۔ ترجمہ فارسی از ابونصر احمد بن محمد بن نصر القباوی، نشرات کتابفروشی سنائی شرکت چاپخانہ سعادت بدون سن اشاعت ص ۱۷۔

۳۴۔ المقدسی ص ۲۹۱۔۲۹۲۔

۳۵۔ النرشخی ص ۵۔

۳۶۔ المقدسی ص ۲۶۵۔۲۶۶۔

۳۷۔ الماترید ایک عظیم مسلم فقیہہ ابومنصور الماتریدی (م ۳۳۳ھ/ ۹۴۴ء) کا محلہ تھا۔ ان کی قبر آج بھی سمرقند کے محلے الچا کردیزی (دیکھیے سمعانی بعنوان "الچا کردیز") میں موجود ہے (بارتھولڈ ص ۹۰)۔

۳۸۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۴۲۔ سمعانی بعنوان الورغسری۔ Head of the Dam، (بارتھولڈ ص ۸۳)۔

www.toobaaelibrary.com

۳۹﴾ المقدسی ص ۲۶۶۔

۴۰﴾ ابن الاثیر، عزالدین ابی الحسن: الکامل فی التاریخ، دار صادر بیروت ۱۳۵۸ھ/۱۹۶۵ء ج ۵ ص ۶۸۔ بارتھولڈ ص ۹۳۔

۴۱﴾ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۲۲، ۳۴۳۔ المقدسی ص ۲۷۹۔ ۲۸۰۔

۴۲﴾ افزنکث/افرنکث۔ اسے ساتویں صدی عیسوی میں اخرون نے تعمیر کرایا تھا جو غورک کا بھائی اور سمرقند کا شہزادہ تھا۔ (بارتھولڈ ص ۹۶)۔

۴۳﴾ لی اسٹرینج، جی: جغرافیہ خلافت مشرقی۔ اردو ترجمہ از محمد جمیل الرحمٰن، دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء ص ۴۳۷، زامین۔

۴۴﴾ المقدسی ص ۲۶۶ تلفظ زبخان، طبری ج ۲ ص ۱۲۴۹، السمعانی، بعنوان الربنجنی۔

۴۵﴾ بقول نرشخی اس کا نام شروع میں "بادیہ خرک" یعنی چھوٹا گھڑا تھا۔ اس کا موجودہ نام عربوں کا دیا ہوا ہے جنہوں نے اسے زرخیزی اور پانی کی بہتات میں آرمینیا کا ہم پلہ پایا تو اس کا یہ نام رکھ دیا "کَ ارمینہ" یعنی (آرمینیہ کی طرح) دیکھئے۔ سمعانی الانساب "الکرمینی"

۴۶﴾ دیکھئے سمعانی بعنوان الطواویسی۔ اس کا عربی نام طواویس عربوں کے یہاں مور دیکھنے پر رکھا گیا۔ (اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۱۳۔ المقدسی ص ۲۶۷۔ طبری ج ۶ ص ۴۶۳)۔ یہ واقعہ ۹۱ھ/۷۱۰ء کا ہے ایضاً۔

۴۷﴾ سمعانی بعنوان" الحذ یمنکنی"

۴۸﴾ المقدسی ص ۲۶۷۔

۴۹﴾ سمعانی بعنوان" الارقودی"

۵۰﴾ کوھک/کوک۔ (ابن خردازبہ: المسالک والممالک، لائڈن ۱۳۰۶ھ ص ۱۹، ۱۵۶)۔

۵۱﴾ یاقوت ج ۳ ص ۲۷۶۔ بارتھولڈ ص ۹۹۔

۵۲﴾ المقدسی ص ۱۰۶۔ بارتھولڈ ص ۹۹۔

۵۳﴾ بمجکث۔ المقدسی ص ۲۶۷۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۴۲، ۳۱۵۔ یاقوت ج ۱ ص ۴۳۷۔ بارتھولڈ ص ۹۹۔

۵۴﴾ سمعانی بعنوان "السکیبانی"۔ یاقوت ج ۳ ص ۱۰۶۔ بارتھولڈ ص ۹۹۔

۵۵﴾ سمعانی بعنوان الدیمسی۔ دیماس یاقوت ج ۶ ص ۷۱۳۔

۵۶﴾ بخارا چوبیس (۲۴) پرگنوں پر مشتمل تھا۔ (اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۰۹۔ ۳۰۱۔ بارتھولڈ ص ۱۱۲)۔

۵۷﴾ بخارا کا قدیم ترین قصبہ (النرشخی ص ۶)۔ سمعانی بعنوان "الماستینی" بارتھولڈ ص ۱۱۷۔

۵۸﴾ سمعانی" الخنبونی"

۵۹﴾ ایضاً" الطارابی"

۶۰﴾ ایضاً" الخجادی) الخنبونی، الطارابی اور رامیثینی کے درمیان ایک مرتبہ قتیبہ بن مسلم الباھلی کو سغدیوں اور ترکوں نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ (النرشخی ص ۴۴)۔

۶۱﴾ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۱۴۔ المقدسی ص ۲۸۲۔ النرشخی ص ۱۶۔ ۱۷۔ بارتھولڈ ص ۱۱۷۔

۶۲﴾ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۲۴۔ المقدسی ص ۲۸۲۔ اُش گاؤں کا موجودہ نام شہر سبز ہے (بارتھولڈ ص ۱۳۴)۔ اس صوبے کے سولہ پرگنے تھے (ایضاً ص ۱۳۵)۔

www.toobaaelibrary.com

۶۳ المقدسی ص ۲۶۸۔ سمعانی بعنوان "المدینی"۔ یاقوت ج ۴ ص ۴۵۸، سمعانی بعنوان "الغوبدینی"۔

۶۴ یہ دونوں آمو دریا کو عبور کرنے کے مقامات تھے (المقدسی ص ۲۹۲)۔

۶۵ بارتھولڈ ص ۱۴۲۔

۶۶ یہ بھی آمو دریا عبور کرنے کی ایک جگہ تھی۔ المقدسی ص ۲۸۷۔

۶۷ ایضاً ص ۲۸۶، ۲۸۸۔

۶۸ اس شہر کا نام آج تک باقی ہے (بارتھولڈ ص ۱۴۳)۔ المقدسی ص ۲۸۷۔

۶۹ اصطخری ص ۱۹۲۷ء ص ۳۴۱۔

۷۰ خوارزمیہ کا قدیم دارالخلافہ، یہ رقبے میں نیشاپور کے برابر تھا (اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۴۱۔ المقدسی ص ۲۸۷۔ ۲۸۸)۔

۷۱ سمعانی، بعنوان "الفرنیفثانی"

۷۲ المقدسی ص ۲۸۷۔

۷۳ ایضاً ص ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۴۱۔

۷۴ تفصیل کے لیے دیکھیے: المقدسی ص ۳۴۳۔ ۳۴۴۔

۷۵ سمعانی، بعنوان: "الساوکانی"۔

۷۶ المقدسی ص ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ اصطخری ۱۳۸۱ھ ص ۱۸۳، ۱۸۷۔ ۱۸۸۔

۷۷ یہ فرغانہ کا دارالخلافہ تھا۔ (المقدسی ص ۲۷۱)۔

۷۸ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۳۴۔

۷۹ بارتھولڈ ص ۱۵۶۔

۸۰ یہ لفظ نوقد ہے (المقدسی ص ۲۶۲)۔

۸۱ کاسان کے قدیم شہر کے آثار پر نیا شہر بھی موجود ہے (بارتھولڈ ص ۱۲۲۔ ۱۲۳)۔

۸۲ جدغل کے علاوہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے فرغانہ کے شمال میں نجم اور کاروان کے دو اور ضلعے تھے۔ جدغل کا مشہور شہر اردلنکث تھا۔ (اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۲۴۶۔ ۲۴۷)۔

۸۳ سمعانی بعنوان: "البد خکتی"۔ یاقوت ج ۴ ص ۱۰۱۴۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۴۷۔

۸۴ یہ پہلے صوبہ فرغانہ میں شمار کیا جاتا تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں یہ ایک علیحدہ خود مختار اکائی تھی۔ یہ ماوراء النہر کے بڑے شہروں میں سے ایک ہے (اصطخری ۱۹۲۷ء، ص ۳۳۳۔ المقدسی ص ۲۷۲)۔

۸۵ تفصیل کے لیے دیکھیے۔ المقدسی ص ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ اصطخری ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء طبع الجمہوریہ العربیۃ المتحدہ ص ۱۸۳۔ ۱۸۴۔

۸۶ اشروسنہ کے شمال مشرق میں دریائے سیر کے کنارے ایلاق اور شاش کے صوبے تھے۔ یہ دونوں ایک جغرافیائی وحدت تھے۔ ایلاق سے مراد دریائے انگرن/آھنگرن کی وادی اور شاش سے مراد دریائے چرچک کی وادی ہے۔ مقامی زبان میں یہ لفظ چاچ ہے (اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۳۲۔ ۳۳۳)۔ عربوں نے اسے "شاش" سے املاء کیا ہے ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔

۸۷ تفصیل کے لیے دیکھیے المقدسی ص ۲۶۴۔ ۲۶۵، ۲۸۶۔ اصطخری ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء ص ۱۸۵۔ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۳۲۔ ۳۳۵۔

۸۸ شاش کا دارالخلافہ۔ اس کا قدیم نام طاربند تھا۔ (البلاذری، احمد بن یحییٰ (م ۲۹۷ھ): فتوح البلدان (Ed. M.J. de

www.toobaaelibrary.com

(Goege لیڈن ۱۸۶۶ء ج ۲ ص ۴۲۱۔ المقدسی ص ۲۸۶)۔ بنکث یعنی تاشکنت (بارتھولڈ ایضاً ص ۱۷۱)۔

۸۹ المقدسی ص ۲۶۴۔

۹۰ بقول بارتھولڈ لیڈی ٹاؤن (Lady Town) (بارتھولڈ ص ۱۷۰)۔

۹۱ یہاں ایک دیوار ہے جو عربوں نے ترکوں سے دفاع کے لیے بنائی تھی۔ یہ دیوار سابلک یاسیلک سے جبغوکٹ تک ہے۔ یہ دیوار چوبیس میل طویل تھی۔ یہاں شاش کا عسکری پڑاؤ ہوا کرتا تھا۔ (ابن خرداذبہ ص ۱۵۷۔ بارتھولڈ، ترکستان ص ۱۷۲۔۱۷۳)۔

۹۲ ''اونٹوں کا شہر'' یہ صوبہ شاش کا تیسرا بڑا شہر تھا (لی اسٹرینج ص ۴۸۷)۔

۹۳ ایلاق کا سب سے بڑا اور اہم شہر۔ یہ رقبے میں بنکث کا نصف تھا (لی اسٹرینج ص ۴۹۷۔ المقدسی ص ۲۷۷۔ سمعانی بعنوان ''التونکتی'')۔

۹۴ کوہ سیم۔ اصطخری ص ۳۳۲۔۳۴۵۔

۹۵ وہ علاقہ جو تنکث کا مشرق اور انگرن کا جنوب ہے اس میں غرجند، خاش، الذخکتی، تُکات/نکاث اور کوہ سیم کے شہر ہیں (سمعانی بعنوان الذخکتی، ''الروذباری''۔ یاقوت ج ۱ ص ۹۰۰ ایضاً ج ۲ ص ۱۷۷، ۸۳۱)۔

۹۶ اصطخری ۱۹۲۷ء ص ۳۴۵۔۳۴۶۔ یعقوبی ص ۲۹۵۔ مشرق کا تمام علاقہ وادی طلاس تک اور شمال مغرب میں سبران تک اسفیجاب میں شامل تھا۔

۹۷ المقدسی ص ۳۴۲۔ ابن خرداذبہ ص ۱۵۷۔

۹۸ اسفیجاب کے شمال مغربی اضلاع میں سے خجدہ کا مرکزی شہر سبانیکث تھا (بقول مقدسی ارسو بانیکث) خجدہ سے آگے فاراب کا ضلع تھا جو کہ سیر دریا کے دونوں کناروں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کا مرکزی شہر کدر تھا (المقدسی ص ۲۶۳۔۲۶۵)۔

۹۹ سمعانی بعنوان الوسیجی''۔ واسیج مشہور فلسفی ابونصر فارابی کی جائے پیدائش تھی۔

۱۰۰ المقدسی ص ۲۶۳۔۲۶۴۔ اصطخری ۱۹۶۱ء/۱۳۸۱ھ ص ۱۹۲۔

www.toobaaelibrary.com

ضمیمہ "ب" ---(باب چہارم)

کتب اور فقہ حنفی کی روایت کے سلسلے

۱۔ ابراہیم بن رستم ابوبکر المروزی عن امام محمد﴿۱﴾۔

۲۔ ابوحفص الکبیر البخاری عن امام محمد﴿۲﴾۔

۳۔ محمد بن احمد حفص عن ابوحفص الکبیر عن امام محمد﴿۳﴾۔

۴۔ احمد بن حاج عن امام محمد﴿۴﴾۔

۵۔ اسماعیل بن توبہ عن امام محمد﴿۵﴾۔ راوی السیر الکبیر عن امام محمد﴿۶﴾۔

۶۔ عبدالرحیم بن داؤد السمعانی عن اسمٰعیل بن توبہ عن امام محمد﴿۷﴾۔

۷۔ احمد بن نصر اللباد عن احمد بن حاج عن امام محمد﴿۸﴾۔

۸۔ اسمٰعیل شاشی عن امام محمد﴿۹﴾۔

۹۔ الضحاک بن الحسین عن اسمٰعیل شاشی عن امام محمد﴿۱۰﴾۔

۱۰۔ احمد بن العباس عن اسمٰعیل شاشی عن امام محمد﴿۱۱﴾۔

۱۱۔ ایوب بن الحسن عن امام محمد﴿۱۲﴾۔

۱۲۔ خلف بن ایوب العامری عن امام محمد﴿۱۳﴾۔

۱۳۔ ایوب بن الحسن عن خلف بن ایوب عن امام محمد﴿۱۴﴾۔

۱۴۔ سلیمان بن شعیب الکیسانی عن امام محمد﴿۱۵﴾، راوی نوادر از امام محمد﴿۱۶﴾۔

۱۵۔ شداد بن حکیم البلخی عن امام محمد﴿۱۷﴾۔

۱۶۔ سورۃ بن الحسن عن امام محمد﴿۱۸﴾۔

۱۷۔ شعیب بن سلیمان شعیب الکیسانی عن امام محمد﴿۱۹﴾، سلیمان بن شعیب عن شعیب بن سلیمان عن امام محمد﴿۲۰﴾۔

۱۸۔ عبدالرحمن بن علقمہ عن امام محمد﴿۲۱﴾۔

۱۹۔ علی الرازی عن امام محمد﴿۲۲﴾۔

۲۰۔ علی الرازی عن امام حسن بن زیاد عن امام محمد﴿۲۳﴾۔

۲۱۔ علی بن معبد بن شداد عن امام محمد﴿۲۴﴾، علی بن معبد بن شداد راوی الجامع الکبیر عن امام محمد﴿۲۵﴾، علی بن معبد بن شداد راوی الجامع الصغیر عن امام محمد﴿۲۶﴾۔

۲۲۔ عمرو بن مہیر عن امام محمد﴿۲۷﴾۔

۲۳۔ احمد بن عمرو بن مہیر الخصاف عن عمر بن مہیر عن امام محمد﴿۲۸﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۲۴ محمد بن علی عن امام محمد﴿۲۹﴾۔

۲۵ علی بن موسیٰ یزید القمی عن محمد بن علی عن امام محمد﴿۳۰﴾۔

۲۶ محمد بن مقاتل الرازی عن امام محمد﴿۳۱﴾۔

۲۷ احمد بن محمد بن مقاتل عن محمد بن مقاتل عن امام محمد﴿۳۲﴾۔

۲۸ معلیٰ بن منصور عن امام محمد﴿۳۳﴾(i) معلیٰ بن منصور راوی کتب اصول عن امام محمد﴿۳۴﴾، (ii)معلیٰ بن منصور راوی کتب النوادر عن امام محمد﴿۳۵﴾، (iii) معلیٰ بن منصور راوی کتب امالی عن امام محمد﴿۳۶﴾۔

۲۹ یحیٰ بن معلیٰ عن معلیٰ بن منصور عن امام محمد﴿۳۷﴾۔

۳۰ موسیٰ بن سلیمان ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۳۸﴾،(i)موسیٰ بن سلیمان ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد روایت کتب اصول﴿۳۹﴾،(ii)موسیٰ بن سلیمان ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد روایت امالی﴿۴۰﴾۔

۳۱ محمد بن شجاع ابن ثلجی عن ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۴۱﴾۔

۳۲ حامد بن محمود عن زیاد بن عبدالرحمٰن عن ابی سلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۴۲﴾۔

۳۳ غسان بن محمد عن ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۴۳﴾۔

۳۴ نصر البلخی عن ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۴۴﴾۔

۳۵ ابوعتاب البلخی عن نصر البلخی عن ابو سلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۴۵﴾۔

۳۶ محمد بن محمد بن سلام عن نصر البلخی عن ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۴۶﴾۔

۳۷ احمد بن اسحاق ابوبکر الجوز جانی عن ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۴۷﴾۔

۳۸ علی بن شہریار عن ابی سلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۴۸﴾۔

۳۹ غسان بن محمد عن ابی سلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۴۹﴾۔

۴۰ محمد بن سلمہ عن ابی سلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۵۰﴾۔

۴۱ راوی الجامع الکبیر: زید بن اسامہ عن ابی سلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۵۱﴾۔

۴۲ محمد بن احمد الاسکاف عن محمد بن سلمہ عن ابی سلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۵۲﴾۔

۴۳ محمد بن احمد ابورجاء عن ابی سلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۵۳﴾۔

۴۴ خدیجہ بنت محمد بن احمد عن محمد بن احمد عن ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۵۴﴾۔

۴۵ نصیر بن یحیٰ بلخی عن ابوسلیمان جوز جانی عن امام محمد﴿۵۵﴾۔

۴۶ موسیٰ بن نصر الرازی عن امام محمد﴿۵۶﴾۔

۴۷ ابوعلی الدقاق عن موسیٰ بن نصر عن امام محمد﴿۵۷﴾۔

۴۸ ابوسعید احمد بن حسین البردعی عن موسیٰ بن نصر عن امام محمد﴿۵۸﴾۔

۴۹ نصر بن زیاد عن امام محمد﴿۵۹﴾۔

۵۰ ہشام بن عبیداللہ الرازی عن امام محمد (راوی کتب الاصول عن امام محمد)﴿۶۰﴾۔

۵۱ یحیٰ بن اکثم عن امام محمد﴿۶۱﴾۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۵۲﴾ ابراہیم بن یوسف عن امام ابو یوسف ﴿۶۲﴾۔

﴿۵۳﴾ احمد بن العباس العیاضی عن احمد بن اسحاق الجوزجانی عن ابی سلیمان جوزجانی عن امام محمد ﴿۶۳﴾۔

﴿۵۴﴾ محمد بن احمد العیاضی عن احمد بن العباس العیاضی عن احمد بن اسحاق الجوزجانی عن ابی سلیمان جوزجانی عن امام محمد ﴿۶۴﴾۔

﴿۵۵﴾ نصر بن احمد العیاضی عن احمد بن العباس العیاضی عن احمد بن اسحاق الجوزجانی عن ابی سلیمان جوزجانی عن امام محمد ﴿۶۵﴾۔

﴿۵۶﴾ اسحاق بن ابراہیم الوَزذولی عن ابراہیم بن موسیٰ الوَزذولی عن ابن المبارک ﴿۶۶﴾۔

﴿۵۷﴾ اسمٰعیل بن ابراہیم عن ابراہیم بن میمون الصائغ عن امام ابو حنیفہ ﴿۶۷﴾۔

﴿۵۸﴾ اشرف بن سعید عن امام ابو یوسف ﴿۶۸﴾۔

﴿۵۹﴾ سہل بن بشر عن بشر بن القاسم (بشرویہ) عن ابی عمرو المستملی ﴿۶۹﴾۔

﴿۶۰﴾ ایوب بن الحسن عن بشرویہ ﴿۷۰﴾۔

﴿۶۱﴾ الحسن بن بشر عن بشرویہ ﴿۷۱﴾۔

﴿۶۲﴾ الحسین بن بشر عن بشرویہ ﴿۷۲﴾۔

﴿۶۳﴾ بشر بن الازہر عن امام ابو یوسف (راوی کتب ابو یوسف و امالی) ﴿۷۳﴾۔

﴿۶۴﴾ جعفر بن یحیٰی عن امام ابو یوسف ﴿۷۴﴾۔

﴿۶۵﴾ حاتم بن نصر الغُجدوانی عن ابی حفص الکبیر عن امام محمد ﴿۷۵﴾۔

﴿۶۶﴾ یوسف بن حاتم عن حاتم بن نصر عن ابی حفص الکبیر عن امام محمد ﴿۷۶﴾۔

﴿۶۷﴾ محمد بن یوسف عن یوسف بن حاتم عن حاتم بن نصر عن ابی حفص الکبیر عن امام محمد ﴿۷۷﴾۔

﴿۶۸﴾ یوسف بن محمد عن محمد بن یوسف عن یوسف بن حاتم عن حاتم بن نصر عن ابی حفص الکبیر عن امام محمد ﴿۷۸﴾۔

﴿۶۹﴾ یوسف بن حاتم عن احمد بن حفص ابو حفص الصغیر عن ابی حفص الکبیر عن امام محمد ﴿۷۹﴾۔

﴿۷۰﴾ زیاد بن عبدالرحمٰن عن ابی سلیمان جوزجانی عن امام محمد ﴿۸۰﴾۔

﴿۷۱﴾ حامد بن حمود عن زیاد بن عبدالرحمٰن عن ابی سلیمان جوزجانی عن امام محمد ﴿۸۱﴾۔

﴿۷۲﴾ الحسن بن ایوب ابو علی الرمجاری عن امام ابو یوسف ﴿۸۲﴾۔

﴿۷۳﴾ الحسن بن ابی مالک عن امام ابو یوسف ﴿۸۳﴾۔

﴿۷۴﴾ محمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن ابی مالک عن امام ابو یوسف ﴿۸۴﴾۔

﴿۷۵﴾ الحسین بن ابراہیم اشکاب عن امام ابو یوسف ﴿۸۵﴾۔

﴿۷۶﴾ محمد بن الحسین عن الحسین بن ابراہیم اشکاب عن امام ابو یوسف ﴿۸۶﴾۔

﴿۷۷﴾ علی بن الحسین عن الحسین بن ابراہیم اشکاب عن امام ابو یوسف ﴿۸۷﴾۔

﴿۷۸﴾ زید بن اسامہ عن ابو سلیمان جوزجانی عن امام محمد (راوی الجامع الکبیر) ﴿۸۸﴾۔

﴿۷۹﴾ اسحاق بن ابراہیم الشاشی عن زید بن اسامہ عن ابو سلیمان جوزجانی عن امام محمد (راوی الجامع الکبیر) ﴿۸۹﴾۔

﴿۸۰﴾ عبداللہ بن جعفر عن محمد بن سماعہ عن امام محمد ﴿۹۰﴾۔

﴿۸۱﴾ عبداللہ بن سلمہ ابو محمد عن محمد بن شجاع الثلجی عن ابو سلیمان جوزجانی عن امام محمد ﴿۹۱﴾۔

﴿۸۲﴾ عبدالرحمٰن بن الحسین عن عبداللہ بن سلمہ عن محمد بن شجاع عن ابی سلیمان جوزجانی عن امام محمد ﴿۹۲﴾۔

﴿۸۳﴾ ابو العباس احمد بن ہارون عن عبداللہ بن سلمہ عن محمد بن شجاع الثلجی عن ابی سلیمان جوزجانی عن امام محمد ﴿۹۳﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۸۴﴾ عبداللہ بن عمر عن عمر بن میمون عن امام ابوحنیفہ ﴿۹۴﴾۔

۸۵﴾ عبدالرحمٰن بن ابراہیم عن ابراہیم بن یوسف عن امام ابویوسف ﴿۹۵﴾۔

۸۶﴾ عبدالرحمٰن بن رجاء عن ایوب بن الحسن عن امام محمد ﴿۹۶﴾۔

۸۷﴾ ابوالعباس احمد بن ہارون عن عبدالرحمٰن بن رجاء عن ایوب بن الحسن عن امام محمد ﴿۹۷﴾۔

۸۸﴾ ابوجعفر محمد بن سلیمان عن عبدالرحمٰن بن رجاء عن ایوب بن الحسن عن امام محمد ﴿۹۸﴾۔

۸۹﴾ ابومحمد عبدالرحیم بن داؤد السمعانی عن اسماعیل بن توبہ القزوینی عن امام محمد (راوی السیر الکبیر) ﴿۹۹﴾۔

۹۰﴾ عبداللہ بن یعقوب ابن محمد الحارثی السبذ مونی عن عبدالرحیم بن داؤد عن اسماعیل بن توبہ عن امام محمد (راوی السیر الکبیر) ﴿۱۰۰﴾۔

۹۱﴾ عبدالکریم بن محمد بن موسیٰ عن عبداللہ بن یعقوب عن عبدالرحیم بن داؤد عن اسمٰعیل بن توبہ عن امام محمد (راوی السیر الکبیر) ﴿۱۰۱﴾۔

۹۲﴾ عبدالمؤمن بن محمد عن ابی مطیع الحکم بن عبداللہ البلخی عن امام ابوحنیفہ (راوی الفقہ الاکبر) ﴿۱۰۲﴾۔

۹۳﴾ عصام بن یوسف بن میمون عن امام ابویوسف ﴿۱۰۳﴾۔

۹۴﴾ عبداللہ بن ابراہیم بن یوسف عن عصام بن یوسف عن امام ابویوسف ﴿۱۰۴﴾۔

۹۵﴾ عکرمہ بن طارق السلمُقانی عن امام ابویوسف ﴿۱۰۵﴾۔

۹۶﴾ محمد بن احمد بن موسیٰ بن سلام عن ابی حفص الصغیر عن ابی حفص الکبیر عن امام محمد ﴿۱۰۶﴾، محمد بن احمد موسیٰ بن سلام عن احمد بن موسیٰ عن ابی حفص الصغیر عن ابی حفص الکبیر عن امام محمد ﴿۱۰۷﴾۔

۹۷﴾ محمد بن خالد عن امام ابویوسف ﴿۱۰۸﴾۔

۹۸﴾ محمد بن ابی رجاء الخراسانی عن امام ابویوسف ﴿۱۰۹﴾۔

۹۹﴾ محمد بن زیاد عن ایوب بن الحسن عن امام محمد ﴿۱۱۰﴾۔

۱۰۰﴾ محمد بن شجاع الثلجی عن امام حسن بن زیاد ﴿۱۱۱﴾۔

۱۰۱﴾ محمد بن علی بن عبدک عن امام محمد ﴿۱۱۲﴾۔

۱۰۲﴾ محمد بن عواد بن راشد الجرجانی عن امام ابویوسف ﴿۱۱۳﴾۔

۱۰۳﴾ محمد بن النضر عن نضر بن سلمہ عن سلمہ بن جارود عن الجارود بن یزید عن امام ابوحنیفہ ﴿۱۱۴﴾۔

۱۰۴﴾ نضر بن سلمہ عن سلمہ بن جارود عن الجارود بن یزید عن امام ابوحنیفہ ﴿۱۱۵﴾۔

۱۰۵﴾ سلمہ بن جارود عن الجارود بن یزید عن امام ابوحنیفہ ﴿۱۱۶﴾۔

۱۰۶﴾ امام الائمہ ابن خزیمہ عن نضر سلمہ عن سلمہ بن جارود عن جارود بن یزید عن امام ابوحنیفہ ﴿۱۱۷﴾۔

۱۰۷﴾ محمد بن یزید عن عصام بن یوسف عن امام ابویوسف ﴿۱۱۸﴾۔

۱۰۸﴾ محمد بن یزید عن جارود بن یزید عن امام ابوحنیفہ ﴿۱۱۹﴾۔

۱۰۹﴾ محمد بن الیمان ابوجعفر عن محمد بن شجاع عن ابی سلیمان جوزجانی عن امام محمد ﴿۱۲۰﴾۔

۱۱۰﴾ محمد بن الیمان ابوجعفر عن محمد بن شجاع عن حسن بن زیاد ﴿۱۲۱﴾۔

۱۱۱﴾ یوسف بن براد الاستراباذی عن محمد بن مقاتل عن امام محمد ﴿۱۲۲﴾۔

اصحاب ابی حنیفہ اور راویان فقہ کی یہ کثرت اور فقہ حنفی کی کتب کی روایت، تصنیف و تالیف اور اس فقہ کا ممالک اسلامیہ میں رواج عام اور نفوذ فقہ حنفی کے تیسری صدی ہجری میں ہمہ گیر اور ہمہ جہت ارتقاء کا شاہد عادل ہے۔

☆☆☆☆☆

www.toobaaelibrary.com

حواشی ضمیمہ "ب" باب چہارم

۱۔ القرشی محمد عبدالقادر م ۷۷۵ھ الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، میر محمد کتب خانہ کراچی ج ا ص ۳۷۔۳۸ نمبر ۱۹۔
۲۔ ایضاً ج ا ص ۶۷ نمبر ۱۰۵۔
۳۔ ایضاً۔
۴۔ ایضاً ج ا ص ۶۲۔۶۳ نمبر ۹۳۔
۵۔ ایضاً ج ا ص ۱۴۷ نمبر ۳۲۶۔
۶۔ ایضاً۔
۷۔ ایضاً ج ا ص ۳۱۱ نمبر ۸۲۸۔
۸۔ ایضاً ج ا ص ۱۲۲۔۱۲۳ نمبر ۲۴۴۔
۹۔ ایضاً ج ا ص ۱۴۹۔۱۵۰ نمبر ۳۳۳۔
۱۰۔ ایضاً ج ا ص ۱۵۰۔
۱۱۔ ایضاً۔
۱۲۔ ایضاً ج ا ص ۱۶۴ نمبر ۳۶۹۔
۱۳۔ ایضاً ج ا ص ۲۳۱۔۲۳۲ نمبر ۵۸۸۔
۱۴۔ ایضاً۔
۱۵۔ ایضاً ج ا ص ۲۴۷ نمبر ۶۵۲۔
۱۶۔ ایضاً ج ا ص ۲۴۷ نمبر ۶۳۳۔
۱۷۔ لکھنوی محمد عبدالحئی (۱۲۶۴ھ۔۱۳۰۴ھ): الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ طبع سوم 1895ء ص ۶۶۔
۱۸۔ سمعانی، ابی سعد عبدالکریم بن محمد (م ۵۶۲ھ): الانساب۔ دائرۃ المعارف عثمانیہ طبع اول ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء ج ا ص ۸۱۔
۱۹۔ القرشی ج ا ص ۲۵۸۔۲۵۹ نمبر ۶۷۳۔ ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی (م ۸۵۲ھ): لسان المیزان طبع مؤسستہ الأعلمی للمطبوعات بیروت، طبع ثانی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱ء ص ۹۰۔۹۶۔
۲۰۔ القرشی ج ا ص ۲۵۸۔۲۵۹ نمبر ۶۷۳۔
۲۱۔ ایضاً ج ا ص ۳۰۲۔۳۰۳ نمبر ۸۰۶۔
۲۲۔ لکھنوی ص ۵۸۔
۲۳۔ ایضاً۔
۲۴۔ القرشی ج ا ص ۹۷۹ نمبر ۲۴۲۔۱ بحوالہ طبقات الشیرازی
۲۵۔ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۲۶﴾ ایضاً۔
﴿۲۷﴾ ایضاج ۱ص ۸۷۔۸۸ نمبر ۱۶۱۔
﴿۲۸﴾ ایضا، وایضاج ۲ص ۵۳ نمبر ۱۷۰۔
﴿۲۹﴾ ایضاج ۲ص ۹۴ نمبر ۲۸۵۔
﴿۳۰﴾ القرشی ج ۱ص ۳۸۰ نمبر ۱۰۴۶۔ ایضاج ۲ص ۹۴ نمبر ۲۸۵۔
﴿۳۱﴾ ایضاج ۲ص ۱۳۴ نمبر ۴۱۱۔
﴿۳۲﴾ ایضاج ۱ص ۱۲۱ نمبر ۲۳۸ (صحیح نمبر ۲۳۹ بنتا ہے)۔
﴿۳۳﴾ ایضاً۔
﴿۳۴﴾ ایضاج ۲ص ۱۷۸ نمبر ۵۴۵۔
﴿۳۵﴾ ایضاً۔
﴿۳۶﴾ ایضاً۔
﴿۳۷﴾ ایضاج ۲ص ۲۱۸ نمبر ۶۸۵۔
﴿۳۸﴾ ایضاج ۲ص ۱۸۶۔۱۸۷ نمبر ۵۸۰۔
﴿۳۹﴾ ایضاً۔
﴿۴۰﴾ ایضاً۔
﴿۴۱﴾ ابن الندیم ص ۲۹۰۔
﴿۴۲﴾ لکھنوی ص ۲۸۔
﴿۴۳﴾ القرشی ج ۱ص ۴۰۴ نمبر ۱۱۱۹۔
﴿۴۴﴾ ایضاج ۲ص ۲۰۰ نمبر ۶۱۹۔
﴿۴۵﴾ ایضاً۔
﴿۴۶﴾ ایضاج ۲ص ۲۰۰ نمبر ۶۲۰، ایضاج ۲ص ۱۱۷ نمبر ۳۵۶۔
﴿۴۷﴾ ایضا ج ۲ص ۲۴۶ نمبر ۴۵، ایضا ج ۲ص ۱۹۲ نمبر ۵۹۹ حاشیہ نمبر ا۔
﴿۴۸﴾ ایضاج ۱ص ۳۶۳ نمبر ۱۰۰۲۔ بحوالہ حافظ ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمی مؤلف تاریخ استراباد۔
﴿۴۹﴾ القرشی ج ۱ص ۴۰۴ نمبر ۱۱۱۹۔
﴿۵۰﴾ لکھنوی ص ۶۸۔
﴿۵۱﴾ القرشی ج ۱ص ۲۴۶ نمبر ۶۲۹۔
﴿۵۲﴾ ایضاج ۲ص ۵۶ نمبر ۱۸۴۔
﴿۵۳﴾ ایضاج ۲ص ۲۹۔۳۰ نمبر ۲۱۳۔
﴿۵۴﴾ ایضاج ۲ص ۷۷ نمبر ۲۱۳۔
﴿۵۵﴾ ایضاج ۲ص ۲۰۰ نمبر ۶۱۹۔

www.toobaaelibrary.com

۵۶ ایضاً ج۲ص۱۸۸نمبر۵۸۳۔

۵۷ صاحب کتاب المحیط واستاد احمد بن حسین ابی سعید البردعی (القرشی ج۲ص۲۵۹نمبر۱۲۸)۔

۵۸ ایضاً ج۲ص۶۶نمبر۱۰۴۔

۵۹ ایضاً ج۲ص۱۹۳نمبر۶۰۳۔

۶۰ ایضاً ج۲ص۲۰۵۔۲۰۶نمبر۶۴۳۔

۶۱ ایضاً ج۲ص۲۱۰۔۲۱۱نمبر۶۶۱۔

۶۲ ایضاً ج۱ص۵۱۔۵۲نمبر۶۱۔

۶۳ ایضاً ج۱ص۱۷نمبر۱۱۷۔

۶۴ ایضاً ج۲ص۱۳۔۱۴نمبر۳۴۔

۶۵ ایضاً ج۲ص۱۹۲نمبر۵۹۹۔

۶۶ ایضاً ج۱ص۱۳۶نمبر۲۹۲۔

۶۷ ایضاً ج۱ص۱۴۵نمبر۳۲۰۔

۶۸ ایضاً ج۱ص۱۶۲نمبر۳۶۳۔

۶۹ ایضاً ج۱ص۲۵۳، ایضاً ج۱ص۱۶۶نمبر۳۷۶۔

۷۰ ایضاً ج۱ص۱۶۶نمبر۳۷۲۔

۷۱ ایضاً ج۱ص۱۹۰نمبر۴۳۹، ایضاً ج۱ص۱۶۶نمبر۳۷۲۔

۷۲ ایضاً، ایضاً ج۱ص۲۰۸نمبر۵۱۶۔

۷۳ ایضاً ج۱ص۳۷۴۔

۷۴ ایضاً ج۱ص۱۸۱نمبر۴۰۹۔

۷۵ ایضاً ج۱ص۱۸۹نمبر۴۱۴۔

۷۶ سمعانی ج۱۰ص۱۷۔۱۸، القرشی ج۱ص۱۸۲نمبر۴۱۴۔

۷۷ سمعانی ج۱۰ص۱۷۔۱۸، القرشی ج۱ص۱۸۲نمبر۴۱۴۔

۷۸ سمعانی ج۱۰ص۱۷۔۱۸۔ القرشی ج۱ص۱۸۲نمبر۴۱۴۔

۷۹ سمعانی ج۱۰ص۱۷۔۱۸، القرشی ج۱ص۱۸۲نمبر۴۱۴۔

۸۰ لکھنوی ص۲۸۔

۸۱ ایضاً۔

۸۲ القرشی ج۱ص۱۹۰نمبر۴۳۸۔

۸۳ ایضاً ج۱ص۲۰۴نمبر۵۰۳۔

۸۴ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

۸۵﴾ ایضاً ج۱ ص۲۰۷ نمبر۵۱۲۔

۸۶﴾ ایضاً، ایضاً ج۲ ص۴۸ نمبر۱۵۳۔

۸۷﴾ ایضاً ج۱ ص۳۶۰ نمبر۹۹۱۔ ایضاً ج۱ ص۲۰۷ نمبر۵۱۲۔

۸۸﴾ القرشی ج۱ ص۲۴۶ نمبر۶۲۹۔

۸۹﴾ ایضاً، ایضاً ج۱ ص۱۳۶ نمبر۲۹۴۔

۹۰﴾ ایضاً ج۱ ص۲۷۲۔۲۷۳ نمبر۷۲۴۔

۹۱﴾ ایضاً ج۱ ص۲۷۶۔۲۷۷ نمبر۷۳۳۔ لکھنوی ۲۸۔

۹۲﴾ ایضاً ج۱ ص۳۰۰ نمبر۷۹۸۔ ایضاً ج۱ ص۲۷۶۔۲۷۷ نمبر۷۳۳۔

۹۳﴾ ایضاً، ایضاً ج۱ ص۱۲۹۔۱۳۰ نمبر۲۸۰۔

۹۴﴾ ایضاً ج۱ ص۲۷۹ نمبر۷۴۳، ایضاً ج۱ ص۳۹۹ نمبر۱۱۰۵۔

۹۵﴾ ایضاً ج۱ ص۵۱۔۵۲ نمبر۶۱۔

۹۶﴾ سمعانی ج۲ ص۲۰۷۔۲۰۸، القرشی ج۱ ص۳۰۰۔۳۰۱ نمبر۷۹۹۔

۹۷﴾ ایضاً۔

۹۸﴾ ایضاً۔

۹۹﴾ ایضاً ج۱ ص۳۱۱ نمبر۸۲۸۔

۱۰۰﴾ ایضاً، ایضاً ج۱ ص۲۷۹۔۲۸۰ نمبر۷۶۲۔

۱۰۱﴾ ایضاً، ایضاً ج۱ ص۳۱۱ نمبر۸۲۸۔

۱۰۲﴾ القرشی ج۱ ص۳۳۲ نمبر۹۰۳۔

۱۰۳﴾ سمعانی ج۲ ص۳۰۴، القرشی ج۱ ص۳۳۲ نمبر۹۰۳۔

۱۰۴﴾ ایضاً ج۱ ص۳۴۷۔۳۴۸ نمبر۹۶۱۔

۱۰۵﴾ ایضاً ج۱ ص۳۴۸۔۳۴۹ نمبر۹۶۷۔

۱۰۶﴾ سمعانی ج۲ ص۱۷۵۔۱۷۶۔ لکھنوی ۶۴۔

۱۰۷﴾ ایضاً۔

۱۰۸﴾ القرشی ج۲ ص۵۳ نمبر۱۷۰۔

۱۰۹﴾ ایضاً ج۲ ص۵۴ نمبر۱۷۶۔

۱۱۰﴾ سمعانی ج۲ ص۲۰۷، القرشی ج۲ ص۵۵ نمبر۱۷۸۔

۱۱۱﴾ سمعانی ج۳ ص۱۴۴۔۱۴۵: بحوالہ محدث صیمری۔ القرشی ج۲ ص۶۰۔۶۱ نمبر۱۹۲۔

۱۱۲﴾ ایضاً ج۲ ص۹۴ نمبر۲۸۵۔

۱۱۳﴾ ایضاً ج۲ ص۱۰۵۔۱۰۶ نمبر۳۲۰۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۱۴﴾ ایضاً ج ا ص ۱۷۶ نمبر ۳۹۲، ایضاً ج ۲ ص ۱۳۸ نمبر ۴۲۱۔

﴿۱۱۵﴾ ایضاً۔

﴿۱۱۶﴾ ایضاً۔

﴿۱۱۷﴾ القرشی ج ۲ ص ۵۳ نمبر ۱۷۱، ایضاً ج ۲ ص ۱۳۸ نمبر ۴۲۱۔

﴿۱۱۸﴾ ایضاً ج ا ص ۳۴۷ نمبر ۹۶۱، ایضاً ج ۲ ص ۱۴۴ نمبر ۴۴۱۔

﴿۱۱۹﴾ ایضاً ج ا ص ۱۷۶ نمبر ۳۹۲، ایضاً ج ۲ ص ۱۴۴ نمبر ۴۴۱۔

﴿۱۲۰﴾ ایضاً ج ۲ ص ۶۰۔۶۱ نمبر ۱۹۲، ایضاً ج ۲ ص ۱۴۴ نمبر ۴۴۲۔

﴿۱۲۱﴾ ایضاً، ایضاً ج ۲ ص ۶۰۔۶۱ نمبر ۱۹۲۔

﴿۱۲۲﴾ ایضاً ج ا ص ۳۴۷ نمبر ۹۶۱۔

www.toobaaelibrary.com

ضمیمہ "ج"۔۔۔(باب پنجم)

چوتھی صدی ہجری کے فقہاء احناف

نمبر شمار	نام ونسب/کنیت/القب	وفات	فقیہ/قاضی/علمی مقام و مرتبہ	مؤلفات/مصنفات	کیفیت
۱۔	محمد بن محمد بن سلام ابونصر البلخی	م ۳۰۵ھ	امام ابوحفص الکبیر البخاری کے اقران میں سے تھے ﴿۱﴾۔	ـــــ	ـــــ
۲۔	ابراہیم بن محمد بن سفیان النیشاپوری/الفقیہ	م ۳۰۸ھ	فقیہ ومحدث۔ i۔ یکے از اصحاب ایوب بن الحسن الزاھد تلمیذ امام محمد۔ فقیہ ومحدث ii۔ صحیح مسلم کا امام مسلم سے سماع کیا ﴿۲﴾۔	ـــــ	ـــــ
۳۔	سلیمان بن محمد بن الحسن بن علی بن ایوب المَنَاشِکی ﴿۳﴾	م ۳۰۸ھ	حنفی فقیہ، سمع الکثیر ﴿۴﴾	ـــــ	ـــــ
۴۔	اکثم بن یحیٰی بن حبان بن بشر بن الخارق الاسدی والد عمر القاضی	م ۳۰۹ھ	قاضی ﴿۵﴾	ـــــ	ـــــ
۵۔	عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن الحسین	م ۳۰۹ھ	قاضی ﴿۶﴾	ـــــ	ـــــ
۶۔	عبدالرحمٰن بن الحسین بن خالد ابوسعید النیشاپوری	م ۳۰۹ھ	قاضی ﴿۷﴾	ـــــ	ـــــ
۷۔	نبہان بن اسحاق بن مقداس البسکاسی ﴿۸﴾ ابواحمد البخاری	م ۳۱۰ھ	امام فاضل، فقیہ، ثقہ، زاہد ﴿۹﴾	ـــــ	ـــــ
۸۔	طاہر بن یحیٰی بن قبیصہ الفلقی	م ۳۱۵ھ	کثیر التصانیف، فقیہ، محدث ﴿۱۰﴾	ـــــ	سمعانی نے انہیں کثیر التصانیف فقیہ لکھا ہے لیکن ان کی تصانیف کے نام نہیں دیئے۔ ﴿۱۱﴾

www.toobaaelibrary.com

۹۔	احمد بن عبدالرحمٰن ابواحمد النیشاپوری السُّرخَکی ﴿۱۲﴾۔	م۳۱۶ھ	فقیہ ﴿۱۳﴾۔	ــــــ	ــــــ
۱۰۔	مکحول النسفی۔	م۳۱۸ھ	فقیہ ﴿۱۴﴾۔	i۔کتاب الشعاع، ii۔اللؤلؤیات ﴿۱۵﴾	ــــــ
۱۱۔	حامد بن محمود بن معقل النیشاپوری الشاماتی القطان ابومحمد بن ابی العباس القطان والد محمد بن حامد۔	م۳۱۹ھ	فقیہ ومحدث	ــــــ	راوی کتب امام محمد بن الحسن عن زیاد بن عبدالرحمٰن عن ابی سلیمان جوزجانی ﴿۱۶﴾۔
۱۲۔	عبداللہ بن احمد بن محمود ابوالقاسم البلخی ﴿۱۷﴾۔	۳۱۹ھ	صاحب التصانیف فقیہ، علم الکلام میں کثرت سے تصنیفات ہیں ﴿۱۸﴾۔	عیون المسائل (۹ جلدیں) ﴿۱۹﴾۔	ــــــ
۱۳۔	ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ابواسحاق الجذامی النشیاپوری۔	م۳۲۱ھ	فقیہ و محدث، صاحب تصنیف فقیہ ﴿۲۰﴾۔	اصول صحیح ﴿۲۱﴾۔	حاکم نے ان کی متعدد تصنیفات کے دیکھنے کا ذکر کیا ہے جوانکے بھائی ابی بشر کے پاس تھیں۔ان میں سے ایک اصول صحیح بھی ابی بشر کے پاس تھی ﴿۲۲﴾۔
۱۴۔	احمد بن اسماعیل بن عامر ابوبکر السمرقندی رئیس سمرقند۔	م۳۲۱ھ	فقیہ، کثیرالحدیث ﴿۲۳﴾۔	ــــــ	ــــــ
۱۵۔	جعفر بن احمد بن اسماعیل بن سہر بل ابومحمد الاستر ابادی۔	م۳۲۲ھ	حسن الطریقۃ فقیہ ﴿۲۴﴾۔	ــــــ	ــــــ
۱۶۔	محمد بن ابراہیم بن عمر بن میمون القاضی ابوبکر عرف قاضی عکمرا۔	م۳۲۴ھ	قاضی ﴿۲۵﴾۔	ــــــ	ــــــ

www.toobaaelibrary.com

١٧۔	اسحاق بن ابراہیم ابو یعقوب الخراسانی الخطیبی الشاشی، السمرقندی۔	م۳۲۵ھ	قاضی، فقیہ، صاحب تصنیف عالم۔ مجتہد ﴿۲۶﴾۔	اصول الشاشی ﴿۲۷﴾۔	اصول فقہ پر مشہور اور متداول کتاب ﴿۲۸﴾۔
١٨۔	احمد بن عصمۃ ابو القاسم الصفار لقب حَم البلخی۔	م۳۲۶ھ	فقیہ ومحدث ﴿۲۹﴾۔	———	———
١٩۔	احمد بن عمران ابو جعفر اللیموسکی ﴿۳۰﴾ الاسترابادی ﴿۳۱﴾۔	م۳۳۱ھ	فقیہ ومحدث، ثقہ فی الحدیث ﴿۳۲﴾۔	———	———
٢٠۔	محمد بن اسحاق بن خزیمہ ابو بکر النیشاپوری	م۳۳۱ھ	صاحب تصنیف فقیہ	کتاب التوحید واثبات الصفات ﴿۳۳﴾۔	اس نام کی ایک تصنیف الماتریدی کی بھی ہے لیکن انہیں اس تصنیف میں الماتریدی پر اولیت حاصل ہے ﴿۳۴﴾۔
٢١۔	محمد بن محمد بن محمود ابو منصور الماتریدی ﴿۳۵﴾۔	م۳۳۳ھ	یکے از کبار فقہاء احناف، " انتہت الیہ ریاست الاصحاب" امام اہل السنہ، "مصحح عقائد المسلمین"، وکان من الائمۃ الاعلام فی علم الکلام، امام الہدیٰ ﴿۳۶﴾۔	i۔کتاب التوحید و اثبات الصفات۔ ii۔کتاب المقالات iii۔کتاب بیان اوہام المعتزلہ iv۔کتاب روائل الادلۃ للکعبی۔ v۔کتاب تاویلات القرآن۔ vi۔کتاب شفقی۔	کثیر التصانیف فقیہ

www.toobaaelibrary.com

				vii۔عقیدۃ الماتریدیہ viii۔الدررفی اصول الدین۔ ix۔کتاب الجدل۔ x۔ ماخذ الشرائع فی اصول الفقہ۔ xi۔التاویلات الماتریدیہ فی بیان اصول اہل السنۃ واصول التوحید xii۔الرد علی القرامطہ۔ xiii۔شرح الفقہ الاکبر لابی حنیفہ﴿۳۷﴾۔	
۲۲۔	محمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ بن عبدالمجید بن اسماعیل بن الحاکم الشہیر بالحاکم المروزی السلمی الوزیر الشہید ابو الفضل البلخی﴿۳۸﴾۔	م ۳۳۴ھ	یکے از کبار فقہا و قضاۃ احناف، عالم مرو، والامام الا صحاب ابی حنیفہ فی عصرہ، و کت خدا، صاحب خراسان، سمع مشائخ خراسان قاطبۃ و ائمتها من الحاکم الشہید ﴿۳۹﴾۔ "و تصانیفہ تدل علی کمال فضلہ" ﴿۴۰﴾۔قاضی ـــــ وزیر﴿۴۱﴾	i۔الکافی (فی فروع الفقہ) ii۔المنتقی (فی الفروع) iii۔شرح الجامع iv۔اصول فقہ v۔المستخلص (من الجامع فی الفروع)۔ vi۔الغرر (فی الفقہ) ﴿۴۲﴾۔	الکافی مخطوطہ فیض اللہ (نمبر ۹۲۳) صفحات ۶۰۱ ﴿۴۳﴾۔
۲۳۔	کمیل ابن جعفر بن کمیل الفقیہ الجرجانی البکراباذی﴿۴۴﴾۔	م ۳۳۶ھ	"ترأس علی اصحابہ فی زمانہ" فقیہ﴿۴۵﴾۔	ـــــــ	ـــــــ

www.toobaaelibrary.com

۲۴۔	محمد بن احمد بن خطاب البوزی ﴿۴۶﴾۔	م ۳۳۶ھ	فقیہہ فاضل، متورع، یکے از علمائے اصحاب الرائے ﴿۴۷﴾۔	———	———
۲۵۔	محمد بن احمد ابوبکر الاسکاف ﴿۴۸﴾ البلخی۔	م ۳۳۶ھ	امام کبیر تلمیذ ابوعبداللہ محمد بن سلمہ تلمیذ ابی سلیمان جوزجانی ﴿۴۹﴾ استاذ ابو جعفر الهندوانی و ابوبکر الاعمش محمد بن سعید ﴿۵۰﴾۔	———	———
۲۶۔	احمد بن محمد بن شعیب بن ہارون الفقیہ الجلاباذی الشعبی عم ابی احمد الشاهد۔	م ۳۳۸ھ	فقیہہ و محدث ﴿۵۱﴾۔	———	———
۲۷۔	احمد بن محمد بن احمد بن محمد یحییٰ ابوالنصر الانماطی ﴿۵۲﴾ الحفید النیشاپوری ﴿۵۳﴾۔	م ۳۳۸ھ	فقیہہ، کثیر الحدیث ﴿۵۴﴾۔	———	———
۲۸۔	احمد بن عبداللہ بن دینار ابوعبداللہ المعدل، الزاهد النیشاپوری۔	م ۳۳۸ھ	عابد، فقیہہ ﴿۵۵﴾۔	———	———
۲۹۔	احمد بن سہل الفقیہ البلخی ﴿۵۶﴾ ابوحامد۔	م ۳۴۰ھ	فقیہہ و فاضل ﴿۵۷﴾	———	———
۳۰۔	عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث بن الخلیل الحارثی السبذمونی ﴿۵۵﴾، کنیت ابو محمد الکلاباذی ﴿۵۹﴾ لقب "الاستاذ" ﴿۶۰﴾۔	ولد ۲۵۸ھ م ۳۴۰ھ	"البخاری الفقیہ" ﴿۶۱﴾، شیخا مکثر الحدیث ﴿۶۲﴾ "یعرف بالاستاذ له معرفة بهذا الشان" ﴿۶۳﴾ عالم ماوراء النہر و محدثا الامام العلامة ابو محمد عبداللہ بن محمد الحارثی البخاری الملقب بالاستاذ" حافظ الحدیث۔ بڑے بڑے حفاظ حدیث جیسے حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقدة، حافظ ابوبکر جعابی ان کے شاگرد تھے۔ صاحب تصنیف فقیہہ۔ ان کی مجلس املاء میں چارسو مستملی ہوتے تھے۔ یکے از اصحاب الوجوه ﴿۶۴﴾۔	i۔ مسند امام ابو حنیفہ ﴿۶۵﴾۔ ii۔ کشف الآثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ" ﴿۶۶﴾۔	"مسند ابو حنیفہ و آثار محمد بنائے فقہ حنفیہ است" ﴿۶۷﴾

www.toobaaelibrary.com

۳۱۔	اسحاق بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن زید ابو القاسم القاضی الحکیم السمرقندی	م ۳۴۲ھ	قاضی سمرقند، تلمیذ الماتریدی ﴿۶۸﴾۔	———	———
۳۲۔	عبداللہ بن محمد بن بدیل ابوبکر عرف الاشقر بدیلی ﴿۶۹﴾۔	م ۳۴۳ھ	فقیہہ فاضل، شیخ احناف و سیدھم، کثیر الحدیث، صحیح السماع ﴿۷۰﴾۔	———	انہیں امیر ابن قراتکین نے ۳۴۰ھ میں اپنا نمائندہ بنا کر نیشا پور بھیجا ﴿۷۱﴾۔
۳۳۔	احمد بن محمد بن اسحاق ابو علی الشاشی الفقیہہ۔	م ۳۴۴ھ	تلمیذ کرخی، صار التدریس بعد الکرخی، شیخ الجماعۃ، احفظ الناس ﴿۷۲﴾۔	———	———
۳۴۔	احمد بن محمد بن حامد بن ہاشم ابوبکر الطواویسی ﴿۷۳﴾۔	م ۳۴۴ھ	فقیہہ ﴿۷۴﴾۔	———	———
۳۵۔	محمد بن عبداللہ بن محمد یوسف النیشاپوری الحفید ﴿۷۵﴾ ابی بکر النیشاپوری وابی بکر عثمانی ﴿۷۶﴾۔	م ۳۴۴ھ	فقیہہ ومحدث، "کان محدث اصحاب الرائی فی عصرہ" ﴿۷۷﴾۔	———	———
۳۶۔	ابراہیم بن محمد بن احمد بن ہشام الفقیہہ ابواسحاق البخاری عرف بالامین۔	م ۳۴۶ھ	فقیہہ ومحدث ﴿۷۸﴾	———	———
۳۷۔	ابراہیم بن الحسن الفقیہہ ابو الحسن العزری ﴿۷۹﴾۔	م ۳۴۷ھ	"کان من فقہاء اصحاب ابی حنیفۃ" ﴿۸۰﴾۔	———	———
۳۸۔	حسن بن اسحاق بن نبیل ابو سعید النیشاپوری الحنفی ثم المصری ﴿۸۱﴾۔	م ۳۴۸ھ	قاضی معرۃ النعمان، ﴿۸۲﴾ صاحب التصنیف فقیہہ۔	"الرد علی الشافعی---- فیما یخالف فیہ القرآن" ﴿۸۳﴾۔	———

www.toobaaelibrary.com

۳۹۔	محمد بن حامد بن محمود بن معقل القطان ﴿۸۴﴾النیشاپوری الشاماتی ﴿۸۵﴾۔	م۳۴۸ھ	(ھو) "من اقران ابی بکر محمد بن الفضل" ﴿۸۶﴾ یکے از مشائخ اصحاب ابی حنیفہ ﴿۸۷﴾۔	——	——
۴۰۔	احمد بن ہارون بن ابراہیم ابوالعباس الفقیہ الحاکم الحزنی ﴿۸۸﴾ المعروف بالتبان ﴿۸۹﴾۔	م۳۴۹ھ	شیخ اصحاب ابی حنیفہ ومفتیہم فی عصرہ ﴿۹۰﴾۔	——	——
۴۱۔	احمد بن محمد بن اسحاق ابو الفضل الکلاباذی۔الحراص مشہور تھے۔	م۳۵۰ھ	بخارا کے قاضی تھے ﴿۹۱﴾۔	——	——
۴۲۔	علی بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم ابو الحسن الکندرانی ﴿۹۲﴾القاضی الھروی ﴿۹۳﴾لقب نجم العلماء ﴿۹۴﴾۔	م۳۵۰ھ کے بعد	فقیہ فاضل عالم ومحدث۔قاضی ﴿۹۵﴾۔	——	——
۴۳۔	احمد بن محمد بن عبداللہ بن فرات ابو الحسن ابوالفضل الحنفی النیشاپوری القاضی عرف "قاضی الحرمین"۔	م۳۵۱ھ	قاضی موصل، قاضی حرملہ، قاضی الحرمین، قاضی نیشاپور، شیخ الفقہا، افقہ من الخراسانیین، ابوالحسن مشہور لغوی، نحوی صاحب کتاب جمہرۃ اللغۃ ابوبکر محمد بن الحسن بن درید کے استاد تھے۔ صاحب تصنیف فقیہ ﴿۹۶﴾	i۔اجزاء فی الحدیث ii۔ تفسیر القرآن ﴿۹۷﴾۔	——
۴۴۔	علی بن ابراہیم بن ہود الجرجانی۔	م۳۵۱ھ	فقیہ، ﴿۹۸﴾۔	——	——
۴۵۔	بکر بن محمد بن احمد ﴿۹۹﴾ بن مالک بن جماع بن عبدالرحمٰن بن فرقد ابو احمد السنجی ﴿۱۰۰﴾ الوَرَسنِینی ﴿۱۰۱﴾۔	م۳۵۲ھ	فقیہ جلیل، مناظر۔	——	ان کے ہاں مجلس املا اور مجلس مناظرہ ہوتی تھی ﴿۱۰۲﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۴۶۔	احمد بن محمد بن سہل ابوالحسن بن سہلویہ المزکی ﴿۱۰۳﴾ ابن بنت ابی یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری۔	م ۳۵۲ھ	فقیہ ومحدث۔ یکے از مشائخ اصحاب ابی حنیفہ ﴿۱۰۴﴾۔	———	اپنے نانا سے ان کی کتاب روایت کی ﴿۱۰۵﴾۔
۴۷۔	منصور بن جعفر بن علی بن الحسین ﴿۱۰۶﴾ بن منصور بن خالد بن یزید بن المہلب ابن ابی صفرۃ المہلبی ﴿۱۰۷﴾ الازدی۔	م ۳۵۲ھ	مفتی وفقیہ وامام اہل سمرقند ''فاضلا یقتدی به'' ان کے زمانے میں کوئی فتویٰ میں ان سے بڑھ کر نہ تھا ﴿۱۰۸﴾۔	———	———
۴۸۔	محمد بن احمد بن محمد بن عقبۃ القاضی ابو احمد المروزی۔	م ۳۵۳ھ	قاضی نیشاپور، یہ اکتالیس سال تک نیشاپور کے قاضی رہے، قاضی بخارا ﴿۱۰۹﴾	———	———
۴۹۔	مکی بن اسحاق بن ابراہیم ابوالقاسم البخاری۔	م ۳۵۳ھ	'کان فقیہا حسن العلم بالفرائض' قاضی ﴿۱۱۱﴾۔	———	———
۵۰۔	احمد بن نافع بن مرزوق بن واثق القاضی ابوعبداللہ۔	ولد ۲۷۳ھ م ۳۵۵ھ	قاضی بلخ ﴿۱۱۰﴾۔	———	———
۵۱۔	محمد بن احمد بن بشر ابوعبداللہ بشرویہ المزکی۔	م ۳۵۵ھ	یکے از مشائخ اصحاب ابی حنیفہ۔ فقیہ، متورع، مجتہد ﴿۱۱۲﴾۔	———	———
۵۲۔	محمد بن احمد بن شعیب بن ہارون بن موسیٰ ابواحمد الشعیبی النیشاپوری۔	م ۳۵۷ھ	نیشاپور کے مشائخ میں شروط کے سب سے بڑے عالم تھے۔ صاحب تصنیف فقیہ تھے ﴿۱۱۳﴾۔	i۔ مناقب الامام ابی حنیفہ (۲۰ جلدیں/اجزاء) ﴿۱۱۴﴾۔ ii۔ (کتاب) الزہد (۱۴۱ اجزاء) ﴿۱۱۵﴾۔	———

www.toobaaelibrary.com

۵۳۔	احمد بن سعد بن نصر بن اسماعیل ابوبکر الفقیہ البخاری۔	ولد ۲۹۹ھ م ۳۶۰ھ	فقیہ ﴿۱۱۶﴾۔	ـــــــ	ـــــــ
۵۴۔	حسن بن علی بن جبرئیل الصاغرجی ﴿۱۱۷﴾ الدھقان ابو احمد۔	م ۳۶۰ھ	فقیہ، فاضل، یکے از حسن العشرۃ ﴿۱۱۸﴾۔	کتاب التفسیر ﴿۱۱۹﴾۔	ـــــــ
۵۵۔	محمد بن بوکرد الفقیہ ابوجعفر الاسترا بادی۔	م ۳۶۰ھ کے بعد	فقیہ فاضل ﴿۱۲۰﴾۔	ـــــــ	ـــــــ
۵۶	محمد بن سہل بن ابراہیم بن سہل ابوعبداللہ عرف تاجر۔	م ۳۶۰ھ	امام المسلمین، فقیہ و محدث فقیہ فاضل ﴿۱۲۱﴾۔	ـــــــ	ـــــــ
۵۷۔	محمد بن احمد بن موسیٰ ابن یزداذ الرازی الیزداذی ﴿۱۲۲﴾ ابن اخی علی بن موسیٰ القمی۔ الفقیہ الخازن ﴿۱۲۳﴾۔	م ۳۶۱ھ	قاضی سمرقند، قاضی فرغانہ، ثقہ، فاضل، فقیہ، "ینتحل مذهب الرأي" ﴿۱۲۴﴾۔	ـــــــ	ـــــــ
۵۸۔	محمد بن احمد بن العباس بن الحسین ﴿۱۲۵﴾ بن جبلۃ بن غالب بن جابر بن نوفل ابن عیاض بن یحییٰ بن قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاریؓ المعروف العیاضی ﴿۱۲۶﴾ ابوبکر۔	م ۳۶۱ھ	فقیہ جلیل، مناظر ﴿۱۲۷﴾۔	ـــــــ	ـــــــ
۵۹۔	محمد بن احمد بن علی بن شاھویہ ابوبکر القاضی الشاھویہ الفارسی ﴿۱۲۸﴾۔	م ۳۶۱ھ	قاضی۔ ان کی ذات میں فقہ اور علم الحساب جمع تھا۔ تھا۔ مدرسہ ابی حفص الکبیر (بخارا) میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان کا تعلق ابی عبداللہ الحسین المتکلم کے طبقے سے	ابوبکر بن الفضل کے پاس ایک رسالہ تھا جس میں ابوبکر شاھویہ کی کتاب کے مشکل مقامات کا ذکر تھا۔ ﴿۱۳۰﴾۔	یہ ایک بے مثل کتاب تھی ﴿۱۳۱﴾ لیکن افسوس کہ ہمیں اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

www.toobaaelibrary.com

			تھا۔ عضد الدولہ نے انہیں فقہا کی ایک جماعت کے ساتھ رسالے کے ہمراہ بخارا کے خراج پر مقرر کیا۔ صاحب تصنیف فقیہہ تھے۔ ﴿۱۲۹﴾۔		
۶۰۔	محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر ابوجعفر الفقیہ البلخی الھندوانی ﴿۱۳۲﴾ لقب ابوحنیفہ صغیر ﴿۱۳۳﴾۔	م ۳۶۲ھ	امام کبیر اہل بلخ۔ "کان اماما فاضلا عارفا" فقیہہ فاضل، محدث، "افتی بالمشکلات و شرح المعضلات و کشف الغوامض" ﴿۱۳۴﴾۔	i۔شرح ادب القاضی لابی یوسف ﴿۱۳۵﴾ ii۔الفوائد الفقہیہ ﴿۱۳۶﴾ iii۔کشف الغوامض فی الفروع ﴿۱۳۷﴾۔	———
۶۱۔	محمد بن الفضل بن محمد بن اسحاق المذکر ﴿۱۳۸﴾ ابوسعید	م ۳۶۲ھ	یکے از مشائخ اصحاب ابی حنیفہ، فقیہہ۔ ابوسعید، عبدالرحمن بن الحسین کے مستملی تھے ﴿۱۳۹﴾۔	———	———
۶۲۔	محمد بن احمد بن عبداللہ بن شہمرد ابوالحسن	م ۳۶۴ھ	حنفی فقیہہ فاضل ﴿۱۴۰﴾۔	———	———
۶۳۔	علی بن الحسن بن عبدالرحمن القاضی ابو الحسن البخاری السرذری ﴿۱۴۱﴾۔	م ۳۶۵ھ	یکے از کبار فقہائے احناف۔ قاضی مرو ﴿۱۴۲﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۶۴۔	محمد بن الحسین بن محمد ابو الحسین المادی۔	م ۳۶۷ھ	فقہ حنفی کے سرداروں میں ان کا شمار تھا" انتهت اليه الرياسة" ﴿۱۴۳﴾۔	———	———
۶۵۔	خلیل بن احمد بن محمد بن خلیل بن موسیٰ بن عبداللہ ابو سعید السجزی القاضی۔	م ۳۶۸ھ	قاضی، شیخ اہل الرائے، فقیہہ ﴿۱۴۴﴾۔	کتاب الدعوات والاداب والمواعظ ﴿۱۴۵﴾۔	———
۶۶۔	علی بن الحسین ﴿۱۴۶﴾ بن نصر بن خراسان بن عبداللہ البابدستانی ﴿۱۴۷﴾	م ۳۶۸ھ	كان فاضلا ثقه صدوقا را غبافى العلم سمرقند کے حنفی فقیہہ ﴿۱۴۸﴾۔	———	———
۶۷۔	عطاء بن محمد بن ادریس ابو العباس الاربنجنی ﴿۱۴۹﴾۔	م ۳۶۹ھ	قاضی اربنجن، لا باس به و برواية. حنفی فقیہہ ﴿۱۵۰﴾۔	———	———
۶۸۔	احمد بن محمد بن موسیٰ بن رجاء ابو بکر الاربنجنی۔	م ۳۶۹ھ	حنفی فقیہہ ﴿۱۵۱﴾۔	———	———
۶۹۔	طاہر بن محمد الطاہری القاضی البکر ابادی۔	م ۳۶۹ھ	حنفی فقیہہ، قاضی جرجان ﴿۱۵۲﴾۔	———	———
۷۰۔	عبیداللہ بن محمد بن احمد ابو القاسم القاضی البخاری الکلابازی۔	م ۳۶۹ھ	ان کا شمار خراسان کے اعیان قضاۃ میں ہوتا تھا۔ یہ مرو، ھرات، شاش، فرغانہ، بلخ اور بخارا کے قاضی رہے پھر انہیں قاضی القضاۃ بنایا گیا۔ ﴿۱۵۳﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۷۱۔	احمد بن علی الجصاص ابو بکر الرازی۔	م ۳۷۰ھ	مشہور امام، حنفی فقیہہ کبیر، احناف کے خاص نمائندے " انتہت الرحلۃ الیہ "، "انتہت الیہ ریاسۃ الاصحاب " ۔﴿۱۵۴﴾	i۔احکام القرآن ii۔شرح المختصر الکرخی iii۔شرح مختصر الطحاوی iv۔شرح الجامع (لمحمد بن الحسن) یعنی کتاب الاصول۔ v۔شرح الاسماء الحُسنٰی۔ vi۔کتاب (مفید) فی اصول الفقہ۔ vii۔جوابات المسائل۔ viii۔ادب القاضی علی مذھب ابی حنیفہ۔ ix۔الھام القرآن۔ ﴿۱۵۵﴾	الرازی نے امام کرخی کے بعد ان کی مسند درس سنبھالی۔امام جصاص کی کتابوں میں سے احکام القرآن/ شرح الجامع، شرح مختصر الطحاوی، مختصر فی الفقہ (کے اقتباسات) دستیاب ہیں ۔﴿۱۵۶﴾
۷۲۔	احمد بن محمد بن حامد ابو الحسن بن ابی العباس القطان النیشاپوری	ولد ۳۱۵ھ م ۳۷۲ھ	یکے از کبار مشہور ومقبول فقہاء احناف ﴿۱۵۷﴾۔	ــــــ	ــــــ
۷۳۔	منصور بن احمد ہارون ابو صادق النیشاپوری الفقیہہ المزنی۔	م ۳۷۲ھ	فقیہہ کامل ومحدث، زاہد متورع۔انتہت الیہ ریاست الاصحاب ابی حنیفۃ ﴿۱۵۸﴾۔	ــــــ	ــــــ
۷۴۔	ابراہیم بن محمد بن احمد بن قریش المذکر المروزی۔	م ۳۷۳ھ	فقیہہ حنفی المذھب "لا باس بہ " ﴿۱۵۹﴾۔	ــــــ	ــــــ

www.toobaaelibrary.com

۷۵۔	محمد بن احمد بن محمد بن خاقان الرئیس ابوعبداللہ بن ابی حفص البخاری۔	م ۳۷۳ھ	"كانت الفتوی و الرياسة في بيوتهم من وقت محمد بن الحسن" یکے از اجل فقہاء احناف۔ ثقه في الحديث ﴿۱۶۰﴾	———	بخارا میں ان کی مجلس املاء ہوتی تھی۔
۷۶۔	احمد بن جعفر بن احمد بن مدرک ابوعمرو البکر اباوی ﴿۱۶۱﴾ المعروف بالکوسج ﴿۱۶۲﴾۔	م ۳۷۴ھ	حنفی فقیہ ﴿۱۶۳﴾۔	———	———
۷۷۔	احمد بن محمد بن سعید ابونصر النسفی۔	م ۳۷۴ھ	فقیہ ﴿۱۶۴﴾۔	———	———
۷۸۔	عبدالرحمن بن محمد بن حسکا/حسک ﴿۱۶۵﴾ ابوسعید القرشی ﴿۱۶۶﴾۔	م ۳۷۴ھ	قاضی ترمذ، اپنے زمانہ میں اصحاب ابی حنیفہ میں اسند تھے، "كانت له رحلة الى العراق" صاحب تصنیف فقیہ" ﴿۱۶۷﴾۔	الجامع الصغیر ﴿۱۶۸﴾۔	———
۷۹۔	محمد بن طاہر بن یحیٰ بن قبیصة الفلقی ﴿۱۶۹﴾۔	م ۳۷۴ھ	فقیہ ومحدث ﴿۱۷۰﴾۔	———	———
۸۰۔	محمد بن العباس ابوسعید الغازی الرمی ﴿۱۷۱﴾۔	م ۳۷۳ھ/ ۳۷۴ھ	عابد اور زاہد و عالم تھے ﴿۱۷۲﴾۔	———	———
۸۱۔	احمد بن محمد بن ابراہیم ابوعمرو الکاتب الفقیہ الزوزنی ﴿۱۷۳﴾۔	م ۳۷۵ھ	فقیہ احناف ﴿۱۷۴﴾۔	———	———
۸۲۔	احمد بن الحسین بن علی ابوحامد الفقیہ المروزی ﴿۱۷۵﴾ عرف ابن الطبری ﴿۱۷۶﴾ الحنفی۔	م ۳۷۶ھ ۳۷۷ھ	"كان احد العباد المجتهدين و العلماء المتقين حافظا للحديث بصيرا بالاثر" قضاء القضاة کی ذمہ داری تھی ثقہ، "كتب الناس عنه باستخبار الحافظ ابی الحسن الدارقطنی ﴿۱۷۸﴾۔	تاریخ بدیع ﴿۱۷۹﴾۔	ابوحامد الفقیہ بخارا میں املاء کراتے تھے۔ ﴿۱۸۰﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۸۳۔	احمد بن محمد مکحول بن الفضل ابوالبدیع المکحولی	ولد ۳۳۱ھ م ۳۷۹ھ	"کان بارعافی الفقه" ﴿۱۸۱﴾۔	کتاب اللؤ لؤ یات فی الزھد ﴿۱۸۲﴾۔	یہ کتاب ان سے منسوب ہے جب کہ سمعانی کہتے ہیں کہ یہ کتاب ان کے دادا مکحول بن الفضل م ۳۱۸ھ کی تصنیف ہے ﴿۱۸۳﴾ چلپی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے ﴿۱۸۴﴾۔
۸۴۔	محمد بن احمد بن شعیب ابو سعید الخفاف ﴿۱۸۵﴾۔	م ۳۷۹ھ ولد ۳۳۱ھ	فقیہ، عالم خلافیات، حاکم کہتے ہیں "وعن سمع الحديث الكثير و عنى به و عرف الخلافيات على مذهبه والالفاظ التى يحتاج اليها" ﴿۱۸۶﴾۔	———	———
۸۵۔	محمد بن الفضل ابوبکر الفضلی الکماری	م ۳۸۱ھ	فقیہ فاضل، صاحب تصنیف، محدث۔	i۔ الفوائد فی الفقہ ﴿۱۸۷﴾۔ ii۔ فوائد ابی بکر ﴿۱۸۸﴾۔	بخارا میں ان کی مجلس املاء ہوا کرتی تھی ﴿۱۸۹﴾۔
۸۶۔	محمد بن نعیم ﴿۱۹۰﴾ ابوالحسن الکاتب النوبدینی ﴿۱۹۱﴾۔	م ۳۸۱ھ	فقیہ، النوبدینی الحاکم الشہید کے کاتب تھے ﴿۱۹۲﴾۔	———	———
۸۷۔	نصر بن عثمان بن سعید ابوعلی سمعانی السمرقندی ﴿۱۹۳﴾۔	م ۳۸۱ھ	فقیہ فاضل۔ ثقہ ﴿۱۹۴﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۸۸۔	احمد بن ابراہیم بن محمد الفقیہہ الزاھد ابوحامد البَغولَنی ﴿۱۹۵﴾۔	م ۳۸۳ھ	فقیہہ ومحدث	'' وکتب تلك العجائب ببلخ ﴿۱۹۶﴾۔	اکسٹھ سال تک نیشاپور میں فقہ حنفی کا درس دیتے رہے ﴿۱۹۷﴾۔
۸۹۔	احمد بن محمد بن ابراہیم ابو سعید الفقیہہ النیشاپوری المزنی ﴿۱۹۸﴾۔	م ۳۸۳ھ	شیخ نیشاپور، فقیہہ، امام مسلم سے صحیح مسلم کی روایت کی ﴿۱۹۹﴾۔	——	سالوں فقہ حنفی کا درس دیتے رہے ﴿۲۰۰﴾۔
۹۰۔	احمد بن محمد بن اسحاق بن الفضل ابوعلی البَزّار ﴿۲۰۱﴾ النیشاپوری۔	م ۳۸۳ھ	ثقہ، شیخ، فقیہہ ﴿۲۰۲﴾۔	——	——
۹۱۔	محمد بن حامد بن علی ابوبکر البخاری۔	م ۳۸۳ھ	بخارا میں امام اصحاب ابی حنیفہ ، مناظر، زاہد، متورع ﴿۲۰۳﴾۔	——	——
۹۲۔	نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی الفقیہہ ابو اللیث المعروف امام الھدیٰ ﴿۲۰۴﴾۔	م ۳۸۳ھ	امام کبیر، فقیہہ ومحدث۔ کثرت سے تصانیف کیں۔	i۔ تفسیر القرآن (چار جلدیں) ii۔ النوازل فی الفقہ۔ iii۔ خزانۃ الفقہ iv۔ تنبیہہ الغافلین۔ v۔ کتاب البستان۔ vi۔ العیون والفتاوی۔ vii۔ شرح الجامع الصغیر viii۔ عمدۃ العقائد۔ ix۔ فضائل رمضان	——

www.toobaaelibrary.com

				x۔ دقائق الاخبار فی بیان اہل الجنۃ واھوال النار۔ xi۔ مختلف الروایۃ (فی الخلافیات بین ابی حنیفہ ومالک والشافعی) xii۔ شرعۃ الاسلام۔ xiii۔ تفسیر جزعم یتساءلون۔ xiv۔ اصول الدین۔ xv۔ حصر المسائل فی الفروع۔ xvi۔ مبسوط فی الفروع۔ xvii۔ مقدمۃ فی الفقہ۔ xviii۔ نوادر الفقہ۔ ﴿۲۰۵﴾	
۹۳۔	عبداللہ بن ابراہیم بن احمد ابو احمد الطلقی ﴿۲۰۶﴾ الاستراباذی۔	م۳۸۴ھ	شیخ اصحاب ابی حنیفة بجرجان فی وقته بلامدافعة ﴿۲۰۷﴾۔	———	———
۹۴۔	عبیداللہ بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن ابو محمد الکاتب المعروف با بن الجرادی، مروزی الاصل۔	م۳۸۴ھ	فاضل، مصنف کتب کثیرہ ﴿۲۰۸﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۹۵۔	محمد بن عبداللہ المطوعی ﴿۲۰۹﴾ ابو منصور۔	م ۳۸۴ھ	عهدته يستملی القضاء علی ابی العباس احمد بن ہارون الفقيه الحنفی (م ۳۴۹ھ) ﴿۲۱۰﴾ ماهر اصحاب ابی حنيفة بنيشاپور " خرج له ابو بكر الفوائد" ﴿۲۱۱﴾	———	———
۹۶۔	محمد بن محمد بن حمدون بن مرداس الفقیہ البوزجانی ﴿۲۱۲﴾۔	م ۳۸۶ھ	فقیہ ومحدث ﴿۲۱۳﴾۔	———	———
۹۷۔	علی بن محمد بن یزد اذا لرازی الیزاوازی ﴿۲۱۴﴾ ابوالقاسم۔	م ۳۸۶ھ	فقیہ ومحدث ﴿۲۱۵﴾۔	———	———
۹۸۔	محمد بن الحسین بن محمد بن موسیٰ بن مہران الحدادی ﴿۲۱۶﴾ المروزی الحاکم ابوالفضل۔	م ۳۸۸ھ	قاضی مرو و بخارا، فقیہ فاضل حفظ حدیث، تصوف اور قضاء میں یہ اپنے زمانے میں اہل مرو کے شیخ تھے ﴿۲۱۷﴾۔	———	———
۹۹۔	محمد بن محمد بن سہل بن ابراہیم بن سہل ابونصر القاضی النیشاپوری۔	ولد ۳۱۸ھ م ۳۸۸ھ	قاضی، امام عصر فی خراسان، فقیہ، زاہد، متورع۔ ﴿۲۱۸﴾۔	نیشاپور میں تدریس فقہ کرتے تھے اور فتوی دیتے تھے۔ قاضی الحرمین کی مجلس التدریس کے سردار تھے۔ ﴿۲۱۹﴾۔	———
۱۰۰۔	حسین بن محمد بن خلف بن احمد الفقیہ ابوعبداللہ الفراء الحنفی۔	م ۳۹۰ھ	"احد الشهود المعدلين" فقيه ﴿۲۲۰﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۱۰۱۔	عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ ابو محمد الفقیہ البزدوی ﴿۲۲۱﴾۔	م ۳۹۰ھ	تلمیذ الماتریدی، فخرالاسلام بزدوی کے دادا اور فقیہ و محدث تھے ﴿۲۲۲﴾۔	ـــــ	ـــــ
۱۰۲۔	ابراہیم بن الحسین بن ہارون ابو اسحاق السمرقندی الدقاق۔	م ۳۹۰ھ کے بعد	یکے از صالحین۔ فقیہ ﴿۲۲۳﴾۔	ـــــ	ـــــ
۱۰۳۔	اسحاق بن محمد بن حمران بن محمد بن الجبنی ﴿۲۲۴﴾ عبداللہ بن محمد بن نوح بن ابراہیم الجبنی ﴿۲۲۵﴾۔	م ۳۹۵ھ	فقیہ کبیر، خطیب بخارا ﴿۲۲۶﴾۔	ـــــ	ـــــ
۱۰۴۔	حسن بن داؤد بن رضوان ابو علی الفقیہ السمرقندی۔	م ۳۹۵ھ	"کان احد الفقہاء الکوفیین المتقدمین فی النظر و الجدل" مفتی نیشاپور۔ نیشاپور میں مدرسے کی بنیاد رکھی ﴿۲۲۷﴾۔	ـــــ	ـــــ
۱۰۵۔	داؤد بن رضوان ابو علی السمرقندی۔	م ۳۹۵ھ	ھرات و نیشاپور میں فقہ حنفی کی تدریس اور روایت حدیث میں مشغول رہے ﴿۲۲۸﴾۔	ـــــ	ـــــ
۱۰۶۔	احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن یوسف بن اسماعیل بن شاہ ابی بکر ابن ابی عبداللہ الامام۔	م ۳۹۶ھ	امام ابن الامام، یکے از علمائے متقدمین "کان صدر اما ما و کان زاہدا ملیح التصانیف" ﴿۲۲۹﴾۔	ان کا دیوان مشہور تھا ﴿۲۳۰﴾۔	ان کے اشعار کا دیوان ان کے شاگرد ابن سینا الفیلسوف کی تحریر میں ہے ﴿۲۳۱﴾۔
۱۰۷۔	احمد بن عمرو بن محمد بن موسیٰ بن عبداللہ القاضی البخاری ابو نصر یعرف بالعراقی۔	م ۳۹۶ھ	قاضی سمرقند، "کان احد ایمۃ اصحاب ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ فی الفقہ" ﴿۲۳۲﴾۔	انہوں نے سمرقند میں کتابت کروائی "کتبنا عنہ بسمرقند" ﴿۲۳۳﴾۔	ـــــ

www.toobaaelibrary.com

۱۰۸۔	حسینؒ بن فارس الفقیہ المکنی ابا علی۔	م۳۹۶ھ	فقیہ ومحدث ﴿۲۳۴﴾۔	———	———
۱۰۹۔	نصر بن احمد بن محمد بن جعفر بن محمد بن حامد الحامدی ﴿۲۳۵﴾ النسفی القاضی ابی الہیثم۔	م۳۹۶ھ	فقیہ، زاہد، متدین، متورع ادیب وفاضل، قاضی محدث ﴿۲۳۶﴾۔	———	———
۱۱۰۔	احمد بن محمد بن الحسن بن الحسین بن علی ابن رستم الکلاباذی ابو النصر البخاری الحنفی۔	م۳۹۸ھ	فقیہ ومحدث ﴿۲۳۷﴾۔	i۔الہدایہ ii۔الارشاد فی معرفۃ اہل الثقۃ والسداد ﴿۲۳۸﴾۔	———
۱۱۱۔	عبدالکریم بن محمد بن موسیٰ ابو محمد المنغی۔	م۳۶۸ھ	"کان اماما زاہدا ورعا مفتیا لم یکن فی عصرہ بسمرقند مثلہ ﴿۲۳۹﴾۔	———	———
۱۱۲۔	یوسف بن علی بن محمد الجرجانی ابو عبداللہ۔	م۳۹۸ھ	تلمیذ امام ابی الحسن الکرخی م۳۴۰ھ صاحب تصنیف فقیہ "کان عالما یرحل الیہ فی الواقعات" ﴿۲۴۰﴾۔	خزانۃ الاکمل (فی الفروع) ﴿۲۴۱﴾ (چھ جلدیں)	———

چوتھی صدی ہجری کے فقہاء احناف۔ بدون سن وفات

نمبر شمار	نام ونسب/کنیت/القب	فقیہ/قاضی/علمی مقام ومرتبہ	مؤلفات/مصنفات	کیفیت
۱۔	ابراہیم بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن نصرویہ ابو اسحاق الدھقان السمرقندی البصروی ولد ۳۲۳ھ۔	فقیہ، محدث، اصحاب الرائے میں فاضل تھے ﴿۲۴۲﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۲۔	احمد بن محمد بن احمد بن شجاع ابو نصر الصفار البخاری۔ (م حدود ۳۹۷ھ)	فقیہ۔	———	خلف بن محمد سے عیسیٰ بن موسیٰ غنجار کی کتاب ''العین'' روایت کی ﴿۲۴۳﴾۔
۳۔	احمد بن محمد بن عبداللہ بن عیسیٰ بن عبداللہ ابوالقاسم القہستانی (ولد ۳۵۳ھ)۔ ﴿۲۴۴﴾۔	''کان زاھدا ورعا یجمع و یصنف'' ﴿۲۴۵﴾۔	———	———
۴۔	حسین بن ابی الیعلی ابوعلی الا خسیکثی ﴿۲۴۶﴾ الفرغانی الفقیہ۔	فقیہ ومحدث ﴿۲۴۷﴾۔	———	———
۵۔	شقیق بن علی بن ابراہیم الجرجانی ﴿۲۴۸﴾۔	فقیہ ﴿۲۴۹﴾۔	———	———
۶۔	الطیب بن جعفر بن کماری الواسطی ﴿۲۵۰﴾۔	فقیہ وفاضل، یہ علماء وفضلاء کا خاندان تھا ﴿۲۵۱﴾۔	———	علمی خانوادہ۔
۷۔	عبداللہ بن الفضل الخیزَ اخزی	مفتی بخارا ﴿۲۵۲﴾۔	———	———
۸۔	عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن رضوان ابو محمد البخاری۔	بخارا کے حنفی فقیہ ﴿۲۵۳﴾۔	———	———
۹۔	عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد الکاتب الحاکم الامام۔	امام۔ فقیہ۔ تلمیذ ابی بکر محمد بن الفضل الکماری ﴿۲۵۴﴾۔	———	———
۱۰۔	علی بن سعید ابوالحسن الرستغفنی ﴿۲۵۵﴾۔	یکے از کبار مشائخ سمرقند، کبیر تلمیذ الماتریدی م ۳۳۳ھ، صاحب تصنیف فقیہ ﴿۲۵۶﴾۔	i۔ ارشاد المہتدی ﴿۲۵۷﴾۔ ii۔ الزوائد الفوائد ﴿۲۵۸﴾۔	———
۱۱۔	محمد بن احمد بن محمد بن جعفر بن طرخان ابوبکر الاسترابادی۔	فاضل وفقیہ۔ یکے از اجل فقہائے احناف۔ ثقہ فی الحدیث ﴿۲۵۹﴾۔	———	———
۱۲۔	محمد بن احمد بن موسیٰ ابوالطیب الرازی۔	فقیہ ومحدث ﴿۲۶۰﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۱۳۔	محمد بن احمد بن محمد ﴿۲۶۱﴾ بن یوسف بن اسماعیل بن شاہ (ان کے بیٹے احمد بن محمد بن احمد (م ۳۷۶ھ ہیں) الخوارزمی البرقی ﴿۲۶۲﴾ الامام ابو عبداللہ لقب "جعل" تھا ﴿۲۶۳﴾۔	"بیت کبیر من خوارزم" ﴿۲۶۴﴾ فقہ حنفی میں امام تھے، نحو، لغت، شعر میں انہیں درجہ امامت حاصل تھا" کان احد الادباء و الخطباء الفصحاء ﴿۲۶۵﴾۔	———	———
۱۴۔	محمد بن احمد القاضی الکلاباذی۔ محمد بن احمد القاضی عبداللہ الفقیہ (م ۳۶۹ھ) کے والد تھے۔	قاضی بخارا، فقیہ ﴿۲۶۶﴾۔	———	———
۱۵۔	محمد بن اسحاق نصر اللباد ﴿۲۶۷﴾ النیشا پوری۔ نصر اللباد، احمد بن نصر م ۲۸۰ھ کے بھتیجے تھے۔	فقیہ و محدث ﴿۲۶۸﴾	———	———
۱۶۔	محمد بن ایوب الرازی الفقیہ۔	فقیہ، مشہور فقیہ محمد بن موسیٰ الخازن م ۳۶۱ھ کے استاد تھے ﴿۲۶۹﴾۔	———	———
۱۷۔	محمد بن جعفر بن طرخان الاستر ابادی ابو عبیداللہ۔	فقیہ و فاضل، ثقہ فی الروایۃ ﴿۲۷۰﴾۔	———	———
۱۸۔	محمد بن سعید بن محمد بن عبداللہ الاعمش ابوبکر۔	فقیہ فاضل۔ استاد الفقیہ ابوجعفر الھندوانی م ۳۶۲ھ ﴿۲۷۱﴾۔	———	———
۱۹۔	محمد بن محمد ابوسلمہ الفقیہ السمرقندی۔	فقیہ۔ یہ ابی احمد العیاض کے شاگرد تھے۔	کتاب جمل اصول الدین ﴿۲۷۳﴾۔	———
۲۰۔	محمد بن مکحول بن الفضل ابوالمعین المکحولی النسفی۔	علمی خانوادہ، فقیہ ﴿۲۷۴﴾۔	———	———
۲۱۔	محمد ابوجعفر المزکی الفقیہ الاستر ابادی۔	فقیہ کامل۔ ثقہ فی الحدیث ﴿۲۷۵﴾۔	———	استرا باد میں لوگ ان سے کتابت حدیث کرتے تھے۔ ﴿۲۷۶﴾

www.toobaaelibrary.com

۲۲۔	مظفر بن منصور الطوسی الخینی ابو الفضل القاضی۔ ﴿۲۷۷﴾	امام، فقیہ، فاضل، ادیب، شاعر، قاضی آبسکون، عامل اوقاف استراباد، قاضی استراباد ﴿۲۷۸﴾۔	————	————
۲۳۔	نصر بن احمد بن العباس ابو احمد العیاضی۔	فقیہ کامل، فرید العصر، مختلف علاقوں سے فقہاء واقعات اور نوازل کے علم کے لئے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ رئیس فی الفقہ (بماوراء النہر) ﴿۲۷۹﴾	————	————
۲۴۔	یعقوب بن محمد بن اسحاق بن یزید ابو یوسف النیشاپوری۔	فقیہ، یکے از مشائخ اصحاب ابی حنیفہ ﴿۲۸۰﴾۔	————	————

☆☆☆☆☆

www.toobaaelibrary.com

حواشی ضمیمہ "ج" ------------(باب پنجم)

﴿۱ القرشی، محمد عبدالقادر م ۷۷۵ھ: الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ۔ میر محمد کتب خانہ تجارت کراچی۔ ج ۲ ص ۱۱۷۔۱۱۸ نمبر ۳۵۶۔

﴿۲ ایضا ج ۱ ص ۴۶ نمبر ۴۴۔

﴿۳ (المَنَاشِکی) بفتح المیم و النون و کسر الشین و فی آخرها الکاف هذه النسبة الی مناشك (سمعانی، ابی سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی م ۵۶۲ھ: الانساب۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء ج ۱۲ ص ۴۳۸) وهی محلة من محال نیشاپور (القرشی ج ۱ ص ۲۵۲ نمبر ۶۴۵)۔

﴿۴ سمعانی ج ۱۲ ص ۴۳۸۔ القرشی ج ۱ ص ۲۵۲ نمبر ۶۵۴۔

﴿۵ ایضا ج ۱ ص ۱۶۲۔۱۶۳ نمبر ۳۶۶۔

﴿۶ ایضا ج ۱ ص ۲۹۶ نمبر ۷۸۵۔

﴿۷ ایضا ج ۱ ص ۳۰۰ نمبر ۷۹۸۔

﴿۸ (البَسْکَاسِی) بفتح الباء و بکاف و الف بین السینین المهملتین هذه النسبة الی بسکاس (سمعانی ج ۲ ص ۲۳۴)۔

﴿۹ ایضا و القرشی ج ۲ ص ۱۹۱ نمبر ۵۹۴۔

﴿۱۰ سمعانی ج ۱۰ ص ۲۴۰۔

﴿۱۱ ایضا۔

﴿۱۲ (سُرخَك) قریة علی باب نیشاپور (القرشی ج ۱ ص ۴۷ نمبر ۱۲۷)۔

﴿۱۳ ایضا۔

﴿۱۴ ایضا ج ۲ ص ۱۸۰ نمبر ۵۵۳۔

﴿۱۵ ایضا۔

﴿۱۶ حواشی و تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو باب پنجم حواشی ۲۶۱ تا ۲۶۶۔

﴿۱۷ خطیب، الحافظ ابی بکر احمد بن علی بغدادی م ۴۶۳ھ: تاریخ بغداد، مطبع السعادة مصر طبع اوّل ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱م۔ ج ۹ ص ۳۸۴۔

﴿۱۸ ابن جوزی، ابی الفرج عبدالرحمن علی بن محمد م ۵۹۷ھ: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم۔ دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔ ج ۱۳ ص ۳۰۱۔۳۰۲ نمبر ۲۲۹۶۔

﴿۱۹ چلپی، ملا کاتب حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ م ۱۰۶۷ھ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، مکتبہ الفیصلیہ مکہ مکرمہ۔ ج ۲ ص ۱۱۸۷۔

﴿۲۰ القرشی ج ۱ ص ۴۴ نمبر ۳۶۔

﴿۲۱ ایضا۔

www.toobaaelibrary.com

۲۲ ایضاً۔

۲۳ ایضاج اص ۱۶۱ نمبر ۸۵۔

۲۴ ایضاج اص ۱۷۸ نمبر ۳۹۸۔

۲۵ ایضاج ۲ ص ۴ نمبر ۷۔

۲۶ ملاحظہ ہوتو اس باب پنجم نمبر ۳، ۹-۱۵۔

۲۷ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۴ باب پنجم۔

۲۸ ایضاً۔

۲۹ سمعانی ج ۱۳ اص ۳۲۹۔ القرشی ج اص ۸۷ نمبر ۱۴۲۔

۳۰ (اللّيمُوسكى) بكسر اللا م بعد ها الياء آخر الحروف و الميم المضمومة بعد ها الواو ثم السين المهملة الساكنة و فى آخرها الكاف، هذه النسبة الى ليموسك وهى قرية من قرى استراباذ على فرسخ و نصف (سمعانی ج ۱۱ اص ۲۴۵)۔

۳۱ (الإستِرابَاد) بكسر الألف و سكون السين المهملة و كسر التاء المنقوطة باثنتين من فوقها و فتح الراء و الباء الموحدة بين الألفين و فى آ خرها الذال المعجمة (سمعانی ج اص ۱۹۹)۔ اسے استار اباد بھی کہتے ہیں (ایضا) وهى بلدة من بلاد ما زندران بين سارية و جرجان (ایضا)۔ سمعانی یہاں دس دن ٹھہرے اور انہوں نے یہاں تاریخ استراباد، جو کہ ابی سعد عبدالرحمن ابن محمد بن محمد الاستراباذی المعروف الادریسی کی تصنیف ہے، سے کتابت بھی کی (ایضا)۔

۳۲ سمعانی ج ۱۱ اص ۲۴۵-۲۴۶۔ القرشی ج اص ۸۵-۸۶ نمبر ۱۵۷۔

۳۳ چلپی ج ۲ ص ۴۰۶۔

۳۴ ایضاً۔

۳۵ ملاحظہ ہو باب پنجم حواشی ۱۶ تا ۱۹۔

۳۶ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۰ تا ۲۲ باب پنجم۔

۳۷ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۶ تا ۴۹ باب پنجم۔

۳۸ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۵۶ باب پنجم۔

۳۹ ملاحظہ ہوں حواشی ۵۶ تا ۶۲ باب پنجم۔

۴۰ سمعانی ج ۸ ص ۱۹۱۔

۴۱ ایضاج ۸ ص ۱۸۔

۴۲ ملاحظہ ہوں حواشی ۷۲ تا ۸۹ باب پنجم۔

۴۳ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۷۳ باب پنجم۔

۴۴ (بكر اباذى) بفتح الباء و سكون الكاف و فتح الراء و الباء الموحدة و فى آ خرها الذال المعجمة، هذه النسبة الى محلة معروفة بجرجان يقال لها بكرا باذ (سمعانی ج ۲ ص ۲۹۱-۲۹۲)۔

www.toobaaelibrary.com

۴۵﴾ ایضاً ج۲ ص۲۹۳۔

۴۶﴾ (البُوذی) بضم الباء و سکون الو او وبعد ها ذال معجمة ، هذه النسبة بوذه وقيل فى النسبة اليها بوذوی وهی قرية من قرى نسف (القرشی ج۲ ص۷ نمبر۱۷)۔

۴۷﴾ ایضاً۔

۴۸﴾ (الإسكاف) بكسر الالف و سكون السين المهملة و فی آخرها الفاء، هذه لمن يعمل اللوالك والشمشكات (سمعانی ج۱ ص۲۳۳) واللوالك ضرب من الخفاف التى تلبس فى الرجل و كذا الشمشك و كلا هما غير عربی (ایضاً حاشیہ نمبر۳)۔

۴۹﴾ القرشی ج۲ ص۵۶ نمبر۱۸۴۔

۵۰﴾ ملاحظہ ہو ایضاً ج۲ ص۲۳۹ نمبر۱۲۔ ایضاً ج۲ ص۲۸ نمبر۸۱۔

۵۱﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۴۶-۲۴۹ از باب پنجم۔

۵۲﴾ (الأنماطی) بفتح الالف و سكون النون و فتح الميم و كسر الطاء المهملة، هذه النسبة إلى بيع الانماط و هی الفرش الى تبسط (سمعانی ج۱ ص۳۷۸)۔

۵۳﴾ (النَيشَاپُوری) بفتح النون و سكون الياء المنقوطة من تحتها باثنتين وفتح السين المهملة وبعد الالف باء المنقوطة بواحدة و فی آخرها الراء، هذه النسبة الى نيشاپور (سمعانی ج۱۳ ص۲۳۴)۔

۵۴﴾ القرشی ج۱ ص۹۵ نمبر۱۸۴۔

۵۵﴾ ایضاً ج۲ ص۶۶ نمبر۲۰۷۔

۵۶﴾ (البَلخی) بفتح الباء الموحدة و سكون اللام و فی آخرها الخاء المعجمة، هذه النسبة الى بلدة من بلاد خراسان يقال لها بلخ (سمعانی ج۲ ص۳۰۳)۔

۵۷﴾ القرشی ج۱ ص۶۹ نمبر۱۱۳۔

۵۸﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۹۳ باب پنجم۔

۵۹﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۹۲ باب پنجم۔

۶۰﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۱۰۳-۱۰۶ باب پنجم۔

۶۱﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۱۰۰ باب پنجم۔

۶۲﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۱۰۱ باب پنجم۔

۶۳﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۱۰۳-۱۰۶ باب پنجم۔

۶۴﴾ ملاحظہ ہوں حواشی نمبر۹۸، ۱۰۵، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۵ از باب پنجم۔

۶۵﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۱۰۹، ۱۱۲ باب پنجم۔

۶۶﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۱۱۱ باب پنجم۔

۶۷﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۱۱۴ باب پنجم۔

۶۸﴾ القرشی ج۱ ص۱۳۹ نمبر۳۰۲۔

www.toobaaelibrary.com

۶۹﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۷۳ باب پنجم۔

۷۰﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۷۴ باب پنجم۔

۷۱﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۷۵، ۲۷۶ باب پنجم۔

۷۲﴾ القرشی ج ا ص ۹۸۔۹۹ نمبر ۱۹۱۔

۷۳﴾ (الطَّوَاوِیْسِی) بفتح الطاء المهملة و الألف بين الواوين المفتوحة و المكسورة و سكون الياء المنقوطة باثنتين من تحتها و في آخرها السين، هذه النسبة الى طواوليس، وهى قرية من قرى بخارا (سمعانی ج ۹ ص ۹۱) طواویس بخارا سے آٹھ فرسخ پر، بخارا سے سمرقند کی طرف جاتے ہوئے دوسری منزل ہے (ایضا)۔

۷۴﴾ ایضا ج ۹ ص ۹۱۔۹۲۔

۷۵﴾ (الحَفِيد) بفتح الحاء المهملة و كسر الفاء و سكون الياء المنقوطة من تحتها باثنتين و في آخرها الدال المهملة (سمعانی ج ۴ ص ۱۹۸)۔ یہ الحفید اس لئے مشہور تھے کہ العباس بن حمزہ الواعظ کے نواسے تھے (ایضا)۔

۷۶﴾ یہ اپنے شہر سے چالیس سال تک غائب رہے اور ایک مدت تک عمان میں سکونت اختیار کئے رہے۔ عمان میں یہ ابی بکر النیشاپوری اور نیشاپور میں یہ ابی بکر عمانی مشہور تھے (سمعانی ج ۴ ص ۱۹۸)۔

۷۷﴾ ایضاً۔

۷۸﴾ ابن جوزی ج ۱۴ ص ۱۱۰، وفیات ۳۳۶ھ۔ القرشی ج ا ص ۴۵ نمبر ۳۹۔

۷۹﴾ (الغَزرِی) بفتح العين المهملة و سكون الزاى و كسر الراء، هذه النسبة الى باب عزرة وهى محلة كبيرة بنيشاپور كان منها جماعة من العلماء والمحدثين (سمعانی ج ۹ ص ۲۸۹)۔

۸۰﴾ ایضا و القرشی ج ا ص ۳۶۔۳۷ نمبر ۱۴۔

۸۱﴾ بلدة من بلاد الشام (سمعانی ج ۱۲ ص ۳۳۵)۔

۸۲﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۶۸ باب پنجم۔

۸۳﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۴۲۰۔

۸۴﴾ (القَطَّان) بفتح القاف و تشديد الطاء المهملة و في آخرها النون، هذه النسبة الى بيع القطان (سمعانی ج ۱۰ ص ۴۴۹)۔

۸۵﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۶۱ باب پنجم۔

۸۶﴾ القرشی ج ۲ ص ۴۰ نمبر ۱۳۲۔

۸۷﴾ سمعانی ج ۸ ص ۳۴۔

۸۸﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۵۸ باب پنجم۔

۸۹﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۵۹ باب پنجم۔

۹۰﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۶۰ باب پنجم۔

۹۱﴾ القرشی ج ا ص ۹۸ نمبر ۱۹۱۔

۹۲﴾ (الكُنْدُرَانِى) بضم الكاف و سكون النون و ضم الدال المهملة وفتح الراء و في آخرها النون، هذه

www.toobaaelibrary.com

النسبة الی كندران ، وظنی انها قرية من قرى قاين و قاين بلدة قريبة من طبس (سمعانی ج ١١ ص ١٥٧)۔

﴿٩٣ (اَلْهَرَوِی) بفتح الهاء والراء و بعد ها واو نسبة الى هراة احدى مدن خراسان (القرشی ج ٢ ص ٣٥٤ نمبر ٧٣٧)۔

﴿٩٤ القرشی ج ١ ص ٣٧٣ نمبر ١٠٢٦۔

﴿٩٥ ایضاً۔ سمعانی ج ١١ ص ١٥٧۔

﴿٩٦ ملاحظہ ہوں حواشی ٢٥٠ تا ٢٥٦ باب پنجم۔

﴿٩٧ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ٢٥٧ باب پنجم۔

﴿٩٨ القرشی ج ١ ص ٣٤٩ نمبر ٩٧٠۔

﴿٩٩ سمعانی نے ان کا نسب یوں لکھا ہے " ابو احمد بكر بن محمد بن مالك ابن جماع بن عبدالرحمن بن فرقد السنجی الوَرَسنينی " (سمعانی ج ١٣ ص ٣١٤)۔

﴿١٠٠ (السِنجی) بكسر السين المهملة و سكون النون و فی آخرها الجيم، وهی نسبة الى سِنْج، قرية كبيرة من قرى مرو (سمعانی ج ٧ ص ٢٦٣)۔ یہاں جامع مسجد اور بڑا بازار تھا (ایضاً)۔

﴿١٠١ (الوَرَسنِينِی) بفتح الواو والراء وسكون السين المهملة و سكون الياء بين النونين المكسورتين، هذه النسبة الى ورسنين و هی محلة من محال سمرقند يقال لها وَرَسنَان (سمعانی ج ١٣ ص ٣١٣۔٣١٤)۔

﴿١٠٢ ایضاً ج ١٣ ص ٣١٤۔

﴿١٠٣ (المُزَكِّی) بضم الميم و فتح الزای وفی آخرها الكاف المشددة، هذه اسم لمن يزكی الشهود ويبحث عن حالهم و يبلغ القاضی حالهم (سمعانی ج ١٢ ص ٢٢٢)۔ اس نسبت سے نیشاپور کا ایک گھرانہ مشہور ہے جس سے محدثین کبار کی ایک بڑی جماعت کا تعلق ہے (ایضاً)۔

﴿١٠٤ القرشی ج ١ ص ١٠١۔١٠٢ نمبر ٢٠٤۔

﴿١٠٥ ایضاً۔

﴿١٠٦ سمعانی نے ان کے شجرہ میں علی بن الحسن لکھا ہے (سمعانی ج ١٢ ص ٥٠١) جب کہ القرشی نے علی بن الحسین لکھا ہے (القرشی ج ٢ ص ١٨٣ نمبر ٥٦٦)۔

﴿١٠٧ (المُهَلَّبی) بضم الميم و فتح الهاء و تشديد اللام و فی آخرها الباء المنقوطة بواحدة، هذه النسبة الى ابی سعد المُهَلَّب بن ابی صفره الازدی امير خراسان و اولاده العشرة نسبة و ولاء (سمعانی ج ١٢ ص ٥٠١)۔

﴿١٠٨ ایضاً ج ١٢ ص ٥٠١۔٥٠٢۔

﴿١٠٩ القرشی ج ٢ ص ٢٣۔ نمبر ٦٣۔

﴿١١٠ ایضاً ج ٢ ص ١٨٠ نمبر ٥٥٤۔

﴿١١١ ایضاً ج ١ ص ٨٩۔٩٠ نمبر ١٢٦۔ مزید دیکھئے ایضاً ج ١ ص ٢٩٣ نمبر ٧٧ بسلسلہ تذکرہ قاضی عبدالباقی قانع ابوالحسین الحافظ۔

www.toobaaelibrary.com

۱۱۲۔ القرشی ج ۲ ص ۸ نمبر ۲۱۔

۱۱۳۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۳ نمبر ۳۰۔

۱۱۴۔ ایضاً۔

۱۱۵۔ ایضاً۔ چلپی ج ۲ ص ۱۳۲۲۔

۱۱۶۔ القرشی ج ۱ ص ۶۸ نمبر ۱۱۰۔

۱۱۷۔ (الصَاغَرجی) بفتح الصاد المهملة و فتح الغين المعجمة و سكون الراء و فی آ خرها الجيم، هذه النسبة الى صاغرج (سمعانی ج ۸ ص ۲۵۳)۔ صاغرج سغد کے نواح میں ایک بڑا قصبہ تھا (ایضاً)۔

۱۱۸۔ سمعانی ج ۸ ص ۲۵۳۔۲۵۴۔

۱۱۹۔ ایضاً۔

۱۲۰۔ القرشی ج ۲ ص ۳۷۔۳۸ نمبر ۱۲۳۔

۱۲۱۔ سمعانی ج ۳ ص ۱۳۔ القرشی ج ۲ ص ۶۰ نمبر ۱۹۰۔

۱۲۲۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۹۶ باب پنجم۔

۱۲۳۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۹۷ باب پنجم۔

۱۲۴۔ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۰۰۔۳۰۱، ۳۰۴۔۳۰۵ باب پنجم۔

۱۲۵۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۰۶ ضمیمہ باب پنجم، یعنی اسی سلسلے میں۔

۱۲۶۔ (العِيَاضی) بكسر العين المهملة وفتح الياء المنقوطة من تحتها باثنتين و فی آ خرها بعد الألف الضاد المعجمة ، هذه النسبة الى عياض و هوا سم بعض اجداد المنتسب اليه (سمعانی ج ۹ ص ۴۲۱)۔

۱۲۷۔ ایضاً ج ۹ ص ۴۲۲۔

۱۲۸۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۸۸ باب پنجم۔

۱۲۹۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہوں حواشی ۲۸۹ تا ۲۹۲ باب پنجم۔

۱۳۰۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۹۲ باب پنجم۔

۱۳۱۔ ایضاً۔

۱۳۲۔ ملاحظہ ہوں حواشی نمبر ۱۴۹ تا ۱۵۱ باب پنجم۔

۱۳۳۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۵۲ باب پنجم۔

۱۳۴۔ ملاحظہ ہوں حواشی نمبر ۱۵۲۔۱۵۳، ۱۵۸ باب پنجم۔

۱۳۵۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۶۳ باب پنجم۔

۱۳۶۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۶۴ باب پنجم۔

۱۳۷۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۶۵ باب پنجم۔

۱۳۸۔ (المُذَكِّر) بضم الميم و فتح الذال و كسر الكاف (المشددة) و فی آ خرها الراء ، هذة اللفظة لمن يذكرو يعظ (سمعانی ج ۱۲ ص ۱۶۳)۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۳۹﴾ القرشی ج ۲ص ۱۰۹ نمبر ۳۲۸۔

﴿۱۴۰﴾ ایضاً ج ۲ص ۱۴ نمبر ۳۶۔

﴿۱۴۱﴾ (السَردَری) بفتح السین المهملة و سکون الراء وفتح الدال المهملة و فی آ خرها الراء الاخری، هذه النسبة الی سَردَر قریة من قری بخارا (سمعانی ج ۷ص ۱۲۱)۔

﴿۱۴۲﴾ القرشی ج ۱ص ۳۵۶ نمبر ۹۸۵۔

﴿۱۴۳﴾ ایضاً ج ۲ص ۵۰ نمبر ۱۵۹۔

﴿۱۴۴﴾ ایضاً ج ۱ص ۲۳۴۔۲۳۵ نمبر ۵۹۵۔

﴿۱۴۵﴾ ایضاً۔

﴿۱۴۶﴾ سمعانی ان کا شجرہ یوں لکھا ہے "ابوالحسن علی بن الحسن بن نصر بن خراسان بن عبداللہ بن طلحہ بن قیس بن ثعلبہ" (سمعانی ج ۲ص ۲)۔

﴿۱۴۷﴾ (البَابَدَ ستَانی) بالالف بین البائین المنقوطتین و فتح الدال و سکون السین المهلتین و فتح التاء المنقوطة باثنتین من فوقها و فی آ خر ها النون ، هذه النسبه الی باب دستان وهی معروفة بسمرقند (سمعانی ج ۲ص ۲)۔

﴿۱۴۸﴾ ایضاً ج ۲ص ۲۔۳۔

﴿۱۴۹﴾ (الاَرْبَنجَنِی) بفتح الألف و سکون الراء وکسر الباء المنقوطة بواحدةوسکون النون وفتح الجیم و کسرالنون الا خیرة نسبة الی بلدة من بلادا لسغد بسمر قند یقال لها اربنجن و بعضهم یسقطون الالف و یقولون ربنجن (سمعانی ج ۱ص ۱۴۸۔۱۵۰)۔

﴿۱۵۰﴾ القرشی ج ۱ص ۳۴۸ نمبر ۹۶۳)۔

﴿۱۵۱﴾ ایضاً ج ۱ص ۱۲۲ نمبر ۳۴۲۔

﴿۱۵۲﴾ ایضاً ج ۱ص ۲۶۶ نمبر ۶۹۸۔

﴿۱۵۳﴾ ایضاً ج ۱ص ۳۳۹۔۳۴۰ نمبر ۹۲۹۔

﴿۱۵۴﴾ ملاحظہ ہوں حواشی نمبر ۱۶۸، ۱۷۴، ۱۷۵ باب پنجم،

﴿۱۵۵﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۷۹ تا ۱۹۸ باب پنجم۔

﴿۱۵۶﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۷۳ اور ۱۸۸ تا ۱۹۳ باب پنجم۔

﴿۱۵۷﴾ القرشی ج ۱ص ۹۹۔۱۰۰ نمبر ۱۹۵۔

﴿۱۵۸﴾ ابن جوزی ج ۱۴ص ۲۹۹ نمبر ۴۲۷۸۔ القرشی ج ۲ص ۱۸ نمبر ۵۵۹۔

﴿۱۵۹﴾ القرشی ج ۱ص ۴۵ نمبر ۳۸۔

﴿۱۶۰﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۹۳، ۲۹۴ باب پنجم۔

﴿۱۶۱﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۴۴ ضمیمہ ہذا۔

﴿۱۶۲﴾ سمعانی ج ۲ص ۲۹۲۔

﴿۱۶۳﴾ ایضاً ج ۲ص ۲۹۲۔۲۹۳۔

www.toobaaelibrary.com

۱۶۴﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۰۱۔ نمبر ۲۰۲۔

۱۶۵﴾ القرشی لکھتے ہیں کہ میں نے بعض تحریروں میں حسکا دیکھا ہے اور سمعانی کے نسخے میں حسک ہے (القرشی ج ۱ ص ۳۰۴ نمبر ۸۱۰ بحوالہ سمعانی)۔

۱۶۶﴾ (القُرَّی) بضم القاف و تشدید الراء نسبة الی قُرّهی محلة بنیشاپور یقال لها نُورمنها ابو سعید القُرّی (القرشی ج ۱ ص ۳۰۵ نمبر ۸۱۰)۔

۱۶۷﴾ ایضاً۔

۱۶۸﴾ ایضاً۔

۱۶۹﴾ (الفَلَقی) بالفاء المفتوحة ان شاء الله و اللام و فی آخرها القاف، هذه النسبة الی فلق وهی قرية من نیشاپور (سمعانی ج ۱۰ ص ۲۴۰) القرشی ج ۲ ص ۶۲ نمبر ۱۹۸ پر القلعی لکھا ہے جو غلط ہے۔ صحیح بھی اسی کتاب میں ج ۲ ص ۳۳۴ نمبر ۶۰۳ پر ہے۔

۱۷۰﴾ سمعانی ج ۱۰ ص ۲۴۰۔ ۲۴۱۔

۱۷۱﴾ والنسبة الی الرمی بالقوس و النشاب (القرشی ج ۲ ص ۶۳ نمبر ۲۰۱) یعنی کمان اور تیر بنانے والے اور تیر انداز۔

۱۷۲﴾ القرشی ج ۲ ص ۶۳ نمبر ۲۰۱۔

۱۷۳﴾ (الزَوزَنی) سکون الواوین الزایین المعجمتین، نسبة الی زوزن بلدة کبیرة بین هراة و نیشاپور (سمعانی ج ۶ ص ۳۴۲)۔

۱۷۴﴾ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سمعانی ج ۶ ص ۳۴۳۔ ۳۴۴۔

۱۷۵﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۱۵ باب پنجم۔

۱۷۶﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۱۶ باب پنجم۔

۱۷۷﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۱۷ باب پنجم۔

۱۷۸﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۲۰ تا ۲۲۲ باب پنجم۔

۱۷۹﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۲۱۹ باب پنجم۔

۱۸۰﴾ ایضاً۔

۱۸۱﴾ سمعانی ج ۱۲ ص ۴۱۳۔

۱۸۲﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۲۱ نمبر ۲۳۹۔

۱۸۳﴾ سمعانی ج ۱۲ ص ۴۱۳۔

۱۸۴﴾ چلپی ج ۲ ص ۱۵۷۱۔

۱۸۵﴾ (الخَفّاف) بفتح الخاء المعجمة و تشدید الفاء الاُولیٰ، هذه الحرفة لعمل الخِفَاف التی تلبس (سمعانی ج ۵ ص ۱۷۰)۔

۱۸۶﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۳ نمبر ۳۱ بحوالہ حاکم۔

۱۸۷﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۳۱۲ باب پنجم۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۸۸﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۱۳۔۳۱۴ باب پنجم۔

﴿۱۸۹﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۳۱۱ باب پنجم۔

﴿۱۹۰﴾ القرشی نے ان کا نام محمد بن ابراہیم ابوالحسن الکاتب لکھا ہے، (القرشی ج ۲ ص ۳ نمبر ۳) جب کہ سمعانی نے محمد بن نعیم بن اسحاق ابو الحسن الکاتب لکھا ہے (سمعانی ج ۱۰ ص ۸۸) اور یہی صحیح ہے۔

﴿۱۹۱﴾ (الغُوبَدِینی) بضم الغین المعجمة بعد ها الواو و فتح الباء الموحدة و کسر الدال المھلة و سکون الیاء المنقوطة باثنتین من تحتھا و فی آ خرھا النون، ھذه النسبة الی غوبدین وھی قریة من قری نسف (سمعانی ج ۱۰ ص ۸۷۔۸۸)۔

﴿۱۹۲﴾ ایضاً۔

﴿۱۹۳﴾ (السَمْعَانی) بفتح السین المھملة و سکون المیم و فتح العین المھملة و فی آ خرھا النون ، ھذه النسبة الی سمعان ، یہ بعض علماء فقہا کے اجداد کا نام ہے (سمعانی ج ۷ ص ۲۲۲ نمبر ۲۱۵۸)۔

﴿۱۹۴﴾ ایضاً ج ۷ ص ۲۳۰۔۲۳۱

﴿۱۹۵﴾ (البَغُولَنِی) بفتح البا الموحدة و ضم الغین المعجمة و فتح اللام ان شاء اللہ۔ و فی آ خرھا نون، ھذه النسبة الی بغولن (سمعانی ج ۲ ص ۲۷۲)۔

﴿۱۹۶﴾ ایضاً ج ۲ ص ۲۷۲۔

﴿۱۹۷﴾ ایضاً۔

﴿۱۹۸﴾ (المُزَنی) بضم المیم و سکون الزای و فی آخرھا النون، ھذه النسبة الی مُزَن، وھی قریه من قری سمر قند (سمعانی ج ۱۲ ص ۲۲۶)۔

﴿۱۹۹﴾ القرشی ج ۱ ص ۹۱ نمبر ۱۷۲۔

﴿۲۰۰﴾ ایضاً۔

﴿۲۰۱﴾ (البَزّار) بفتح الباء المنقوطة بواحدة والزای المشدده و فی آخرھا الراء اسم لمن یخرج الدھن من البزر و یبیعه۔ (سمعانی ج ۲ ص ۱۹۴)۔

﴿۲۰۲﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۱۸ نمبر ۲۳۱۔

﴿۲۰۳﴾ ایضاً ج ۲ ص ۴۰ نمبر ۱۳۱۔

﴿۲۰۴﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۹۹۔۲۰۰ باب پنجم۔

﴿۲۰۵﴾ تمام کتب کے تذکرے کے لئے ملاحظہ ہوں حواشی ۲۰۳ تا ۲۱۴ باب پنجم۔

﴿۲۰۶﴾ (الطَلَقی) بفتح الطاء المھملة و اللام و فی آ خرھا القاف (سمعانی ج ۹ ص ۸۰)۔

﴿۲۰۷﴾ ایضاً والقرشی ج ۱ ص ۲۶۹۔۲۷۰ نمبر ۷۱۳۔

﴿۲۰۸﴾ ابن جوزی ج ۱۰ ص ۳۷۰ نمبر ۲۹۰۰۔

﴿۲۰۹﴾ (المُطَّوِعی) بضم المیم و تشدید الطاء المھملة و کسر الواو و فی آخرھا العین المھملة، ھذه النسبة الی المطوعة، و ھم جماعة فرّغوا انفسھم الغزو والجھاد، و رابطوا فی الثغور و تطوعوا

www.toobaaelibrary.com

بالغزو فقصدوا الغزو فی بلاد الکفر لا إذاوجب علیهم ، وحضر إلی بلدهم (سمعانی ج۱۲ص۳۱۷)۔

﴿۲۱۰ القرشی ج۱ص۱۲۹۔۱۳۰نمبر۲۸۰۔

﴿۲۱۱ ایضاً ج۲ص۱۱۸نمبر۳۶۰۔ چلپی لکھتے ہیں کہ "فوائد ابی بکر" محمد ابن الفضل الفضلی الکناری البخاری الحنفی م۳۸۱ھ کی تصنیف ہے۔ محمد ابن الفضل نے اس میں ابو منصور المطوعی سے روایت کی ہے (چلپی ج۲ص۱۲۹۴)۔

﴿۲۱۲ (البُوزجَانی) بضم الباء الموحدة و سکون الزای بعد الواو و فتح الجیم و فی آخرها النون، هذه النسبة الی بوز جان، وهی بلیدة بین نیشاپور و هراة من بلاد خراسان (سمعانی ج۲ص۳۵۵)۔ حاکم نے اسے نیشاپور کا رستاق کہا ہے (ایضاً)۔

﴿۲۱۳ ایضاً ج۲ص۳۵۶۔

﴿۲۱۴ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۲۹۶ باب پنجم۔

﴿۲۱۵ القرشی ج۱ص۳۷۰نمبر۱۰۲۱۔

﴿۲۱۶ (الحَدّادِی) بفتح الحاء المهملة وتشدید الدال الأولیٰ وکسر الثانیه المهملتین، هذة النسبة الی صنعة الحدادة والی قریة بقومس (سمعانی ج۴ص۸۰)۔

﴿۲۱۷ ملاحظہ ہو سمعانی ج۴ص۸۰۔

﴿۲۱۸ ملاحظہ ہوں حواشی نمبر۳۱۵ تا۳۱۹ باب پنجم۔

﴿۲۱۹ ایضاً۔

﴿۲۲۰ ابن جوزی ج۱۵ص۲۰نمبر۲۹۶۱۔ القرشی ج۱ص۲۱۸نمبر۵۴۳۔

﴿۲۲۱ (البَزْدَوِی) بفتح الباء المنقوطة بواحدة و سکون الزای وفتح الدال المهملة و فی آخرها الواو ، هذه النسبة الی بزدة و هی قلعه حصینة علی ستة فراسخ من نسف علی طریق بخارا (سمعانی ج۲ص۲۰۱)۔

﴿۲۲۲ ایضاً ج۲ص۲۰۱،۲۰۳۔

﴿۲۲۳ القرشی ج۱ص۳۷نمبر۱۵۔

﴿۲۲۴ ابن جوزی نے ان کا نسب یوں لکھا ہے "اسحاق بن محمد بن حمدان بن محمد بن نوح ابو ابراہیم المهلبی الخطیب، و یعرف بالجبنی (ایضاً ج۱۵ص۴۶نمبر۲۹۹۰ وفیات۳۹۵ھ)۔

﴿۲۲۵ (الجُبُنّی) بضم الجیم و الباء المنقوطة من تحتها بواحدة و تشدید النون فی آخره ، هذه النسبة الی الجُبُن وهی شئی یعمل من اللبن (سمعانی ج۳ص۱۹۶)، خطیب نے الجبنی کی جگہ الخبنی لکھا ہے (ایضاً ج۶ص۴۰۲)۔

﴿۲۲۶ ایضاً و سمعانی ج۳ص۱۹۶۔

﴿۲۲۷ القرشی ج۱ص۱۹۲۔۱۹۳نمبر۴۴۷۔

﴿۲۲۸ ایضاً ج۱ص۲۲۷نمبر۶۰۲۔

﴿۲۲۹ ایضاً ج۱ص۹۷نمبر۱۸۷۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۲۳۰ ایضاً۔

﴿۲۳۱ ایضاً۔

﴿۲۳۲ ایضاً ج ا ص ۸۷ نمبر ۱۶۰۔

﴿۲۳۳ ایضاً۔

﴿۲۳۴ ایضاً ج ا ص ۲۱۶ نمبر ۵۳۶۔

﴿۲۳۵ (الحَامِدِی) بفتح الحاء المهملة و الميم المكسورة بعد الالف وفى آخرها الدال المهملة ، هذه السنبة الى حامد؛ وهو اسم لجد (سمعانی ج ۴ ص ۲۸)۔

﴿۲۳۶ ایضاً ج ۴ ص ۲۸۔۲۹۔

﴿۲۳۷ چلپی ج ۵ ص ۶۹۔

﴿۲۳۸ ایضاً۔

﴿۲۳۹ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۷۷ تا ۲۸۳ باب پنجم۔

﴿۲۴۰ القرشی ج ۲ ص ۲۲۸۔۲۲۹۔

﴿۲۴۱ ایضاً۔

﴿۲۴۲ ایضاً ج ا ص ۴۵ نمبر ۴۰۔

﴿۲۴۳ ایضاً ج ا ص ۹۵ نمبر ۱۸۲۔

﴿۲۴۴ (القُهُسْتان) بضم القاف و الهاء و سكون السين المهملة وفتح التاء المنقوطة باثنتين من فوقها و فى آخرها النون و هى ناحية من خراسان بين هراة و نيشاپور (سمعانی ج ۱۰ ص ۵۱۹)۔

﴿۲۴۵ القرشی ج ا ص ۱۱۰ ص ۲۱۴۔

﴿۲۴۶ (الأخسيكَثى) بفتح الالف و سكون الخاء المعجمة و كسر السين المهملة و سكون الياء المنقوطة باثنتين من تحتها و فتح الكاف و فى آخرها الثاء المثلثة، هذة النسبة الى اخسيكث وهى من بلاد فرغانة (سمعانی ج ا ص ۱۳۲ نمبر ۷۳)۔

﴿۲۴۷ القرشی ج ا ص ۲۲۱ نمبر ۵۵۱۔

﴿۲۴۸ (الجُرجَانى) بضم الجيم و سكون الراء المهملة والجيم و النون بعد الألف ، هذه النسبة الى بلدة جرجان (سمعانی ج ۳ ص ۲۳۷) یہ ایک خوبصورت شہر تھا (ایضاً)۔

﴿۲۴۹ القرشی ج ا ص ۲۵۸ نمبر ۱۷۵۔

﴿۲۵۰ (الواسِطی) اس کی نسبت پانچ جگہوں سے ہے۔ ا۔ واسط العراق: یہاں سے نہایت کثرت سے ہر فن کے عالم ہوئے ۲۔ واسط رقہ ۳۔ واسط نوقان، یہ باب نوقان میں ایک قریہ تھا۔ اسے واسط الیہود بھی کہا جاتا تھا ۴۔ واسط مروا باد، ۵۔ واسط بلخ، یہ بلخ کے قریوں میں سے ایک قریہ تھا (سمعانی ج ۱۳ ص ۲۵۸۔۲۶۰)۔

﴿۲۵۱ القرشی ج ا ص ۲۶۸ نمبر ۷۰۲۔

﴿۲۵۲ ایضاً ج ا ص ۲۸۰ نمبر ۷۳۶۔

www.toobaaelibrary.com

۲۵۳﴾ القرشی ج اص ۳۰۸ نمبر ۸۱۸۔
۲۵۴﴾ ایضاً ج اص ۳۰۸ نمبر ۸۱۷۔
۲۵۵﴾ (الرُستُغفَنی) بضم الراء وسکون السین المهملة و ضم التاد المنقوطة من فوقها باثنتين و سكون الغين المعجمة وفتح الفاء وفى آخرها النون، هذه النسبة ال رُسْتُغْفَنْ قرية من قرى سمرقند (سمعانی ج ٦ ص ۱۱۷)۔
۲۵۶﴾ ایضاً والقرشی ج اص ۳۶۲۔۳۶۳ نمبر ۱۰۰۱۔
۲۵۷﴾ ارشاد المهتدی.... فی الفروع لابی الحسن علی بن سعید الزستغفنی (وهو من اصحاب الماترید یه الكبار)۔(چلپی ج اص ٦٨)۔
۲۵۸﴾ القرشی ج اص ۳۶۲۔۳۶۳ نمبر ۱۰۰۱۔
۲۵۹﴾ ایضاً ج ۲ ص ۲۱ نمبر ۵۸۔
۲۶۰﴾ ایضاً ج ۲ ص ۲۶ نمبر ۷۳۔
۲۶۱﴾ سمعانی ج ۲ ص ۱۷۲۔ جب کہ القرشی نے ان کا شجرہ یوں لکھا ہے "محمد بن احمد بن یوسف بن اسماعیل بن شاہ۔۔۔" (القرشی ج ۲ ص ۲۷ نمبر ۷۸)۔
۲۶۲﴾ (البَرَقی) بفتح الباء والراء و القاف بعد هماء هذه النسبة الى بَرَق (فارسی میں برہ) ولد الشاة۔ (سمعانی ج ۲ ص ۱۷۲)۔
۲۶۳﴾ القرشی ج ۲ ص ۲۷ نمبر ۷۸۔
۲۶۴﴾ سمعانی ج ۲ ص ۱۷۲۔
۲۶۵﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۷۳۔
۲۶۶﴾ القرشی ج ۲ ص ۳۰ نمبر ۹۰۔
۲۶۷﴾ (اللَبّاد) بفتح اللام وتشديد الباء المنقوطة بواحدة وفى آخرها بعد الألف الدال المهملة، هذه النسبة إلى بيع اللبود......وهى جمع لبدو عملها (سمعانی ج ۱۱ ص ۱۹۷)۔
۲۶۸﴾ ایضاً۔
۲۶۹﴾ القرشی ج ۲ ص ۳۴ نمبر ۱۰۵۔
۲۷۰﴾ ایضاً ج ۲ ص ۳۸ نمبر ۱۲۵۔
۲۷۱﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۱۸ نمبر ۳۵۵۔
۲۷۲﴾ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۸ نمبر ۳۵۷۔
۲۷۳﴾ چلپی ج اص ۶۰۱۔
۲۷۴﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۳۴ نمبر ۴۱۲۔
۲۷۵﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۴۹ نمبر ۴۶۰۔
۲۷۶﴾ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

۲۷۷ (الخِيْنى) بكسر الخاء المعجمة و بعد ها الياء الساكنة المنقوطة باثنتين من تحتها و فى آخرها النون، هذه النسبة إلى خين، وهى قرية من قرى طوس (سمعانی ج۵ ص۲۶۲)۔

۲۷۸ ایضاً ج۵ ص۲۶۲۔۲۶۳۔

۲۷۹ القرشی ج۲ ص۱۹۲۔۱۹۳ نمبر ۵۹۹۔

۲۸۰ ایضاً ج۲ ص۲۲۲۔۲۲۳ نمبر ۶۹۵۔

☆☆☆☆☆

www.toobaaelibrary.com

ضمیمہ "د"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(باب پنجم)

چوتھی صدی ہجری کے وسط ایشیائی حنفی فقہاء کی فہرست (بلحاظ حروفِ ہجا)

۱۔ ابراہیم بن الحسن الفقیہہ ابوالحسن الغزری م ۳۴۷ھ۔

۲۔ ابراہیم بن الحسین بن ہارون ابواسحاق السمرقندی الدقاق م ۳۹۰ھ ومابعد۔

۳۔ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ابواسحاق الخذامی النیشاپوری الفقیہہ المحدث م ۳۲۱ھ۔

۴۔ ابراہیم بن محمد بن احمد بن قریش المذکر المروزی م ۳۷۳ھ۔

۵۔ ابراہیم بن محمد بن احمد بن ہشام الفقیہہ ابواسحاق البخاری عرف امین م ۳۴۶ھ۔

۶۔ ابراہیم بن محمد بن اسحاق بن نصرویہ ابواسحاق الدہقان السمرقندی البصروی ولد ۳۲۳ھ۔

۷۔ ابراہیم بن محمد بن سفیان النیشاپوری م ۳۰۸ھ۔

۸۔ ابراہیم بن نصرویہ بن سختام۔

۹۔ احمد بن ابراہیم بن محمد الفقیہہ الزاھد ابوحامد البَغْولَنِی م ۳۸۳ھ۔

۱۰۔ احمد بن اسحاق المعروف بابن صبیح جوزجانی ابوبکر۔

۱۱۔ احمد بن اسماعیل بن عامر ابوبکر السمرقندی رئیس سمرقند م ۳۲۱ھ۔

۱۲۔ احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجَصِینِی۔

۱۳۔ احمد بن جعفر بن احمد بن مدرک ابوعمرو البکرابادی عرف کوسج م ۳۷۴ھ۔

۱۴۔ احمد بن الحسین بن علی ابوحامد الفقیہہ المروزی عرف ابن الطبری الحنفی م ۳۷۶ھ/۳۷۷ھ۔

۱۵۔ احمد بن سعد بن نصر بن اسماعیل ابوبکر الفقیہہ البخاری ولد ۲۹۹ھ م ۳۶۰ھ۔

۱۶۔ احمد بن سہل الفقیہہ البلخی ابوحامد م ۳۴۰ھ۔

۱۷۔ احمد بن الطیب بن جعفر بن کماری الواسطی۔

۱۸۔ احمد بن العباس بن الحسین بن جبلۃ بن غالب بن جابر بن نوفل بن عیاض ابن یحییٰ بن قیس بن سعد بن عبادہؓ الانصاری الخزرجی الفقیہہ السمرقندی ابونصر العیاضی۔

۱۹۔ احمد بن عبداللہ بن الفضل ابونصر الخیزاخزی۔

۲۰۔ احمد بن عبدالرحمن ابواحمد النیشاپوری السرخکی م رمضان ۳۱۶ھ۔

۲۱۔ احمد بن عزیز بن سلیمان (وقیل سلیم) بن منصور بن عکرمہ النسفی البزدوی۔

۲۲۔ احمد بن عصمۃ ابوالقاسم الصفار البلخی لقب حم م ۳۲۶ھ۔

۲۳۔ احمد بن علی ابوبکر الرازی الامام الکبیر الشان المعروف جصاص م ۳۷۰ھ۔

۲۴۔ احمد بن عمران ابوجعفر الیلیموسکی الاسترابادی م ۳۳۱ھ۔

۲۵۔ احمد بن عمرو بن محمد بن موسیٰ بن عبداللہ القاضی البخاری ابونصر عرف عراقی م ۳۹۶ھ۔

www.toobaaelibrary.com

۲۶﴾ احمد بن محمد بن ابراہیم ابوسعید الفقیہ النیشاپوری المزنی م۳۸۳ھ۔

۲۷﴾ احمد بن محمد بن ابراہیم ابوعمرو الکاتب الزوزنی م۳۷۵ھ۔

۲۸﴾ احمد بن محمد بن احمد بن شجاع ابونصر الصفار البخاری (حدود ۳۹۷ھ)۔

۲۹﴾ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ ابوالنصر الانماطی الحفید النیشاپوری م۳۳۸ھ۔

۳۰﴾ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن یوسف بن اسماعیل بن شاہ ابی بکر ابن ابی عبداللہ الامام م۳۹۶ھ۔

۳۱﴾ احمد بن محمد بن اسحاق بن الفضل ابوعلی البزار النیشاپوری م۳۸۳ھ۔

۳۲﴾ احمد بن محمد بن اسحاق ابوالفضل الکلاباذی القاضی م۳۵۰ھ۔

۳۳﴾ احمد بن محمد بن اسحاق ابوعلی الشاشی الفقیہ م۳۴۴ھ۔

۳۴﴾ احمد بن محمد بن حامد ابوالحسن بن ابی العباس القطان النیشاپوری ولد ۳۱۵ھ م۳۷۲ھ۔

۳۵﴾ احمد بن محمد بن حامد بن ہاشم ابوبکر الطواویسی م۳۴۴ھ۔

۳۶﴾ احمد بن محمد بن الحسن بن الحسین بن علی ابن رستم الکلاباذی ابوالنصر البخاری الحفی م۳۹۸ھ۔

۳۷﴾ احمد بن محمد بن سعید ابونصر النسفی م۳۷۴ھ۔

۳۸﴾ احمد بن محمد بن سہل ابوالحسن بن سہلویہ المزکی ابن بنت ابی یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری م۳۵۲ھ۔

۳۹﴾ احمد بن محمد بن شعیب بن ہارون الفقیہ الجلاباذی الشعبی عم ابی احمد الشاہد م۳۳۸ھ۔

۴۰﴾ احمد بن محمد بن عبداللہ ابوالحسن (وقیل ابوالفرات) النیشاپوری القاضی عرف قاضی الحرمین م۳۵۱ھ۔

۴۱﴾ احمد بن محمد بن عبداللہ بن عیسیٰ بن عبداللہ ابوالقاسم القہستانی ولد ۳۵۳ھ۔

۴۲﴾ احمد بن محمد بن مکحول بن الفضل ابوالبدیع المکحولی ولد ۳۳۱ھ م صفر ۳۷۹ھ۔

۴۳﴾ احمد بن محمد بن موسیٰ بن رجاء ابوبکر الاز بنجنی ۳۶۹ھ۔

۴۴﴾ احمد بن نافع بن مرزوق بن واثق القاضی ابوعبداللہ م۳۵۵ھ۔

۴۵﴾ احمد بن ہارون بن ابراہیم ابوالعباس الفقیہ الحاکم المزنی عرف تبان م۳۴۹ھ۔

۴۶﴾ اسحاق بن ابراہیم ابویعقوب الشاشی الخراسانی م۳۲۵ھ۔

۴۷﴾ اسحاق بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن زید ابوالقاسم الحکیم السمرقندی م۳۴۲ھ۔

۴۸﴾ اسحاق بن محمد بن حمدان بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن نوح بن ابراہیم الجبنی م۳۹۵ھ۔

۴۹﴾ اکثم بن یحییٰ بن حبان بن بشر بن المخارق الاسدی والد عمر القاضی م۳۰۹ھ۔

۵۰﴾ بکر بن محمد بن احمد بن مالک بن جماع بن عبدالرحمٰن بن فرقد ابواحمد السنجی الورسنینی م۳۵۲ھ۔

۵۱﴾ جعفر بن احمد بن اسماعیل بن سہر بل ابواحمد الاستراباذی م۳۲۲ھ۔

۵۲﴾ حامد بن محمود بن معقل الشاماتی القطان النیشاپوری ابومحمد بن ابی العباس القطان والد محمد بن حامد م۳۱۹ھ۔

۵۳﴾ حسن بن اسحاق بن نبیل ابوسعید النیشاپوری الحنفی ثم المعری م۳۴۸ھ۔

۵۴﴾ حسن بن داؤد بن رضوان ابوعلی الفقیہ السمرقندی م۳۹۵ھ۔

۵۵﴾ حسن بن علی بن جبرئیل الصاغرجی الدھقان الفقیہ ابواحمد م۳۶۰ھ۔

www.toobaaelibrary.com

۵۶﴾ حسین بن فارس الفقیہ الکنی اباعلی م ۳۹۶ھ۔
۵۷﴾ حسین بن محمد بن خلف بن احمد الفقیہ ابوعبداللہ الفراء الحلی ۳۹۰ھ۔
۵۸﴾ حسین بن ابی یعلیٰ ابوعلی الاخسیکثی الفرغانی الفقیہ۔
۵۹﴾ حمد بن محمد بن حمدون بن مرداس الفقیہ البوزجانی ابومنصور م ۳۸۶ھ۔
۶۰﴾ خلیل بن احمد ابوسعید الشجری قاضی م ۳۶۸ھ۔
۶۱﴾ داؤد بن رضوان ابوعلی السمرقندی م ۳۹۵ھ۔
۶۲﴾ سلیمان بن محمد السناشکی م ۳۰۸ھ۔
۶۳﴾ شقیق بن علی بن ابراہیم الجرجانی۔
۶۴﴾ طاہر بن محمد الطاہری القاضی البکرابادی م ۳۶۹ھ۔
۶۵﴾ طاہر بن یحییٰ بن قبیصۃ الفلقی م ۳۱۵ھ۔
۶۶﴾ طیب بن جعفر بن کماری الواسطی۔
۶۷﴾ عبداللہ بن ابراہیم بن احمد ابومحمد الطلقی الاسترابادی م ۳۸۴ھ۔
۶۸﴾ عبداللہ بن احمد بن محمود ابوالقاسم البلخی م ۳۱۹ھ۔
۶۹﴾ عبداللہ بن الفضل الخیزاخزی۔
۷۰﴾ عبداللہ بن محمد بن ہذیل ابوبکر عرف اشقر بدیلی الفقیہ م ۳۴۳ھ۔
۷۱﴾ عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث بن الخلیل الحارثی السبذمونی م ۳۴۰ھ۔
۷۲﴾ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن الحسین م ۳۰۹۔
۷۳﴾ عبدالرحمٰن بن حسین بن خالد ابوسعید النیشاپوری القاضی م ۳۰۹ھ۔
۷۴﴾ عبدالرحمٰن بن محمد بن حسکا/حسک ابوسعید القرشی م ۳۷۴ھ۔
۷۵﴾ عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن محمد الکاتب الحاکم الامام۔
۷۶﴾ عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن رضوان ابومحمد البخاری۔
۷۷﴾ عبدالکریم بن محمد بن موسیٰ ابومحمد المنفی م ۳۹۸ھ۔
۷۸﴾ عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ ابومحمد الفقیہ البزدوی م ۳۹۰ھ۔
۷۹﴾ عبیداللہ بن محمد بن احمد ابوالقاسم القاضی البخاری الکلاباذی م ۳۶۹ھ۔
۸۰﴾ عبیداللہ بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن ابومحمد الکاتب المعروف بابن الجرادی، مروزی الاصل م ۳۸۴ھ۔
۸۱﴾ عطاء بن احمد بن ادریس ابوالعباس الازبنجنی م ۳۶۹ھ۔
۸۲﴾ علی بن ابراہیم بن ہود الجرجانی م ۳۵۱ھ۔
۸۳﴾ علی بن الحسن ابوالحسن البخاری السرذری م ۳۶۵ھ۔
۸۴﴾ علی بن الحسین بن نصر البابدستانی م ۳۶۸ھ۔
۸۵﴾ علی بن سعید ابوالحسن الرستغفنی۔

www.toobaaelibrary.com

۸۶﴾ علی بن محمد یزداذ الرازی الیزداذی ابوالقاسم م۳۸۶ھ۔

۸۷﴾ علی بن محمد ابوالحسن الکندرانی القاضی الھروی م۳۵۰ھ (کے بعد)۔

۸۸﴾ (ابوجعفر) کُمیل ابن جعفر بن کُمیل الفقیہہ الجرجانی البکراباذی م۳۳۶ھ۔

۸۹﴾ محمد بن ابراہیم الثُّو بذینی ابوالحسن۔

۹۰﴾ محمد بن ابراہیم بن عمر بن میمون القاضی ابوبکر م۳۴۴ھ۔

۹۱﴾ محمد بن احمد بن احمد بن الخطاب البوذی م۳۵۵ھ۔

۹۲﴾ محمد بن احمد بن بشر المرَ کی م۳۵۵ھ۔

۹۳﴾ محمد بن احمد بن شعیب بن ہارون بن موسیٰ الشعیبی النیشاپوری م۳۵۷ھ۔

۹۴﴾ محمد بن احمد بن شعیب ابوسعید الخفاف م۳۷۹ھ۔

۹۵﴾ محمد بن احمد بن العباس بن الحسین العیاضی ابوبکر م۳۶۱ھ۔

۹۶﴾ محمد بن احمد بن عبداللہ بن شہمردابوالحسن م۳۶۴ھ۔

۹۷﴾ محمد بن احمد بن علی بن شاھویہ ابوبکر القاضی الشاھویہ الفارسی م۳۶۱ھ۔

۹۸﴾ محمد بن احمد بن محمد بن جعفر بن طرخان ابوبکر الاستراباذی۔

۹۹﴾ محمد بن احمد بن محمد بن خاقان الرئیس ابوعبداللہ بن ابی حفص البخاری م۳۷۳ھ۔

۱۰۰﴾ محمد بن احمد بن محمد بن عقبہ القاضی ابومحمد المروزی م۳۵۳ھ۔

۱۰۱﴾ محمد بن احمد بن موسیٰ ابوالطیب الرازی۔

۱۰۲﴾ محمد بن احمد بن موسیٰ بن یزداذ الرازی الیزداذی الفقیہہ الخازن القاضی م۳۶۱ھ۔

۱۰۳﴾ محمد بن احمد بن یوسف بن اسماعیل بن شاہ الخوارزمی البرقی الامام ابوعبداللہ۔

۱۰۴﴾ محمد بن احمد ابوبکر الاسکاف البلخی م۳۳۶ھ۔

۱۰۵﴾ محمد بن احمد القاضی الکلاباذی (والد عبیداللہ الفقیہہ م۳۶۹ھ)۔

۱۰۶﴾ محمد بن اسحاق بن نصر اللبادالنیشاپوری۔

۱۰۷﴾ محمد بن اسحاق بن خزیمہ ابوبکر النیشاپوری م۳۳۱ھ۔

۱۰۸﴾ محمد بن ایوب الرازی (محمد بن احمد بن موسیٰ الخازن م۳۶۱ھ کے استاد تھے)۔

۱۰۹﴾ محمد بن بوکرد الاستراباذی الفقیہہ ابوجعفر م۳۶۰ھ (کے بعد)۔

۱۱۰﴾ محمد بن جعفر بن طرخان الاستراباذی ابوعبیداللہ۔

۱۱۱﴾ محمد بن حامد بن علی ابوبکر البخاری م۳۸۳ھ۔

۱۱۲﴾ محمد بن حامد بن محمود بن معقل القطان النیشاپوری الشاماتی م۳۴۸ھ۔

۱۱۳﴾ محمد بن الحسین بن محمد ابوالحسین المادی م۳۶۷ھ۔

۱۱۴﴾ محمد بن الحسین بن محمد بن موسیٰ بن مہران الحدادی المروزی الحاکم ابوالفضل م۳۸۸ھ۔

۱۱۵﴾ محمد بن سعید بن محمد بن عبداللہ الاعمش ابوبکر۔ (یہ ابوجعفر الھندوانی م۳۶۲ھ کے استاد تھے)۔

www.toobaaelibrary.com

۱۱۶ محمد بن سہل بن ابراہیم بن سہل ابو عبداللہ التاجر م ۳۶۰ھ۔

۱۱۷ محمد بن طاہر بن یحییٰ بن قبیصۃ الفلقی م ۳۷۴ھ۔

۱۱۸ محمد بن العباس ابو سعید الغازی الرمی م ۳۷۳ھ/۳۷۴ھ۔

۱۱۹ محمد بن عبداللہ بن دینار ابو عبداللہ المعدل الزاہد النیشاپوری م ۳۳۸ھ۔

۱۲۰ محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر ابو جعفر الفقیہ الھندوانی البلخی م ۳۶۲ھ۔

۱۲۱ محمد بن عبداللہ بن محمد بن یوسف النیشاپوری الحفید م ۳۴۴ھ۔

۱۲۲ محمد بن الفضل ابوبکر الفضلی الکماری م ۳۸۱ھ۔

۱۲۳ محمد بن الفضل بن محمد بن اسحاق المذکر ابو سعید م ۳۶۲ھ۔

۱۲۴ محمد بن محمد بن احمد الحاکم الشہید الحاکم المروزی السلمی الوزیر ابو الفضل البلخی م ۳۳۴ھ۔

۱۲۵ محمد بن محمد بن سہل بن ابراہیم بن سہل ابو نصر القاضی النیشاپوری ولد ۳۱۸ھ م ۳۸۸ھ۔

۱۲۶ محمد بن محمد ابو سلمہ السمر قندی۔

۱۲۷ محمد بن محمد بن سلام البلخی ابو نصر م ۳۰۵ھ۔

۱۲۸ محمد بن محمد بن عبداللہ المطّوعی ابو منصور م ۳۸۴ھ۔

۱۲۹ محمد بن محمد بن محمود ابو منصور الماتریدی م ۳۳۳ھ۔

۱۳۰ محمد بن مکحول بن الفضل ابو المعین المکحولی النسفی۔

۱۳۱ محمد بن نعیم بن اسحاق ابن عبداللہ بن حاتم بن شداد بن سعید الکاتب الغوبدینی۔ م محرم ۳۸۱ھ۔

۱۳۲ محمد بن یحییٰ بن مہدی ابو عبداللہ الجرجانی م ۳۹۸ھ۔

۱۳۳ محمد ابو جعفر المرکی الفقیہ الاستر ابادی۔

۱۳۴ مظفر بن منصور الطوسی الخیفی ابو الفضل۔

۱۳۵ مکحول النسفی م ۳۱۸ھ۔

۱۳۶ مکی بن اسحاق بن ابراہیم ابو القاسم البخاری م ۳۵۳ھ۔

۱۳۷ منصور بن احمد بن ہارون ابو صادق النیشاپوری م ۳۷۲ھ۔

۱۳۸ منصور بن جعفر بن علی بن الحسین بن منصور بن خالد بن یزید بن المہلب ابن ابی صفرۃ المہلبی الأزدی م ۳۵۴ھ۔

۱۳۹ میہان بن اسحاق بن مقداس البسکاسی ابو احمد البخاری م ۳۱۰ھ۔

۱۴۰ نصر بن احمد بن العباس بن جبلۃ بن غالب العیاضی ابو احمد۔

۱۴۱ نصر بن احمد بن محمد بن جعفر بن محمد بن حامد الحامدی النسفی م ۳۹۶ھ۔

۱۴۲ نصر بن عثمان بن سعید بن سمعان بن مسعود بن سعد بن عمر بن حجاج ابن قتیبہ بن مسلم الباہلی السمر قندی المعروف السمعانی م ۳۸۱ھ۔

۱۴۳ یعقوب بن محمد بن اسحاق بن یزید ابو یوسف النیشاپوری۔

۱۴۴ یوسف بن علی بن محمد الجرجانی ابو عبداللہ م ۳۹۸ھ۔

www.toobaaelibrary.com

ضمیمہ "ہ" ------(باب ششم)

پانچویں صدی ہجری کے فقہاء احناف

نمبر شمار	نام ونسب / کنیت / لقب	وفات	فقیہہ / قاضی / علمی مقام ومرتبہ	مؤلفات / مصنفات	کیفیت
۱۔	اسماعیل بن الحسین بن علی بن الحسن ﴿۱﴾ بن ہارون الفقیہہ ابو محمد الزاہد البخاری ﴿۲﴾۔	م شعبان ۴۰۲ھ	الفقیہہ الزاہد ﴿۳﴾، "الامام فی الفروع و الفقہ"۔ ﴿۴﴾۔	———	———
۲۔	محمد بن موسیٰ بن محمد الخوارزمی ابو بکر۔	م جمادی الاولیٰ ۴۰۳ھ	شیخ اهل الرأی و فقیههم ﴿۵﴾، امام، انتهت الیه الریاسة فی مذهب ابی حنیفة ﴿۶﴾ مدرس، مفتی، شیخ۔ " وما شهد الناس مثله فی حسن الفتویٰ والا صابة فیها و حسن التدریس" ﴿۷﴾۔	———	———
۳۔	عبدالصمد بن علی ابو نعیم الشیبانی ﴿۸﴾۔	م ۴۰۴ھ	فقیہہ و زاہد ﴿۹﴾، شیخ الحنفیة ﴿۱۰﴾۔	———	———
۴۔	محمد بن عمر ابو جعفر الأستروشنی ﴿۱۱﴾۔	م ۴۰۴ھ	"اماما، فاضلا، عالما" قاضی بخارا و سمرقند۔ ﴿۱۲﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۵۔	عتبہ بن خیثمہ بن محمد بن حاتم بن الحسن بن عوف بن حنظلۃ النیشاپوری الامام القاضی ابو الہیثم، کنیت سے مشہور تھے ﴿۱۳﴾۔	م ۱۶ جمادی الآخر ۴۰۶ھ	لقب "استاد الفقہاء و القضاۃ" ﴿۱۴﴾ "فصارا اوحد عصره حتی لم یبق بخراسان قاض علی مذہب الکوفیین الا وهو ینتهی الیه" ﴿۱۵﴾۔	———	———
۶۔	العلاء بن محمد بن نعیم ﴿۱۶﴾ بن اسحاق الغوبدینی۔	م ۴۰۹ھ	فقیہ ﴿۱۷﴾۔	———	———
۷۔	محمد بن محمد بن عبد اللہ الازدی القاضی الامام ابو منصور الہروی۔	۴۱۰ھ	امام، فقیہ، قاضی ﴿۱۸﴾۔	———	———
۸۔	مسعود بن محمد الجرجانی ابو سعید۔	م ۴۱۰ھ	شیخ فاضل کبیر ادیب فقیہ مناظر مشہور ﴿۱۹﴾۔	———	———
۹۔	منصور بن محمد بن احمد بن یحییٰ الفقیہ الحاکم البارع ابو محمد بن ابی صادق الخفاف۔	م ۴۱۰ھ	"احد فقهاء اصحاب ابی حنیفة و مناظر یهم ﴿۲۰﴾۔	———	———
۱۰۔	اسحاق بن ابراہیم بن نصرویہ بن سختام ابو ابراہیم السمرقندی الخطیبی۔	م ۴۱۱ھ	فقیہ، اپنے زمانے میں احناف کے سرکردہ و سرخیل عالم تھے ﴿۲۱﴾۔	———	علمی خانوادہ۔ ان کے بھائی علی بن ابراہیم م ۴۴۰ھ تھے۔
۱۱۔	یونس بن طاہر بن محمد بن یونس بن حیوء البصری الحیوئی ﴿۲۲﴾۔	م ۴۱۱ھ	شیخ الاسلام ان کا لقب تھا ﴿۲۳﴾۔	———	———
۱۲۔	محمد بن احمد بن محمود النسفی القاضی۔	م شعبان ۴۱۴ھ	یکے از اعیان فقہاء احناف، زاہد، نظیف العلم ﴿۲۴﴾۔	تعلیقة فی الخلاف ﴿۲۵﴾	———
۱۳۔	محمد بن آدم بن کمال ابو المظفر الہروی۔	م ۴۱۴ھ	فقیہ ﴿۲۶﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۱۴۔	یحییٰ بن احمد بن محمد بن اسحاق ابو زکریا الزجاجی الفقیہ النیشاپوری الخلیل۔	م ۴۱۵ھ	فقیہ ﴿۲۷﴾۔	———	یہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام زفر سے احادیث کی روایت کرتے تھے ﴿۲۸﴾۔
۱۵۔	عبدالرحیم بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن السراج ابوسعید القاضی المختار الاسماعیلی ﴿۲۹﴾۔	ولد ۳۴۵ھ م ۴۱۷ھ	فقیہ، قاضی۔ ان کے ہاں مجلس املاء ہوتی تھی جس میں مشائخ وفقہاء حاضر ہوتے تھے۔ ﴿۳۰﴾	———	———
۱۶۔	محمد بن الفضل البلخی الامام المفسر	م ۴۱۹ھ	الامام، مفسر، فقیہ ﴿۳۱﴾۔	کتاب الاعتقادات فی اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ﴿۳۲﴾۔	———
۱۷۔	محمود بن سبکتگین ابوالقاسم السلطان سیف الدولہ ابن الامیر ناصر الدولہ ابی منصور الغزنوی۔	م ۴۲۱ھ	سیف الدولہ، سلطان، من اعیان الفقہاء، صاحب سیف وقلم ﴿۳۳﴾۔ "ولہ التصانیف فی الفقہ والحدیث و الخطب والرسائل" ﴿۳۴﴾	"التفرید فی الفروع" ﴿۳۵﴾	غزنی میں نہایت مشہور کتاب۔ اس میں کم و بیش ساٹھ ہزار مسئلے تھے ﴿۳۶﴾۔
۱۸۔	ابراہیم بن سلم بن محمد بن احمد ابو اسحاق الشکانی۔	م ۴۲۳ھ	فقیہ، امام فاضل، ابن سلم بخارا میں املاء کراتے تھے ﴿۳۷﴾۔	———	———
۱۹۔	مسعود بن محمد بن موسیٰ بن محمد الخوارزمی ابوالقاسم۔	م ۴۲۳ھ	فقیہ فاضل۔	———	محمد بن موسیٰ الخوارزمی کے صاحبزادے تھے۔ ﴿۳۸﴾

www.toobaaelibrary.com

۲۰۔	حسین بن خضر بن محمد بن یوسف الفقیہ المفشید یزجی، القاضی ابو علی النسفی۔	م شعبان ۴۲۴ھ	قاضی، امام عصر ﴿۳۹﴾ صاحب تصنیف فقیہ۔	i۔ فتاوی القاضی حسین ii۔ الفوائد فی الفروع ﴿۴۰﴾۔	ــــــ
۲۱۔	ابراہیم بن محمد بن نوح بن محمد بن زید بن النعمان بن عبداللہ بن الحسن بن زید بن نوح الـنـو قدی النوحی الفقیہ۔	م ذی قعدہ ۴۲۵ھ	فقیہ ﴿۴۱﴾۔	ــــــ	ــــــ
۲۲۔	محمد بن یحییٰ بن الحسن بن احمد بن علی بن عاصم الجوزی ابو عمر۔	م ۴۲۷ھ	شیخ ثقہ، محب شریعت، عارف بر سوم الحدیث ﴿۴۲﴾۔	ــــــ	اسانید عالیہ سے مستفید ہوئے ﴿۴۳﴾۔
۲۳۔	حسین بن محمد بن نعیم ﴿۴۴﴾ الغوبدینی ابو نعیم۔	ولد ۳۴۱ھ م ۴۲۷	ثقہ، صالح، صدوق، مکثرا من الحدیث ﴿۴۵﴾	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۴۶﴾
۲۴۔	الحسن بن عبداللہ بن سینا ابو علی الرئیس۔	ولد ۳۷۰ھ م ۴۲۸ھ	مشہور فلسفی، فقیہ، مفسر، تلمیذ الامام ابی بکر احمد بن الامام ابی عبداللہ محمد الزاہد۔ کثیر التصانیف عالم و فلسفی ﴿۴۷﴾۔	الادوية القلبية، الاشارات، الاشارات و التنبيهات، الارصاد الكلية مجلد، الانصاف (۲۰ جلدیں) بيان ذوالجهة، تاويل ألرؤيا، تدبير الجند والممالك، تفسير آية النور، تفسير سورة سبح اسم، تفسير سورة المعوذ تين، جواب الاعتذار فيما نسب اليه من الخطب، جواب ست عشرة	تصنیفات کی کثرت ان کے علمی فضل و کمال، وسعت مطالعہ و تحقیق پر دلیل ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود ان کی اصل شہرت ایک طبیب اور فلسفی کی تھی۔

www.toobaaelibrary.com

				سوالات لابی الریحان، الحاصل و المحصول (۲۰ جلدین)، الحواشی علی القانون، الحکمة العرشیة، خطب و تمجیدات و اسجاع، رسالة البروالاثم، رسالة الحدود، رسالة العشق، رسالة الطیر، کتاب الاوسط الجرجانی، کتاب البروالاثم (دو جلدین) کتاب البعض الحکمة المشرقیة، کتاب الحدود، کتاب الحکمة المشرقیة، کتاب الخطب التوحیدیة فی الالٰہیات، کتاب الشبکة و الطیر، کتاب الشفاء فی الحکمة (۱۸ جلدین)، کتاب دانش نامه علائی، کتاب العلائی، کتاب عیون الحکمة، کتاب القانون مجلات مطبوع،	

www.toobaaelibrary.com

				كتاب قصيدة المزدوجة، كتاب القولنج، كتاب قيام الارض فى وسط السماء۔كتاب لسان العرب(١٠ جلدين) ، كتاب المباحثات مجلد، كتاب المبدأ و المعاد، كتاب المجموع مجلد، كتاب الملح فى النحو، كتاب المعاد، كتاب الموجز الصغير، كتاب الموجز الكبير، كتاب النجاة (٣ جلدين) كتاب الهداية مجلد، كتاب الهداية فى الحكمة ، شرح كتاب النفس لارسطو طاليس، مختصر الاوسط مجلد، مختصر اقليدس، مفاتيح الخزائن فى المنطق،مناظرات مع ابى على النيشاپورى ، منارالنظر فى المنطق﴿٣٨﴾-	

www.toobaaelibrary.com

۲۵۔	سیار بن یحییٰ بن محمد بن ادریس ابوعمرو الھروی ﴿۴۹﴾۔	م ۴۳۱ھ	فقیہ، قاضی، مدرس، مفتی ﴿۵۰﴾۔	ــــــــ	علمی خانوادہ ﴿۵۱﴾۔
۲۶۔	عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن عزیز بن محمد بن زید بن محمد ابوسعید الحاکم الامام المعروف بابن درست ﴿۵۲﴾ الادیب النیشاپوری الفقیہ۔	م ۴۳۱ھ	فقیہ، امام عصر ﴿۵۳﴾ صاحب تصنیف۔	"شرع الدواوین و حصلها والفها و صنف الکتب و صحح الاصول" ﴿۵۴﴾۔	ــــــــ
۲۷۔	الھیثم بن ابی الھیثم عتبۃ بن خیثمہ التمیمی القاضی ابوسعید النیشاپوری۔	م ۴۳۱ھ	ثقہ، مشہور، فقیہ ﴿۵۵﴾۔	ــــــــ	"من بیت العلم و القضاء والامامۃ و الحدیث ﴿۵۶﴾۔
۲۸۔	صاعد بن محمد بن احمد بن عبداللہ الاستوائی ابو العلاء النیشاپوری عماد الاسلام قاضی۔	ولد ۳۴۳ھ م ۴۳۱ھ / ۴۳۲ھ/	فقیہ، قاضی نیشاپور، "کان صاعد عالما فاضلا صدوقا، و انتھت الیہ ریاسۃ اصحاب الرائی بخراسان ﴿۵۷﴾۔	الاعتقاد ﴿۵۸﴾۔	علمی خانوادہ، نیشاپور کی قضاء پر ان کے بعد ان کے خاندان کے افراد کا ہی تقرر ہوتا رہا ﴿۵۹﴾۔
۲۹۔	جعفر بن محمد بن المعتز بن محمد بن المستغفر النسفی المستغفری۔	ولد ۳۵۰ھ م ۴۳۲ھ	فقیہ، فاضل، خطیب، صدوق، حافظ، صاحب تصنیفات عالیہ ﴿۶۰﴾۔	i۔ تاریخ نسف و کش، ii۔ خطب النبی ﷺ، iii۔ دلائل النبوۃ، ix۔ معرفۃ الصحابہؓ، x۔ الشمائل ﴿۶۱﴾۔ iv۔ فضائل القرآن العظیم، v۔ کتاب الایام واللیالی، vi۔ کتاب الدعوات، vii۔ کتاب المناسبات،	المستغفری نے القاضی ابی علی الحسین النسفی عن ابی بکر محمد ابن الفضل عن عبداللہ السبذ مونی جمع الجموع حاصل کی ﴿۶۲﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۳۰۔	عبیداللہ بن عمر بن عیسیٰ الدبوسی ابوزید۔	م ۴۳۲ھ	قاضی، یکے از کبار فقہاء احناف، "وھو احد القضاۃ السبعۃ" ﴿۶۳﴾۔ "و اول من وضع علم الخلاف" ﴿۶۴﴾۔ "وکان ممن یضرب بہ المثل فی النظر و استخراج الحجج والرأی" ﴿۶۵﴾۔	i۔کتاب الاسرار، ii۔تقویم الادلۃ فی الاصول، iii۔الأمد الاقصیٰ iv۔شرح الجامع الکبیر للشیبانی، v۔الانوار، vi۔تأسیس النظر فی اختلاف الائمۃ طبع مصر، vii۔خزانۃ الھدیٰ فی الفتاویٰ ﴿۶۶﴾۔ viii۔کتاب الوقاء،	ـــــــــ
۳۱۔	محمد بن صاعد بن محمد بن احمد ابو سعید القاضی۔	ولد ۳۸۰ھ م ۴۳۳ھ	لقب نجل والائمۃ وصدر الریاسۃ، قاضی ﴿۶۷﴾	ـــــــــ	ـــــــــ
۳۲۔	محمد بن منصور بن مخلص بن اسماعیل ابواسحاق الحاکم النوقدی ﴿۶۸﴾	م رمضان ۴۳۴ھ	"الامام الزاہد، صائم الدہر، المدرس المفتی بسمرقند" ﴿۶۹﴾	ـــــــــ	ان کا سلسلہ روایت یوں ہے "اخذ عن ابی جعفر الھندوانی عن ابی بکر الاعمش عن ابی بکر الاسکاف عن محمد بن سلمۃ عن ابی سلیمان جوزجانی عن محمد" ﴿۷۰﴾

www.toobaaelibrary.com

۳۳۔	عبدالرحمٰن بن محمد ابوبکر السرخسی۔	م ۴۳۹ھ	ان کا شمار قاضی القضاۃ ابی عبداللہ الدامغانی کے طبقے میں ہوتا ہے۔ قاضی تھے ﴿۷۱﴾۔	i۔ تکملة التجريد اعنی تجريد القدوری فی الفروع، ii۔ مختصر المختصرين فی الفروع ﴿۷۲﴾۔	علمی خانوادہ ﴿۷۳﴾۔
۳۴۔	علی بن ابراہیم بن نصرویہ بن سخام بن ہرثمہ بن اسحاق بن عبداللہ بن اسکر بن کاک ابوالحسن العربی السمرقندی الخطیبی ﴿۷۴﴾	ولد شعبان ۳۶۵ھ م ۴۴۰ھ	فقیہ، "من مشاهير العلماء﴿۷۵﴾" "وكان من اہل العلم و التقدم فی الفقه علی مذهب ابی حنيفة" ﴿۷۶﴾۔	———	علمی خانوادہ ﴿۷۷﴾۔
۳۵۔	اسماعیل بن صاعد بن محمد بن احمد بن عبیداللہ عم شیخ الاسلام احمد بن محمد ابن صاعد ﴿۷۸﴾۔	ولد ۳۷۷ھ م ۴۴۳ھ	قاضی القضاۃ، دقیق النظر، نیشاپور میں ان کے ہاں مجلس املاء ہوتی تھی ﴿۷۹﴾۔	———	علمی خانوادہ ﴿۸۰﴾۔
۳۶۔	عبداللہ بن علی بن الشاء الکوفی۔	م ۴۴۶ھ	"كان اماما فاضلا" ﴿۸۱﴾۔	———	———
۳۷۔	عبداللہ بن صاعد بن محمد ابو محمد القاضی۔	ولد ۴۰۹ھ م ۴۴۶ھ	قاضی، زاہد، فقیہ، متورع ﴿۸۲﴾۔	———	علمی خانوادہ ﴿۸۳﴾۔
۳۸۔	محمد بن محمد بن عمر" ابوالعباس الناطفی"	م ۴۴۶ھ	یکے از مشاہیر و کبار فقہاء احناف، صاحب تصنیف فقیہ ﴿۸۴﴾۔	i۔ الاجناس فی الفروع ii۔ الاحكام فی الفروع، iii۔ ثواب الاعمال، iv۔ جمل الاحكام و مختصره فی الحديث، v۔ الروضة فی الفروع،	———

www.toobaaelibrary.com

				vi۔ الواقعات فی الفروع، vii۔ الہدایة فی الفروع ﴿۸۵﴾۔	
۳۹۔	عبداللہ بن الحسین ابومحمد النیشاپوری الناصحی۔	م ۴۴۷ھ	"الفقیہ علی مذھب ابی حنیفہ، قاضی القضاۃ بخراسان، شیخ الحنفیہ ﴿۸۶﴾" و "المقدم علی الاکابر من القضاۃ والائمۃ فی دھرہ" ﴿۸۷﴾ "وکان ورعا مجتھدا" ﴿۸۸﴾ "ثقہ دینا صالحا" ﴿۸۹﴾۔	i۔ مختصر فی الوقوف، ii۔ تھذیب ادب القضاۃ للخصاف، iii۔ درۃ الخواص فی علم الخواص، iv۔ مختصر احکام الوقف، v۔ المسعودی فی الفروع، vi۔ مختصر وقفی الھلال و الخصاف ﴿۹۰﴾۔	ان کے ہاں چار مجلس ہوتی تھیں۔ ۱۔ مجلس التدریس۔ ۲۔ مجلس النظر۔ ۳۔ مجلس الفتویٰ اور ۴۔ مجلس التصنیف ﴿۹۱﴾۔ علمی خانوادہ ﴿۹۲﴾
۴۰۔	احمد بن محمد بن الحسین بن داؤد بن علی بن عیسیٰ بن محمد بن القاسم ابن الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب الحسنی۔	م ۴۴۸ھ	مدرس، مفتی، فقیہ ﴿۹۳﴾۔	———	کان لہ الدرس و مجلس النظر ﴿۹۴﴾۔
۴۱۔	عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح ابومحمد الحلوانی۔	م ۴۴۸ھ / ۴۴۹ھ	لقب شمس الائمہ، امام اصحاب ابی حنیفۃ فی وقتہ، رئیس الحنفیۃ فی عصرہ، کان فقیھا کبیرا، عالما با نواع العلوم معظما للحدیث و اہلہ ﴿۹۵﴾.	i۔ البسیط فی علم الشروط، ii۔ رزین مجموع فی الفقہ، iii۔ شرح ادب القاضی لأبی یوسف، iv۔ شرح الجامع الکبیر للشیبانی، v۔ شرح الحیل الشرعیۃ للخصاف، vi۔ شرح السیر الکبیر للشیبانی،	راوی شرح معانی الآثار عن ابی بکر محمد بن عمر بن حمدان عن الامام ابی ابراہیم محمد بن سعید الترمذی عن الطحاوی ﴿۹۷﴾۔ ان کے تلامذہ میں ایک نامور نام شمس الائمہ

www.toobaaelibrary.com

				vii۔الفتاوی، viii۔ کتاب الکسب، ix۔کتاب النفقات، x۔کتاب النوادر، xi۔ مبسوط فی الفروع، xii۔ واقعات فی الفروع، xiii۔شرح زیادات الزیاداتہ، xiv۔صفۃ اشراط الساعۃ، xv۔امالی ابی بکر الحلوانی ﴿۹۶﴾۔	سرخسی کا ہے جوان کی وفات کے بعد ان کے لقب کے مستحق قرار دیئے گئے ﴿۹۸﴾۔
۴۲۔	احمد بن محمد بن علی بن محمد بن بصیر بن احمد بن الحسن الاَنبرَزُوانی البصیری الحنفی ابو کامل ﴿۹۹﴾۔	م ۴۴۹ھ	فقیہ، مناظر ﴿۱۰۰﴾۔	المضاهات والمضافات فی الاسماء و الانساب ﴿۱۰۱﴾۔	ـــــــــ
۴۳۔	محمد بن عبدالجبار بن احمد بن محمد بن جعفر بن احمد بن عبدالجبار بن الفضل ابن الربیع بن مسلم بن عبداللہ بن منصور ابو منصور السمعانی التمیمی المروزی الامام ﴿۱۰۲﴾۔	م ۴۵۰ھ	یکے از رؤساء الحنفیہ، "کان فاضلا و رعامتقنا" ﴿۱۰۳﴾ صاحب التصانیف۔	i۔تحفۃ العیدین، ii۔دخول الحمام ﴿۱۰۴﴾۔	محمد بن عبدالجبار ،ابی سعد عبدالکریم السمعانی، صاحب کتاب الانساب کے پر دادا تھے ﴿۱۰۵﴾۔
۴۴۔	محمد بن الولید ابو علی الزاہد السمرقندی۔	م ۴۵۰ھ	صاحب تصنیف فقیہ۔	i۔الفتاوی، ii۔الجامع الاصغر ﴿۱۰۶﴾۔	ـــــــــ

www.toobaaelibrary.com

۴۵۔	محمد بن محمد بن علی القاضی ابو سعد الفقیہ۔	م۴۵۲ھ	یکے از مشاہیر علماء وفقہاء احناف، قاضی ﴿۱۰۷﴾۔	——	——
۴۶۔	محمد بن محمد بن یحیٰی بن الحسین ابن احمد بن ابی عاصم الجوزی الاستاد ابوعبداللہ	م۴۵۳ھ	شیخ مشہور، عالم، لقب الاستاد ﴿۱۰۸﴾۔	——	علمی خانوادہ۔
۴۷۔	منصور بن اسماعیل بن احمد بن المظفر القاضی الھروی۔	م۴۵۵ھ	قاضی ہرات، خطیب ﴿۱۰۹﴾۔	سند تصنیف کی ﴿۱۱۰﴾	——
۴۸۔	محمد بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن نوح بن زید بن نعمان النوحی النسفی ابوبکر۔	م محرم ۴۵۹ھ	عالم، فاضل ﴿۱۱۱﴾۔	——	علمی خانوادہ، یہ چار مشہور حنفی اماموں اسماعیل ﴿۱۱۲﴾ اسحاق ﴿۱۱۳﴾ ابراہیم ﴿۱۱۴﴾، اور یعقوب ﴿۱۱۵﴾، کے والد تھے۔
۴۹۔	یحیٰی بن محمد بن صاعد بن محمد بن احمد بن عبیداللہ الصاعدی۔	ولد ۴۰۱ھ م۴۶۰ھ	قاضی "وكان من وجوه القضاة والرؤساء" ﴿۱۱۶﴾۔	——	ان کے ہاں مجلس املاء ہوتی تھی ﴿۱۱۷﴾ علمی خانوادہ ﴿۱۱۸﴾۔
۵۰۔	اسماعیل بن احمد بن اسحاق بن شیث الصفار ابوابراہیم الشہید۔	شہادت ۴۶۱ھ	امام فاضل، راست گو فقیہ ﴿۱۱۹﴾۔	——	انہیں خاقان نے ۴۶۱ھ میں شہید کرا دیا تھا ﴿۱۲۰﴾ اسی خاقان شمس الملک نصر نے شمس الائمہ سرخسی کو قید کیا تھا ﴿۱۲۱﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۵۱۔	اسماعیل بن محمد بن الحسن ابوالفضل الحاکم الکرابیسی ﴿۱۲۲﴾ الفقیہ۔	م ۴۶۱ھ	فاضل، یکے از مشاہیر فقہاء احناف ﴿۱۲۳﴾۔	———	———
۵۲۔	علی بن الحسین بن محمد السغدی القاضی۔	م ۴۶۱ھ	شیخ الاسلام، "انتھت الیه ریاسة الحنفیة و رحل الیه فی النوازل و الواقعات" امام فاضل، فقیه، مناظر ﴿۱۲۴﴾۔	i۔شرح السیر الکبیر للشیبانی، ii۔شرح ادب القاضی لابی یوسف، iii۔النتف فی الفتاویٰ ﴿۱۲۵﴾۔	———
۵۳۔	محمد بن اسحاق بن علی بن داؤد بن حامد البحاثی الزوزنی ابو جعفر القاضی ﴿۱۲۶﴾۔	م ۴۶۳ھ	فقیہ فاضل، عالم، قاضی، صاحب التصانیف ﴿۱۲۷﴾۔	i۔نحو القلوب، ii۔شرح دیوان البحتری iii۔دیوان شعر ﴿۱۲۸﴾۔	———
۵۴۔	علی بن الحسین بن محمد بن الفضل بن سہل ابو الحسن الدھان / الدھقان المروزی القاضی۔	م ۴۶۴ھ	قاضی "کان اماما فقیهاء فاضلا بارعا" ﴿۱۲۹﴾	———	علمی خانوادہ، ابوالحسن، الامام ابی بکر خواہرزادہ کے ماموں تھے ﴿۱۳۰﴾۔
۵۵۔	حسین بن احمد بن علی بن احمد القاضی ابونصر ابن القاضی ابن ابی الحسین ابن القاضی ابن ابی القاسم ابن القاضی ابن ابی الحسین احمد بن محمد بن عبداللہ۔	ولد ۳۸۳ھ م ۴۶۵ھ	قاضی الحرمین ﴿۱۳۱﴾۔	———	علمی خانوازدہ
۵۶۔	منصور بن احمد بن اسماعیل ابونصر القاضی الغزقی ﴿۱۳۲﴾۔	م ۴۶۵ھ	قاضی، امام فاضل فقیہ۔ ﴿۱۳۳﴾۔	———	———
۵۷۔	محمد بن ابراہیم بن اسد القاضی الھروی ابوزید۔	م ۴۶۶ھ	قاضی، مفتی فقیہ۔ ﴿۱۳۴﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

۵۸۔	عبدالرحیم بن احمد بن اسماعیل الکرینی المنعوت بسیف الدین ﴿۱۳۵﴾۔	م ۴۶۷ھ	لقب الامام ﴿۱۳۶﴾۔	——	——
۵۹۔	علی بن عبیداللہ الخطیبی۔	م ۴۶۷ھ	قاضی، زاہد "منعکفا علی التدریس"۔ ان کا شمار قاضی القضاۃ ابی عبداللہ الدامغانی کے طبقے میں ہوتا ہے ﴿۱۳۷﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۱۳۸﴾۔
۶۰۔	عمر بن احمد بن محمد بن موسیٰ بن منصور الجوری ﴿۱۳۹﴾ النیشاپوری الحافظ۔	م ۴۶۹ھ ﴿۱۴۰﴾	"رجل نبیل فاضل حافظ من اصحاب الامام ابو حنفیة" فاضل، ثقہ، زاہد کے از زمرۂ صالحین ﴿۱۴۱﴾	——	——
۶۱۔	عبدالملک بن عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد السرخسی ابوسعد۔	م ۴۷۰ھ	قاضی، "الفقیہ الحنفی السرخسی ﴿۱۴۲﴾"۔	——	علمی خانوادہ ﴿۱۴۳﴾
۶۲۔	محمد بن الحسن بن الحسن الاستروشنی ابوجعفر۔	م ۴۷۰ھ	فقیہ تلمیذ ابی عبداللہ الدامغانی ﴿۱۴۴﴾۔	——	——
۶۳۔	منصور بن اسماعیل بن صاعد بن محمد القاضی الامام ابوالقاسم	م ۴۷۰ھ	قاضی القضاۃ ﴿۱۴۵﴾، فقیہ "وکان الیه الفتویٰ فی عصره علی مذہب ابی حنیفة" ﴿۱۴۶﴾	——	علمی خانوادہ ﴿۱۴۷﴾، علم، تذکیر، تدریس فتویٰ اور خطاب میں یہ اپنے خاندان میں سب سے پر سبقت لے گئے۔ ان کے ہاں مجلس املاء ہوتی تھی۔ ﴿۱۴۸﴾

www.toobaaelibrary.com

۶۴۔	احمد بن محمد بن ابراہیم بن علی ابو طاہر القضاری ﴿۱۴۹﴾، الخوارزمی القاضی الانصاری۔	ولد ۳۹۵ھ م ۴۷۴ھ	فقیہ، قاضی ﴿۱۵۰﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۱۵۱﴾۔
۶۵۔	علی بن عبداللہ بن سعید عرف التاجر ابوالحسن۔	م ۴۷۶ھ۔	فقیہ، کثیر الحدیث، صحیح الاصول ﴿۱۵۲﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۱۵۳﴾۔
۶۶۔	عبدالعزیز بن عبدالرزاق بن ابی نصر بن جعد ﴿۱۵۴﴾، بن سلیمان بن مکان الامام المرغینانی ﴿۱۵۵﴾۔	م ۴۷۷ھ	مفتی، فقیہ ﴿۱۵۶﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۱۵۷﴾۔
۶۷۔	محمد بن علی بن محمد بن الحسین بن عبدالملک بن عبدالوہاب بن حمویہ الدامغانی ﴿۱۵۸﴾ الکبیر ابوعبداللہ الامام العلامۃ۔	ولد ربیع الاخر ۳۹۸ھ م ۴۷۸ھ	واصحابہ کثیرون لا تحصون، وزیر، انتہت الیہ الریاسۃ فی مذہب العراقین" وکان فصیح العبارۃ، کثیر النشوار فی درسہ" قاضی القضاۃ فقیہ کامل و فاضل۔ ﴿۱۶۰﴾	i۔شرح مختصر الحاکم فی الفروع، ii۔الزوائد والنظائر و فوائد البصائر فی القرآن/الوجوہ والنظائر (فی مجلد)، iii۔شوق العروس وانس النفوس، iv۔مسائل الحیطان ﴿۱۶۱﴾۔	"کان مثل القاضی ابو یوسف حشمۃ وجاھا وسوددا و عقلا" ﴿۱۶۲﴾ زیادات اور علم الخلاف پر ان کی مجالس ہوتی تھیں ﴿۱۶۳﴾
۶۸۔	محمد بن وھبان الذیلی الاصبہانی۔	م ۴۷۹ھ	مدرس، مناظر، فقیہ "وکان حافظ للفقہ ملیح الدروس و العبارۃ الایراد و جید الکلام فی المناظرۃ ﴿۱۶۴﴾	——	یہ مسجد ابی بکر محمد بن موسیٰ الخوارزمی جو کہ درب عبدۃ میں تھی میں مدرس تھے ﴿۱۶۵﴾۔
۶۹۔	محمد بن عبدالکریم بن عبد بن عیسیٰ بن الیمان بن تمام بن عبدالرحمن بن عبداللہ التریکی ابوالبدیع۔	م ۴۷۹ھ	یکے از مشاہیر فقہاء احناف بسمرقند، مدرس ﴿۱۶۶﴾۔	——	مدرس مسجد عطارین بسمرقند ﴿۱۶۷﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۷۰۔	اسماعیل بن محمد بن احمد بن جعفر ابو سعید الفقیہ الحجاجی ﴿۱۶۸﴾	ولد ۳۹۷ھ ﴿۱۶۹﴾ م ۴۷۹ھ	فقیہ، کثیر الحدیث، ابو الفضل مقدسی کہتے ہیں "لا اعلمنی رایت حنفیا احسن طریقا منہ" ﴿۱۷۰﴾۔	ـــــ	ـــــ
۷۱۔	احمد بن منصور المطہری ابو نصر الاسبیجابی القاضی الفقیہ ﴿۱۷۱﴾۔	م ۴۸۰ھ	قاضی، فقیہ، تبحر فی الفقہ بلادہ" کثیر التصانیف فقیہ ﴿۱۷۲﴾۔	i۔شرح الجامع الصغیر للشیبانی، ii۔شرح الجامع الکبیر کذا، iii شرح الکافی للصدر الشہید فی الفروع، vi۔شرح مختصر الطحاوی، v۔الفتاویٰ ﴿۱۷۳﴾۔	علمی خانوادہ۔
۷۲۔	محمد بن محمد بن ابی محمد۔	م ۴۸۰ھ	فقیہ وفاضل۔	ـــــ	علمی خانوادہ ﴿۱۷۴﴾۔
۷۳۔	عبدالخالق بن محمد بن سعید بن علی السکانی ﴿۱۷۵﴾ الحاکم ابو بکر۔	م ۴۸۰ھ	فقیہ۔	ـــــ	علمی خانوادہ ﴿۱۷۶﴾، کش میں جب شمس الائمہ الحلوانی نے املا کرائی تو عبدالخالق مستملی تھے ﴿۱۷۷﴾۔
۷۴۔	اسماعیل بن ابراہیم ﴿۱۷۸﴾ بن محمد بن محمد بن نوح بن زید بن نعمان بن عبداللہ بن الحسن بن زید بن نوح ابو محمد النوحی النسفی الامام الخطیب۔	ولد ۴۲۳ھ م ۴۸۱ھ	فقیہ، خطیب، الامام، القاضی ﴿۱۷۹﴾۔	ـــــ	سمرقند کے منبر پر خطیب تھے ﴿۱۸۰﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۷۵۔	عبدالکریم بن ابی حنیفہ بن العباس ابو المظفر الاندقی ﴿۱۸۱﴾۔	ولد ۴۰۰ھ م ۴۸۱ھ	امام۔فقیہ۔فاضل۔ "وکان اماما فاضلا زاہدا احسن السیرۃ" ﴿۱۸۲﴾۔	ــــــ	امام عبدالکریم نے بخارا میں املاء کروائی ﴿۱۸۳﴾۔
۷۶۔	محمد بن عبدالرحمٰن بن احمد ابو بکر النیشاپوری الماوردی الصوفی۔	م ۴۸۱ھ	فقیہ۔ "شیخ ظریف، حسن الخلق، حنفی المذہب ﴿۱۸۴﴾۔	ــــــ	ــــــ
۷۷۔	احمد بن محمد بن صاعد بن محمد بن احمد ابو نصر الاستوائی النیشاپوری الزینبی۔	ولد ۴۰۱ھ م ۴۸۲ھ	شیخ الاسلام ، قاضی القضاۃ ﴿۱۸۵﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۱۸۶﴾۔
۷۸۔	احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن شجاع ابن علی بن الحسن بن شجاع ابو احمد الشجاعی ﴿۱۸۷﴾۔	م ۴۷۲ھ	امام، فاضل، فقیہ، مدرس "کان اماما فاضلا و فقیھا و مبرزا" ﴿۱۸۸﴾۔	ــــــ	ــــــ
۷۹۔	علی بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن مجاہد ابوالحسن البزدوی ﴿۱۸۹﴾۔	م رجب ۴۸۲ھ	الفقیہ، الامام الکبیر، فخر الاسلام، استاد الائمہ، امام الدنیا فی الفروع والاصول، الجامع بین اشتات العلوم ﴿۱۹۰﴾، کثیر التصانیف۔	i۔ کنز الاصول الی معرفۃ الرسول، ii۔ امالی، iii۔ شرح الجامع الکبیر فی الفروع، iv۔ سیرۃ المذھب فی صفۃ الادب، v۔ شرح تقویم الادلۃ، فی الاصول، vi۔ شرح الجامع الصحیح للبخاری، vii۔ شرح الجامع الصغیر للشیبانی فی الفروع viii۔ شرح زیادۃ الزیادات للشیبانی،	علمی خانوادہ ﴿۱۹۲﴾۔

www.toobaaelibrary.com

				ix۔غناء الفقہاء فی الفروع، x۔کشف الاستار فی التفسیر (القرآن) (۱۲۰ جلدیں)، xi۔المبسوط فخر الاسلام فی الفروع (گیارہ جلدیں)، xii۔اصول الامام فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی، xiii۔الطریقۃ، xiv۔شرح الھداد ﴿۱۹۱﴾۔	
۸۰۔	علی بن محمد بن محمد البسطامی۔	ولد ۴۰۰ھ م ۴۸۲ھ	قاضی، فقیہ ﴿۱۹۳﴾۔	——	——
۸۱۔	محمد بن احمد بن حامد بن عبید ابو جعفر البیکندی البخاری المتکلم۔	م ۴۸۲ھ	قاضی حلب، المتکلم، الفقیہ، ان کا شمار ابی عبداللہ الدامغانی قاضی القضاۃ کے طبقے میں ہوتا ہے ﴿۱۹۴﴾۔	i۔تحقیق الرسالۃ باوضح الدلالۃ فی النبوات، ii۔الرسالۃ المسعودیۃ فی المباحث النفیسۃ، iii۔الھدیٰ والارشاد لاھل الخیر والرشاد رداً علی ھبۃ اللہ الاسماعیلی ﴿۱۹۵﴾۔	——

www.toobaaelibrary.com

۸۲۔	محمد بن الحسین بن محمد بن الحسین البخاری المعروف بکر خواہر زادہ ﴿۱۹۶﴾۔	م ۴۸۳ھ	امام فاضل، فقیہ، حافظ "کان من عظماء ماوراء النہر" نعمان الوقت، شیخ الحنفیہ ﴿۱۹۷﴾۔ کثیر التصانیف	i۔ تجنیس فی الفروع / تجنیس خواہرزادہ، ii۔ شرح ادب القاضی لابی یوسف، iii۔ شرح الجامع الکبیر للشیبانی فی الفروع، iv۔ شرح مختصر القدوری، ۔ الفتاویٰ، vi۔ المبسوط فی الفروع، v vii۔ شرح الحیل الشرعیۃ للخصاف ﴿۱۹۸﴾۔	علمی خانوادہ ﴿۱۹۹﴾۔
۸۳۔	محمد بن ابی سہل احمد ابو بکر السرخسی ﴿۲۰۰﴾۔	ولد ۴۰۰ھ م ۴۸۳ھ	شمس الائمہ، الامام الکبیر، الفقیہ الحنفی "کان اماماً علامۃ حجۃ متکلماً مناظراً اصولیاً مجتہداً، الفحول الائمۃ الکبار" من کبیر علماء ماوراء النہر من غیر منازع" عظیم مصنف ﴿۲۰۱﴾۔	i۔ الاصول فی الفقہ، ii۔ امالی فی الفقہ، iii۔ شرح ادب القاضی لابی یوسف، iv۔ شرح الجامع الصغیر للشیبانی فی الفروع، v۔ شرح الجامع الکبیر للشیبانی فی الفروع، vi۔ شرح الحیل الشرعیۃ للخصاف، vii۔ شرح زیادۃ الزیادات للشیبانی، viii۔ شرح السیر الکبیر	ـــــــ

www.toobaaelibrary.com

				فی الفقہ، ix۔شرح کتاب الکسب للشیبانی، x۔شرح مختصر الطحاوی، xi۔صفة اشراط الساعة، xii۔المبسوط فی الفروع وھو شرح الکافی اللصدر الشھید (طبع ۳۰ جلدیں قاہرہ) xiii۔شرح کتاب النفقات للخصاف xiv۔الفوائد الامام ۔﴿۲۰۲﴾	
۸۴۔	عبدالرحیم بن عبدالسلام بن علی بن احمد بن محمد بن عبیداللہ بن محمد بن	م ۴۸۴ھ	" الحنفی احد القضاۃ الاعیان الفضلاء"	———	علمی خانوادہ ۔﴿۲۰۶﴾
۸۵	سعدویہ بن بشر بن اسحاق بن ابراہیم بن غیاث ابو زید الغیاثی ۔﴿۲۰۳﴾		﴿۲۰۴﴾"کان اماما مبرزا فاضلا عالما" ﴿۲۰۵﴾۔		
۸۶۔	علی بن الحسن الصندلی النیشاپوری ابوالحسن۔	م ۴۸۴ھ	فقیہ، فاضل، تلمیذ صیمری، زاہد ﴿۲۰۷﴾۔	تفسیر القرآن ۔﴿۲۰۸﴾	———
۸۷۔	محمد بن عبداللہ بن الحسین ابو بکر الناصح الحنفی قاضی القضاۃ الری الناصحی۔	م رجب ۴۸۴ھ	قاضی القضاۃ" کان فقیہا فاضلا مناظرا جدلا فیما عالما لہ ید فی علم الکلام"،ھو افضل اہل عصرہ فی الحنفیة و اعرفھم بالمذھب" ﴿۲۰۹﴾۔	———	علمی خانوادہ ۔﴿۲۱۰﴾

www.toobaaelibrary.com

۸۸۔	منصور بن احمد بن محمد ابو المظفر البسطامی الحنفی۔	م ۴۸۵ھ	فقیہ ﴿۲۱۱﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۲۱۲﴾۔
۸۹۔	مسعود بن عبدالعزیز بن محمد الرازی ابو ثابت۔	م ۴۸۵ھ	فقیہ، تلمیذ قاضی القضاۃ ابی عبداللہ الدامغانی، مدرس، بمسجد ابی عبداللہ الجرجانی ﴿۲۱۳﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۲۱۴﴾۔
۹۰۔	عبدالصمد بن عبدالملک بن علی بن احمد بن موسیٰ ابو سعید۔	م شوال ۴۸۵ھ	فقیہ، "رجل مشہور نبیل ثقہ من اصحاب ابی حنفیہ" ﴿۲۱۵﴾۔	ــــــ	ــــــ
۹۱۔	اسماعیل بن علی بن عبداللہ الحاکم الناصحی ابو الحسن بن ابی سعید۔	م ۴۸۶ھ	یکے از شہیر رجال، ثقہ ﴿۲۱۶﴾۔	ــــــ	ــــــ
۹۲۔	المستطب بن محمد بن اسامہ بن زید بن نعمان بن محمد ﴿۲۱۷﴾ بن سفیان الفرغانی ﴿۲۱۸﴾ ابو المظفر۔	ولد ۴۱۴ھ م رمضان / یوم الفطر ۴۸۶ھ	فقیہ کامل، ماہر علم الخلاف، مناظر "کان من فحول المناظرین، وکان لہ ید باسط فی النظر و الجدل" ﴿۲۱۹﴾۔	ــــــ	ــــــ
۹۳۔	علی بن ابی نصر الجرجانی ابو الحسن الفقیہ۔	م ۴۸۷ھ	فقیہ فاضل۔ وفور تفقہ کے باعث ان کا لقب ابی حنیفہ تھا ﴿۲۲۰﴾۔	ــــــ	ــــــ
۹۴۔	محمد بن الحسین بن علی بن احمد بن سہل ابو الفضل ﴿۲۲۱﴾ السہلوی ﴿۲۲۲﴾۔	م جمادی الآخر ۴۹۰ھ	مشہور فقیہ، واعظ ﴿۲۲۳﴾۔	ــــــ	ان کے اصحاب وتبعین نہایت کثرت سے تھے ﴿۲۲۴﴾۔ علمی خانوادہ ﴿۲۲۵﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۹۵۔	احمد بن عبدالعزیز ابوسعید البردعی ﴿۲۲۶﴾۔	م ۴۹۱ھ	فقیہ، مفتی، "کان علیه مدار الفتوی علی مذهب ابی حنیفة فی زمانه" ﴿۲۲۷﴾۔	———	یعقد له مجلس ویعظ ﴿۲۲۸﴾۔
۹۶۔	احمد بن محمد بن عبداللہ ابوالقاسم الخلیلی ﴿۲۲۹﴾ البلخی الزیادی ﴿۲۳۰﴾ الدھقان۔	م ۴۹۱ھ/ ۴۹۲ھ ﴿۲۳۱﴾	فقیہ ﴿۲۳۲﴾۔	———	———
۹۷۔	طراد بن محمد بن علی بن الحسین ﴿۲۳۳﴾ بن محمد بن عبدالوھاب بن سلیمان بن عبداللہ ابن محمد بن ابراہیم الامام بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب الزینبی ﴿۲۳۴﴾ ابو الفوارس من ولد زینب بنت سلیمان ﴿۲۳۵﴾ بن علی بن عبداللہ بن عباس۔	ولد ۳۹۸ھ م ذی قعدہ ۴۹۱ھ ﴿۲۳۶﴾	نقیب النقباء، لقب الکامل، فقیہ ﴿۲۳۷﴾	العوالی ﴿۲۳۸﴾۔	"املاء خمسا و عشرین مجلسا بجامع المنصور و املاء بمکة والمدینة مجالس ﴿۲۳۹﴾"، علی خانوادہ ﴿۲۴۰﴾۔
۹۸۔	عبدالباقی بن یوسف التبریزی ﴿۲۴۱﴾ المراغی ابوتراب۔	م ۴۹۱ھ	الامام، مدرس، کان من الائمة المتقنین و الفضلاء المبرزین ﴿۲۴۲﴾۔	———	———
۹۹۔	محمد بن عبداللہ بن احمد ابو المحاسن النیشاپوری الحمی ﴿۲۴۳﴾۔	ولد ۴۱۲ھ م ۴۹۱ھ	حنفی المذھب فقیہ ﴿۲۴۴﴾۔	———	المجمیه میں سب کے سب شافعی المذہب تھے لیکن یہ حنفی ہو گئے تھے ﴿۲۴۵﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۱۰۰۔	محمد بن محمد بن احمد بن حمزۃ بن الحسین بن القاسم بن حمزۃ بن الحسین/الحسن بن علی بن عبیداللہ بن الحسن بن عبیداللہ بن العباس بن علی بن ابی طالب العلوی ابوالو ضاح۔	م شوال ۴۹۱ھ	فقیہ کامل، مدرس مدرسہ قثم بن عباس بسمرقند" واقام علی التدریس و نشر العلم الی ان مات" ﴿۲۴۶﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۲۴۷﴾، درس وتدریس و فروغ فقہ حنفی میں مشغول رہے ﴿۲۴۸﴾۔
۱۰۱۔	مسعود بن محمد بن احمد بن عبیدالبخاری ابوالیمن۔	م۴۹۱ھ	فقیہ ﴿۲۴۹﴾۔	——	——
۱۰۲۔	اسماعیل بن علی بن محمد ابوابراہیم الفقیہ البشتنقانی ﴿۲۵۰﴾۔	م ذی قعدہ ۴۹۲ھ	فقیہ، رجل صالح ﴿۲۵۱﴾۔	——	——
۱۰۳۔	محمد بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن مجاہد البزدوی ابوالیسر قاضی الصدر ﴿۲۵۲﴾۔	ولد ۴۲۱ھ م رجب ۴۹۳ھ	قاضی القضاۃ بسمرقند، قاضی الصدر لقب "امام الائمۃ علی الاطلاق" الفقیہ الکبیر، یکے از فاضل فقہاء و مناظرین، صاحب تصنیف عالم، صدر الاسلام، مدرس فقہ ﴿۲۵۳﴾۔	i۔ مبسوط فی الفروع، ii۔ واقعات فی الفروع، iii۔ البدائع ﴿۲۵۴﴾۔	علمی خانوادہ ﴿۲۵۵﴾ بخارا میں کثرت سے املا کرائی اور فقہ کا درس دیا ﴿۲۵۶﴾۔
۱۰۴۔	محمد بن باناز ﴿۲۵۷﴾ بن امیرک بن شاہ الکبندوی ﴿۲۵۸﴾۔	ولد ۴۳۰ھ م۴۹۳ھ	امام فاضل، فقیہ ﴿۲۵۹﴾۔	——	——

www.toobaaelibrary.com

۱۰۵۔	محمد بن ابراہیم بن الحسن ابو بکر الرازی نزیل اسکندریہ۔	م ۴۹۳ھ	امام، زاہد عالم، فاضل، فقیہ،" وکان من اعیان الفقہاء " ومن الصلاح علی اعلیٰ طبقة "﴿۲۶۰﴾۔	———	———
۱۰۶۔	احمد بن عبدالرحمٰن بن اسحاق بن احمد بن عبداللہ ابونصر الریغذ مونی ﴿۲۶۱﴾ البخاری۔	ولد ۴۱۴ھ م ۴۹۳ھ	قاضی، امام فاضل، عاقل " یقدم علی العلماء ببخاری فی وقته " قاضی الجمال مشہور تھے ﴿۲۶۲﴾۔	i۔ الامالی، ii۔ غرر الشروط ودرر السموط ﴿۲۶۳﴾۔	بخارا میں امالی کی املاء کراتے تھے ﴿۲۶۴﴾ علمی خانوادہ ﴿۲۶۵﴾۔
۱۰۷۔	علی بن محمد بن احمد الرجی ابوالقاسم معروف بہ ابن السمنانی ﴿۲۶۶﴾۔	م ۴۹۳ھ	صاحب تصنیف فقیہ تلمیذ ابی عبداللہ الدامغانی م ۴۶۶ھ ﴿۲۶۷﴾۔	i۔ روضۃ القضاۃ وطریق النجاۃ فی ادب القضاۃ، ii۔ العروۃ الوثقیٰ فی الشروط ﴿۲۶۸﴾۔	———
۱۰۸۔	اسماعیل بن عبدالصادق بن عبداللہ بن سعید بن مسعدۃ بن میمون البیاری ﴿۲۶۹﴾ الخطیب۔	م ۴۹۴ھ	"فقیہا و رعا" ﴿۲۷۰﴾۔	———	علمی خانوادہ۔
۱۰۹۔	سعید بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن مکی الورغجنی ﴿۲۷۱﴾ النسفی الفقیہ۔	م ۴۹۴ھ	فقیہ فاضل ﴿۲۷۲﴾۔	———	علمی خانوادہ ﴿۲۷۳﴾۔
۱۱۰۔	فضل بن عبدالواحد بن الفضل بن عبدالصمد ابوالعباس السرخسی۔	ولد ۴۰۰ھ م ۴۹۴ھ	فقیہ، محدث ﴿۲۷۴﴾۔	———	———
۱۱۱۔	محمد بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن عبدالوارث ابن عبدان بن عبدالوارث ابو سعید ﴿۲۷۵﴾ العبدانی۔	م ۴۹۴ھ	فقیہ صالح، مکثرا من الحدیث ﴿۲۷۶﴾۔	وله مسودات و مجموعات ﴿۲۷۷﴾۔	———

www.toobaaelibrary.com

۱۱۲۔	محمد بن محمد بن محمد بن ابی محمد بن سلمان/سلیمان بن قریش ابن د نندہ بن خارج بن انوفید بن شیشیر الکسبوی ﴿۲۷۸﴾ ابوبکر۔	ولد ۴۳۹ھ م ۴۹۴ھ	فقیہ فاضل، مناظر ﴿۲۷۹﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۲۸۰﴾۔
۱۱۳۔	یحییٰ بن عبداللہ بن الحسین ابو صالح القاضی الامام۔	ولد ۴۱۵ھ م ۴۹۵ھ	امام ابن الامام، فقیہ فاضل، مفتی، مدرس، قاضی ﴿۲۸۱﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۲۸۲﴾، "بیت العلم والقضاء والامامۃ" ان کی مجلس املاء ہوئی تھی ﴿۲۸۳﴾۔
۱۱۴۔	عبدالرحمٰن بن عمر بن ثابت ابو مسلم التمیمی تیم عدی ابن بنت القاضی ابی جعفر السمنانی ﴿۲۸۴﴾۔	ولد ۴۱۶ھ ﴿۲۸۵﴾ م ۴۹۷ھ	قاضی، فقیہ ﴿۲۸۶﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۲۸۷﴾
۱۱۵۔	نعمان بن عبدالجبار بن عبدالحمید بن احمد بن حنیفی الزندخانی اخو ابی الحارث عبدالحمید ابوحنیفہ۔	م فی حدود ۵۰۰ھ	کان فقیہا ورعا واعظاً ﴿۲۸۸﴾۔	——	——
۱۱۶۔	محمد بن ابراہیم بن انوش بن ابراہیم بن محمد ابو بکر الحصیری البخاری ﴿۲۸۹﴾۔	م ۵۰۰ھ	فقیہ فاضل، تلمیذ شمس الائمہ سرخسی ﴿۲۹۰﴾۔	——	المبسوط کے تمام نسخے ان ہی سے روایت ہونے کا بھی امکان ہے ﴿۲۹۱﴾

www.toobaaelibrary.com

پانچویں صدی ہجری فقہاء احناف (بدون سن وفات)

نمبر شمار	نام ونسب / کنیت / القب وغیرہ	قاضی، فقیہہ، علمی مقام ومرتبہ	مئولفات / مصنفات	کیفیت
ا۔	ابراہیم بن محمد بن علی بن غالب الاسترابادی ابوالقاسم۔	اپنے والد سے جو کہ محدث صمیری کے اصحاب میں سے تھے فقہ حاصل کی، فقیہہ فاضل۔﴿۲۹۲﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۲۹۳﴾۔
۲۔	احمد بن اسحاق بن شبیب بن نصر بن شبیب ابونصر الفقیہہ الادیب الصغار﴿۲۹۴﴾۔	بخارا میں فقہ اور ادب میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا، فقیہہ فاضل ﴿۲۹۵﴾	کثرت سے تصانیف تھیں ﴿۲۹۶﴾۔	ــــــ
۳۔	احمد بن محمد بن منصور بن ابی الحارث۔	فقیہہ، قاضی سرخس۔ ﴿۲۹۷﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ۔
۴۔	احمد بن محمد بن نصر بن احمد بن محمد بن جبرئیل الامام ابو نصر النسفی ولد ۴۴۲ھ۔	نسف کے ائمہ میں سے تھے ﴿۲۹۸﴾۔	ــــــ	ــــــ
۵۔	اسحاق بن احمد شیث ابونصر البخاری الصفار۔	فقیہہ﴿۲۹۹﴾۔	ــــــ	ــــــ
۶۔	اسعد بن عبداللہ بن حمزہ الفقیہہ الحاکم الغوبدنی﴿۳۰۰﴾۔	فقیہہ، یروی مصنفات محمد بن الحسن عن والده عن محمد بن ابی سعید عن جده یعقوب عن ابی سلیمان جوزجانی عن محمدؒ﴿۳۰۱﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۳۰۲﴾۔
۷۔	اسماعیل بن محمد (م ۴۱۷ھ) بن محمد بن احمد بن الطیب ابن الکماری ولد ۳۸۴ھ۔	قاضی واسط﴿۳۰۳﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۳۰۴﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۸۔	حاتم بن منصور بن اسماعیل ابو حرۃ الھروی ﴿۳۰۵﴾۔	شیخ۔فقیہ ﴿۳۰۶﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۳۰۷﴾۔
۹۔	حسن بن محمد بن ابراہیم بن اسحاق النوبذینی۔	فقیہ ﴿۳۰۸﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۳۰۹﴾۔
۱۰۔	زیاد بن الیاس ابو المعانی ظہیر الدین۔	تلمیذ بزدوی فخر الاسلام م ۴۸۲ھ،فقیہ۔فرغانہ کے کبار مشائخ احناف میں انکا شمار ہوتا تھا ﴿۳۱۰﴾۔	ــــــ	ــــــ
۱۱۔	صاعد بن عبداللہ بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن حسکان الحسکانی الحذاء ابو سعید۔	فقیہ ﴿۳۱۱﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۳۱۲﴾۔
۱۲۔	عبداللہ بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حسکان۔	فقیہ ﴿۳۱۳﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۳۱۴﴾۔
۱۳۔	عبداللہ بن علی الکندی ابو محمد۔	لقب سیف الدین، یہ مسعود بن الحسین الکشانی م ۵۲۰ھ کے استاد تھے ﴿۳۱۵﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۳۱۶﴾۔
۱۴۔	عبداللہ بن مسعود (م ۴۷۱ھ) عبدالعزیز بن محمد بن احمد بن موسیٰ السماک ﴿۳۱۷﴾ الرازی البغدادی القاضی ابوالعلاء بن ابی ثابت۔	فقیہ، قاضی ﴿۳۱۸﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۳۱۹﴾۔
۱۵۔	عبدالجبار بن احمد بن احمد بن الحسن بن محمد بن الیمان بن ابی الفتح ابو یعلی ابن ابی عبداللہ الدیناری ﴿۳۲۰﴾۔	فقیہ ﴿۳۲۱﴾۔	ــــــ	ــــــ
۱۶۔	عبدالحمید بن عبدالرحمن بن احمد العبدانی ﴿۳۲۲﴾ ابو القاسم المعروف خواہرزادہ (والدہ محمد بن عبدالخالق م ۵۰۲ھ)۔	"کان اماما فاضلا عالما" ﴿۳۲۳﴾۔	ــــــ	علمی خانوادہ ﴿۳۲۴﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۱۷۔	عبدالرحمٰن بن اسحاق الریغذ موفی ابو احمد (والد احمد بن عبدالرحمٰن م ۴۹۳ھ)۔	فقیہہ ﴿۳۲۵﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۳۲۶﴾۔
۱۸۔	عبدالسلام بن علی والد عبدالرحیم۔	فقیہہ ﴿۳۲۷﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۳۲۸﴾۔
۱۹۔	عبدالغفار بن عبدالسلام بن علی بن احمد بن محمد بن عبداللہ۔	فقیہہ ﴿۳۲۹﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۳۳۰﴾۔
۲۰۔	عبدالوہاب بن محمد بن احمد بن نصر النسفی۔	قاضی، تلمیذ الامام القاضی صاعد بن محمد م ۴۳۲ھ۔ فقیہہ فاضل۔ یکے از کبار فقہاء احناف ﴿۳۳۱﴾۔	——	——
۲۱۔	عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن حسکان ابوالقاسم الحسکانی ﴿۳۳۲﴾۔	"حافظ المتقن من اصحاب ابی حنیفۃ۔ فاضل" ﴿۳۳۳﴾۔	"سمع و انتخب و جمع الابواب والکتب و الطرق" ﴿۳۳۴﴾۔	علمی خانوادہ ﴿۳۳۵﴾ ان سے دارقُطنی نے روایت کی ہے۔ ﴿۳۳۶﴾۔
۲۲۔	عبیداللہ بن عبداللہ ابوالقاسم البصری،	فقیہہ فاضل، قاضی نسف ﴿۳۳۷﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۳۳۸﴾۔
۲۳۔	عُتیق ﴿۳۳۹﴾ القاضی ابو طاہر سعید الرازی۔	قاضی، یکے از کبار فقہاء احناف، تلمیذ ابوالعباس الناطفی م ۴۴۶ھ ﴿۳۴۰﴾۔	——	——
۲۴۔	علی الشویخی ﴿۳۴۱﴾۔	فقیہہ، تلمیذ القاضی ابوعلی الحسین بن الخضر النسفی م ۴۲۸ھ ﴿۳۴۲﴾۔	——	طالبان فقہ ان کے پاس علم حاصل کرنے آتے تھے ﴿۳۴۳﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۲۵۔	عمر بن حبیب بن علی الزندراسی ابو حفص القاضی الامام۔	"وکان من جملة العلماء و المتبحرین فی فن الفقه و الخلاف صاحب النظر فی دقائق الفتویٰ و القضاة، قاضی، فقیہ، یکے از کبار اصحاب شمس الائمہ سرخسی م ۴۸۳ھ۔ ﴿۳۴۴﴾۔	——	شمس الائمہ سرخسی کی مسند درس انہی نے سنبھالی ﴿۳۴۵﴾۔
۲۶۔	عمر محمد بن احمد بن محمد بن یوسف بن اسماعیل بن شاہ الخوارزمی البرقی۔	فقیہ ﴿۳۴۶﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۳۴۷﴾ "بیت کبیر من خوارزم ﴿۳۴۸﴾
۲۷۔	فضل بن عباس بن یحییٰ بن الحسین الصاغانی ﴿۳۴۹﴾ الحنفی ابو العباس۔	صاحب تصنیف، فقیہ، ان سے خطیب بغدادی نے ۴۲۰ھ میں بغداد میں حدیث سنی ﴿۳۵۰﴾۔	کتاب القرآت ﴿۳۵۱﴾۔	——
۲۸۔	لقمان بن حکیم بن الفضل۔	فقیہ، زاہد، تلمیذ امام ابی اللیث نصر بن محمد السمرقندی م ۳۸۳ھ، صاحب تصنیف عالم ﴿۳۵۲﴾۔	i۔ کتاب التفسیر، ii۔ تنبیہ الغافلین ﴿۳۵۳﴾۔	——
۲۹۔	محمد بن احمد بن حمزة بن الحسین بن القاسم بن حمزة بن الحسن بن علی بن عبیداللہ بن الحسن بن عبیداللہ بن العباس بن علی بن ابی طالب العلوی ابو شجاع (والد محمد بن محمد م ۴۹۱ھ)۔	فقیہ ﴿۳۵۴﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۳۵۵﴾۔
۳۰۔	محمد بن احمد بن علی الاسترابادی (والد حسن بن محمد م ۵۰۲ھ)۔	فقیہ ﴿۳۵۶﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۳۵۷﴾۔
۳۱۔	محمد بن احمد بن محمود ابو المؤید المایمرغی النسفی ﴿۳۵۸﴾ ولد ۴۴۲ھ۔	فقیہ، فاضل "کان اماما فاضلا" ﴿۳۵۹﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۳۶۰﴾۔

www.toobaaelibrary.com

۳۲۔	محمد بن الحسین بن منصور ابو بکر النسفی۔	فقیہ، تلمیذ شمس الائمہ حلوانی م ۴۴۸ھ ﴿۳۶۱﴾۔	——	——
۳۳۔	محمد بن عبدالعزیز بن محمد بن احمد القنطری ﴿۳۶۲﴾ ابوعمرو المروزی۔	فقیہ، فاضل، قدم نیشا پور مع القاضی ابی علی النسفی (م ۴۲۸ھ) ﴿۳۶۳﴾۔	——	——
۳۴۔	محمد بن علی بن احمد الاسماعیلی ابو طاہر البخاری۔	قاضی، فقیہ ﴿۳۶۴﴾۔	راوی عن جده کتاب اللؤلؤیات وشمائل ﴿۳۶۵﴾۔	من بیت العلم و الریاسة ﴿۳۶۶﴾۔
۳۵۔	محمد بن علی بن خیدر الامام۔	الفقیہ الزاہد، تلمیذ ابی علی النسفی م ۴۲۸ھ ﴿۳۶۷﴾۔	——	——
۳۶۔	محمد بن علی بن غالب الاسترابادی ولد ۴۴۱ھ	فقیہ، مدرس "کان من اصحاب الصیمری" ﴿۳۶۸﴾۔	——	علمی خانوادہ ﴿۳۶۹﴾۔
۳۷۔	محمد بن ابی الفضل محمد السرخسی ابوالحارث۔	فقیہ من طبقة الدامغانی، تلمیذ الامام ابی الحسن احمد بن محمد القدوری (م ۴۲۸ھ) "ما جاء من خراسان و عین النهرا فقه منه" ﴿۳۷۰﴾۔	——	——
۳۸۔	محمد بن یحییٰ البکرابادی ابوعبداللہ۔	متکلم، فقیہ، یکے از مشائخ ماوراء النہر۔ تلمیذ ابو جعفر محمد بن احمد البخاری (م ۴۹۱ھ) ﴿۳۷۱﴾۔	——	——
۳۹۔	محمود بن عبدالعزیز بن عبدالرزاق الوراق۔	فقیہ، فاضل، عالم ﴿۳۷۲﴾	——	علمی خانوادہ ﴿۳۷۳﴾۔
۴۰۔	مسعود بن محمد بن ثابت الرازی	فقیہ، یکے از اصحاب ابی عبداللہ الدامغانی ﴿۳۷۴﴾۔	——	——

www.toobaaelibrary.com

۴۱۔	معلی بن عبدالعزیز بن عبدالرزاق۔	فقیہ، عالم، فاضل ﴿۳۷۵﴾	———	علمی خانوادہ ﴿۳۷۶﴾۔
۴۲۔	منصور بن محمد بن محمد بن عبداللہ الازدی الھروی۔	قاضی، فقیہ، "شاع ذکرہ فی الآفاق واطبق الفضلاء علی فضلہ نظما ونثرا علی الاطلاق وھو مستغن عن شھرتہ وتفریط فضلہ وتشنیفہ ﴿۳۷۷﴾۔	———	علمی خانوادہ (اعقاب بہراۃ ﴿۳۷۸﴾ (یعنی ہرات میں بزرگوں کی نشانی)۔
۴۳۔	یوسف بن منصور بن ابراہیم بن الفضل بن محمد بن شاکر بن نوح بن سیار السیاری ﴿۳۷۹﴾ ابو یعقوب النیشاپوری۔	فقیہ، تلمیذ الامام ابی اسحاق محمد بن منصور النوقدی ۴۳۴ھ ﴿۳۸۰﴾۔	———	———

www.toobaaelibrary.com

حواشی ضمیمہ "ھ"۔۔۔(باب ششم)

﴿١ خطیب، (الحافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی م ۴۶۳ھ: تاریخ بغداد، مطبعة السعادة مصر ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۱ء ج ۶ ص ۳۱۰) اور ابن جوزی، (ابی الفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد م ۵۹۷ھ: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم۔ دارالکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء ج ۱۵ ص ۸۵) نے "الحسن" لکھا ہے جب کہ القرشی، (محمد عبدالقادر م ۷۷۵ھ: الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ میر محمد کتب خانہ کراچی ج ۱ ص ۱۴۷۔ ۱۴۸ نمبر ۳۲۸) نے "الحسین" لکھا ہے۔

﴿٢ خطیب ج ۶ ص ۳۱۰۔ ابن جوزی ج ۱۵ ص ۸۵۔

﴿٣ خطیب ج ۶ ص ۳۱۰۔

﴿٤ القرشی ج ۱ ص ۱۴۷۔ ۱۴۸ نمبر ۳۲۸۔

﴿٥ خطیب ج ۳ ص ۲۴۷۔

﴿٦ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۵۰ باب ششم۔

﴿٧ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۵۰۲ باب ششم۔

﴿٨ (الشِیَائی) بالشین المنقوطة المکسورة والیاء المفتوحة من تحتها بنقطتین وهی قریة من قری بخاری۔ (سمعانی، ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی م ۵۶۲ھ: الانساب۔ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۳۸۲ھ ج ۸ ص ۱۹۷) اسے "شِیا" بھی کہتے تھے (ایضاً)۔

﴿٩ سمعانی ج ۸ ص ۱۹۸۔

﴿١٠ القرشی ج ۱ ص ۳۱۷ نمبر ۸۴۵۔

﴿١١ (الأُستَرُوشَنی) بضم الالف و سکون السین المهملة و ضم الراء سکون الواو فتح الشین المعجمة وفی آخرها النون نسبة الی استروشنه بلدة کبیرة وراء سمرقند من سیحون (القرشی ج ۲ ص ۲۸۲ نمبر ۲۳۴ کتاب الانساب)۔

﴿١٢ القرشی ج ۲ ص ۱۰۵ نمبر ۳۱۹۔

﴿١٣ ایضاً ج ۱ ص ۳۴۲۔ ۳۴۳ نمبر ۹۴۰۔

﴿١٤ ایضاً۔

﴿١٥ ایضاً۔

﴿١٦ سمعانی ج ۱۰ ص ۸۹، جب کہ القرشی نے یہاں بجائے "نعیم" کے "ابراہیم" لکھا ہے (القرشی ج ۱ ص ۴۰۱ نمبر ۱۱۱۲)۔

﴿١٧ سمعانی ج ۱۰ ص ۸۹۔ القرشی ج ۱ ص ۴۰۱ نمبر ۱۱۱۲۔

﴿١٨ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۹ نمبر ۳۶۱۔

﴿١٩ ملاحظہ ہو ایضاً ج ۲ ص ۱۷۱ نمبر ۵۲۲۔

﴿٢٠ ملاحظہ ہو ایضاً ج ۲ ص ۱۸۴ نمبر ۵۷۰۔

www.toobaaelibrary.com

۲۱﴾ ملاحظہ ہو ایضاً ج۱ص۱۳۶ نمبر۲۹۳۔

۲۲﴾ (الـحِيُوثى) بكسر الحاء و ضم الياء (آخر الحروف) و سكون الواو و فى آخرها ء' أخرى (القرشی ج۲ ص۲۳۶ نمبر۷۳۷)۔ اس تصریح میں یہی الفاظ ہیں لیکن بلحاظ معنی چھوٹی خطوط وحدانی کے اندر والے الفاظ اس عبارت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔

۲۳﴾ ایضاً۔

۲۴﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۰۰۔۴۰۲ از باب ششم۔

۲۵﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۰۳۔۴۰۶ از باب ششم۔

۲۶﴾ القرشی ج۲ص۳۰۔۳۱ نمبر۹۱۔

۲۷﴾ ایضاً ج۲ص۲۱۰ نمبر۶۶۰۔

۲۸﴾ ایضاً۔

۲۹﴾ " باختيار المشائخ اياه فلذالك قيل له المختار" (القرشی ج۱ص۳۱۱ نمبر۸۲۷)۔

۳۰﴾ ایضاً۔

۳۱﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۴۷۳ از باب ششم۔

۳۲﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۷۴، ۴۷۶۔۴۷۷ از باب ششم۔

۳۳﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۵۱۶۔۵۱۸ از باب ششم۔

۳۴﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ ۵۱۹ از باب ششم۔

۳۵﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۵۲۲۔۵۲۴ از باب ششم۔

۳۶﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ ۵۲۳ از باب ششم۔

۳۷﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۱۰ تا ۲۱۳ از باب ششم۔

۳۸﴾ القرشی ج۲ص۱۷۱ نمبر۵۲۱۔

۳۹﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۹۵۔۲۹۶ از باب ششم۔

۴۰﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۹۷ تا ۳۰۰ از باب ششم۔

۴۱﴾ سمعانی ج۱۳ص۲۰۸۔۲۰۹۔

۴۲﴾ القرشی ج۲ص۱۴۱۔۱۴۲ نمبر۴۳۲۔

۴۳﴾ ایضاً۔

۴۴﴾ سمعانی ج۱۰ص۸۸، جب کہ القرشی نے "نعیم" کی بجائے "ابراہیم" لکھا ہے (ایضاً ج۱ص۲۱۶۔۲۱۷ نمبر۵۳۸)۔

۴۵﴾ سمعانی ج۱۰ص۸۸۔

۴۶﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج۱ص۲۰۰ نمبر۴۹۴۔ ایضاً ج۲ص۳ نمبر۳۔

۴۷﴾ ایضاً ج۱ص۱۹۵ نمبر۴۵۴۔

۴۸﴾ ملاحظہ ہو بغدادی، اسماعیل پاشا: ہدیۃ العارفین واسماء المؤلفین وآثار المصنفین۔ استنبول ۱۹۵۵ء ج۵ص۳۰۸۔۳۰۹۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۴۹﴾ (الهَرَوی) بفتح الهاء والراء المهملة ، هذه النسبة الى بلدة هراةؔ، وهی احدی بلا د خراسان (سمعانی ج۱۳ص۴۰۳)۔

﴿۵۰﴾ القرشی ج۱ص۲۵۴ نمبر۶۶۳۔

﴿۵۱﴾ ایضاً۔

﴿۵۲﴾ "ودرست لقب جده محمد بن عزیز (القرشی ج۱ص۳۰۹ نمبر۸۱۹)۔

﴿۵۳﴾ ایضاً۔

﴿۵۴﴾ ایضاً۔

﴿۵۵﴾ ایضاً ج۲ص۲۰۸ نمبر۶۵۲۔

﴿۵۶﴾ ایضاً۔

﴿۵۷﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۳۰۴ از باب ششم۔

﴿۵۸﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۰۶ تا ۳۱۰ از باب ششم۔

﴿۵۹﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۳۰۲ از باب ششم۔

﴿۶۰﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۲۸۱ از باب ششم۔

﴿۶۱﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۸۲ تا ۲۹۲ از باب ششم۔

﴿۶۲﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۲۸۱ از باب ششم۔

﴿۶۳﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۱۰ از باب ششم۔

﴿۶۴﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۱۱۱ از باب ششم۔

﴿۶۵﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۱۱۲ از باب ششم۔

﴿۶۶﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۴ ۔ ۱۲۵ از باب ششم۔

﴿۶۷﴾ القرشی ج۲ص۶۱ نمبر۱۹۳۔

﴿۶۸﴾ ملاحظہ ہوں حاشیہ نمبر۴۹۴ از باب ششم۔

﴿۶۹﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۹۵ ۔ ۴۹۸ از باب ششم۔

﴿۷۰﴾ ملاحظہ ہوں حاشیہ نمبر۴۹۹ از باب ششم۔

﴿۷۱﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۴۸ تا ۳۴۹ از باب ششم۔

﴿۷۲﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۵۱ تا ۳۵۴ از باب ششم۔

﴿۷۳﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۳۵۰ از باب ششم۔

﴿۷۴﴾ ملاحظہ ہو خطیب ج۱۱ص۳۴۲۔

﴿۷۵﴾ سمعانی ج۵ص۱۶۸۔

﴿۷۶﴾ خطیب ج۱۱ص۳۴۲۔

﴿۷۷﴾ ابراہیم بن نصرویہ الفقیہہ (القرشی ج۱ص۵۰ نمبر۵۵)۔ ان کے والد اور اسحاق بن ابراہیم الفقیہہ م ۳۱۱ھ مذکورہ قبلہ (القرشی ج۱

www.toobaaelibrary.com

ص۱۳۶ نمبر ۲۹۳) ان کے بھائی تھے۔

۷۸ القرشی ج ا ص ۱۵۱۔۱۵۲ نمبر ۳۳۷۔

۷۹ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۷۵ تا ۲۷۹ از باب ششم۔

۸۰ ان کے والد صاعد بن محمد اور دیگر کا ذکر ہم درج بالا حواشی میں زیر نمبر ۵۷ تا ۵۹ کر چکے ہیں۔ مزید ملاحظہ ہوں حواشی ۱۱۸، ۱۸۵ اور القرشی ج ا ص ۱۰۵۔۱۰۶ نمبر ۲۰۸۔ ایضاً ج ا ص ۲۷۷ نمبر ۷۳۴۔

۸۱ ایضاً ج ا ص ۲۷۷ نمبر ۷۳۷۔

۸۲ ایضاً ج ا ص ۲۷۷ نمبر ۷۳۴۔

۸۳ ملاحظہ ہوں حاشیہ مذکورہ بالا نمبر ۸۰۔

۸۴ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۴۲۔۲۴۳ از باب ششم۔

۸۵ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۴۴ تا ۲۵۷ از باب ششم۔

۸۶ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۲۳ تا ۳۲۵ از باب ششم۔

۸۷ ملاحظہ ہوں حاشیہ ۳۲۶ از باب ششم۔

۸۸ ملاحظہ ہوں حاشیہ ۳۲۸ از باب ششم۔

۸۹ ملاحظہ ہوں حاشیہ ۳۲۷ از باب ششم۔

۹۰ تصنیفات کے لیے ملاحظہ ہوں حواشی ۳۳۳ تا ۳۳۸ از باب ششم

۹۱ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۳۲۹ از باب ششم۔

۹۲ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۳۹ تا ۳۴۱ از باب ششم۔

۹۳ القرشی ج ا ص ۱۰۰ نمبر ۱۹۸۔

۹۴ ایضاً۔

۹۵ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۰ تا ۳۲ از باب ششم۔

۹۶ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۸ تا ۵۲ از باب ششم۔

۹۷ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۳۶ از باب ششم ۔

۹۸ مالک رام و مختار الدین احمد (مرتبہ): نذر عرشی۔ نئی دلی۔ مقالہ بعنوان شمس الائمہ سرخسی از ڈاکٹر حمید اللہ ص ۱۲۳۔

۹۹ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۲۹۔۲۳۰ از باب ششم۔

۱۰۰ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۳۶۔ ۲۳۷، ۲۳۹ از باب ششم۔

۱۰۱ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۳۳۔۲۳۷ از باب ششم۔

۱۰۲ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۴۲۔۴۴۳ از باب ششم۔

۱۰۳ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۴۶، ۴۴۸ از باب ششم۔

۱۰۴ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۵۰ تا ۴۵۳ از باب ششم۔

۱۰۵ ملاحظہ ہوں حاشیہ ۴۴۹ از باب ششم و متن الامام المذکور۔

www.toobaaelibrary.com

۱۰۶ ملاحظہ ہوں حواشی ۵۰۸ تا ۵۱۳ از باب ششم۔

۱۰۷ القرشی ج۲ ص۱۲۰ نمبر ۳۶۹۔

۱۰۸ ایضاً ج۲ ص۱۲۲ نمبر ۳۷۷۔

۱۰۹ ایضاً ج۲ ص۱۸۲ نمبر ۵۶۲۔

۱۱۰ ایضاً۔

۱۱۱ سمعانی ج۱۳ ص۱۹۳۔۱۹۴۔

۱۱۲ اسماعیل بن محمد بن ابراہیم النوحی ولد ۴۲۳ھ م ۴۸۱ھ (سمعانی ج۱۳ ص۱۹۳۔۱۹۴۔ القرشی ج۱ ص۱۵۹ نمبر ۳۵۱)۔

۱۱۳ اسحاق بن محمد بن ابراہیم النوحی ولد ۴۳۲ھ م ۵۱۸ھ۔ (سمعانی ج۱۳ ص۱۹۳، القرشی ج۱ ص۱۳۸ نمبر ۳۰۱)۔

۱۱۴ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم النوحی ولد ۴۳۶ھ م ۵۱۱ھ (سمعانی ج۱۳ ص۱۹۴۔ القرشی ج۱ ص۴۴ نمبر ۳۷)۔

۱۱۵ یعقوب بن محمد بن ابراہیم النوحی (سمعانی ج۱۳ ص۱۹۴)۔

۱۱۶ القرشی ج۲ ص۲۱۶۔۲۱۷ نمبر ۶۷۷۔

۱۱۷ ایضاً۔

۱۱۸ ملاحظہ ہوں حواشی ضمیمہ ھذا نمبرات ۵۷ تا ۵۹، ۸۰، ۱۸۵۔ القرشی ج۲ ص۲۲ نمبر ۶۱۔

۱۱۹ القرشی ج۱ ص۱۴۶ نمبر ۳۲۲۔

۱۲۰ ایضاً۔

۱۲۱ مالک رام ص۱۲۵۔

۱۲۲ هذه النسبة الى بيع الثياب (سمعانی ج۱۱ ص۵۷)۔

۱۲۳ القرشی ج۱ ص۱۶۰ نمبر ۳۵۵۔

۱۲۴ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۶۵۔۳۶۶ از باب ششم۔

۱۲۵ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۶۸۔۳۷۲ از باب ششم۔

۱۲۶ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۰۷۔۴۰۸ از باب ششم۔

۱۲۷ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۴۰۹ از باب ششم۔

۱۲۸ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۱۱ تا ۴۱۴ از باب ششم۔

۱۲۹ القرشی ج۱ ص۳۶۱ نمبر ۹۹۵۔

۱۳۰ ایضاً و ایضاً ج۱ ص۲۹۶ نمبر ۷۸۴۔

۱۳۱ ایضاً ج۱ ص۲۰۷ نمبر ۵۱۴۔

۱۳۲ "(الغَزَقی) بفتح الغين و الزاى المعجمتين و فى آخرها القاف هذه النسبة الى قرية بمرو (سمعانی ج۱۰ ص۳۳)۔ سمعانی مزید لکھتے ہیں کہ میں مرو کے کسی قریے "غزق" سے آگاہ نہیں ہوں بلکہ یہ "غرق" ہے۔ البتہ ماوراء النہر فرغانہ میں "غزق" نامی قریہ ہے (ایضاً ج۱۰ ص۳۴)۔

۱۳۳ ایضاً۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۳۴﴾ القرشی ج ۲ ص ۳ نمبر ۴۔

﴿۱۳۵﴾ (الکَرمِینی) بفتح الکاف و سکون الراء و کسر المیم و الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها والنون فی آخرها، هذه النسبة الی کرمینیة وهی احدی بلاد ماوراء النهر علی ثمانیة عشر فرسخا من بخاری (سمعانی ج ۱۱ ص ۸۸)۔

﴿۱۳۶﴾ القرشی ج ۱ ص ۳۰۱۔۳۱۱ نمبر ۸۲۵۔

﴿۱۳۷﴾ ایضاً ج ۱ ص ۳۶۴ نمبر ۱۰۱۱۔

﴿۱۳۸﴾ ان کے بیٹے عبیداللہ بن علی بن عبیداللہ م ۵۱۲ھ (القرشی ج ۱ ص ۳۳۸ نمبر ۹۲۷) اور پوتے محمد بن عبیداللہ بن علی بن عبیداللہ م ۵۷۱ھ (القرشی ج ۲ ص ۸۸۔۸۹ نمبر ۲۹۲) دونوں نامور فقیہہ تھے۔

﴿۱۳۹﴾ (الجُورِی) بضم الجیم و فی آخرها الراء، هذه النسبة الی الجور وهی بلدة من بلاد فارس (سمعانی ج ۳ ص ۳۹۶)۔

﴿۱۴۰﴾ ایضاً ج ۳ ص ۳۹۸، جب کہ القرشی نے ان کا سن وفات ۴۶۷ھ لکھا ہے (القرشی ج ۱ ص ۳۸۶ نمبر ۱۰۶۴)۔

﴿۱۴۱﴾ سمعانی ج ۳ ص ۳۹۸۔ القرشی ج ۱ ص ۳۸۶ نمبر ۱۰۶۴۔

﴿۱۴۲﴾ القرشی ج ۱ ص ۳۳۰ نمبر ۸۹۵۔

﴿۱۴۳﴾ ایضاً۔

﴿۱۴۴﴾ ایضاً ج ۲ ص ۳۶ نمبر ۱۴۴۔

﴿۱۴۵﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۵۳۱ از باب ششم۔

﴿۱۴۶﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۵۲۹ از باب ششم۔

﴿۱۴۷﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۵۲۵ تا ۱۵۲۷ از باب ششم و حواشی ضمیمہ ھذا ۵۷ تا ۵۹، ۸۰، ۱۱۸۔

﴿۱۴۸﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۵۳۱ از باب ششم۔

﴿۱۴۹﴾ (القَصّاری) بفتح والصاد المهملة بعدها الف و فی آخرها الراء، هذه النسبة الی القَصّار، وهوالذی یقصر الثیاب ...... اختص بهذا اہل خوارزم و آمل طبرستان (سمعانی ج ۱۰ ص ۴۳۴)۔

﴿۱۵۰﴾ ملاحظہ ہو ابن جوزی ج ۱۶ ص ۲۱۸۔۲۱۹۔ سمعانی ج ۱۰ ص ۲۳۵۔ القرشی ج ۱ ص ۱۹۱۔۱۹۲۔

﴿۱۵۱﴾ ایضاً۔

﴿۱۵۲﴾ ایضاً ج ۱ ص ۳۶۴ نمبر ۱۰۰۷۔

﴿۱۵۳﴾ ایضاً۔

﴿۱۵۴﴾ سمعانی ج ۱۲ ص ۱۹۵۔ جب کہ القرشی نے بجائے "جعد" کے "جعفر" لکھا ہے (القرشی ج ۲ ص ۳۴۶ نمبر ۲۸۲)۔

﴿۱۵۵﴾ (المَرغِینَانی) بفتح المیم و سکون الراء و کسر الغین و سکون الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها وفتح النون و فی آخرها نون اخری، هذه النسبة الی مَرغِینَان، وهی بلدة من بلاد فرغانة (سمعانی ج ۱۲ ص ۱۹۴)۔

﴿۱۵۶﴾ ایضاً ج ۱۲ ص ۱۹۴۔۱۹۵۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۵۷﴾ ملاحظہ ہو ایضاً۔ القرشی ج ۱ ص ۳۶۴ نمبر ۱۰۱۰۔ ایضاً ج ۲ ص ۱۷۷ نمبر ۵۴۴۔

﴿۱۵۸﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۴۵۴ از باب ششم۔

﴿۱۵۹﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۵۵ تا ۴۵۷ از باب ششم۔

﴿۱۶۰﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۵۹ تا ۴۶۷ از باب ششم۔

﴿۱۶۱﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۶۸ تا ۴۷۱ از باب ششم۔

﴿۱۶۲﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ ۴۶۶ از باب ششم۔

﴿۱۶۳﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۴۶۰ از باب ششم۔

﴿۱۶۴﴾ القرشی ج ۲ ص ۱۴۱ نمبر ۴۳۱۔

﴿۱۶۵﴾ ایضاً۔

﴿۱۶۶﴾ ایضاً ج ۲ ص ۸۴ نمبر ۲۵۰۔

﴿۱۶۷﴾ ایضاً۔

﴿۱۶۸﴾ (الحَجَاجی) بفتح الحاء المهملة والألف بين الجيمين اولها مفتوحة مشددة، هذه النسبة الى الحجاج (سمعانی ج ۴ ص ۶۲)۔

﴿۱۶۹﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۵۹ نمبر ۳۵۲۔

﴿۱۷۰﴾ سمعانی ج ۴ ص ۶۳۔

﴿۱۷۱﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۵۸۔۲۵۹ از باب ششم۔

﴿۱۷۲﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۶۰۔۲۶۲ از باب ششم۔

﴿۱۷۳﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۶۳۔۲۷۱ از باب ششم۔

﴿۱۷۴﴾ سمعانی ج ۱ ص ۱۰۶۔ وحاشیہ ۲۸۰ ضمیمہ ھذا۔

﴿۱۷۵﴾ (السَکّانی) بفتح السين المهملة و الكاف وفی آخرها النون، هذه النسبة الى سكان، وهی قرية من قرى اربنجن من السغد (سمعانی ج ۷ ص ۱۵۴)۔

﴿۱۷۶﴾ القرشی ج ۱ ص ۲۹۸ نمبر ۷۹۰۔ عبدالخالق مشہور فقیہہ و قاضی محمد بن عبدالخالق م ۵۰۲ھ کے والد تھے (القرشی ج ۲ ص ۷۵ نمبر ۲۲۵)۔

﴿۱۷۷﴾ سمعانی ج ۴ ص ۲۱۶۔

﴿۱۷۸﴾ القرشی ج ۱ ص ۱۴۵ نمبر ۳۱۹۔ جبکہ سمعانی نے ان کا نسب بجائے اسماعیل بن ابراہیم کے اسماعیل بن محمد بن ابراہیم لکھا ہے (سمعانی ج ۱۳ ص ۱۹۳۔۱۹۴)۔

﴿۱۷۹﴾ ایضاً۔

﴿۱۸۰﴾ ایضاً۔

﴿۱۸۱﴾ (الأندَقی) بفتح الالف و سكون النون و فتح الدال المهملة وفی آخرها القاف، هذه النسبة الى أندق وهی قرية من قرى بخارى على عشرة فراسخ (سمعانی ج ۱ ص ۳۶۳)۔

www.toobaaelibrary.com

۱۸۲ ایضاً۔

۱۸۳ القرشی ج۱ ص۳۲۷ نمبر۸۸۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سمعانی ج۱ ص۳۶۳۔

۱۸۴ القرشی ج۲ ص۷۶ نمبر۲۲۸: بحوالہ عبدالغافر فارسی از سیاق تاریخ نیشاپور۔

۱۸۵ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۲۱ تا ۲۲۷ از باب ششم۔

۱۸۶ ملاحظہ ہوں حواشی ضمیمہ ھذا ۵۷ تا ۵۹، ۸۰، ۱۱۸۔

۱۸۷ (الشُجَاعی) بضم الشین المعجمة و فتح الجیم و فی آخرها العین المهملة، هذة النسبة الی شجاع وهو اسم الجد المنتسب الیه (سمعانی ج۸ ص۶۱)۔

۱۸۸ ایضاً۔ القرشی ج۱ ص۱۲۴ نمبر۲۴۷۔

۱۸۹ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۵۹ از باب ششم۔

۱۹۰ ملاحظہ ہوں حواشی ۶۰ تا ۶۳ از باب ششم۔

۱۹۱ تصانیف فخر الاسلام بزدوی کے لئے ملاحظہ ہوں حواشی ۶۶ تا ۸۲ و ۸۴ تا ۱۰۰ از باب ششم۔

۱۹۲ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۶۵ از باب ششم۔ حسن بن علی بن محمد بن الحسین ولد ۴۷۱ھ م ۵۵۷ھ۔ فخر الاسلام بزدوی کے بیٹے تھے (القرشی ج۱ ص۱۹۹ نمبر ۴۸۹)۔ مزید ملاحظہ ہو تذکار قاضی الصدر ابوالیسر محمد بن محمد البزدوی متن باب ششم۔

۱۹۳ القرشی ج۱ ص۴۷۳ نمبر ۱۰۳۱۔

۱۹۴ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۹۰، ۳۹۱ از باب ششم۔

۱۹۵ تصنیفات کے لیے ملاحظہ ہوں حواشی ۳۹۴ تا ۳۹۹ از باب ششم۔

۱۹۶ ملاحظہ ہوں حاشیہ ۱۰۲ از باب ششم۔

۱۹۷ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۰۶ تا ۱۰۹ از باب ششم۔

۱۹۸ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۱۲ تا ۱۲۰ از باب ششم۔

۱۹۹ ابی بکر خواہر زادہ کے والد، ماموں اور خاندان کے اکثر افراد عالم و فاضل اور فقیہہ تھے۔

۲۰۰ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۲۱ از باب ششم۔

۲۰۱ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۲۵ تا ۱۲۷ و ۱۳۵ تا ۱۳۶ از باب ششم۔

۲۰۲ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۵۲ تا ۱۷۰ از باب ششم۔

۲۰۳ (الغَیاثی) بفتح الغین المعجمة و فتح الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها و فی آخرها الثاء المنقوطة بثلاث ینسب الی جده الأعلی غیاث (سمعانی ج۱۰ ص۱۰۱۔۱۰۲)۔

۲۰۴ القرشی ج۱ ص۳۱۲ نمبر ۸۳۰۔

۲۰۵ ایضاً۔

۲۰۶ ملاحظہ ہو برائے سوانح، ان کے والد عبدالسلام بن علی (القرشی ج۱ ص۳۱۵ نمبر ۸۳۷) اور ان کے بھائی عبدالغفار بن عبدالسلام (القرشی ج۱ ص۳۲۲ نمبر ۸۶۵) اور بھتیجے محمد بن عبدالغفار (القرشی ج۲ ص۸۴ نمبر ۲۴۹)۔ یہ سب کے سب فقیہہ و عالم تھے۔

۲۰۷ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۵۹۔ ۳۶۰ از باب ششم۔

www.toobaaelibrary.com

۲۰۸ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۶۱ ۔ ۳۶۳ از باب ششم۔

۲۰۹ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۳۴ ۔ ۴۳۸ و ۴۴۰ از باب ششم۔

۲۱۰ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۳۵ ۔ ۴۳۶ از باب ششم۔

۲۱۱ ملاحظہ ہوں القرشی ج ۲ ص ۱۸۲ نمبر ۵۶۰۔

۲۱۲ ایضاً۔

۲۱۳ ایضاً ج ۲ ص ۱۷۰ نمبر ۵۱۶۔

۲۱۴ مسعود بن عبدالعزیز، القاضی ابوالعباس سمان کے پوتے تھے (القرشی ج ۲ ص ۱۷۰ نمبر ۵۱۶)۔ ان کے دو بیٹے عبداللہ بن مسعود (ایضاً ج ۱ ص ۲۹۱ نمبر ۷۶۷) اور عبدالعزیز بن مسعود (ایضاً ج ۱ ص ۳۲۱ نمبر ۸۶۲) اپنے وقت کے نامور فقیہہ تھے۔

۲۱۵ القرشی ج ۱ ص ۳۱۷ نمبر ۸۴۴۔

۲۱۶ ایضاً ج ۱ ص ۱۵۷ نمبر ۳۴۷۔

۲۱۷ القرشی نے انکے نسب میں زید بن نعمان کے بعد "محمد" کا اضافہ کیا ہے (القرشی ج ۲ ص ۱۸۴۔۱۸۵ نمبر ۵۳۴) جبکہ سمعانی نے ایسے نہیں لکھا (سمعانی ج ۱۰ ص ۱۸۸)۔

۲۱۸ (الفَرغانی) بفتح الفاء وسكون الراء وفتح الغين المعجمة وفى آخرها النون،هذه النسبة الى موضعين احدهما فرغانه ،وهى ولاية وراء الشاش من بلاد المشرق وراء نهر جيحون و سيحون (سمعانی ج ۱۰ ص ۱۸۸)۔ دوسرا فرغانہ فارس میں ہے (ایضاً)۔

۲۱۹ سمعانی ج ۱۰ ص ۱۸۸۔۱۸۹۔ القرشی ج ۲ ص ۱۸۴۔۱۸۵ نمبر ۵۳۴۔

۲۲۰ ایضاً ج ۱ ص ۳۸۴۔ نمبر ۱۰۶۰۔

۲۲۱ قرشی نے ان کے کنیت ابوالفضل (ایضاً ج ۲ ص ۵۱ نمبر ۱۶۳) جبکہ سمعانی نے ابوبکر لکھی ہے (ایضاً ج ۷ ص ۳۰۹)۔

۲۲۲ (السَهْلُوی) بفتح السين المهملة وسكون الهاء وضم اللام (سمعانی ج ۷ ص ۳۰۹)۔ سہل کی نسبت ان کے جد کی طرف ہے (ایضاً)۔

۲۲۳ ایضاً۔

۲۲۴ ایضاً۔

۲۲۵ سمعانی نے ان کے بڑے بیٹے ابوالقاسم صاعد بن محمد م ۵۴۳ھ کے علاوہ دو اور بیٹوں؛ ابویعقوب یوسف بن محمد السہلوی اور ابو سعد اسعد بن محمد السہلوی م ۵۴۴ھ کا ذکر کیا ہے (سمعانی ج ۷ ص ۳۱۰۔۳۱۱)۔

۲۲۶ (البَرذِعی) بفتح الباء الموحدة و سكون الراء وفتح الذال المعجمة و فى آخرها العين، ظنى ان هذه النسبة الى براذع الحمير (سمعانی ج ۲ ص ۱۵۲)۔

۲۲۷ القرشی ج ۱ ص ۵۷ نمبر ۱۳۲۔

۲۲۸ ایضاً۔

۲۲۹ "كان يخدم القاضى الخليل بن احمد السجزى شيخ الاسلام ببلخ و كان وكيلاله فقيل له الخليلى" (سمعانی ج ۵ ص ۱۸۷۔۱۸۸)۔

www.toobaaelibrary.com

۲۳۰﴾ (الزِیَادِی) بکسر الزای وفتح الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها وفی آخرها الدال المهملة، هذه النسبة الی اسم بعض اجداد المنتسب الیه (سمعانی ج۶ص۳۵۹)۔

۲۳۱﴾ سمعانی نے باب الخلیلی (ایضاح ج۵ص۱۸۸) میں ان کا سن وفات صفر۴۹۲ھ لکھا ہے جب کہ باب الزیادی (ایضاح ج۶ص۳۶۰) میں کا سن وفات ۴۹۱ھ لکھا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

۲۳۲﴾ ملاحظہ ہو سمعانی ج۵ص۱۸۸۔۱۸۹۔ایضاح ج۶ص۳۶۰۔القرشی ج ۱ص۱۹۹نمبر۲۳۳)۔

۲۳۳﴾ ایضاح ج۱ص۲۶۶۔۲۶۷نمبر۷۰۱ نے "الحسین" جب کہ ابن جوزی نے "الحسن" لکھا ہے (ایضاح ج۱۷ص۴۳)۔

۲۳۴﴾ (الزَینَبِی) بفتح الزای و سکون الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها و بعد ها النون وفی آخرها الیاء المنقوطة بواحدة (سمعانی ج۶ص۳۷۱)۔اس نسبت سے شیخ الاسلام قاضی القضاۃ احمد بن محمد بن صاعد بن محمد ابو نصر الاستوائی (مذکور قبلہ) اور طراد بن محمد ابو الفوارس (حذا) مشہور ہیں (ایضاً) اور الزینبی کی یہ نسبت، زینب بنت سلیمان سے تھی جو کہ الامام ابراہیم کی زوجہ تھیں (ایضاً)۔

۲۳۵﴾ ابن جوزی ج۱۷ص۴۴۔

۲۳۶﴾ سمعانی ج۶ص۳۷۲۔

۲۳۷﴾ ایضاً۔

۲۳۸﴾ چلپی، ملا کاتب حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ ۱۰۶۷ھ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون مکتبۃ الفیصلیۃ۔مکہ مکرمہ۔ج۲ ص۱۱۸۷۔بغدادی ج۵ص۴۲۱۔کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین۔دمشق ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱م۔ج۵ص۴۰۔

۲۳۹﴾ القرشی ج۱ص۲۶۶نمبر۷۰۱۔

۲۴۰﴾ ان کے دو بیٹے ابوالقاسم علی (القرشی ج۱ص۳۶۳۔۳۶۴نمبر۱۰۰۵) اور ابوالحسن محمد (ایضاح ج۲ص۶۲نمبر۱۹۹) بھی فقیہ تھے اور ان دونوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے (ایضاح ج۱ص۲۶۶۔۲۶۷نمبر۷۰۱)۔

۲۴۱﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر۳۴۴ از باب ششم۔

۲۴۲﴾ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۴۵۔۳۴۶ از باب ششم۔

۲۴۳﴾ (المَحمِی) با لحاء المهملة الساکنة بین المیمین اولا هما مفتوحة، هذه النسبة الی محم، وهو بیت کبیر بنیشاپور یقال لهم "المحمیة" (سمعانی ج۱۲ص۱۲۶)۔

۲۴۴﴾ القرشی ج۲ص۶۳نمبر۲۰۱ بحوالہ عبدالغافر فارسی سیاق تاریخ نیشاپور۔

۲۴۵﴾ ایضاً۔

۲۴۶﴾ ایضاح ج۲ص۱۱۴نمبر۳۳۵۔

۲۴۷﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج۲ص۱۰نمبر۲۵۔

۲۴۸﴾ ایضاً ج۲ص۱۱۴نمبر۳۳۵۔

۲۴۹﴾ ایضاح ج۲ص۱۷۰نمبر۵۱۷۔

۲۵۰﴾ (البُشتَنِقَانِی) بضم الباء الموحده و سکون الشین المعجمة و فتح التاء المنقوطة باثنتین من فوقها و کسر النون وفتح القاف وفی آخرها النون ، هذه النسبة الی قریة ، بشتنقان وهی احدی

www.toobaaelibrary.com

مستزهات، نیشاپور (سمعانی ج۲ص۲۴۱)۔

۲۵۱ ایضاً۔القرشی ج۱ص۱۵۸نمبر۳۴۹۔

۲۵۲ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۸۰۔۴۸۱ از باب ششم۔

۲۵۳ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۸۵۔۴۸۶ از باب ششم۔

۲۵۴ ملاحظہ ہوں حواشی ۴۸۷۔۴۹۲ از باب ششم۔

۲۵۵ ان کے بھائی فخر الاسلام بزدوی (مذکور قبلہ) اور بیٹے ابوالمعالی احمد بن محمد بن محمد بن الحسین البزدوی (مذکور حاشیہ نمبر ۴۸۳ از باب ششم) اور دیگر افراد خاندان فقیہ و عالم تھے۔

۲۵۶ ملاحظہ ہو حاشیہ ۴۸۵ از باب ششم۔

۲۵۷ سمعانی ج۱۱ص۳۸۔جب کہ القرشی نے بجائے "باناز" کے "ماحان" لکھا ہے (ایضاً ج۲ص۱۱۲نمبر۳۳۷)۔

۲۵۸ (الکَبِنْدِی) بضم الکاف و قیل بفتحها وهو الاصح و کسر الباء الموحدة و سکون النون و فتح الدال المهملة، هذه النسبة الی کبندة معقل وهی قریة من قری نسف (سمعانی ج۱۱ص۳۸)۔

۲۵۹ ایضاً ج۱۱ص۳۸۔۳۹۔القرشی ج۲ص۱۱۲نمبر۳۳۷۔

۲۶۰ ایضاً ج۲ص۴نمبر۶۔

۲۶۱ ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۱۴ از باب ششم۔

۲۶۲ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۱۵ تا ۲۱۶ از باب ششم۔

۲۶۳ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۱۸ تا ۲۲۰ از باب ششم۔

۲۶۴ ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۱۵ از باب ششم۔

۲۶۵ انہوں نے اپنے والد سے بھی، علاوہ دیگر کے، روایت کی ہے جو عالم و فقیہ تھے (سمعانی ج۶ص۲۱۶۔۲۱۷)۔

۲۶۶ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۳۸۰ از باب ششم۔

۲۶۷ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۳۸۱ از باب ششم۔

۲۶۸ ملاحظہ ہوں حواشی ۱۳۸۲ تا ۱۳۸۶ از باب ششم۔

۲۶۹ (البِیَارِی) بیار مدینة نظیفة من اعمال قومس وقومس بین بسطام و بیهق.... (یاقوت الحموی، معجم البلدان۔دار صادر بیروت ۱۹۵۵ء، ج۴ص517)۔

۲۷۰ ملاحظہ ہو القرشی ج۱ص۱۵۳نمبر۳۴۱۔

۲۷۱ (الوَرْغَجَنی) بفتح الواو والراء و سکون الغین المعجمة و فتح الجیم و فی آخرها النون، هذه النسبه الی ورغجن وهی من قری نسف (سمعانی ج۱۳ص۳۱۵)۔

۲۷۲ ایضاً۔

۲۷۳ ایضاً ج۱۳ص۳۱۵۔۳۱۶۔

۲۷۴ القرشی ج۱ص۴۰۶نمبر۱۱۲۹۔

۲۷۵ ایضاً ج۲ص۵۷نمبر۲۲۴۔ان کی کنیت بجائے ابوسعید کے ابوسعد، سمعانی نے لکھی ہے (ایضاً ج۹ص۱۸۳)۔

www.toobaaelibrary.com

۲۷۶ ایضاً القرشی ج ۲ص ۷۵ نمبر ۲۲۴۔

۲۷۷ سمعانی ج ۹ص ۱۸۳۔

۲۷۸ (الکَسْبوی) بفتح الکاف و سکون السین المھملة و فتح الباء المنقوطة بواحدة، ھذہ النسبة الی کَسْبَة و قد ینسب الیھا کسبیجی بالجیم ایضاً و ھی احدی قری نسف (سمعانی ج ۱۱ص ۱۰۴۔۱۰۵)۔

۲۷۹ ایضاً۔

۲۸۰ ابوبکر الکسبوی اپنے جد سے لے کر سوائے سلمان/سلیمان کے سب کے سب ائمہ اور علمائے احناف تھے (سمعانی ج ۱۱ص ۱۰۶) اور ان میں سے سوائے ابوبکر الکسبوی کے سب نے ہی اپنے والد سے روایت کی ہے (ایضاً)۔ ان کے والد محمد بن محمد بن ابی محمد (ولد ۴۰۵ھ م ۴۸۰ھ) بھی فقیہہ فاضل تھے (ایضاً)۔

۲۸۱ القرشی ج ۲ص ۲۱۴ نمبر ۱۷۶۔

۲۸۲ ان کے والد قاضی القضاۃ عبداللہ بن الحسین ابوجعفر الناصحی کا ذکر ہم اس سے قبل متن باب ششم میں کر چکے ہیں۔

۲۸۳ القرشی ج ۲ص ۲۱۴ نمبر ۱۷۶۔

۲۸۴ (السِمَنانی) بکسر السین المھملة و فتح المیم والنون، بلدة من بلاد قومس بین الدامغان و خوار الری یقال لھا سمنان (سمعانی ج ۷ص ۲۳۹)۔ اس کے علاوہ سمنان نساء کے نواح میں ایک قریہ بھی ہے جس کی ایک بڑی نہر ہے جسے نہر سمنان کہتے ہیں (ایضاً)۔

۲۸۵ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں ۴۲۴ھ میں بغداد آیا تب میری عمر آٹھ (۸) سال تھی (القرشی ج ۱ص ۳۰۳ نمبر ۸۰۸)۔

۲۸۶ ایضاً ج ۱ص ۳۰۳۔۳۰۴ نمبر ۸۰۸۔

۲۸۷ عبدالرحمٰن بن عمر بن ثابت السمنانی، قاضی القضاۃ ابی الحسن الدامغانی کے خالو تھے (القرشی ج ۱ص ۳۰۳۔۳۰۴ نمبر ۸۰۸)۔

۲۸۸ سمعانی ج ۲ص ۳۳۱۔ القرشی ج ۲ص ۲۰۱ نمبر ۶۲۸۔

۲۸۹ (الحَصِیْری) بکسر الصاد المھملة قبلھا حاء مھملة مفتوحة وقبل الراء یاء معجمة من تحتھا باثنتین (سمعانی ج ۴ص ۱۷۸ حاشیہ نمبر ۳)۔

۲۹۰ القرشی ج ۲ص ۳ نمبر ۵۔

۲۹۱ دیکھیے باب ششم بعنوان المبسوط متن وحاشیہ نمبر ۲۰۲

۲۹۲ سمعانی ج ۸ص ۱۳۶۔ القرشی ج ۱ص ۴۶ نمبر ۴۶۔

۲۹۳ ان کے بھائی عبدالقاہر بن ابی حامد محمد بن علی فقیہہ فاضل تھے (القرشی ج ۱ص ۳۲۵ نمبر ۸۷۳)۔ اور ان کے والد بھی فقیہہ تھے (ایضاً)۔

۲۹۴ ایضاً ج ۱ص ۵۹۔۶۰ نمبر ۷۶۔

۲۹۵ ایضاً۔

۲۹۶ ایضاً۔

۲۹۷ ایضاً ج ۱ص ۱۲۴ نمبر ۲۴۸۔

۲۹۸ ایضاً ج ۱ص ۱۲۲ نمبر ۲۴۳۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۲۹۹ خطیب ج۶ص ۴۰۳۔ القرشی ج۱ص ۱۳۷ نمبر ۲۹۵۔

﴿۳۰۰ (الغُوبَدِینِی) بضم الغین المعجمة بعد ها الواو و سکون الباء الموحدة و کسر الدال المهملة و سکون الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها و فی آخرها النون، هذه النسبه الی غوبدین وهی قریة من قری نسف علی فرسخین منها (سمعانی ج۱۰ص ۸۷۔۸۸)۔

﴿۳۰۱ القرشی ج۱ص ۱۴۳ نمبر ۳۱۳۔

﴿۳۰۲ ایضاً۔

﴿۳۰۳ سمعانی ج۱۱ص ۱۴۴۔

﴿۳۰۴ ایضاً۔

﴿۳۰۵ (الهَرَوِی) بفتح الهاء والراء المهملة، هذه النسبة الی بلدة هراة، وهی احدی بلاد خراسان (القرشی ج۲ص ۳۵۴ نمبر ۲۷ کتاب الانساب)۔

﴿۳۰۶ القرشی ج ۱ص ۱۸۲ نمبر ۴۱۳۔

﴿۳۰۷ ایضاً۔

﴿۳۰۸ ایضاً ج۱ص ۲۰۰ نمبر ۴۹۴۔

﴿۳۰۹ ان کے والد محمد بن ابراہیم (القرشی ج۲ص ۳ نمبر ۳) اور بھائی حسین بن محمد (سمعانی ج ۱۰ص ۸۸۔ القرشی ج۱ص ۲۱۶۔۲۱۷ نمبر ۵۳۸) بھی فقیہ تھے۔

﴿۳۱۰ ایضاً ج۱ص ۲۴۵ نمبر ۶۲۷۔

﴿۳۱۱ ایضاً ج۱ص ۲۶۰۔۲۶۱ نمبر ۶۸۳۔

﴿۳۱۲ ابوسعید کا تعلق علم وحدیث کے مشہور گھرانے سے تھا۔ ان کے والد عبید اللہ اپنے زمانہ میں احناف کے نامور محدث تھے (القرشی ج۱ص ۳۳۸ نمبر ۹۲۴)۔ ابوسعید کے دادا عبداللہ بن احمد (ایضاً ج۱ص ۲۷۰ نمبر ۷۱۸) اور بھائی محمد بن عبید اللہ بن عبداللہ (ایضاً ج۲ص ۸۸ نمبر ۲۶۱) بھی اپنے وقت کے نامور فقہاء احناف میں شمار ہوتے تھے۔

﴿۳۱۳ القرشی ج۱ص ۲۷۰ نمبر ۷۱۸۔

﴿۳۱۴ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۳۱۲ ضمیمہ ہذا۔

﴿۳۱۵ القرشی ج۱ص ۲۷۹ نمبر ۷۴۱۔

﴿۳۱۶ محمد بن عبداللہ بن علی الکندی (القرشی ج۲ص ۶۸ نمبر ۲۰۹) مشہور فقیہ۔ ان کے بیٹے تھے اور ایک اور مشہور فقیہ احمد بن محمد بن عبداللہ الکندی ابوالغنائم ان کے بھتیجے تھے (القرشی ج۲ص ۶۸ نمبر ۲۰۹)۔ القرشی نے ان کی کنیت ابی القاسم بھی لکھی ہے (ایضاً ج۱ص ۱۰۶ نمبر ۲۰۱)۔

﴿۳۱۷ (السَمَّاك) بفتح السین المهملة و تشدید المیم، هذه النسبة الی بیع السمك (سمعانی ج۷ص ۲۰۳)۔

﴿۳۱۸ القرشی ج۱ص ۲۹۱ نمبر ۷۶۷۔

﴿۳۱۹ ان کے والد مسعود بن عبدالعزیز م ۴۷۱ھ خود ایک نامور فقیہ تھے۔ (القرشی ج۲ص ۱۷۰ نمبر ۵۱۶)۔

﴿۳۲۰ (الدِینَارِی) بکسر الدال المهملة و سکون الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها وفتح النون و فی آخر

www.toobaaelibrary.com

ھا الراء (سمعانی ج۵ص۲۵۳) یہ نسبت تین طرفون سے ہے۔

i۔ جد کے نام سے۔ ii۔ قریہ کے نام سے اور

iii۔ دینار سے، اور قریہ سے دینار اباد مراد ہے جو کہ استر اباد کے نزدیک ہے (ایضا)۔

﴿۳۲۱ القرشی ج۱ص۲۹۴نمبر۷۷۷۔

﴿۳۲۲ (العَبْدَانِی) بفتح العین المھملة و سکون الیاء المنقوطة بو احدة و فتح الدال المھملة وفی آخرھا النون، ھذه النسبة الی ریکنج عبد ان، و ھی قریة معروفة من قری مرو علی فرسخین منھا (سمعانی ج۹ص۱۸۲)۔

﴿۳۲۳ ایضاج۹ص۱۸۳۔القرشی ج۱ص۲۹۶نمبر۷۸۴۔

﴿۳۲۴ خواھرزادہ مشہور فقیہہ علی بن الحسن الدھقان الروزی م۴۶۴ھ (القرشی ج۱ص۳۶۱نمبر۵۹۵) کے بھانجے تھے (سمعانی ج۹ص ۱۸۳)۔ان کے بیٹے محمد بن عبدالحمید م۴۹۴ھ بھی ایک نامور فقیہہ تھے (سمعانی ج۹ص۱۸۳۔القرشی ج۲ص۵۷نمبر۲۲۴)۔

﴿۳۲۵ ایضاج۱ص۳۰۰نمبر۷۹۶۔

﴿۳۲۶ ملاحظہ ہو ابواحمد کے بیٹے احمد بن عبدالرحمٰن بن اسحاق م۴۹۳ھ (القرشی ج۱ص۸۳نمبر۱۲۵)، پوتے محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن (ایضاج۲ص۱۵نمبر۴۰) اور پڑپوتے احمد بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن (ایضاج۱ص۹۵نمبر۱۸۳)۔یہ سب فقیہہ تھے۔

﴿۳۲۷ القرشی ج۱ص۳۱۵نمبر۸۳۷۔

﴿۳۲۸ ان کے بیٹے عبدالرحیم بن عبدالسلام ابوزید الغیاثی م۴۸۴ھ کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں (ملاحظہ ہوں حواشی ۲۰۳ تا ۲۰۶ ضمیمہ ہذا) ان کے ایک اور بیٹے عبدالغفار بن عبدالسلام (القرشی ج۱ص۳۲۲نمبر۸۶۵) بھی فقیہہ فاضل تھے۔ان کے پوتے محمد بن عبدالغفار بن عبدالسلام (القرشی ج۲ص۸۴نمبر۲۴۹) بھی فقیہہ تھے۔

﴿۳۲۹ القرشی ج۱ص۳۲۲نمبر۸۶۵۔

﴿۳۳۰ ملاحظہ ہوں حواشی ۲۰۳،۲۰۶،۳۲۷،۳۲۹ ضمیمہ ہذا۔

﴿۳۳۱ القرشی ج۱ص۳۳۵ نمبر۹۱۴۔

﴿۳۳۲ (الحُسْکَانِی) بضم الحاء والسین المھملة نسبة الی الجد نسبة صاعدو محمد ابنی عبداللّٰه (القرشی ج۲ص۲۹۹نمبر۳۵۸۔ایضاج۱ص۲۶۰،۲۷۰،۳۳۸۔ایضاج۲ص۸۸)۔

﴿۳۳۳ ایضاج۱ص۳۳۸نمبر۹۲۴۔

﴿۳۳۴ ایضا۔

﴿۳۳۵ ملاحظہ ہوں حواشی ۳۱۲ تا ۳۱۴ ضمیمہ ہذا۔

﴿۳۳۶ القرشی ج۱ص۳۳۸نمبر۹۲۴۔

﴿۳۳۷ ایضاج۱ص۳۳۸نمبر۹۲۵۔

﴿۳۳۸ ایضا۔

﴿۳۳۹ (عُتَیق) بضم العین و فتح التاء (القرشی ج۱ص۳۴۳)۔

﴿۳۴۰ القرشی ج۱ص۳۴۳نمبر۹۴۵۔

www.toobaaelibrary.com

۳۴۱ یہ نسف کے نواح کا ایک قریہ تھا (القرشی ج ا ص ۳۸۲ نمبر ۱۰۵۶)۔
۳۴۲ ایضاً۔
۳۴۳ ایضاً۔
۳۴۴ ایضاً ج ا ص ۳۸۹ نمبر ۱۰۷۵۔
۳۴۵ ایضاً۔
۳۴۶ سمعانی ج ۲ ص ۱۷۳۔ القرشی ج ا ص ۳۹۵۔۳۹۶ نمبر ۱۰۹۱۔
۳۴۷ سمعانی نے ان کے والد محمد بن احمد بن محمد کا ذکر کیا ہے (سمعانی ج ۲ ص ۱۷۳) اور ان کے دو بیٹوں ایک تو یہی ابوحفص عمر اور دوسرے ابوبکر احمد کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ دونوں فقیہ اور زاہد تھے (ایضاً)۔
۳۴۸ سمعانی ج ۲ ص ۱۷۲۔
۳۴۹ (الصَّاغَانِی) بفتح الصاد المهملة و الغین المعجمة و فی آخرها النون، هذه النسبة الی صاغان وهذه قریة بمرو یقال لها چاغان عند نسفان (سمعانی ج ۸ ص ۲۵۲)۔
۳۵۰ سمعانی ج ۸ ص ۲۵۲۔۲۵۳۔
۳۵۱ چلپی ج ۲ ص ۱۴۴۹۔ بغدادی ج ۵ ص ۸۱۹۔
۳۵۲ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۳۸۶ از باب ششم۔
۳۵۳ ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۳۸۷ از باب ششم۔
۳۵۴ القرشی ج ۲ ص ۱۰ نمبر ۲۵۔
۳۵۵ ایضاً ج ۲ ص ۱۱۴ نمبر ۳۴۵۔
۳۵۶ ایضاً ج ۲ ص ۱۹ نمبر ۴۸۔
۳۵۷ ایضاً ج ا ص ۲۰۰ نمبر ۴۹۵۔
۳۵۸ (المَایمَرغِی) بسکون الیاء المنقوطة باثنتین من تحتها بین المیمین المفتوحتین، و سکون الراء فی آخرها الغین المعجمة، وهی قریة کبیرة حسنة علی طریق بخارا من نواحی نخشب.... و کانت بها جماعة من الفضلاء (سمعانی ج ۱۲ ص ۶۵)۔
۳۵۹ ایضاً ج ۱۲ ص ۶۸۔
۳۶۰ ایضاً
۳۶۱ القرشی ج ۲ ص ۷۱ نمبر ۱۶۳۔
۳۶۲ (القَنطَرِی) بفتح القاف و سکون النون و فتح الطاء المهملة وفی آخرها الراء (سمعانی ج ۱۰ ص ۴۹۸) قنطرہ اور راس القنطرہ کی نسبت کئی جگہوں سے ہے۔
i۔ بغداد کا محلہ ii۔ نیشاپور کا محلہ راس القنطرہ اور
iii۔ سمرقند کا ایک بڑا گاؤں جس کا نام بھی راس القنطرہ تھا (سمعانی ج ۱۰ ص ۴۹۸۔۵۰۲)۔
۳۶۳ القرشی ج ۲ ص ۸۳ نمبر ۲۴۷۔ ایضاً ج ا ص ۲۱۱ نمبر ۵۲۳۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۳۶۴﴾ سمعانی ج اص ۲۴۴۔ القرشی ج ۲ص ۹۱۔ ۹۲ نمبر ۲۷۱۔

﴿۳۶۵﴾ ایضاً۔

﴿۳۶۶﴾ ایضاً۔

﴿۳۶۷﴾ ایضاً ج ۲ص ۹۳ نمبر ۲۷۶۔

﴿۳۶۸﴾ ایضاً ج ۲ص ۹۶ نمبر ۲۸۷۔

﴿۳۶۹﴾ ان کے دو بیٹے ابراہیم بن محمد بن علی (القرشی ج اص ۴۶ نمبر ۴۶) اور ابو محمد عبدالقاھر بن محمد بن علی (ایضاً ج اص ۳۲۵ نمبر ۸۷۳) فقیہہ تھے۔

﴿۳۷۰﴾ القرشی ج ۲ص ۱۱۰ نمبر ۳۳۱۔

﴿۳۷۱﴾ ایضاً ج ۲ص ۱۴۴ نمبر ۴۴۰۔

﴿۳۷۲﴾ ایضاً ج ۲ص ۱۶۰ نمبر ۴۹۱۔

﴿۳۷۳﴾ ان کے والد عبدالعزیز بن عبدالرزاق م ۴۷۷ھ (القرشی ج اص ۳۱۹ نمبر ۸۵۰)۔ اور چھ فاضل بھائی مشہور تھے۔ معلی بن عبدالعزیز (القرشی ج ۲ص ۱۷۷ نمبر ۵۴۴)، علی بن عبدالعزیز (ایضاً ج اص ۳۶۴ نمبر ۱۰۱۰)، اور یہی محمود بن عبدالعزیز۔ بقیہ تین کے نام کتب طبقات فقہاء میں نہیں ملتے۔

﴿۳۷۴﴾ ملاحظہ ہو القرشی ج ۲ص ۱۷۱ نمبر ۵۲۳۔

﴿۳۷۵﴾ ایضاً ج ۲ص ۱۷۷ نمبر ۵۴۴۔

﴿۳۷۶﴾ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۳۷۰ ضمیمہ ہذا۔

﴿۳۷۷﴾ القرشی ج ۲ص ۱۸۴ نمبر ۵۷۳ بحوالہ عبدالغافر فارسی سیاق تاریخ نیشاپور۔

﴿۳۷۸﴾ ایضاً۔ ایضاً ج ۲ص ۱۱۹ نمبر ۳۶۱۔

﴿۳۷۹﴾ (السَّیّاری) بفتح السین المهملة و تشديد الياء المنقوطة باثنتين من تحتها وفى آخرها راء مهملة (سمعانی ج ۷ص ۳۲۸) ابو یعقوب کے جداعلیٰ کا نام۔ ان کی نسبت امیر خراسان نصر بن سیار کی طرف ہے (ایضاً)۔

﴿۳۸۰﴾ ایضاً ج ۷ص ۳۲۸۔ ۳۲۹۔

☆☆☆☆☆

www.toobaaelibrary.com

ضمیمہ ''و''۔۔۔۔(باب ششم)

پانچویں صدی ہجری کے وسط ایشیائی حنفی فقہاء کی فہرست:

(بلحاظ حروفِ ہجا)

﴿۱﴾ ابراہیم بن سلم بن محمد بن احمد ابو اسحاق الشکانی م ۴۲۳ ھ۔

﴿۲﴾ ابراہیم بن محمد بن علی بن غالب ابو القاسم الاستر ابادی ۔

﴿۳﴾ ابراہیم بن محمد بن نوح بن محمد بن زید بن النعمان بن عبداللہ بن الحسن بن زید بن نوح النوقدی النوحی الفقیہہ م ذی قعدہ ۴۲۵ ھ ۔

﴿۴﴾ احمد بن اسحاق بن شبیب بن نصر بن شبیب ابونصر الفقیہہ الادیب الصفار۔

﴿۵﴾ احمد بن عبدالرحمٰن بن اسحاق بن احمد بن عبداللہ ابونصر الریغد مونی البخاری ولد ۴۱۴ھ م ۴۹۳ھ ۔

﴿۶﴾ احمد بن عبدالعزیز ابوسعید البردعی القصاری الخوارزمی م ۴۹۱ ھ

﴿۷﴾ احمد بن محمد بن ابراہیم بن علی ابوطاہر القصاری الخوارزمی القاضی الانصاری م ۴۷۴ ھ

﴿۸﴾ احمد بن محمد بن الحسین بن داؤد بن علی بن عیسٰی بن محمد بن القاسم ابن الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب الحسنی م ۴۴۸ھ

﴿۹﴾ احمد بن محمد بن صاعد بن محمد بن احمد ابونصر النیشاپوری الاستوائی قاضی القضاۃ الزینبی شیخ الاسلام م ۴۸۲ھ۔

﴿۱۰﴾ احمد بن محمد بن علی بن محمد بن بصیر بن احمد بن الحسن الانبرذوانی البصیری الحنفی ابوکامل م ۴۴۹ ھ

﴿۱۱﴾ احمد بن محمد بن عمر ''ابو العباس الناطفی'' م ۴۴۶ ھ۔

﴿۱۲﴾ احمد بن محمد بن عبداللہ ابوالقاسم الخلیلی البلخی الزیادی الدھقان م ۴۹۱ ھ/ ۴۹۲ ھ

﴿۱۳﴾ احمد بن محمد بن نصر بن احمد بن محمد بن جبرئیل الامام ابونصر النسفی ولد ۴۴۲ ھ۔

﴿۱۴﴾ احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن شجاع ابن علی بن الحسن بن شجاع السرخسی الشجاعی ابوحامد الامام م ۴۸۲ ھ ۔

﴿۱۵﴾ احمد بن محمد بن منصور بن ابی الحارث قاضی سرخس ۔

﴿۱۶﴾ احمد بن منصور ابونصر الاسبیجابی القاضی م ۴۸۰ھ۔

﴿۱۷﴾ اسحاق بن ابرہیم بن نصرویہ بن سختام ابوابراہیم السمرقندی الخطیبی م ۴۱۱ ھ ۔

﴿۱۸﴾ اسحاق بن احمد بن شیث ابونصر البخاری الصفار ۔

﴿۱۹﴾ اسعد بن عبداللہ بن حمزہ الفقیہہ الحاکم الغویذینی

﴿۲۰﴾ اسمٰعیل بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن نوح بن زید بن نعمان بن عبداللہ بن الحسن بن زید بن نوح ابواحمد النوحی النسفی الامام الخطیب ولد م ۴۲۳ھ م ۴۸۱ھ ۔

﴿۲۱﴾ اسمٰعیل بن احمد بن اسحاق بن شیث الصفار ابوابراہیم الشہید شہادت ۴۶۱ ھ ۔

﴿۲۲﴾ اسمٰعیل بن الحسین بن علی بن الحسین بن ھارون الفقیہہ ابواحمد الزاھد البخاری م ۴۰۲ھ۔

﴿۲۳﴾ اسمٰعیل ابن صاعد بن محمد بن احمد بن عبیداللہ عم شیخ الاسلام احمد بن محمد ابن صاعد ولد ۳۷۷ ھ م ۴۴۳ ھ ۔

﴿۲۴﴾ اسمٰعیل بن عبدالصادق بن عبداللہ بن سعید بن مسعدۃ بن میمون البیاری الخطیب م ۴۹۴ھ۔

﴿۲۵﴾ اسمٰعیل بن علی بن عبداللہ الحاکم الناصحی ابوالحسن بن ابی سعید ولد ۴۰۰ھ م ۴۸۶ھ۔

www.toobaaelibrary.com

۲۶﴾ اسمٰعیل بن علی بن عبداللہ الخطیبی م ۵۰۲ھ۔
۲۷﴾ اسمٰعیل بن علی بن محمد ابوابراہیم الفقیہ البُشتِیقانی م۴۹۲ھ۔
۲۸﴾ اسمٰعیل بن محمد بن احمد بن جعفر ابوسعید الفقیہ الحاجی ولد ۳۹۷ھ م ۴۷۹ھ۔
۲۹﴾ اسمٰعیل بن محمد بن احمد الطیب ابن الکباری قاضی واسط ولد ۳۸۴ھ۔
۳۰﴾ اسمٰعیل بن محمد بن الحسن ابوالفضل الحاکم الکرابیسی الفقیہ م ۴۶۱ھ۔
۳۱﴾ جعفر بن محمد بن المعتز بن محمد المستغفر النسفی المستغفری ولد ۳۵۰ھ م ۴۳۲ھ۔
۳۲﴾ حاتم بن منصور بن اسماعیل ابوقرۃ الھروی۔
۳۳﴾ حسن بن عبداللہ بن سینا ابوعلی الرئیس ولد ۳۷۰ھ م ۴۲۸ھ۔
۳۴﴾ الحسن بن محمد بن ابراہیم بن اسحاق الغوبدینی۔
۳۵﴾ الحسین بن احمد بن علی بن احمد القاضی ابونصر ابن القاضی ابن ابی الحسین ابن القاضی ابن ابی القاسم ابن القاضی ابن ابی الحسین احمد بن محمد بن عبداللہ، قاضی الحرمین م ۴۶۵ھ۔
۳۶﴾ الحسین بن الخضر بن محمد بن یوسف الفقیہ النشیدیزجی م۴۲۴ھ۔
۳۷﴾ الحسین بن محمد بن ابراہیم الغوبدینی ابونعیم ولد ۳۴۱ھ م ۴۲۷ھ۔
۳۸﴾ رحمت اللہ بن عبدالرحمٰن بن الموفق بن ابی الفضل الدیوقانی م ۵۰۵ھ۔
۳۹﴾ زیاد بن الیاس ابوالمعالی ظہیر الدین۔
۴۰﴾ سعید بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن مکی الوزغجنی الفقیہ النسفی م ۴۹۴ھ۔
۴۱﴾ سیار بن یحییٰ بن محمد بن ادریس ابوعمرو الھروی م ۴۳۱ھ۔
۴۲﴾ صاعد بن عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن حسکان الحسکانی الحذاء ابوسعید۔
۴۳﴾ صاعد بن محمد بن احمد بن عبداللہ الاستوائی ابوالعلاء النیشاپوری عماد الاسلام قاضی ولد ۳۴۳ھ م ۴۳۱ھ/۴۳۲ھ۔
۴۴﴾ صاعد بن محمد بن عبدالرحمٰن ابوالعلاء البخاری القاضی ولد ۴۴۸ھ شہید ۵۰۲ھ۔
۴۵﴾ صاعد بن منصور بن اسمٰعیل بن صاعد بن محمد ابوالعلاء الخطیب م ۵۰۶ھ۔
۴۶﴾ طراد بن محمد بن علی بن الحسین بن محمد بن عبدالوھاب بن سلیمان بن عبداللہ ابن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب الزینبی ابوالفوارس من ولد زینب بنت سلیمان ولد ۳۹۸ھ م ذی قعدہ ۴۹۱ھ۔
۴۷﴾ عبداللہ بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن حسکان۔
۴۸﴾ عبداللہ بن الحسین ابومحمد النیشاپوری الناصحی م ۴۴۷ھ۔
۴۹﴾ عبداللہ بن صاعد بن محمد ابومحمد القاضی ولد ۴۰۹ھ م ۴۴۶ھ۔
۵۰﴾ عبداللہ بن علی بن الشاء الکوفی م ۴۴۶ھ۔
۵۱﴾ عبداللہ بن علی الکندی۔
۵۲﴾ عبداللہ بن مسعود بن عبدالعزیز بن محمد بن احمد بن موسیٰ السماک الرازی البغدادی القاضی ابوالعلاء بن ابی ثابت الفقیہ۔
۵۳﴾ عبدالباقی بن یوسف التبریزی المراغی م ۴۹۱ھ۔
۵۴﴾ عبدالجبار بن احمد بن احمد بن الحسن بن محمد بن الیمان بن ابی الفتح ابویعلی ابن ابی عبداللہ الدیناری الفقیہ ولد ۳۵۹ھ۔
۵۵﴾ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن احمد العبدانی ابوالقاسم المعروف خواہرزادہ۔
۵۶﴾ عبدالخالق بن محمد بن سعید بن علی السکانی الحاکم ابوبکر م ۴۸۰ھ۔

www.toobaaelibrary.com

۵۷﴾ عبدالرحمٰن بن اسحٰق الریغذ موئی ابواحمد ۔
۵۸﴾ عبدالرحمٰن بن عمر بن ثابت ابومسلم التمیمی تیم عدی ابن بنت القاضی ابی جعفر السمنانی م ۴۹۷ھ ۔
۵۹﴾ عبدالرحمٰن ابن محمد ابوبکر السرخسی م ۴۳۹ھ ۔
۶۰﴾ عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن عزیز بن محمد بن زید بن محمد ابوسعید الحاکم الامام المعروف بابن درست الادیب النیشاپوری الفقیہ م ۴۳۶ھ
۶۱﴾ عبدالرحیم بن احمد بن اسماعیل الکرمینی المنعوت بسیف الدین الملقب بالامام م ۴۶۷ھ ۔
۶۲﴾ عبدالرحیم بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن السراج ابوسعید القاضی المختار الاسماعیلی ولد ۳۴۵ھ
م ۴۱۷ھ ۔
۶۳﴾ عبدالرحیم بن عبدالسلام بن علی بن احمد بن محمد بن عبیداللہ بن محمد بن سعدویہ بن بشر بن اسحاق بن ابراہیم بن غیاث ابو زید الغیاثی م ۴۸۴ھ ۔
۶۴﴾ عبدالسلام بن علی والد عبدالرحیم ۔
۶۵﴾ عبدالصمد بن عبدالملک بن علی بن احمد بن موسیٰ ابوسعید م ۴۸۵ھ ۔
۶۶﴾ عبدالصمد بن علی ابونعیم الشیانی م ۴۰۴ھ ۔
۶۷﴾ عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح ابومحمد الحلوانی الملقب شمس الائمہ م ۴۴۸ھ / ۴۴۹ھ ۔
۶۸﴾ عبدالعزیز بن عبدالرزاق بن ابی نصر بن جعفر بن سلیمان بن متکان الامام المرغینانی م ۴۷۷ھ ۔
۶۹﴾ عبدالغفار بن عبدالسلام بن علی بن احمد بن محمد بن عبداللہ ۔
۷۰﴾ عبدالکریم بن ابی خیفہ بن العباس ابوالمظفر الاندقی م ۴۸۱ھ ۔
۷۱﴾ عبدالملک بن عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن السرخسی قاضی ابوسعد م ۴۷۰ھ ۔
۷۲﴾ عبدالملک بن عبیداللہ بن صاعد ابوالفتح القاضی ابومحمد م ۵۰۱ھ ۔
۷۳﴾ عبدالوہاب بن محمد بن احمد بن نصر النسفی القاضی ۔
۷۴﴾ عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن حسکان ابوالقاسم ۔
۷۵﴾ عبیداللہ بن عبداللہ ابوالقاسم البصری ۔
۷۶﴾ عبیداللہ بن عمر بن عیسیٰ الدبوسی ابوزید م ۴۳۲ھ ۔
۷۷﴾ عبیداللہ بن محمد بن طلحہ بن الحسین ابومحمد الدامغانی القاضی م ۵۰۲ھ ۔
۷۸﴾ عتبہ بن خیثمہ بن محمد بن حاتم بن الحسن بن عوف بن حنظلۃ النیشاپوری الامام القاضی ابوالہیثم م ۴۰۶ھ ۔
۷۹﴾ عُتیق القاضی ابوطاہر الرازی ۔
۸۰﴾ عثمان بن ابراہیم بن محمد بن احمد بن ابی بکر محمد بن الفضل بن جعفر ابن رجاء بن زرعۃ بن مصاب ابن نمراس بن حیوۃ الاسدی المعروف بالفضلی البخاری م ۵۰۸ھ ۔
۸۱﴾ علی بن ابراہیم بن نصرویہ بن ختام بن ہرثمہ بن اسحاق بن عبداللہ بن اسکر بن کاک ابوالحسن العربی السمرقندی الخطیبی ولد ۳۶۵ھ م ۴۴۰ھ ۔
۸۲﴾ علی بن الحسن الصندلی النیشاپوری ابوالحسن م ۴۸۴ھ ۔
۸۳﴾ علی بن الحسین بن محمد بن الفضل بن سہل ابوالحسن الدہقان المروزی القاضی م ۴۶۴ھ ۔
۸۴﴾ علی بن الحسین بن محمد السغدی القاضی الملقب شیخ الاسلام م ۴۶۱ھ ۔
۸۵﴾ علی بن عبداللہ بن سعید التاجر ابوالحسن م ۴۷۶ھ ۔

www.toobaaelibrary.com

۸۶ علی بن عبدالعزیز المرغینانی الامام ابوالحسن ظہیر الدین م ۵۰۶ھ ۔
۸۷ علی بن عبیداللہ الخطیبی م ۴۶۷ھ ۔
۸۸ علی بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن مجاہد ابوالحسن المعروف فخر الاسلام بزدوی الفقیہہ الامام الکبیر م ۴۸۲ھ ۔
۸۹ علی بن محمد بن محمد البسطامی ولد ۴۰۰ھ م ۴۸۲ھ ۔
۹۰ علی بن محمد بن احمد الرجی ابوالقاسم معروف بابن السمنانی م ۴۹۳ھ ۔
۹۱ علی الشویخی ۔
۹۲ علی بن ابی نصر الجرجانی ابوالحسن الفقیہہ لقب ابی حنیفہ م ۴۸۷ھ ۔
۹۳ عمر بن احمد بن محمد بن موسیٰ بن منصور الجوری النیشاپوری الحافظ م ۴۶۷ھ / ۴۶۹ھ ۔
۹۴ عمر بن حبیب بن علی الزندرامشی ابوحفص القاضی الامام ۔
۹۵ عمر بن محمد بن احمد بن محمد بن یوسف بن اسماعیل بن شاہ الخوارزمی البرقی ۔
۹۶ العلاء بن محمد بن نعیم بن اسحاق الغوبدینی م ۴۰۹ھ ۔
۹۷ الفضل بن عباس بن یحییٰ بن الحسین الصاغانی الحنفی ابوالعباس ۔
۹۸ الفضل بن عبدالواحد بن الفضل بن عبدالصمد ابوالعباس السرخسی ولد ۴۰۰ھ م ۴۹۴ھ ۔
۹۹ لقمان بن حکیم بن الفضل الفقیہہ الزاہد ۔
۱۰۰ محمد بن ابراہیم بن اسد القاضی الہروی ابوزید م ۴۶۶ھ ۔
۱۰۱ محمد بن ابراہیم بن انوش بن ابراہیم بن محمد ابوبکر الحصیری البخاری م ۵۰۰ھ ۔
۱۰۲ محمد بن ابراہیم بن الحسن ابوبکر الرازی نزیل اسکندریہ م ۴۹۳ھ ۔
۱۰۳ محمد بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن نوح بن زید بن نعمان النوحی النسفی م ۴۵۹ھ ۔
۱۰۴ محمد بن احمد بن حمزہ بن الحسین بن القاسم بن حمزہ بن الحسن بن علی بن عبیداللہ بن الحسن بن عبیداللہ بن العباس بن علی بن ابی طالب العلوی ابوشجاع ۔
۱۰۵ محمد بن احمد بن حامد بن عبید ابوجعفر البخاری البیکندی المتکلم المعروف بقاضی حلب م ۴۸۲ھ ۔
۱۰۶ محمد بن احمد بن علی الاستراباذی ۔
۱۰۷ محمد بن احمد بن محمود ابوالمؤید المایمرغی النسفی ولد ۴۴۲ھ ۔
۱۰۸ محمد بن احمد بن محمود ابوجعفر النسفی القاضی م ۴۱۴ھ ۔
۱۰۹ محمد بن ابی سہل احمد ابوبکر شمس الائمہ السرخسی م ۴۸۳ھ ۔
۱۱۰ محمد بن آدم بن کمال ابوالمظفر الہروی م ۴۱۴ھ ۔
۱۱۱ محمد بن اسحاق بن علی بن السجاتی الزوزنی ابوجعفر القاضی م ۴۶۳ھ ۔
۱۱۲ محمد بن باناز بن امیرک بن شاہ الکبندی ولد ۴۳۰ھ م ۴۹۳ھ ۔
۱۱۳ محمد بن الحسن بن الحسن الاستروشنی ابوجعفر م ۴۷۰ھ ۔
۱۱۴ محمد بن الحسن بن مسعود بن الحسن المعروف ابوہ بابن الوزیر م ۵۰۵ھ ۔
۱۱۵ محمد بن الحسین بن محمد بن الحسین البخاری المعروف بکر خواہرزادہ م ۴۸۳ھ ۔
۱۱۶ محمد بن الحسین بن محمد الارسابندی ابوبکر القاضی م ۵۱۲ھ ۔
۱۱۷ محمد بن الحسین بن منصور ابوبکر النسفی ۔

www.toobaaelibrary.com

۱۱۸ محمد بن الحسین بن علی بن احمد بن سہل ابوالفضل السہلوی م ۴۹۰ھ ۔

۱۱۹ محمد بن صاعد بن محمد بن احمد ابوسعید القاضی م ۴۳۳ھ ۔

۱۲۰ محمد بن طاہر بن عبدالرحمٰن بن الحسن بن محمد السعیدی السمرقندی الامام اللبادی م ۵۱۵ ھ ۔

۱۲۱ محمد بن عبداللہ بن احمد ابوالمحاسن النیشاپوری الحی ولد ۴۱۲ھ م ۴۹۱ھ ۔

۱۲۲ محمد بن عبداللہ بن الحسین ابوبکر الناصح الحنفی قاضی القضاۃ الری الناصحی م ۴۸۴ھ ۔

۱۲۳ محمد بن عبدالجبار بن احمد بن محمد بن جعفر بن احمد بن عبدالجبار بن الفضل ابن الربیع بن مسلم بن عبداللہ بن منصور ابومنصور السمعانی التمیمی المروزی الامام م ۴۵۰ھ ۔

۱۲۴ محمد بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن یعقوب بن اسحاق بن محمد بن ابراہیم بن احمد بن حفص بن غیاث بن معبد بن عباد بن عبدالرحمٰن ولد ۴۲۵ھ م ۵۰۳ھ ۔

۱۲۵ محمد بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن عبدالوارث ابن عبدان بن عبدالوارث ابوسعید العبدانی م ۴۹۴ھ ۔

۱۲۶ محمد بن عبدالخالق بن محمد بن سعید بن علی القاضی ابوالمؤید الکشانی م ۵۰۲ ھ ۔

۱۲۷ محمد بن عبدالرحمٰن بن احمد ابوبکر النیشاپوری الماوردی الصوفی م ۴۸۱ھ ۔

۱۲۸ محمد بن عبدالعزیز بن محمد بن احمد القنطری ابوعمرو الفقیہ المروزی ۔

۱۲۹ محمد بن عبدالغفار بن عبدالسلام بن علی بن احمد بن محمد بن عبیداللہ بن محمد بن سعدویہ بن بشر بن اسحاق بن ابراہیم بن غیاث ابوالوفاء م ۵۰۴ھ ۔

۱۳۰ محمد بن عبدالکریم بن عبد بن عیسٰی بن الیمان بن تمام بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ الزریکی ابوالبدیع م ۴۷۹ھ ۔

۱۳۱ محمد بن عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد الحسکانی الحاکم ابوعلی الحذاء م ۵۰۴ ھ ۔

۱۳۲ محمد بن عدنان بن محمد بن احمد بن ابی العباس بن عمرویہ القاضی اللوکری ابونصر م ۵۰۲ ھ ۔

۱۳۳ محمد بن علی بن احمد الاسماعیلی القاضی ابوطاہر البخاری ۔

۱۳۴ محمد بن علی بن حیدر الامام الفقیہ الزاہد ۔

۱۳۵ محمد بن علی بن غالب الاسترابادی ولد ۴۴۱ھ ۔

۱۳۶ محمد بن علی بن محمد بن الحسین بن عبدالملک بن عبدالوھاب بن حمویہ الدامغانی الکبیر ابوعبداللہ قاضی القضاۃ الامام العلامۃ ولد ۳۹۸ ھ م ۴۷۸ھ ۔

۱۳۷ محمد بن عمر و ابوجعفر الاستروشنی م ۴۰۴ ھ ۔

۱۳۸ محمد بن ابی الفضل محمد السرخسی ابوالحارث ۔

۱۳۹ محمد بن الفضل البلخی الامام المفسر م ۴۱۹ ھ ۔

۱۴۰ محمد بن محمد بن ابی محمد م ۴۸۰ھ ۔

۱۴۱ محمد بن محمد بن احمد بن حمزۃ بن الحسین بن القاسم بن حمزۃ بن الحسین/الحسن بن علی بن عبیداللہ بن الحسن بن عبیداللہ بن العباس بن علی بن ابی طالب العلوی ابوالوضاح م ۴۹۱ھ ۔

۱۴۲ محمد بن محمد بن ایوب القطوانی الامام ابومحمد م ۵۰۶ھ ۔

۱۴۳ محمد بن محمد بن الحسین بن عبدالکریم بن موسٰی بن مجاہد البزدوی ابوالیسر م ۴۹۳ ھ ۔

۱۴۴ محمد بن محمد بن عبداللہ الازدی القاضی الامام ابومنصور الھروی م ۴۱۰ھ ۔

۱۴۵ محمد بن محمد بن علی القاضی ابوسعید الفقیہ م ۴۵۲ھ ۔

www.toobaaelibrary.com

۱۴۶﴾ محمد بن محمد بن یحیٰی بن الحسین ابن احمد بن ابی عاصم الجوزی الاستاد ابو عبداللہ م ۴۵۳ھ۔

۱۴۷﴾ محمد بن محمد بن محمد بن الفضل الماهانی المروزی القاضی ابو نصر ولد ۴۱۲ھ م ۵۰۳ھ۔

۱۴۸﴾ محمد بن محمد بن محمد بن ابی محمد الکسبوی ابو بکر ولد ۴۳۹ھ م ۴۹۴ھ۔

۱۴۹﴾ محمد بن منصور بن مخلص بن اسماعیل ابو اسحاق الحاکم النوقدی م ۴۳۴ھ۔

۱۵۰﴾ محمد بن موسیٰ بن محمد الخوارزمی ابو بکر م ۴۰۳ھ۔

۱۵۱﴾ محمد بن موسیٰ البلاساغونی المعروف بالترکی م ۵۰۶ھ۔

۱۵۲﴾ محمد بن الولید المعروف بالزاهد السمر قندی م ۴۵۰ھ۔

۱۵۳﴾ محمد بن وهبان الدیلمی الاصبهانی م ۴۷۹ھ۔

۱۵۴﴾ محمد بن یحیٰی بن الحسن بن احمد بن علی بن عاصم الجوزی ابو عمر م ۴۲۷ھ۔

۱۵۵﴾ محمد بن یحیٰی البکر ابادی ابو عبداللہ المتکلم۔

۱۵۶﴾ محمود بن سبکتگین ابو القاسم السلطان سیف الدولہ ابن الامیر ناصر الدولہ ابی منصور الغزنوی م ۴۲۱ھ۔

۱۵۷﴾ محمود بن عبدالعزیز الوراق۔

۱۵۸﴾ مسعود بن عبدالعزیز بن محمد الرازی ابو ثابت م ۴۸۵ھ۔

۱۵۹﴾ مسعود بن محمد بن احمد بن عبید البخاری ابو الیمن م ۴۹۱ھ۔

۱۶۰﴾ مسعود بن محمد بن موسیٰ بن محمد الخوارزمی ابو القاسم م ۴۲۳ھ۔

۱۶۱﴾ مسعود بن محمد الجرجانی ابو سعید م ۴۱۰ھ۔

۱۶۲﴾ مسعود بن محمد بن ثابت الرازی الفقیہ۔

۱۶۳﴾ المستطب بن محمد بن اسامۃ بن زید بن نعمان بن محمد بن سفیان الفرغانی ابو المظفر ولد ۴۱۴ھ م ۴۸۶ھ۔

۱۶۴﴾ المعلیٰ بن عبدالعزیز بن عبدالرزاق۔

۱۶۵﴾ منصور بن احمد بن اسماعیل ابو نصر القاضی الغزقی م ۴۶۵ھ۔

۱۶۶﴾ منصور بن احمد بن محمد ابو المظفر البسطامی م ۴۸۵ھ۔

۱۶۷﴾ منصور بن اسمٰعیل بن احمد بن المظفر القاضی الهروی م ۴۵۵ھ۔

۱۶۸﴾ منصور بن اسماعیل بن صاعد بن محمد القاضی الامام ابو القاسم م ۴۷۰ھ۔

۱۶۹﴾ منصور بن محمد بن محمد بن احمد بن یحیٰی الفقیہ الحاکم البارع ابو محمد بن ابی صادق الخفاف م ۴۱۰ھ۔

۱۷۰﴾ منصور بن محمد بن محمد بن عبداللہ الازدی القاضی الهروی۔

۱۷۱﴾ نعمان بن عبدالجبار بن عبدالحمید بن احمد بن حنیفی الزعفرانی (اخو ابی الحارث عبدالحمید) ابو حنیفہ م فی حدود ۵۰۰ھ۔

۱۷۲﴾ الهیثم بن ابی الهیثم عتبہ بن خیثمہ التمیمی القاضی النیشاپوری ابو سعید التمیمی م ۴۳۱ھ۔

۱۷۳﴾ یحیٰی بن احمد بن محمد اسحاق ابو زکریا الزجاجی الفقیہ النیشاپوری الخلیل م ۴۱۵ھ۔

۱۷۴﴾ یحیٰی بن عبداللہ بن الحسین ابو صالح القاضی الامام (ابن قاضی القضاۃ ابی محمد عبداللہ بن الحسین م ۴۲۷ھ) الناصحی ولد ۴۱۵ھ م ۴۹۵ھ۔

۱۷۵﴾ یحیٰی بن محمد بن ابراهیم بن محمد بن ابراهیم بن محمد بن محمد بن نوح بن زید النوحی النسفی ابو یوسف القاضی ولد ۴۳۲ھ م ۵۰۳ھ۔

۱۷۶﴾ یحیٰی بن محمد بن صاعد بن محمد بن احمد بن عبید اللہ الصاعدی ولد ۴۰۱ھ م ۴۶۰ھ۔

۱۷۷﴾ یوسف بن منصور بن ابراهیم بن الفضل بن محمد بن شاکر بن نوح بن سیار السیاری ابو یعقوب النیشاپوری۔

۱۷۸﴾ یونس بن طاهر بن محمد بن یونس بن حیوۃ البصری الحیوئی م ۴۱۱ھ۔

www.toobaaelibrary.com

ضمیمہ ’’ذ‘‘ مجلس تدوین فقہ کے ارکان کے اسمائے گرامی

۱۔ ابو یوسف القاضی ولد ۱۱۳ھ م ۱۸۲ھ۔
۲۔ زفر بن الھذیل ولد ۱۱۰ھ م ۱۵۸ھ۔
۳۔ اسد بن عمرو البجلی م ۱۸۸ھ۔
۴۔ عافیہ الاودی م ۱۸۰ھ۔
۵۔ داؤد الطائی م ۱۶۰ھ۔
۶۔ القاسم بن معن المسعودی م ۱۷۵ھ۔
۷۔ علی بن مسہر م ۱۸۹ھ۔
۸۔ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ م ۱۸۴ھ۔
۹۔ حبان م ۱۷۲ھ۔
۱۰۔ مندل ولد ۱۰۲ھ م ۱۶۸ھ (یہ دونوں علی العنزی الکوفی کے بیٹے تھے) (۳۱)۔
۱۱۔ امام محمد بن الحسن ولد ۱۳۲ھ۔م ۱۸۹ھ۔
۱۲۔ امام حسن بن زیاد م ۲۰۴ھ۔
۱۳۔ وکیع بن الجراح م ۱۹۷ھ۔
۱۴۔ عبداللہ بن المبارک المروزی م ۱۸۱ھ۔
۱۵۔ بشر بن غیاث المریسی۔
۱۶۔ یوسف بن خالد السمتی م ۱۸۹ھ۔
۱۷۔ مالک بن مغول البجلی م ۱۵۹ھ۔
۱۸۔ نوح بن ابی مریم الجامع م ۱۷۳ھ (۳۴)۔
۱۹۔ نوح بن دراج القاضی م ۱۸۲ھ۔
۲۰۔ علی بن ظبیان القاضی م ۱۹۳ھ۔
۲۱۔ علی بن حرملہ القاضی۔
۲۲۔ حماد بن دلیل القاضی۔
۲۳۔ حفص بن غیاث م ۱۹۴ھ
۲۴۔ فضیل بن عیاض م ۱۸۷ھ،
۲۵۔ حماد بن الامام الاعظم م ۱۷۶ھ
۲۶۔ خالد بن سلیمان ابو معاذ البلخی م ۱۹۹ھ
۲۷۔ الفضل بن موسیٰ السینانی م ۱۹۲ھ

www.toobaaelibrary.com

۲۸ عبدالعزیز بن خالد الترمذی

۲۹ عمرو بن میمون البلخی ابو علی م ۱۷۱ھ

۳۰ شریک بن عبداللہ القاضی م ۱۷۷ھ:-

۳۱ یحییٰ بن سعید القطان، ولد ۱۲۰ھ۔م ۱۹۸ھ

۳۲ الحکم بن عبداللہ ابو مطیع البلخی م ۱۹۷ھ/ ۱۹۹ھ قاضیٔ بلخ

۳۳ مسعر بن کدام العامری الکوفی م ۱۵۳ھ/ ۱۵۵ھ

۳۴ محمد بن القاسم الاسدی البخاری:-

۳۵ حفص بن عبدالرحمٰن ابو عمر البلخی قاضیٔ نیشاپور م ۱۹۹ھ

۳۶ یزید بن ہارون قاضیٔ واسط ولد ۱۱۷ھ- ۱۱۸ھ م ۲۰۶ء

۳۷ ابراہیم بن میمون الصائغ المروزی م ۱۳۱ھ

۳۸ عبدالعزیز بن ابی رزمہ م ۲۰۶ھ

۳۹ ہیاج بن بسطام م ۱۷۷ھ

۴۰ ضحاک بن مخلد ابو عاصم النبیل البصری ولد ۱۲۲ھ م ۲۱۲

www.toobaaelibrary.com

Al Nadwa Library
الندوة
Chattar islamabad 46001
0333-83 83 336-7
Al Nadwa Educational Trust

کتابیات

القرآن الحکیم:

۱ ابن الاثیر، ابوالحسن عزالدین علی بن محمد بن م ۶۳۰ھ: الکامل فی التاریخ، دار صادر بیروت ۱۳۵۸ھ /۱۹۶۵ء۔

۲ ایضاً: اللباب فی تہذیب الانساب، مکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۸ھ۔

۳ ابن اعثم، ابومحمد احمد الکوفی الکندی: کتاب الفتوح۔ فارسی ترجمہ از محمد بن احمد المستوفی الھروی۔ بمبئی ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء۔

۴ ابن جوزی، ابی الفرج عبدالرحمٰن ابن علی بن محمد م ۵۹۷ھ: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۵ ابن حبان، الامام الحافظ محمد ابن حبان بن احمد ابی حاتم التمیمی البستی م ۳۵۴ھ/۹۶۵ء: کتاب الثقات، دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ھ ودائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۶ ابن حجر العسقلانی شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی م ۸۵۲ھ: نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر مطبع فاروقی دہلی۔

۷ ایضاً: تہذیب التہذیب، دائرۃ المعارف نظامیہ حیدرآباد ۱۳۳۸ھ۔

۸ ایضاً: تقریب التہذیب (تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف) طبع دوم ۱۳۹۵ھ۔

۹ ایضاً: لسان المیزان، طبع مؤسسۃ الاعلمی مطبع للمطبوعات بیروت طبع ثانی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱ء ودائرہ معارف نظامیہ حیدرآباد طبع اول ۱۳۳۱ھ۔

۱۰ ایضاً: تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعه، دائرۃ المعارف النظامیہ دکن طبع اول ۱۳۲۴ھ۔

۱۱ ابن حجر الہیثمی المکی الشافعی، شہاب الدین احمد م ۹۷۳ھ: الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان، دار الکتب العربیۃ مصر، ایچ ایم سعید کمپنی ۱۴۱۴ھ۔

۱۲ ابن حنبل، امام احمد: مسند احمد، طبع میمنیہ مصر ۱۳۱۳ھ۔

۱۳ ابن خرداذبہ: المسالک والممالک، لائڈن ۱۳۰۶ھ۔

۱۴ ابن خلدون، علامہ عبدالرحمٰن: مقدمہ العلامۃ ابن خلدون، مطبعۃ التقدم مصر قاہرہ ۱۳۲۹ھ۔

۱۵ ابن خلکان، ابی العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر: وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، منشورات الرضی، قم طبع ثانی ومطبعۃ السعادۃ القاہرہ طبع اول ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۹ء۔

۱۶ ابن سعد، محمد م ۲۳۰ھ: الطبقات الکبیر (Ed) Sachauet al لیڈن ۱۹۰۵ء/۱۹۲۱ء ودار صادر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

۱۷ ابن عابدین، سید محمد امین آفندی: رسائل ابن عابدین، شرکۃ الصحافۃ العثمانیہ استنبول ۱۳۲۵ھ وسہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ۔

۱۸ ابن عبدالبر، الحافظ ابی عمر یوسف بن عبداللہ م ۴۶۳ھ: جامع بیان العلم وفضلہ، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر۔

۱۹ ایضاً: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدرآباد ۱۳۳۶ھ۔

۲۰ ایضاً: الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء، مکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۰ھ۔

www.toobaaelibrary.com

۲۱ ابن عبدربہ: عقد الفرید طبع مصر ۱۹۱۳ء۔

۲۲ ابن قتیبہ الدینوری: کتاب الامامۃ والسیاسۃ۔مصر ۱۹۳۷ء۔

۲۳ ابن قطلو بغا، حافظ ابوالعدل زین الدین قاسم م ۸۷۹ھ: تاج التراجم فی طبقات الحنفیۃ مطبعۃ العانی بغداد ۱۹۶۲ء۔

۲۴ ابن قیم، حافظ ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر م ۷۵۱ھ: اعلام الموقعین عن رب العالمین۔مطبعۃ السعادۃ مصر طبع اول ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء۔

۲۵ ابن ماکولا، حافظ ابونصر امیر علی بن ھبۃ اللہ م ۴۷۵ھ: الاکمال، دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۶ ابن الندیم، ابوالفرج محمد بن اسحاق م ۳۵۸ھ تقریباً: مطبعۃ الاستقامۃ القاہرہ بدون سن اشاعت و مطبعۃ الرحمانیہ مصر ۱۳۴۸ھ، ترجمہ از مولانا محمد اسحٰق بھٹی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۶۹ء۔

۲۷ ابوحنیفہ، امام اعظم نعمان بن ثابت م ۱۵۰ھ: مشکل الآثار، دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔

۲۸ ابوداؤد، امام سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر الازدی بجستانی م ۲۷۵ھ: صحیح سنن المصطفیٰ، دار الکتب العربیہ۔

۲۹ ابوزہرہ، محمد: ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ، آراؤہ وفقہہ، دار الفکر العربی مصر ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء وطبع ثانی ۱۹۵۵ء۔

۳۰ ابوعذبہ، الحسن بن عبدالمحسن: الروضۃ البھیۃ فیماوقع بین الاشاعرۃ والماتریدیہ، طبع حیدرآباد دکن ۱۳۲۲ھ۔

۳۱ ابونعیم، احمد بن عبداللہ الاصفہانی م ۴۳۰ھ: حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء۔

۳۲ ابوالوفا افغانی: مقدمہ اصول سرخسی، دار الکتب العربی ۱۳۷۳ھ۔

۳۳ ابویوسف، القاضی یعقوب بن ابراہیم بن حبیب م ۱۸۲ھ: کتاب الآثار، احیاء المعارف النعمانیہ دکن ومطبعۃ الاستقامہ قاہرہ ۱۳۵۵ھ۔

۳۴ ایضاً: الاختلاف ابن ابی لیلیٰ وابی حنیفۃ۔ مطبعۃ الاستقامہ قاہرہ ۱۳۵۷ھ۔

۳۵ ایضاً۔کتاب الرد علی سیر الاوزاعی، قاہرہ ۱۳۵۸ھ (اس کے علاوہ کتاب الام از امام شافعی طبع بولاق مصر ۱۳۲۱ھ ج ۷ ص ۳۰۳۔۳۳۶ اور طبع شرکۃ الطباعۃ الفنیۃ المتحدہ ص ۳۳۳۔۳۶۹ میں اس کا پورا بیان ہے)۔

۳۶ ایضاً: الخراج، مطبعۃ السلفیۃ قاہرہ طبع دوم ۱۳۵۲ھ۔

۳۷ ابی حاتم، الحافظ ابی محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس التمیمی الحنظلی الرازی م ۳۲۷ھ: کتاب الجرح والتعدیل دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء۔

۳۸ الاثری، عبدالکریم بن مراد: قصب السکر فی نظم نخبۃ الفکر، دار الثقافتہ الاسلامیہ ریاض۔

۳۹ احمد المیہی ومحمد البیلاوی (جمعہ ورتبہ): فہرست الکتب العربیۃ المحفوظۃ بالکتب خانۃ المصریہ من فہرست الکتب خانۃ الخدیویہ، مطبع عثمانیہ مصر طبع اول ۱۳۰۵ھ۔

۴۰ اختر راہی: تذکرہ مصنفین درس نظامی مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۳۹۸ھ/۱۹۸۷ء۔

۴۱ اصطخری، ابن اسحاق ابراہیم بن الفارسی الکرخی م ۳۵۰ھ: المسالک والممالک طبع مدینہ لیدن مطبع بریل ۱۹۲۷ء۔

۴۲ امینی، محمد تقی: حدیث کا درایتی معیار۔قدیمی کتب خانہ طبع ۱۹۸۶ء۔

۴۳ بجنوری، سید احمد رضا: انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری مکتبہ ناشر العلوم دیوبند (یوپی) بدون سن اشاعت۔

۴۴ بخاری، ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل م ۲۵۶ھ: صحیح البخاری، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر بدون سن اشاعت والمکتبۃ الاسلامیہ استنبول ترکی بدون سن اشاعت۔

۴۵ بغدادی، اسماعیل پاشا: ہدیۃ العارفین، مطبعۃ البھیۃ استنبول ۱۹۵۱ء واستنبول ۱۹۵۵ء۔

۴۶ البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر م ۲۹۷ھ: فتوح البلدان، مکتبۃ النھضۃ المصریہ قاہرہ ۱۹۵۸ھ ولیڈن ۱۸۶۶ء (Ed. M.J.

www.toobaaelibrary.com

deGoege)۔

۴۷۔ ایضاً: انساب الاشراف، دار المعارف مصر بدون سن اشاعت۔

۴۸۔ پرویز: معراج انسانیت، طلوع اسلام کراچی طبع اول ۱۹۴۹ء

۴۹۔ ترمذی، امام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ م ۲۹۷ھ: الجامع الصحیح وھو سنن الترمذی۔ دار احیاء التراث العربی۔

۵۰۔ تسبیحی، محمد حسین: فہرست نسخہ ہائے خطی کتاب خانہ گنج بخش لاہور، مطبع انتشارات۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان راولپنڈی ۱۳۵۰ خورشیدی۔

۵۱۔ ٹونکی محمود حسن خان: معجم المصنفین۔ وزنکوغراف طبارہ بیروت ۱۳۴۴ھ۔

۵۲۔ الثعالبی، عبدالملک: لطائف المعارف، طبع جونگ، سن اشاعت نامعلوم۔

۵۳۔ جرجی زیدان: تاریخ التمدن الاسلامی۔ مطبع الھلال قاہرہ ۱۹۰۲ء۔

۵۴۔ جصاص، الامام ابی بکر احمد بن علی الرازی الحنفی م ۳۷۰ھ: احکام القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور طبع اول ۱۴۰۰ھ۔

۵۵۔ جعفری، سید رئیس احمد: آثار امام محمد و امام ابو یوسف، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور طبع اول ۱۹۶۰ء۔

۵۶۔ جہلمی، فقیر محمد: حدائق الحنفیۃ، طبع لکھنؤ۔

۵۷۔ چلپی، ملا کاتب حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ م ۱۰۶۷ھ: کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون۔ مکتبہ الفیصلیۃ مکہ مکرمہ۔

۵۸۔ چینی، بدر الدین، چین و عرب کے تعلقات اور ان کے نتائج انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی ۱۹۶۹ء۔

۵۹۔ الحارثی، محمد قاسم عبدہ: مکانۃ الامام ابو حنیفۃ بین المحدثین، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی طبع اول ۱۴۱۳ھ۔

۶۰۔ الحاکم النیشاپوری۔ ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ م ۴۰۵ھ: معرفۃ علوم الحدیث، مطبع دار الکتب المصریہ قاہرہ ۱۹۳۷ء۔

۶۱۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد: تدوین قانون اسلامی اور امام ابو حنیفہ، چراغ راہ قانون نمبر مرتبہ خورشید احمد کراچی ۱۹۵۸ء۔

۶۲۔ ایضاً: مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ فی العھد النبوی والخلافۃ الراشدہ۔ مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر۔ قاہرہ مصر ۱۹۴۱ء۔

۶۳۔ الحنبلی، ابی الفلاح عبدالحیٔ بن العماد م ۱۰۸۹ھ: شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، مکتبہ القدسی الازہر قاہرہ ۱۳۵۰ھ و دار الفکر بیروت ۱۳۱۳ھ۔

۶۴۔ خضری، شیخ محمد: تاریخ التشریع الاسلامی، دار احیاء الکتب العربیۃ مصر طبع ثانی ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۶۲م، ترجمہ از عبدالسلام ندوی دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۳۴۶ھ۔

۶۵۔ خطیب، الحافظ ابی بکر احمد علی البغدادی م ۴۶۳: تاریخ بغداد، مطبع السعادۃ مصر، طبع اول ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱م۔

۶۶۔ خلیفہ بن خیاط: کتاب الطبقات۔ مطابع وزارۃ الثقافۃ والسیاحۃ والارشاد القومی دمشق ۱۹۶۶ء۔

۶۷۔ خوارزمی، محمد بن محمود بن محمد: جامع المسانید الامام الاعظم، مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، طبع اول ۱۳۲۲ھ۔

۶۸۔ دارمی، امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل م ۲۵۵ھ: سنن دارمی شریف مطبع سعیدی کراچی۔

۶۹۔ الدینوری، ابو حنیفہ بن داؤد م ۲۸۲ھ: الاخبار الطوال۔ ترجمہ اردو از مرزا محمد منور، مرکزی اردو بورڈ لاہور۔

۷۰۔ دیوبندی، مظہر الحق: مصباح الحواشی شرح اردو اصول الشاشی، مہر سعید اینڈ سنز کراچی۔ بدون سن اشاعت۔

۷۱۔ ذھبی، ابی عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان م ۷۴۷ھ: سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ وطبع سابع ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۷۲۔ ایضاً: تذکرۃ الحفاظ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد طبع اول ۱۳۲۴ھ طبع دوم ۱۳۳۳ھ وطبع سوم ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵م و دائرہ المعارف عثمانیہ حیدر آباد۔

۷۳۔ ایضاً: العبر فی خبر [illegible]

www.toobaaelibrary.com

۷۴ ایضاً: میزان الاعتدال فی نقد الرجال۔ دار المعرفۃ بیروت بدون سن اشاعت۔

۷۵ ایضاً: الکاشف، دار الکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳م۔

۷۶ رام پوری، نجم الغنی خان حکیم: مزیل الخواشی شرح اصول الشاشی، میر محمد کتب خانہ کراچی بدون سن اشاعت۔

۷۷ رحمانی، عبد الحفیظ: آثار امام۔ مکتبہ شہاب دیوبند ۱۹۶۲ء۔

۷۸ زرکلی، خیر الدین: الاعلام قاموس تراجم لاشھر الرجال والنساء من العرب والمستعربین والمستشرقین، طبع ثانی۔

۷۹ سرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل م ۴۸۳ھ: شرح السیر الکبیر، مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد ۱۳۳۵ھ۔

۸۰ ایضاً: المبسوط، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء۔

۸۱ ایضاً: اصول السرخسی: احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن بدون سن اشاعت۔

۸۲ سرکیس، یوسف الیان: معجم المطبوعات العربیۃ مطبع سرکیس مصر ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء۔

۸۳ سمعانی، ابی سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی م ۵۶۲ھ: الانساب، دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء و ۱۳۸۲ھ
وطبع بریل لندن ۱۹۱۲ء۔

۸۴ سیوطی، ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن ابی بکر الشافعی م ۹۱۱ھ: تبییض الصحیفۃ بمناقب الامام ابی حنیفۃ۔ طبع
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی۔

۸۵ الشاشی، اسحاق بن ابراہیم م ۳۲۵ھ: اصول الشاشی، مطبع مجتبائی دہلی سن اشاعت غیر مذکور۔

۸۶ الشافعی، الامام عبد اللہ بن محمد بن ادریس ابن العباس بن عثمان م ۲۰۴ھ: الام، مطبع الفنیۃ المتحدہ قاہرہ طبع اول وطبع بولاق
مصر ۱۳۲۱ھ۔

۸۷ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، نور محمد اصح المطابع کراچی بدون سن اشاعت۔

۸۸ ایضاً: ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، طبع صدیقی بریلی۔

۸۹ ایضاً: قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، طبع مجتبائی ۱۳۱۰ھ۔

۹۰ شبلی نعمانی: مقالات شبلی۔ مطبع معارف، اعظم گڑھ ۱۳۷۱ھ/۱۹۸۰ء۔

۹۱ ایضاً: سیرت امام اعظم سنگ میل پبلی کیشنز لاہور بدون تاریخ اشاعت۔

۹۲ ایضاً: الفاروق، دار الاشاعت طبع اول ۱۹۹۱ء۔

۹۳ ایضاً: الکلام، طبع علی گڑھ بدون اشاعت۔

۹۴ صبحی محمصانی ڈاکٹر: فلسفۃ التشریع فی الاسلام۔ دار الکشاف بیروت ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء۔

۹۵ صیمری، ابو عبد اللہ الحسین محدث م ۴۳۲ھ: اخبار الامام ابی حنیفۃ واخبار بعض اصحابہ من العراقین۔ نقل عن نسخہ مخطوطہ محمد زاہد
الکوثری لائبریری مجلس علمی کراچی۔ راقم (مقالہ نگار) کے پاس بھی اس کی فوٹو سٹیٹ موجود ہے۔

۹۶ طبری، الامام ابی جعفر محمد بن جریر (۲۲۴-۳۱۰ھ): تاریخ الرسل والملوک۔ دار المعارف مصر طبع ثانی ومطبعۃ الاستقامۃ قاہرہ
۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء ولیڈن ۱۹۰۱ء وترجمہ فارسی تاریخ طبری، کانپور ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء۔

۹۷ طاش، کبری زادہ عصام الدین ابو الخیر احمد بن مصلح الدین مصطفیٰ: طبقات الفقہاء، موصل طبع ثانی ۱۹۶۱ء۔

۹۸ ایضاً: مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ۔ حیدرآباد دکن طبع اول ۱۳۲۸ء۔

۹۹ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعۃ: شرح وقایہ مع حاشیہ عمدۃ الرعایہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی بدون سن اشاعت۔

۱۰۰ عینی، علامہ الامام الحافظ: معانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار للامام ابی جعفر الطحاوی۔ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ
ریاض طبع اول ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء۔

www.toobaaelibrary.com

۱۰۱ فارق، خورشید احمد: حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۳۷۹ھ/۱۹۹۷ء۔

۱۰۲ القاری، علی بن سلطان محمد: ذیل الجواہر المضیۂ حیدرآباد دکن ۱۳۳۴ھ۔

۱۰۳ القرشی، محمد عبد القادر م ۷۷۵ھ: الجواہر المضیۂ فی طبقات الحنفیہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

۱۰۴ کاندھوی، محمد علی صدیقی، امام اعظم اور علم حدیث، سیالکوٹ بدون سن اشاعت۔

۱۰۵ کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیۃ مکتبہ عربیہ دمشق مطبعۃ الترقی ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء، ودمشق ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱م۔

۱۰۶ الکردری، ابن البزر از الامام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب م ۸۲۷ھ: مناقب الامام الاعظم، دائرۃ المعارف نظامیہ حیدرآباد طبع اول ۱۳۲۱ھ۔

۱۰۷ الکوثری، محمد زاہد محدث: حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی، دار الانوار بیروت ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء۔

۱۰۸ ایضاً: بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی۔ مکتبۃ الخانجی مصر طبع اول ۱۳۵۰ھ۔

۱۰۹ ایضاً: تانیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمۃ ابن حنیفہ من الاکاذیب۔ مصر طبع اول ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء۔

۱۱۰ گیلانی، مولانا مناظر احسن، حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۴۹ء۔

۱۱۱ لکھنوی، محمد عبد الحیٔ م ۱۳۰۴ھ: الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۹۳ھ وطبع سوم ۱۸۹۵ء وقاہرہ طبع اول ۱۳۲۴ھ۔

۱۱۲ ایضاً: مقدمۃ الھدایۃ للمرغینانی، طبع دہلی۔

۱۱۳ لی اسٹرینج جی: جغرافیہ خلافت مشرقی۔ اردو ترجمہ محمد جمیل الرحمٰن۔ مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء۔

۱۱۴ مالک، ابن انس اصحی ابوعبد اللہ الامام م ۱۷۹ھ: موطا امام مالک، نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۵۴م۔

۱۱۵ مالک رام ومختار الدین احمد (مرتبہ): نذر عرشی، مجلس نذر عرشی نئی دلی۔

۱۱۶ محمد سلام: المدخل للفقہ الاسلامی، قاہرہ طبع اول ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰م۔

۱۱۷ محمود مطلوب: ابو یوسف حیاتہ وآثارہ وآراؤہ الفقہیہ، بغداد طبع اول ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء۔

۱۱۸ المرجانی، شہاب الدین ف ۱۳۰۷ھ: عرفۃ الخواقین فی غرفۃ الخواقین طبع قازان ۱۲۸۱ھ۔

۱۱۹ مزی، جمال الدین ابی الحجاج یوسف م ۷۴۲ھ: تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، مؤسسۃ الرسالہ بغداد طبع اول ۱۴۰۷ھ۔

۱۲۰ مسلم، بن الحجاج القشیری النیشاپوری ابی الحسین الامام م ۲۶۱ھ: صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی لبنان طبع دوم ۱۹۷۲ء و مطبعۃ المصریۃ الازہر طبع اول ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۹م۔

۱۲۱ المقدسی، شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن احمد ابی بکر البشاری: احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، مطبع بریل طبع دوم ۱۹۰۶ء۔

۱۲۲ مودودی، سید ابوالاعلیٰ: خلافت وملوکیت، ادارہ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور طبع ہشتم ۱۹۷۵ء۔

۱۲۳ موفق، ابن احمد مکی (۴۸۴۔۵۶۸ھ) مناقب الامام ابوحنیفہ۔ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدرآباد طبع اول ۱۳۲۱ھ۔

۱۲۴ نثار احمد، پروفیسر ڈاکٹر: نقش سیرت کراچی ۱۹۶۸ء۔

۱۲۵ ندوی، شاہ معین الدین احمد: تاریخ اسلام، معارف پریس اعظم گڑھ۔

۱۲۶ النرشخی، ابوبکر محمد بن جعفر (۲۸۶۔۳۴۸ھ) تاریخ بخارا، ترجمہ فارسی از ابونصر احمد بن محمد بن نصر القباوی، نشرات کتاب فروشی سنائی شرکت، چاپخانہ سعادت بدون سن اشاعت۔

۱۲۷ نسائی، امام عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر م ۳۰۳ھ/۹۱۵ء: سنن نسائی ترجمہ عبد الستار ودوست محمد شاکر، حامد اینڈ کمپنی لاہور بدون سن اشاعت۔

www.toobaaelibrary.com

﴿۱۲۸﴾ نعمانی، عبدالرشید: امام ابن ماجہ اور علم حدیث، نور محمد اصح المطابع کراچی۔

﴿۱۲۹﴾ نووی، ابی زکریا محی الدین بن شرف ۶۷۶ھ: تہذیب الاسماء واللغات۔ الطباعۃ المنیریۃ مصر۔

﴿۱۳۰﴾ وحید احمد: جامع العقائد، دکن ۱۹۶۰ء۔

﴿۱۳۱﴾ ایضاً: اسلام مشرق میں ادارہ المجالس کراچی ۱۹۶۱ء۔

﴿۱۳۲﴾ وکیع، محمد بن خلف بن حیان: اخبار القضاۃ مطبعۃ الاستقامہ قاہرہ طبع اول ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء۔

﴿۱۳۳﴾ الیافعی، الامام ابی محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان م ۷۶۸ھ: مرأۃ الجنان وعبرۃ الیقطان، دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد ۱۳۳۸ھ۔

﴿۱۳۴﴾ یاقوت الحموی، الشیخ شہاب الدین ابی عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الرومی البغدادی م ۶۲۶ھ: معجم البلدان مطبعۃ السعادۃ مصر طبع اول ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء ودار صادر بیروت ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء ودار الکتب العربیہ بیروت بدون سن اشاعت۔

﴿۱۳۵﴾ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب: تاریخ (Ed. M. Houstman) لیڈن ۱۸۸۳ء۔

﴿۱۳۶﴾ عہد نامہ عتیق: عبرانی سے اردو ترجمہ، مطبوعہ لدھیانہ ۱۹۰۸ء۔

﴿۱۳۷﴾ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

﴿۱۳۸﴾ نقشہ سروے آف پاکستان۔ حکومت پاکستان اسلام آباد طبع اول ۱۹۹۲ء۔

BIBLIOGRAPHY

1) Barthold, W:-Turkestan down to the Mongol Invasion. Indus Publications 3rd Edition 1981.

2) " " :- Four Studies on the History of Central Asia. Translation from Russian by V. And T. Minorsky Leiden E.J. Brill 1962.

3) Bosworth, C.E. (Ed) :-Iran and Islam, Edinberg University Press 1971.

4) Boyle, J.A (Ed). :-The Cambridge History of Iran. Cambridge University Press New York 1971.

5) Canfield, Robert L. (Ed):- Turko- Persia in Historical Perspective. Cambridge University Press New York 1991.

6) Dani, Ahamd Hassan :- New Lights On Central Asia, Sange-Meel Publications Lahore 1993.

7) Denis Sinor (Ed). :-The Cambridge History of Early Inner Asia. Cambridge University Press 1990.

8) Jafery, A. Ali :-Sindhi And The Sindhis In the Early Aryan Age. Sindh Through the Centuries (Ed). Hamida Khuhro. Oxford University Press Karachi 1981.

9) Ghrishman R. :-Iran From the Earliest Times To The Islamic Conquest. Penguin Books 1961.

10) Gibb, H.A.R :- The Arab Conquest In Central Asia. London 1923.

11) Roolvink, R.Dr. (Ed) :-Historical Atlas of the Muslim Peoples

www.toobaaelibrary.com

Netherland Djambatan N.K. 1957.

12) Shaban, M.A :-Abbasid Revolution. Cambridge 1970.

13) Smirnov I.I. (Ed) :-A Short History of USSR. Translated from Russian By George H. Hanna, Progress Publishers Moscow 1965.

14) Suslov, S.P. P-Physical Geography of Asiatic Russia. Translated from Russian by Noah D. Gershevsky (Ed) By Joseph E. Williams Published by W.H Freeman & Co. San Francisco & London.

15) Wilber Donald N :-Iran Past And Present, Princeton New Jersey 1950.

16) W. P And Zelda K. Coates:- Soviets In Central Asia. London 1951.

17) Encyclopaedia of Asian History (Ed) By Embree Ainntie T. Collier Macmillan London 1988.

18) The New Encyclopaedia Britanica, Macropaedia, 15th Edition Chicago.

19) The Encyclopaedia of Islam :- Leiden, Brill, 1997.

20) The World Almanac And Book of Facts New York 1997.

21) The Statesman Year Book, World Gazetteer by John Paxton 3rd Edition, Macmillan Press London 1986.

22) Websters` Biographical Dictionary :-G& Merriam Co. Springfield. U.S.A 1953.

23) Websters` Third New International Dictionary by Merriam- Webster Springfield, U.S.A 1986.

24) The Shorter Oxford Dictionary. Oxford University Press. New York 1992.

www.toobaaelibrary.com

ادارہ مطالعاتِ ممالکِ اسلامیہ ☆

Institute of Islamic Countries Studies

تقویٰ، ہدف کا شعور، عزم صمیم

تعارف

نصب العین

۱۔ امت کے وسائل امت کے مسائل کے لیے ۲۔ امت کی نشاۃِ ثانیہ کا حصول

طریق کار

اس مقصد کے حصول کے لیے درج ذیل طریق کار اختیار کیا جائے گا۔

(الف)۔ (i) امت کے وسائل/ صلاحیتوں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہنا اور اس سلسلے میں مصروف عمل اداروں، اسلامی ممالک کی وزارتوں سے مدد لینا اور اشتراک کار، فروغ و پیدائش وسائل کے امکانات تلاش کرنا اور ان کو بڑھانے میں مدد فراہم کرنا۔
اس طرح وسائل پر مسلسل مطالعات (Research) کا اہتمام کرنا، (ii) امت کے وسائل کا ضیاع اور تباہی روکنا، (iii) امت کے وسائل کی صحیح کھپت/ پورا فائدہ، (iv) امت کے وسائل کی جامع منصوبہ بندی، (v) امت کے وسائل کے مستقبل میں فروغ کے امکانات کا جائزہ

(ب) (i) امت کے مسائل کا جائزہ، وجوہات؟ کیوں؟ حل تلاش کرنا،
(ii) امت کے مسائل پر ہم آہنگی پیدا کرنا اور ملی شعور پیدا کرنا

مقاصد

(i) مسائل میں بتدریج کمی کی کوشش، (ii) مسائل کے بروقت حل کی کوشش اور،
(iii) مستقبل میں پیش آنے والے مسائل کا بروقت اندازہ لگا کر ان کے حل کی تجاویز کا اہتمام کرنا

(ج) (i) ثقافتی وسماجی مشترکات کی تلاش (رسوم، لباس، تقریبات وغیرہ)
(ii) مسلم ممالک کے قومی دن منانا (اس سلسلہ میں سکولوں/ کالجوں کے طلباء سے متعلقہ ممالک کے بارے میں کوئز تقاریر، مباحثے اور مضامین کے انعامی مقابلے منعقد کروانا۔
(iii) اسلامی ممالک کے سفیروں/ سفارتخانوں، تحقیقی و تعلیمی اداروں، متعلقہ وزارتوں، صحافتی حلقوں، دانش مند و فہمیدہ لوگوں سے رابطے کر کے ملی ہم آہنگی اور قومی شعور کی بیداری کے لیے کام کرنا۔
(iv) اعلیٰ تعلیم یافتہ اصحاب/ محققین سے رابطے کر کے مختلف اداروں/ کمپنیز سے موضوعات/ مسائل لے کر انہیں تحقیق کے لیے دینا۔

☆ یہ کتاب ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ کے زیر اہتمام چھاپی جارہی ہے۔ یہ ادارہ میرا خواب ہے ایک ایسا خواب جس کی عملی تعبیر میں اُمت کی فوز وفلاح مضمر ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

www.toobaaelibrary.com

(د) (i) زندہ مسلم اعیان کا انسائیکلوپیڈیا (/Live Muslim Intelectuals Encyclopaedia
Biography) ترتیب دینا۔
(ii) انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب وتبویب اور تدوین کے لیے کم از کم تین سکالرز پر مشتمل کمیٹی بنانا۔
(iii) ویب سائٹ لینا۔
(iv) پوری دنیا کے نامور مسلمان سکالرز، پروفیسرز، وغیرہ کا جو مختلف شعبوں (مثلاً سائنس، طب، ریاضی، فزکس، کیمسٹری، ابلاغیات فقہ، لسانیات، عمرانیات، تاریخ وغیرہ) میں مختلف مقامات پر مصروف عمل ہیں، کا تعارف حاصل کرنا، انہیں ویب سائٹ پر لانا، اکٹھا کرنا اور شائع کرنا۔ یہ ایسے اصحاب ہوں گے، جنہوں نے سائنسی یا سماجی علوم میں نمایاں تحقیقی خدمات سرانجام دی ہیں۔
(v) تاکہ مسلم امہ کو نہ صرف اپنے دانشوروں کے نام اور کام سے آگاہی حاصل ہو۔
(vi) بلکہ مختلف مسائل کے بارے میں ان سے ماہرانہ مشورہ اور رہنمائی حاصل کی جائے۔

اس طرح

۱۔ ماضی کے نقصانات کا ازالہ کیا جا سکے۔
۲۔ حال کے مسائل پر قابو پایا جائے۔
۳۔ روشن مستقبل کے لیے صحیح اور جامع منصوبہ بندی کی جائے اور
۴۔ حاصل کردہ مشورہ/رہنمائی کے عمل ونفاذ کے لیے سازگار ماحول پیدا کیا جائے۔

(ہ) عصر حاضر میں سرحدوں کے خاتمے اور ملکوں کے انضمام کی بجائے ملی ہم آہنگی یعنی یکساں سوچ، مشترکہ مقاصد ومفادات اور اہداف کے لیے متحد ہوکر سائنٹیفیک پیش رفت کے ذریعے امت کی نشاۃ ثانیہ کے لیے کوشش کی جائے۔
(و) درج بالا مقاصد کے لیے کوشاں وسرگرم افراد ملکوں اور اداروں میں قریبی تعاون کرنا اور ان کی کوششوں کو منضبط کرنا۔

اعتراف

یقیناً یہ ایک بہت بڑا کام ہے جو حکومتوں اور بڑے اداروں کے کرنے کا ہے لیکن اللہ کے فضل وکرم، خلوص نیت اور عزم صمیم سے دریا و سمندر پایاب اور پہاڑ سرنگوں ہو جاتے ہیں ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، توفیق اور امت کے تعاون سے ان مقاصد حسنہ کے حصول میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب وسرخرو ہوں گے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

ڈاکٹر رفیع الدین احمد صدیقی
پیٹرن
ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ
میرپور آزاد کشمیر

www.toobaaelibrary.com

مصنف کی زیر طبع کتب

۱۔نو نیاز	شعری مجموعہ
۲۔مقالات رفیع	تحقیقی مقالات کی کہکشاں
۳۔نشری تقاریر	آزاد کشمیر ریڈیو میر پور سے نشر ہونے والی تقاریر کا گلدستہ
۴۔فقہ حنفی کی تاریخ	تین جلدیں
۵۔استاذ محترم کے خطوط	
۶۔انوار فقہائے احناف	
۷۔لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ	مرگِ مغرب پر ایک بصیرت افروز کتاب
۸۔فرہنگ مشکوٰۃ	تین جلدیں

تراجم

۹۔اخبار الامام ابی حنیفہؒ واخبار بعض اصحابہ من العراقین	محدث صیمری ابو عبداللہ الحسین م ۴۳۲ھ
۱۰۔الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ	محمد عبدالقادر القرشی م ۷۷۵ھ
۱۱۔مناقب الامام الاعظمؒ	الامام حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب البزاز الکردری م ۸۲۷ھ
۱۲۔مناقب الامام ابو حنیفہؒ	موفق ابن احمد مکی م ۵۶۸ھ

www.toobaaelibrary.com

مصنف کی زیر طبع کتب

ڈاکٹر صاحب کا یہ مطالعہ ان کی برسوں کی تحقیقی کاوشوں کا نتیجہ ہے اور انہوں نے اس مطالعے کے ذریعے وسط ایشیا سے تعلق رکھنے والے علماء اور ماہرین فقہ اسلامی کے کارہائے نمایاں کو حیاتِ نوبخش دی ہے۔

ڈاکٹر محمود الحسن عارف
چیئرمین اردو دائرہ معارف اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی لاہور

فقہ حنفی بذات خود بہت وسیع موضوع، بلکہ اگر میں کہوں کہ علم وتحقیق کی دنیا کا بحر ذخار ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ فاضل محقق نے اسے موضوع کی تحدید کے بعد جس انداز میں پیش کیا ہے وہ قابل قدر اور تحقیقی معیار پر پورا اترتا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ فاضل محقق کو اللہ رب العالمین اس کاوش کا اجر جزیل عطا فرمائے اور اردو زبان کے قارئین کو ذوق مطالعہ سے نوازے۔ (آمین)

حافظ محمد ادریس
ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی
منصورہ، لاہور

زیر نظر کتاب یقیناً اس معیار کی ہے کہ اسے فقہ اسلامی کے اُس ذخیرے میں رکھا جاسکتا ہے جو اہل علم وفضل کی نظر میں وقیع اور مستند ہے۔ محترم محقق نے اس کتاب میں فقہ اسلامی کے طلبا اور خوشہ چینوں کے لیے نہایت اہم مواد اور نتائج تحقیق جمع کر دیئے۔ یہ کتاب فقہ اسلامی کے طلبا، وکلاء، قانون دان حضرات، محققین اور عام تعلیم یافتہ افراد کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

پروفیسر غازی علم الدین میرپور آزاد کشمیر

ڈاکٹر صاحب نے ایک مشکل اور قدرے خشک موضوع کو اپنے مخصوص اسلوب تحریر سے ایک شگفتگی اور تازگی عطا کی ہے۔ اس موضوع پر غالباً اس پیرائے اور اس مرتبے کی شاذ ہی کوئی تصنیف پہلے سے موجود ہو۔

پروفیسر نور الحسن فدا میرپور آزاد کشمیر

- رأسُ الطاعات
- لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
- نو نیاز (شعری مجموعہ)
- مقالات رفیع
- نشری تقاریر
- فقہ حنفی کی تاریخ
- استاذ محترم کے خطوط
- انوار فقہائے احناف
- لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ
- مناقب الامام ابوحنیفہؒ للموفق (ترجمہ)
- فرہنگ مشکوٰۃ
- اخبار الامام ابوحنیفہؒ (ترجمہ)
- الجواہر المضیئہ (ترجمہ)
- مناقب الامام ... للکردری

ادارہ مطالعات ممالک اسلامیہ میرپور آزاد کشمیر

www.toobaaelibrary.com